

تَنْزِيلُ الرَّجْمَةِ عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِينَ

نیکٹ لکھن کے تذکرے کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت غالب ہوتی ہے

۱۰۷۳۶

کنز القدر فی آثار الکرم لعینے

۱۳۵۵
ظ

حضرت خواجہ حاجی حافظ عبداللہ کرمی نقشبندی مجددی (رہ) لاہوری

کے حالات و واقعات و تعلیمات و کشف و کرامات پر مشتمل کتاب لاجواب



مرتبہ و مؤلفہ
فاضلہ عالم الدین صاحبہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تَنْزِيلُ الرَّحْمَةِ عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِينَ

نیک لوگوں کے تذکرے کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے

حضرت خواجہ حاجی حافظ عبدالکرم نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

کے حالات و واقعات و تعلیمات و کشف و کرامات پر مشتمل کتاب لاجواب

کنز العمال

فی

اشیاء الکرم

۱۳۵۵ھ

مؤلفہ: قاضی عام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ



زبیہ سنٹرل سول ماڈل ہائی سکول ۴۰، اردو بازار لاہور

فون: 042-7246006

سبیر برادرز

﴿جملہ حقوق محفوظ ہیں﴾

85201

نام کتاب	کنز القدیم فی آثار الکریم
موضوع	سوانح عمری حضرت حافظ محمد عبدالکریم صاحب
تصحیح	نقشبندی مجددی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> (راولپنڈی)
کمپوزنگ	ورڈز میکر
پرنٹرز	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ناشر	ملک شبیر حسین
ہدیہ	روپے

ملنے کا پتہ

شبیر برادرز

۴۰ اردو بازار لاہور فون 7246006

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

فہرست

۹	نذر
۱۰	دیباچہ
۱۸	حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سے روحانی نسبت اور فیوض
۱۹	حسن سیرت و صورت
۱۹	حضرت باواجی رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی عنایت
۲۰	حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہم معصروں میں مقام
۲۱	سائیں توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات
	حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ السامی کے ساتھ رابطہ اتحاد و مودت قلبی
۲۲	
۲۳	مزار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ پر حاضری
۲۴	حضرت سلطان العارفین جناب خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی نوازشات
۲۷	مدینہ منورہ کے حضرت شیخ محمد مدنی المغربی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت و عقیدت
۳۲	<u>باب اول</u>

ابتدائی حالات

۳۲	شجرہ نسب
۳۵	ولادت باسعادت
۳۵	زمانہ طفولیت
۳۶	تعلیم و تربیت
۳۷	آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حسن قرأت

بیعت	۳۸
خلافت	۴۱
جذبہ عشق الہی	۴۲
طبیعت میں جلالت اور استغنا	۴۷
سفر حج	۵۱
باب دوم	۵۶

فیوض و برکات

کشف و کرامات	۵۶
روحانی و باطنی تصرف اور آپ کی دعاؤں کی قبولیت	۸۰
وعظ میں قطع کلامی کرنے والے کو سزا	۸۱
فرمانِ مرشد کی تعمیل اور بچوں کی صحت یابی	۸۲
سرکاری جہاز پر سفر اور مطلوبہ مقام پر تبدیلی	۸۳
دانت کا درد جاتا رہا	۸۷
درِ درتج سے نجات مل گئی	۸۷
پنڈت جی مقدمہ جیت گئے	۹۲
رقم بھی ملی اور ٹھیکہ بھی	۹۳
خاکروب صحت یاب ہو گیا	۹۶
ناقابل علاج پھوڑا صحیح ہو گیا	۹۸
اعلاج امراض سے شفا	۹۹
بغیر چھٹی ملے عرس میں شرکت	۱۰۰
آگ سے بچ گئے	۱۰۱
کنوؤں میں پانی کا نکلنا	۱۰۲
قلیل طعام میں برکت	۱۰۶
گم شدہ کامل جانا	۱۱۱
اولیاء کرام کی روحانیت سے استفادہ	۱۱۳

۱۱۵	مراتب عالیہ.....
۱۱۶	”اپنے پیشوا کو غوث اور قطب ہی سمجھنا چاہئے“.....
۱۱۸	محبذوب کا معذرت کرنا.....
۱۲۳	جنوں کا حضور سے فیضیاب ہونا اور آسیب زدوں کا شفا پانا.....
۱۲۹	ہدایت خلق.....
۱۳۶	مرزا قادیانی کے حالات پر ایک نظر.....
۱۴۷	حضرت صاحب رحمہ اللہ کے اخلاق کریمانہ.....
۱۵۵	جانوروں پر رحم.....
۱۵۶	آپ رحمہ اللہ کا عفو و حلم.....
۱۶۲	کلمات طیبات.....
۱۸۸	باب سوم.....

معمولات

۱۸۹	طریق وضو.....
۱۹۱	نماز و اوراد شباروزی.....
۱۹۷	جمعہ کی نماز.....
۱۹۹	درود شریف.....
۲۰۲	جمعرات اور اتوار کا حلقہ ذکر.....
۲۲۶	ضروری نوٹ.....
۲۲۸	ذکر نفی اثبات یعنی کلمہ طیبہ.....
۲۳۰	کیفیت حلقہ ذکر.....
۲۵۲	المتحابون فی اللہ.....
۲۵۸	تلاوت قرآن مجید.....
۲۶۶	قرآن مجید کی عزت و عظمت.....
۲۶۸	ختم خواجگان قدس اللہ اہرارہم.....
۲۶۹	صبح کا ختم.....

۲۷۱	شجرہ شریف حضرات خواجگان رحمہم اللہ تعالیٰ
۲۷۲	عرس شریف
۲۷۲	عرس شریف کے فوائد
۲۷۴	باب چہارم

انتقال

۲۸۰	آخری چند ماہ کی علالت
۲۹۰	اسم یا قدوس کے متعلق تھوڑی سی وضاحت
۲۹۱	اڑبھمیری ساون آیا
۲۹۲	وصال
۲۹۷	اللہ تعالیٰ کی طرف سے آثار رحمت و کرامات
۲۹۸	غسل
۳۰۴	اولیاء اللہ کو حیات جاودانی
۳۰۹	درد دل
۳۱۰	قطعات تاریخ و سن وصال قبلہ عالم جناب حضرت صاحب نور اللہ مرقدہ
۳۱۳	حلیہ شریف
۳۱۴	جناب قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف
۳۱۵	مکتوبات شریف کا اردو ترجمہ
۳۱۷	دعائے حزب البحر!
۳۱۹	عید گاہ
۳۲۵	باب پنجم

جناب قبلہ عالم حضرت صاحب قدس سرہ کے فرزندان با کمال کا مختصر حال

۳۲۶	مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۳۲۷	وفات
۳۲۹	مولوی عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

- ۳۲۹ قطعہ تاریخ وفات
- ۳۳۰ حاجی حرمین الشریفین جناب مولانا مولوی عبدالرحمن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
- ۳۳۳ دعا
- ۳۳۴ باب ششم

جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے عظام

- ۳۳۴ جناب الحاج حضرت صوفی عبدالرحمن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
- ۳۳۶ حضرت مولینا الحاج صوفی صافی مولوی ثناء اللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
- ۳۳۷ الحاج صوفی محمد نیاز الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
- حضرت مولینا و بالفضل اولینا راس المفسرین استاذ المحدثین فقیہ اعظم الحاج ابو یوسف
- ۳۳۷ مولوی محمد شریف صاحب سلمہ ربہ
- ۳۳۹ حضرت الحاج مولینا مولوی حکیم خادم علی صاحب سلمہ ربہ
- ۳۴۰ حضرت مولوی فضل احمد سلمہ ربہ
- ۳۴۱ میاں محمد عبداللطیف صاحب سلمہ ربہ سب حج
- ۳۴۳ مخلص باللہ حاجی رحمت اللہ صاحب سلمہ ربہ
- ۳۴۴ حافظ دین محمد صاحب سلمہ ربہ
- ۳۴۵ حاجی صوفی میراں بخش صاحب سلمہ ربہ
- ۳۴۵ الحاج مولوی محمد یوسف صاحب میرپوری سلمہ ربہ
- ۳۴۶ الحاج مولوی دیوان علی صاحب سلمہ ربہ
- ۳۴۶ حافظ مولوی محمد اکبر صاحب سلمہ ربہ
- ۳۴۷ سید حاکم شاہ صاحب سلمہ ربہ
- ۳۴۸ سید فضل شاہ صاحب سلمہ ربہ
- ۳۴۹ سید راجن شاہ صاحب سلمہ ربہ
- ۳۵۰ صوفی حاکم الدین صاحب سلمہ ربہ
- ۳۵۰ مولوی نور حسین صاحب سلمہ ربہ

۳۵۱	صوفی نواب الدین صاحب سلمہ ربہ
۳۵۲	الحاج مولینا مولوی محمد سعید صاحب کاشغری سلمہ ربہ
۳۵۳	بندہ مسکین عالم الدین
۳۵۵	یادرفندگان رحمہم اللہ تعالیٰ
۳۵۵	جناب بابو کرم الدین صاحب مرحوم و مغفور
۳۶۰	سائیں کریم بخش صاحب مرحوم و مغفور
۳۶۰	مولوی فیروز الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ
۳۶۲	حاجی نظام الدین صاحب مرحوم و مغفور
۳۶۲	سید غلام شبیر صاحب بی۔ اے مرحوم و مغفور
۳۶۲	سائیں نور الحسن صاحب مرحوم و مغفور
۳۶۲	ملخص از ملفوظات
۳۶۸	حضرت غوث صمدانی قطب ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ
۳۶۹	باب ہفتم

متفرقات

۳۷۹	تضمین از ظفر بادشاہ بر مناجات حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ
۳۸۲	مناجات از مؤلف
۳۸۳	شجرہ مقدسہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ رحمۃ اللہ علیہ
۳۸۴	خاتمہ الطبع

نذر

ہر مصنف یا مؤلف اپنی تصنیف و تالیف کو کسی بزرگ ہستی کی خدمت میں قدردانی اور قبولیت کے لئے پیش کیا کرتا ہے۔ چونکہ اہل اللہ اور ان کے کلام کی قدر اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اس لئے خاکسار اس ناچیز تالیف کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کر کے التجاء کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو تمام احباب کے لئے مغفرت و بخشش کا وسیلہ بنائے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

بندہ مسکین خاکسار

عالم الدین عفی عنہ

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الانبياء

والمرسلين وعلى آله واصحابه واوليائه واتباعه اجمعين

اما بعد! یہ کتاب فیض انتساب جو ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی غوث صمدانی قدوة السالکین زبدة الواصلین ہادی سبل شیخنا و شیخ الكل حاجی حرمین شریفین (زادہما اللہ تعالیٰ شرفاء و عزاء) صاحب فضل عمیم حضرت حافظ محمد عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا

کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لئے

کی زندگی کے حالات اور شہاروزی عبادت و معمولات کا مجموعہ ہے جس کے لکھنے

سے غرض یہ ہے کہ حلقہ بگوشان سلسلہ علیہ نقشبندیہ مجددیہ کریمیہ و چشتیہ و قادریہ و سہروردیہ

بالخصوص اور دیگر اہل اسلام بالعموم اپنی اپنی استعدادِ خدا کے موافق ان پر عمل کر کے اس

مقصد و مطلب تک پہنچنے کی کوشش کریں جس کے لئے حضرت انسان ضعیف البیان پیدا کیا

گیا ہے اور غیر مسلم گروہ میں سے بھی اگر کسی شخص کی قسمت میں ہدایت ہو تو وہ بھی تائید

الہی سے ایک خدا رسیدہ بزرگ بندے کے حالات کا مطالعہ کر کے اسلام کی خوبیوں سے

آگاہ ہو کر راہِ راست اور صراطِ مستقیم پر آجائے اور خاکسار کو بھی ثواب اور سعادت دارین

حاصل ہو۔ ورنہ۔ شعر

بمقبولی کسے را دسترس نیست

قبول مقبلاں در دست کس نیست

نیز بزرگوں نے لکھا ہے کہ مریدوں کیلئے ان کے پیروں کا ذکر اور تذکرہ حالات ان کے ایمان کو تازہ کرتا اور ان کی جان کو حلاوت بخشتا ہے اور ہر حرف کے بدلے جو ان کے حالات میں لکھا جاتا ہے بہت سی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔ شعر

برمید صادق و صاحب تمیز	ہست ذکر سیرت پیراں عزیز
ذکر پیراں تازہ ایمانش کند	قصہ آں جلوہ برجانش کند
جو ہے خادم صادق و صاحب تمیز	ذکر پیر اپنے کا ہے اس کو عزیز
ذکر پیراں دے بڑھا ایمان کو	ان کا قصہ جلوہ بخشے جان کو

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جو مرید تین دن تک اہل اللہ کے حالات مطالعہ نہ کرے اس کا دل سیاہ اور قلب مردہ ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ ظاہر و باطن میں رسول اللہ ﷺ کے اخلاق سے متخلق اور عملی نمونہ ہوتے ہیں۔ یہی لوگ صادقین اور سچے جانشین اور حقیقی اور اصلی توحید کے مالک ہوتے ہیں۔ العلماء و رثة الانبیاء انہی لوگوں کی شان میں ہے۔ ان کا کلام معجز نظام خفتہ دلوں کو غفلت کی نیند سے بیدار کرتا ہے اور مردہ قلوب کو دائمی حیات بخشتا ہے۔ مولانا روم صاحب رحمہ اللہ نے کیا اچھا کہا ہے۔ شعر:-

بے عنایات حق و خاصان حق
گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

احکام شرعی کی پابندی سے غرض و غایت امراض باطنی کا ازالہ ہے اور وہ اہل اللہ کی صحبت اور ان کے اقوال و اعمال پر اعتقادی و عملی طور پر پابندی سے حاصل ہوتا ہے۔ جب تک امراض باطنی سے نفس کا تزکیہ اور قلب کا تصفیہ نہ ہو جائے اصلی توحید اور حقیقی روحانی ترقی حاصل نہیں ہو سکتی۔ موجودہ زمانہ کے مسلمان طالب علم جو مدارس دینی میں تعلیم پاتے ہیں ان کی عمر کا بہترین اور قیمتی حصہ علوم رسمہ کے مطالعہ میں گزر جاتا ہے اور وہ علوم جن سے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب ہوتا ہے ان سے بے نصیب رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ زمانہ کے عالم اپنی ساری ہمت اور طاقت کو زیادہ تر مناظرہ اور مجادلہ میں صرف کرتے ہیں جس سے سوائے فتنہ اور فساد کے کوئی مفید اور معتد بہ نتیجہ حاصل نہیں ہوتا اور تہذیب نفس اور

ریاضت و مجاہدہ کی طرف جو مشاہدہ انوار تجلیات اور معرفت ذات و صفات الہی کی شاہراہ اور اصل اصول ہے بالکل توجہ نہیں کرتے۔ دوسری طرف وہ طلباء جو سکولوں اور کالجوں میں مروجہ تعلیم پاتے ہیں وہ ابتداء سے انتہا تک امور شرعی اور ضروریات اسلام اور ان کی پابندی سے ناواقف اور جاہل اور غافل رہتے ہیں۔ جو علوم ان کو پڑھائے جاتے ہیں وہ صرف تن پروری، دنیا پرستی، جاہ طلبی وغیرہ سکھاتے ہیں اور خواہشات نفسانی اور ہوا حسِ شیطانی کو زیادہ زیادہ ابھارتے اور مدد دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک احکام شرعی کی پابندی اور عبادات لایعنی اور لا حاصل کام ہوتے ہیں اور مذہب کانٹے کی طرح ان کی آنکھوں میں کھٹکتا ہے جس کی تقلید اور اتباع سے باہر نکلنا ان کا فرض اولین ہوتا ہے۔ اسی طرح ترقی کو اصلی اور حقیقی ترقی سمجھتے ہیں۔ آخرت اور عاقبت کا خیال ان کو خواب میں بھی نہیں آتا۔ ان کی تمام عمر دنیاوی سبب دھج اور نفسانی حظوظ و لذت کی طلب میں بسر ہو جاتی ہے اور آخر کار دل میں سینکڑوں حسرتیں لئے ہوئے اس دنیا سے نامراد رخصت ہو جاتے ہیں۔ پس ایسے گئے گزرے وقت میں اگر کوئی صاحب سعادت یہ چاہے کہ توحید حقیقی حاصل ہو اور علوم رسمہ اور علوم حقیقیہ میں تمیز ہو تو اسے چاہئے کہ اہل اللہ کی مجلس اور صحبت تلاش کرے اور فیض و برکات حاصل کرے ورنہ ان کے اقوال و اعمال ہی کا مطالعہ کر کے اپنے ظاہر و باطن کو ان کے مطابق درست کر لے۔ شعر:

گر وصال یار نبودیا خیالش ہم خوشم

در بیابانِ محبت خار ہم در پاخوش است

کیونکہ یہ لوگ ان علوم و اسرار کے مالک ہوتے ہیں جن سے علمائے رسمہ بالکل ناواقف اور کوسوں دور ہوتے ہیں اور ان کے کلام میں وہ کچھ اثر ہوتا ہے جو بیان سے باہر ہے۔ شعر:

دادیم تراز گنج مقصود نشان

ما گرزسیدیم تو شاید برسی

دنیا میں رہ کہ اس کے تعلقات کو دل سے ترک کرنا اور علائق کو توڑ دینا اور روح کا

عالمِ سفلی سے عالمِ بالا کی طرف پرواز کرنا یہ وہ حقیقی اور اصل ترقی ہے جس کی خاطر انسان کو اس دنیا میں پیدا کیا گیا ہے اور جس کے آگے موجودہ ترقی سائنس وغیرہ بے حقیقت اور بیچ ہے۔ اگر زمانہ بھر کے تمام سائنس دان جمع ہو کر یہ چاہیں کہ کسی شقی القلب کو راہِ راست پر لائیں اور اس کے اخلاقِ رذیلہ کو اوصافِ حمیدہ سے مبدل کریں تو ہرگز نہ کر سکیں گے لیکن مردانِ راہِ خدا کی ایک ہی نظر اور توجہ اور اشارہ ہی اس تبدیلی کے لئے کافی ثابت ہوا ہے جہاں ڈاکٹروں کے مجرب نسخے کارگر نہیں ہوتے وہاں صرف گدایانِ کوئے دوست کی توجہ دمِ کلامِ مسیحائی کا کام کر جاتے ہیں۔ غرض اگر ترقی سے مراد خدا کی معرفت اور حقیقت تک پہنچنا ہے تو وہ ذوق و شوق کے ساتھ اطاعتِ اسلام اور اہل اللہ کے اقوال و اعمال کے مطالعہ اور ان کے مطابق کاربند ہونے میں ہے۔ اگر دنیاوی جاہ و جلال اور حرص و ہوا کے بھنور میں پھنس کر دنیا سے نامراد اور خسر الدنیا والآخرۃ ہو کر جانے کا نام ترقی ہے تو وہ مغربی تہذیب اور اس کے طریقِ عمل میں ہے لیکن جن کو اللہ تعالیٰ نے نظرِ بصیرت بخشی ہے وہ دیکھ بھال کر پاؤں رکھتے ہیں۔ یہ مضمون بجائے خود ایک مستقل تحریر کا محتاج ہے اس کو چھوڑ کر خاکسار اپنے ان کرم فرما اور محسن مہربان دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے اس تالیف کے فراہم کرنے میں خاکسار کو مدد دی۔ بابو محمد اسماعیل صاحب کلرک ملٹری گراس فارم اور مولوی فضل احمد صاحب اور دیگر احباب جنہوں نے اپنے چشم دید حالات و واقعات کا بہت سا مجموعہ عطا فرمایا خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔ ان سے بڑھ کر حاجی محمد علی صاحب و حاجی محمد زمان صاحب نہایت ہی اعلیٰ درجہ کے شکریہ کے مستحق ہیں اور خاکسار کی گردن پر ان کے احسان کا اس قدر بار گراں ہے کہ خاکسار اس سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ ان ہر دو بزرگواروں نے اپنے کاروبار کو چھوڑ کر نہایت عرق ریزی اور شہاروزی محنت سے دوسروں کے بھیجے ہوئے حالات اور مضامین کو صاف اور درست کر کے ترتیب دیا۔ حقیقت میں تمام کتاب کی تالیف و ترتیب کا سہرا انہی دو بزرگوں کے سر پر ہے۔ خاکسار تو صرف اس کا ناقل ہی ہے۔ اگر یہ دوست خاکسار کو مدد نہ دیتے تو خاکسار تنہا کچھ نہ کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ زیادہ زیادہ ان کو فیوض و برکات و ظاہری باطنی ترقیات عطا فرمائے۔ خاکسار حاجی مولوی

محمد شریف صاحب کوٹلی لوہاراں کا احسان بھی فراموش نہیں کر سکتا جنہوں نے اپنا قیمتی وقت صرف کر کے مسودہ پر نظر ثانی فرمائی اور صاف و درست فرمایا۔ اللہ تعالیٰ شیخ حسن الدین صاحب کو خوش رکھے اور اپنے ظاہری باطنی عطیات سے مالا مال کرے جنہوں نے اس کتاب کی کتابت و طباعت کا کام اپنے ذمہ لیا اور نہایت احسن وجوہ سے بڑے شوق و محبت کے ساتھ اس کام کو انجام تک پہنچایا۔ خاکسار اپنے محسن اور مربی اپنے قبلہ گاہ مرحوم و مغفور کے جانشین حاجی حرمین شریفین زبدۃ الاولیاء خلاصۃ الاصفیاء صاحبزادہ عالی مقام حضرت مولانا مولوی عبدالرحمن صاحب سلمہ المنان کا نہایت ہی ممنون و مرہون احسان ہے جنہوں نے نہایت مہربانی اور کمال شفقت سے اس کار خیر کو خاکسار کے سپرد فرما کر خاکسار کی عزت افزائی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے والد ماجد مرحوم و مغفور کے نقش قدم پر ثابت قدم رکھے اور دن دگنی اور رات چوگنی ظاہری باطنی ترقی فرمائے اور حضرت قبلہ عالم مجیدؒ کے طفیل سب احباب کا خاتمہ بالخیر کرے اور ان کے طفیل اس خاکسار رو سیاہ کو بھی جس نے اپنی تمام عمر لا طائل اور بیہودہ کاموں میں صرف کر دی ہے اپنے فضل و کرم سے بخشے۔

شنیدم کہ در روز امید و بیم بدایں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین آباد

خاکسار بندہ مسکین
قاضی عالم الدین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محبوب سبحانی قطب ربانی غوث صمدانی فخر خاندانِ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ
مقبول بارگاہِ رب الرحیم حضرت حاجی محمد عبدالکریم صاحب
قدس سرہ کی شخصیت پر ایک اجمالی نظر



لیوٹلف مسکین

ظاہر و باطن پر از نور خداست	پیر ما سرتاج جملہ اولیا ست
منبع صدق و صفا وہم سخاست	گام برگام نبی مصطفیٰ است
چشم پر نور از جمالِ لایزال	دل پر از رعب و جلال ذوالجلال
فیض او فیض مجدد ثانی است	سر بسر در عشق احمد فانی است
پرتو طور از دل و جاں سرزند	طالبان را چوں توجہ سے دہد
در میان مجلسش ناکد شقی	دافع شرک خفی ہست و جلی
قلب مردہ را کند تابندہ زر	صحبتش چوں پارس آں وارد اثر
ہر دم و ہر لحظہ رخشاں بے حجاب	فیض پیرم در جہاں چوں آفتاب
جسمہ گفتارش بہ از درِ عدن	سینہ اش گنجینہ علم لدن
جز بجمہ ذکر بکشاند نہ لب	در ثنائے حق گذارد روز و شب
وازنگاہش از نظر برتر قدم	از دم او ہوش سے آند بدم
در وطن وارد سفر پیراستہ	خلوتش در انجمن آراستہ
از وقوف قلب چوں دل برگذشت	یاد کردش رانہ باشد بازگشت

بر دل سالک نظر چوں افگند غرق نور وحدتش یکسر کند
گاہ سوزِ عاشقی جوش آورد ناز معشوقی گہے جاں پرورد
گاہ محبت و گاہ محبوب است او گاہ طالب گاہ مطلوب است او
از دل پُر درد چوں آہے زند ولولہ در قدسیاں مے افگند
صورت و سیرت بدارد چوں نبی ہر کہ بیند گوئدش ہذا ولی
الغرض چوں پیر من اندر جہاں کس نکرده سر وحدت راعیاں

اسم وارد با مستی اے فہیم

ہست محبوب خدا عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ

آپ خواجہ خواجگان خواجہ فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ المعروف حضرت باواجی صاحب قدس سرہ سجادہ نشین چورہ شریف کے اجل و اعظم اور اول خلیفہ ارجمند و جانشین حق پسند تھے۔ اگرچہ جناب باواجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محبت و الفت تمام دوستوں کے ساتھ اس قدر تھی کہ ہر ایک یار بھی کہتا تھا کہ جناب باواجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جو محبت و الفت میرے ساتھ ہے وہ کسی اور کے ساتھ نہیں لیکن جو خاص رابطہ قلبی اور محبت و الفت جناب باواجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جناب حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھی وہ کسی اور دوست کے ساتھ نہ تھی اور جو حسن عقیدت اور اخلاص جناب حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جناب باواجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا وہ بھی کسی اور یار میں پایا نہ جاتا تھا۔ گویا پیر و مرید ایک دوسرے پر شیدا اور فریفتہ اور عاشق تھے اور اس شعر کے مصداق تھے:-

من تن شدم تو جاں شدی من جاں شدم تو تن شدی

تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

حضرت باواجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر اپنے یاروں کے مجمع میں جناب حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں یہ کلمات فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے بیٹے ہیں۔ جس نے ان کے ساتھ بغض و کینہ یا حسد و عداوت رکھی اس نے گویا میرے ساتھ بغض و کینہ و حسد و عداوت رکھی اور جس نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اس نے میرے ہی ہاتھ پر بیعت کی۔ جس نے ان کو دوست

رکھا اس نے گویا مجھے دوست رکھا اور جس نے ان کو دشمن جانا اس نے مجھے دشمن جانا۔
حضرت باواجی صاحب رحمہ اللہ نے یوم وصال سے پہلے مرض الموت میں اپنے صاحبزادہ مست وار المعروف لالہ میاں صاحب رحمہ اللہ کو خاص طور پر بھیج کر جناب حافظ صاحب رحمہ اللہ کو طلب فرمایا اور آخری دیدار فیض آثار اور ملاقات بابرکات اور مقالات اور وصایا اور نصائح سے سرفراز فرمایا اور کچھ تبرکات بھی مرحمت فرمائے بلکہ بعض حضرات صاحبزادگان صاحبان کو بھی جو اس وقت موجود تھے جناب حافظ صاحب رحمہ اللہ کے متعلق وصیتیں فرمائیں مگر افسوس کہ صاحبزادگان صاحبان نے جناب باواجی صاحب رحمہ اللہ کے وصال کے بعد ان وصیتوں کے موافق عمل نہ کیا۔ جناب حافظ صاحب رحمہ اللہ نے جناب باواجی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں انتقال سے پہلے عرض کیا کہ اگر حضور فرمائیں تو سید جماعت علی شاہ صاحب اور مولوی غلام محمد صاحب بگوی کو بھی بلا لیا جائے تو باواجی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حافظ صاحب آپ کے دیکھنے کو دل بہت چاہتا تھا۔ آپ آگئے تو سب آگئے۔

اسی طرح جناب خواجہ دین محمد صاحب رحمہ اللہ المعروف حضرت ملا صاحب نے بھی ایک دفعہ جبکہ ان کے ہاں عرس شریف کے موقعہ پر حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ نے ایک مختصر مگر موثر اور رقت آمیز وعظ فرمایا تو حافظ صاحب رحمہ اللہ کی نسبت فرمایا کہ میرے بھائی خواجہ فقیر محمد صاحب رحمہ اللہ کے دوستوں میں سے یہ (حافظ عبدالکریم صاحب) سچا شخص ہے اور ولی و خاص دوست ہے۔ جو کوئی حضرت خواجہ فقیر محمد رحمہ اللہ کی اولاد میں سے یا میری اولاد میں سے ان کے ساتھ حسد یا عداوت رکھے گا وہ جھوٹا ہے۔

جناب باواجی صاحب رحمہ اللہ کے کمالات ولایت سے متحقق ہونے اور جناب حافظ صاحب رحمہ اللہ کے کمال استعداد باطنی سے متصف ہونے کے لئے یہی ایک دلیل کافی ہے کہ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ نے صرف قرآن مجید اور چند ایک معمولی فقہ حدیث تفسیر کی کتابوں کے سوا زیادہ ظاہری علوم حاصل نہیں کئے تھے مگر اس حدیث کے موافق کہ جس کا علم ظاہری کم ہو مگر عمل زیادہ ہو اللہ تعالیٰ اس کو دوسرے ضروری علوم سے کفایت کر دیتا

ہے۔ ایسے ایسے علوم و معارف اور اسرار و دقائق کا انکشاف فرماتے تھے کہ بڑے بڑے عالم بھی حیران رہ جاتے تھے اور جناب باواجی صاحب رحمہ اللہ کے نظر کی میا اثر میں منظور اور ان کے دل فیض منزل میں مقبول ہونے کا ہی اثر تھا کہ آپ کا معمولی کلام بھی کشش اور جذب سے بھرا ہوتا تھا۔ جس کے سننے سے سامعین پر وجد کی حالت طاری ہوتی تھی۔ ایک دفعہ آپ نے بہقام چٹی شیخاں ضلع سیالکوٹ انجمن اسلامیہ کے سالانہ جلسہ کی تقریب پر بحیثیت صدر ذکر کے متعلق مختصر وعظ فرمایا۔ آپ کے سیدھے سادھے الفاظ نے اہل مجلس کے دلوں کو ہلا دیا۔ سب پر اس قسم کی رقت طاری ہوئی کہ ان کو اپنے سروپا کی ہوش نہ رہی اور تمام مجلس اس شعر کا مصداق بن گئی۔ شعر:-

ازاں ایوں کہ ساقی درے افگند

حریفاں رانہ سرماند نہ دستار

اسی طرح اور بھی کئی جگہ جب کہیں وعظ کا اتفاق ہوا تو آپ کے سادہ وعظ نے سامعین کے دلوں پر جادو کا اثر کیا اور ان کے دلوں کا نقشہ بدل دیا۔ وعظ کے متعلق آپ کی توجہ موجب کا یہ بھی اثر تھا کہ اگر آپ نے کسی کم علم دوست کو وعظ کے لئے فرمایا تو اس کے وہ سادہ اور ٹوٹے پھوٹے الفاظ سننے والوں کے دلوں میں جذب و کشش پیدا کر دیتے تھے۔ آپ کے حلقہ گوش غلاموں میں سے کئی ایک کم علم دوست اچھے خاصے وعظ بن گئے ہوئے ہیں۔ جب وہ وعظ کرتے ہیں تو بڑے بڑے ذی علم ان کا منہ تکتے رہ جاتے ہیں اور حیران ہو کر کہتے ہیں کہ معلوم نہیں یہ الفاظ کہاں سے نکل رہے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سے روحانی نسبت اور فیوض

حضرت باواجی صاحب رحمہ اللہ کی طرف سے ظاہری اور باطنی نسبت اور فیوض کے علاوہ آپ کو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے ساتھ ایسی اور روحانی نسبت بھی غالب تھی اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی روحانیت سے آپ کے باطن پر متواتر فیوض و برکات و وار دات فائض و وارد ہوتے رہتے تھے اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے محبت اور کمالات میں اس قدر مستغرق تھے کہ سراپا کمالات مجددیہ اور اخلاق محمدیہ علیہ السلام کے مظہر اتم

بن گئے ہوئے تھے اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اتباع کے باعث جناب سرکارِ کائنات ﷺ کی محبت اور عشق میں ایسے دلدادہ اور فریفتہ تھے کہ کشفی نظر میں ایک ہی وجود دکھائی دیتے تھے۔ فرق صرف تابع اور متبوع کا تھا۔ اسی محبت کا اثر تھا کہ جناب نبی کریم ﷺ بحالت خواب و مراقبہ اکثر دفعہ آپ اپنے دیدار فیض آثار اور کمال شفقت اور مہربانی سے سرفراز و ممتاز فرماتے رہے تھے۔ ایک دفعہ ایک واقعہ میں جب کہ بہت سے اصحاب کرام اور اولیاء عظام حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے تو کسی نے حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق دریافت کیا کہ حضور عالی یہ کون شخص ہیں جن کی نسبت حضور اس قدر مہربانی و شفقت فرما رہے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہی ہیں میرے دیوانے حافظ راولپنڈی کے رہنے والے۔

حسن سیرت و صورت

حسن سیرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسن صورت بھی عطا فرمایا تھا۔ ایک دفعہ جس نے دیکھ لیا فریفتہ ہو گیا اور دوستوں کے متعلق تو کچھ پوچھو ہی نہیں۔ چہرہ مبارک پر نظر پڑتے ہی محبت و عشق الہی کی آگ کا شعلہ دل میں ایسا بھڑک اٹھتا تھا کہ ماسوی اللہ کو جلا کر خاک کر دیتا تھا۔ آپ کا وجود مبارک صفات جلال و جمال کا جامع اور مظہر تھا۔ چہرہ رُعب جلال سے پُر اور آنکھیں نور جمال سے تاباں تھیں۔ جب کسی طالب پر نظر پڑتی تھی اس کا حال متغیر ہو جاتا تھا اور بے خودی اور جذب و محویت کے آثار ظاہر ہو جاتے تھے۔ آپ کا خلقِ عظیم اور محبت یاروں کے ساتھ اس قدر تھی کہ ہر یار یہی سمجھتا تھا کہ جو محبت میرے ساتھ ہے وہ کسی دوسرے یار سے نہیں ہے۔

حضرت باواجی رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی عنایت

حضرت باواجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلسِ علیہ میں اگرچہ کئی عالمِ حافظِ قاری خوش الحان حاضر رہتے تھے اور بعض کے دل میں یہ خواہش بھی پیدا ہوتی تھی کہ امام ہو کر جماعت کرائیں مگر آپ کی موجودگی میں جب کبھی جماعت کا موقع آتا تھا تو جناب باواجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یوں ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ حافظ صاحب نماز پڑھا دو یا جماعت کرا دو۔

جناب باواجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال تک یہی حال رہا کہ آپ کی موجودگی میں کسی اور کو جماعت کے وقت امامت کے لئے ارشاد نہیں فرمایا اور نہ ہی کسی کو جرأت ہوتی تھی کہ پیش امام ہو کر جماعت کرائے۔ اسی طرح کھانا تناول فرمانے کے وقت جب تک جناب باواجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کو اپنے ساتھ نہ بٹھا لیتے تھے کھانا تناول نہ فرماتے تھے۔ اکثر ایسا بھی اتفاق ہو جاتا تھا کہ کھانا تیار ہے۔ میزبان بلانے کے لئے حاضر ہے مگر جناب باواجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حافظ صاحب کو آ لینے دو پھر کھائیں گے۔ گھنٹہ گھنٹہ اسی انتظار میں گزر جاتا تھا۔ جب آپ حاضر ہو جاتے تو پھر ساتھ مل کر کھانا تناول فرماتے تھے۔

حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہم معصروں میں مقام

جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہم معصر مجذوبوں میں سے جموں میں سائیں جیون شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور گجرات میں سائیں کرم الہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجذوب تھے۔ ان دونوں بزرگواروں کا حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت بہت اچھا اعتقاد تھا۔ اکثر دوستوں کو جو ان کی خدمت میں حاضر ہوتے حضرت صاحب کی خدمت مبارک میں بھیج دیتے چنانچہ کئی دوست ان ہر دو صاحبان کی رہنمائی سے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے غلاموں میں داخل ہوئے۔ مقام شرقپور ضلع شیخوپورہ میں مولوی شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی خاندان کے چشم و چراغ اور نہایت برگزیدہ بزرگ تھے۔ ان کا بھی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت اس قدر اعتقاد تھا کہ اکثر دوستوں کے آگے بیان فرمایا کرتے تھے کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وجود مبارک اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک اعلیٰ نعمت ہے۔ مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ان دوستوں کو جو راولپنڈی میں ملازم تھے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ مولوی صاحب مرحوم نے اپنے ایک دوست مسمیٰ شیر محمد کو راولپنڈی کسی محکمہ میں ملازم تھا فرمایا تھا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوتے رہا کرو مگر اس نے کسی وجہ سے سستی کی۔ جب کسی موقع پر مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایسا معلوم

ہوتا ہے کہ تم حضرت صاحب رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے۔ اگر حاضر ہوتے رہتے تو تم پر کوئی رنگ چڑھا ہوتا۔ جاؤ آئندہ ایسا نہ کرنا۔ اس کے بعد وہ دوست جب تک راولپنڈی میں رہا حضرت صاحب رحمۃ اللہ کے فیوض و برکات سے متمتع اور بہرہ مند ہوتا رہا۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب ساکن گولڑہ راولپنڈی جو چشتی خاندان کے نہایت اعلیٰ اور مقبول بزرگوار ہیں ان کا بھی حضرت صاحب رحمۃ اللہ کے حق میں نہایت خلوص اور حسن عقیدت تھا۔ جب کبھی راولپنڈی میں تشریف لاتے تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ کی ملاقات کے لئے ضرور تشریف لاتے اور اپنے دوستوں کو بھی حاضر خدمت ہونے کی تاکید فرماتے۔ ملانا مولوی احمد الدین صاحب رحمۃ اللہ ساکن میرا شریف ضلع اٹک چشتی خاندان کے نہایت برگزیدہ اور خدا رسیدہ مرد تھے۔ بڑے اخلاص اور محبت کے ساتھ حضرت صاحب رحمۃ اللہ کی خدمت میں عید گاہ حاضر ہو کر بڑے ادب و تعظیم کے ساتھ بیٹھے رہا کرتے تھے اور حد سے بڑھ کر معتقد تھے۔

سائیں توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ سے ملاقات

ایک دفعہ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ نے دوران سفر میں سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی رحمۃ اللہ کی ملاقات کا ارادہ کیا۔ سائیں توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ بھی نقشبندی مجددی خاندان کے ایک نہایت اعلیٰ اور برگزیدہ صاحب حال و استغراق بزرگ تھے۔ سائیں صاحب کے ایک معتقد مسکمی اللہ دیا نے جو اس وقت مجلس میں حاضر تھا بیان کیا کہ سائیں صاحب رحمۃ اللہ نے اہل مجلس کو ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ باکمال آ رہے ہیں (حالانکہ ابھی حضرت صاحب رحمۃ اللہ آپ کے پاس پہنچے بھی نہ تھے) جب وہ تشریف لائیں سب ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ دوستوں نے عرض کیا کہ حضرت جی وہ کون ایسے بزرگ ہیں جن کی تعظیم کے لئے اس قدر تاکید فرما رہے ہیں؟ فرمایا کہ چورہ شریف کے ایک کامل ولی کا ایک خلیفہ کامل آ رہا ہے۔ جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ ان کی خدمت میں پہنچے۔ امام و تعظیم کے بعد سائیں صاحب رحمۃ اللہ نے فرمایا (بلے بلے کیا نور دا دریا ٹھاٹھاں ماریا ہے) یعنی نور کا دریا رواجیں مار رہا ہے۔ سبحان اللہ۔ ولی راولی مے شناسد۔

حضرت مولوی فقیر اللہ صاحب بکوٹ والے جو سلسلہ قادریہ کے مشہور و معروف صاحب کشف و کرامات بزرگ ہو گزرے ہیں جب کبھی راولپنڈی شریف تشریف لاتے تو سب سے اول نہایت ادب و تعظیم اور بڑی عقیدت و ارادت کے ساتھ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوتے۔ اسی طرح حافظ صاحب سمو گڑھی ضلع اٹک والے جو حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمہ اللہ کے خاص منظور نظر خلفاء میں سے تھے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمہ اللہ کے بچپن کے دوست تھے۔ جب کبھی بھی اس طرف تشریف لاتے تو ہمیشہ آپ ہی کے پاس قیام فرماتے اور آپ کے فیضان صحبت سے محفوظ و متلذذ ہوتے اور آپ کی انتہائی تعظیم و تکریم فرماتے۔ اکثر یہ بھی کہتے تھے کہ باوجود صحبت خلق کے خلوت مع اللہ کی نعمت جس قدر جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمہ اللہ کو حاصل و میسر ہے فی زمانہ اس قدر اور کسی بزرگ میں نظر نہیں آتی۔

حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ السامی

کے ساتھ رابطہ اتحاد و مؤدت قلبی

جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمہ اللہ کے زمانہ طفولیت کا ذکر ہے کہ مسماۃ حیات بی بی جو ایک نہایت عابدہ و زاہدہ صالحہ اور شب بیدار بی بی تھیں اور محلہ شاہ چراغ صاحب میں رہتی تھیں ان کے عالم رویا کا واقعہ ہے کہ جناب غوث اعظم پیران پیر دستگیر عالی جناب شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ دیگر بہت سے اولیاء کرام کی معیت میں تشریف لائے ہیں اور سب کے ہاتھوں میں سبز رنگ کے جھنڈے ہیں۔ شاہ چراغ صاحب رحمہ اللہ کے مزار پر انوار کے پاس آکر قیام فرمایا اور مجلس منعقد کی گئی۔ مسماۃ مذکورہ نے پوچھا کہ آج کیسے تشریف آوری ہوئی ہے تو ارشاد فرمایا کہ آج حافظ محمد عبدالکریم صاحب کو اپنا خلیفہ مقرر کرنے آیا ہوں اور بعد اس کے حسب دستور سب میں اس تقرر کا اعلان اور خوشی کا اظہار ضروری تھا۔ لہذا یہ مجلس اس جگہ قائم کی گئی اس کے بعد ایک سبز جھنڈا جناب قبلہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کے مکان شریف پر ثبت و قائم کر کے سب حضرات تشریف لے گئے۔

85201

میرٹھ کے ایک مشہور و معروف مجذوب فقیر جو اس وقت بھی زندہ موجود ہیں اصلی نام تو ان کا معلوم نہیں گھوڑے شاہ صاحب کے نام سے بہت مشہور ہیں۔ ۱۹۲۶ء میں براہ راست میرٹھ سے جناب قبلہ عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان شریف پر پہنچے۔ اس وقت جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ڈیوڑھی میں رونق افروز تھے۔ راولپنڈی شریف کے رئیس اعظم و ذیلدار چودھری گلہراج صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ مولوی فضل احمد صاحب و حاجی محمد زمان خادم دربار عالیہ جناب قبلہ حضرت صاحب مدظلہ اور علاوہ ان کے پانچ چھ آدمی اور بھی موجود تھے جو نبی گھوڑے شاہ صاحب دروازہ کی دہلیز پر پہنچے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آئیے گھوڑے شاہ صاحب تشریف لائیے۔ وہ حضرت گھوڑے شاہ صاحب آئے اور دیوانہ وار آپ کی قدمبوسی کر کے فدا و شیدا ہو رہے تھے۔ پیشتر آپس میں کوئی شناسائی نہ تھی۔ گھوڑے شاہ صاحب کہنے لگے جناب میرا نام آپ کو کس نے بتایا؟ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو آپ کو یہاں لایا۔ گھوڑے شاہ صاحب سے حاجی محمد زمان صاحب دریافت کرنے لگا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے اور کیا غرض و غایت ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ مدت مدید سے بارگاہ الہی میں دعا و التجا کرتا رہا کہ مجھے اس زمانہ کے قطب کی زیارت نصیب ہو۔ آخر کار میری دعا خداوند کریم و رحیم نے منظور فرمائی اور مجھے..... جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عالم مثال میں زیارت بھی کرائی گئی اور تمام پتہ نشان بھی بتایا گیا اور امر ہوا کہ راولپنڈی شریف جا کر زیارت کرلو۔ سو میں تو امراً حاضر ہوا ہوں۔ گھوڑے شاہ صاحب نے اس تھوڑے سے قیام میں جو باتیں کہیں ان کا بیان کرنا بہت مشکل ہے۔ مکاشفہ صحیح اور یک بیک جو اس شخص کا دیکھا گیا ہے بہت کم فقرا میں دیکھا گیا ہے۔ یہ واقعہ ہوتے وقت جتنے حضرات وہاں موجود تھے بفضل خداوند کریم تا حال تمام زندہ موجود ہیں۔

مزار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ پر حاضری

جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اولیاء اللہ و بزرگان دین کے مزارات پر حاضری سے بھی دلچسپی تھی اور مزارات کی خدمت و حاضری کو حصول سعادت و ترقی درجات

اور بلندی کمالات و حالات کا ذریعہ جانتے اور سمجھتے تھے۔ لاہور میں جب کبھی رونق افروز ہوتے مزار پاک عالی جناب حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ضرور حاضر ہو کر فیوض عالیہ اور کمالات عالیہ سے فائز الہام ہوتے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بمعہ چند احباب کے بروز جمعرات بوقت تہجد حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر تشریف لے گئے۔ بڑی مخلوق جمع تھی۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک طرف گوشہ میں مراقب بیٹھ گئے۔ دعا و فاتحہ کے بعد آپ نے حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت چاہی۔ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ آج ہماری مہمانی کھا کر پھر جانا۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دوستوں کو جو آپ کے ساتھ تھے فرمایا کہ آج داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مہمانی فرمائی ہے۔ دیکھئے کیا کھلاتے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر گزری کہ ایک مجاور صاحب آئے اور ہر ایک دوست کے آگے پرچ میں خطائیاں رکھتے گئے۔ دوسرا شخص آیا اور چاء کے پیالے بھر کر دیتا گیا۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے عجب دربار گوہر بار ہے ظاہری و باطنی فیوض و برکات کا دریا چل رہا ہے۔ حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے اپنے مہمانوں کی ظاہری تواضع اور خاطر مدارات فرماتے ہیں اس سے کئی گنا زیادہ باطنی دولت سے نوازتے اور ممتاز فرماتے ہیں۔ کسی نے کیا عمدہ کہا ہے

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کالماں را رہنما

حضرت سلطان العارفین

جناب خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی نوازشات

آخر اکتوبر ۱۹۳۳ء کا واقعہ ہے کہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بموقعہ عرس شریف حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے جس کے متعلق دریافت کرنے پر حضور نے فرمایا کہ فقیر اپنی خواہش و ارادہ سے کوئی کام نہیں کرتا بلکہ حضرت خواجہ

صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے دعوت دیا گیا ہوں اور خالق کی طرف سے بھی یہاں حاضری کے لئے مامور کیا گیا ہوں۔ اس سفر مبارک میں راقم الحروف بندہ عالم الدین اور مولوی فضل احمد صاحب و حاجی محمد زمان صاحب خادم دربار عالیہ راولپنڈی شریف بھی ہمراہ تھے۔ جب اجمیر شریف کے ریلوے سٹیشن پر پہنچے اور گاڑی سے اترے تو بغیر کسی قسم کی اطلاع دینے کے وہاں کی درگاہ عالیہ کے گدی نشین صاحب کی طرف سے ایک شاہانہ تشریف آوری کا اہتمام و انتظام دیکھ کر ہم حیران تھے کہ ان حضرات کو تو ہم نے آنے کی اطلاع بھی نہیں دی ہوئی اور نہ پہلے کچھ واقفیت و آشنائی ہے۔ یہ کیا معاملہ ہے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بلایا اور خالق نے یہاں آنے کے متعلق فرمایا بلانے اور بھیجنے والے جانتے ہیں پھر ہمیں اطلاع دینے کی کیا ضرورت تھی۔ وہاں پہنچ کر چند یوم قیام کیا۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ مزار پر انوار پر تشریف لے جاتے اور وہاں متوجہ روح پر فتوح ہو کر برکات و افاضات بے غایات سے مشرف و معزز فرمائے جاتے۔ ان ایام میں بے شمار نوازشات خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے آپ کو عطا ہوئیں۔ وہاں کے سجادہ نشین صاحب بھی بڑی تواضع اور بے حد تعظیم و تکریم سے پیش آئے اور جناب حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دستار فضیلت و شرافت بندھائی گئی بلکہ آپ کے طفیل آپ کے ہر سہ خادمہ کو جو اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے انہیں بھی علیحدہ علیحدہ دستار ہائے فضیلت عطا کی گئیں۔

مولانا مولوی محمد شریف صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیالکوٹ رونق افروز تھے۔ ایک دن بعد نماز عصر حسب معمول آپ کے مزارات پر فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت امام علی الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ و مولوی عبدالحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات پر حاضر ہو کر آپ شہر کی قدیمی عید گاہ کی طرف تشریف لے گئے جہاں شاہ مونگا ولی صاحب کا مزار ہے۔ جب آپ قبر کے نزدیک پہنچے تو آپ نے السلام علیک کہی۔ قبر کو معاً جنبش ہوئی۔ آپ نے دونوں ہاتھ قبر پر رکھے اور دیر تک قبر

پر اسی طرح جھکے رہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب و خاکسار و دیگر دوست بھی ہمراہ تھے۔ سب نے دیکھا کہ قبر اچھی طرح ہل رہی ہے۔ سب اس واقعہ سے حیران تھے۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو دوستوں نے اس واقعہ کی نسبت دریافت کیا کہ مزار پر حاضری کے وقت ہم نے قبر کو ہلتے دیکھا ہے یہ کیا ماجرا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جس وقت فقیر نے وہاں پہنچ کر السلام علیک کہا تو اس وقت عجب کیفیت طاری تھی۔ صاحب قبر نے ازراہ ادب لیٹا رہنا مناسب نہ سمجھا اور تعظیم کے لئے کھڑا ہونا چاہا۔ میں نے قبر پر فوراً ہاتھ رکھ دیئے اور ان کو اسی طرح لیٹا رہنے دیا۔ بڑی دیر تک آپس میں گفتگو ہوتی رہی۔ اللہ تعالیٰ کے دوست مرا نہیں کرتے۔ اس بیان سے دوستوں پر عجیب حالت طاری ہو گئی۔ اس واقعہ کو کئی سال گزر گئے۔ جب جناب صاحبزادہ صاحب سلمہ ربہ اسلامی ممالک کی سیر کر کے واپس تشریف لائے اور آپ نے دمشق شہر کے ایک بزرگ حضرت شیخ محمد ایوب صالح المعروف بابا کردی رحمہ اللہ کے مزار کا تذکرہ کیا کہ آں صاحب کا جسد مبارک روئی سے ڈھکا ہوا ہے منہ دانت بال پر پوست اسی طرح قائم ہیں صرف پاؤں ننگا ہے باقی حصہ پر روئی ڈال رکھی ہے تو آپ نے تمام واقعہ جو نیچے درج کیا جاتا ہے سن کر مندرجہ بالا واقعہ اپنی زبان مبارک سے بیان فرمایا کہ اگر فقیر قبر پر ہاتھ نہ رکھتا تو شاہ صاحب قبر سے باہر آ جاتے۔ حاجی محمد علی صاحب نے جو جناب صاحبزادہ سلمہ ربہ کے ہمسفر تھے اپنے سفر نامہ یعنی گلدستہ ریاض اسلام کے صفحہ ۷۹ پر بابا کردی رحمہ اللہ کے واقعہ کو اس طرح درج کیا ہے۔

ترکوں کی حکومت میں ایک حاکم بابا کردی صاحب رحمہ اللہ کے مزار پر زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ زائرین کو کثرت سے آتے جاتے دیکھ کر کہنے لگا کہ ان بزرگوں کی کوئی ایسی کرامت ہے جو لوگ زیارت کے لئے آتے ہیں۔ اس طرح اور بہت سے بے ادبی کے کلمات کہے۔ یکا یک قبر شق ہو گئی اور شیخ صاحب قبر سے باہر آ گئے۔ ترک حاکم کو یہ دیکھ کر غش آ گیا۔ تین دن رات اس حالت میں پڑا رہا۔ آخر بہت خیرات کرنے کے بعد جب ہوش آیا تو حاکم نے اپنے فعل پر نادم ہو کر توبہ کی اور ارادہ کیا کہ آپ کو پھر اسی زمین میں دفن کر دیا جائے اور وہاں شاندار مزار بنایا جائے۔ رات کو شیخ صاحب نے خواب میں فرمایا

خبردار اولیاء اللہ کی نسبت پھر ایسے کلمات اپنی زبان سے نہ نکالنا۔ میرا وعدہ تو قیامت کے دن قبر سے باہر آنے کا تھا لیکن چونکہ تمہاری اس حرکت سے پیشتر ہی باہر آنا پڑا ہے اب یہاں ہی میرا بدن رُوئی سے ڈھانپ دو۔ دایاں پاؤں ننگا رہنے دو تا کہ لوگ زیارت کر سکیں اور اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں۔ آٹھ صدیاں گزر چکی ہیں مگر بال پوست وغیرہ اسی طرح قائم ہیں۔ آپ کا مزار جبل قاسیون کے دامن میں واقع ہے۔

مدینہ منورہ کے حضرت شیخ محمد مدنی المغربی رحمہ اللہ کی محبت و عقیدت

حضرت شیخ محمد مدنی المغربی رحمہ اللہ جو طرابلس الغرب کے باشندے تھے اور بعمر نو سال آقائے مدنی رحمہ اللہ کے عشق و محبت میں گرفتار ہو کر مدینہ منورہ پہنچے اور تادم واپس و ہیں مقیم رہے۔ بڑے بزرگ اور زمانہ کے ابدال تھے۔ ۱۹۳۲ء میں ان کا انتقال و وصال ہوا۔ جناب قبلہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ جبکہ ۱۹۳۲ء میں بارادہ حج بیت اللہ تشریف لے گئے۔ اس وقت شیخ مغربی صاحب رحمہ اللہ زندہ تھے۔ واللہ اعلم جناب قبلہ عالم صاحب رحمہ اللہ سے پہلے شناسائی تھی یا نہیں جب مدینہ منورہ پہنچ کر شیخ صاحب رحمہ اللہ موصوف کے متعلق دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ واقعی بہت بڑے بزرگ ہیں مگر ان کی ملاقات و زیارت بہت مشکل ہے کیونکہ وہ اکثر دروازہ بند رکھتے ہیں۔ ایک دن عصر کی نماز کے بعد جناب صاحبزادہ صاحب نے حاجی محمد علی صاحب کو کہا کہ شیخ مغربی صاحب ایک بزرگ یہاں رہتے ہیں وہاں ضرور چلنا چاہئے۔ شیخ مغربی صاحب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رباط میں رہتے تھے۔ جب جناب صاحبزادہ صاحب و حاجی محمد علی صاحب رباط کے اندر داخل ہوئے تو ایک بزرگ سفید ریش صحن میں کھڑے تھے جو کہ حضرت شیخ مغربی رحمہ اللہ کے بواب (دربان) تھے اور ان کے بشرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ جناب قبلہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ العالی اور حاجی محمد علی صاحب کو انہوں نے دیکھا تو دریافت کیا کہ کیا آپ ہی حضرت شیخ مدنی کی ملاقات کے لئے تشریف لائے ہیں؟ جناب قبلہ صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ ہاں۔ بواب صاحب یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور وہاں سے ہی کھڑے ہوئے آواز دی۔ یا شیخ آپ کے مہمان آگئے ہیں۔ یہ آواز دے کر قبلہ صاحبزادہ صاحب

مدظلہ العالی کو حجرہ کا پتہ و راستہ بتایا۔ جب مہمان حجرہ کے دروازہ پر پہنچے تو دیکھا کہ حضرت شیخ مغربی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود دروازہ پر تشریف لا کر پردہ اٹھا رہے تھے اور نہایت خوشی و انبساط سے مرحبا مرحبا اہلاً و سہلاً فرما رہے تھے۔ قبلہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ العالی اور حاجی محمد علی صاحب نے معانقہ و مصافحہ اور دست بوسی کی۔ شیخ صاحب موصوف بھی بڑی شفقت اور خلوص سے پیش آئے اور جناب صاحبزادہ مدظلہ العالی کو خاص اپنی مسند مبارک پر بٹھایا اور پھر جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات مبارک کے متعلق دریافت فرمایا۔ ان کی گفتگو سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بہت دیرینہ واقفیت ہے اور خاص ارادت و عقیدت و محبت و الفت ہے۔ بہت دیر تک جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق گفتگو کرتے رہے اور فرمانے لگے کہ جناب حضرت حافظ صاحب پر حق تعالیٰ کی بڑی مہربانی ہے اور جناب سید المرسلین ﷺ کے خاص منظور نظر ہیں۔ ان کا وجود مخلوق کے لئے نعمت غیر مترقبہ اور رحمت الہی ہے۔ جب وہاں سے رخصت کا وقت آیا تو شیخ مغربی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت موثر دعا مانگی اور جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں السلام علیکم کا پیغام اور کچھ دیگر تحائف اور ہدیے بھی بھیجے۔ جب جناب صاحبزادہ مدظلہ و حاجی محمد علی صاحبان حضرت شیخ مغربی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت و ملاقات سے فارغ ہو کر واپس اپنی قیام گاہ پر پہنچے تو مولوی ضیاء الدین صاحب و حاجی مولوی سرور دین صاحب مہاجرین مدینہ منورہ کو زیارت و ملاقات کا علم ہوا۔ وہ حیران تھے کہ ہم عرصہ تین سال سے برابر کدشش کر رہے ہیں کہ کسی طرح حضرت شیخ مغربی کی زیارت و ملاقات کا شرف حاصل ہو مگر جب گئے دروازہ بند پایا اور عرض کرنے پر بھی کامیاب نہ ہوئے۔ جب حضرت صاحبزادہ صاحب مدظلہ اور حاجی محمد علی بمعہ دیگر صاحبان حج سے واپس تشریف لائے تو پہلی ملاقات میں جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا لاؤ بھائی ہمارا وہ تحفہ جو شیخ مغربی صاحب نے بھیجا ہے۔ حاجی صاحبان حیران تھے کہ ہم نے تو خط میں بھی اطلاع تک نہیں دی تھی مگر جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کو پہلے ہی سے تمام واقعہ کا علم ہے۔ جب شیخ مغربی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تبرک آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی بہت خوش ہوئے اور

فرمایا شیخ محمد مدنی صاحب اس زمانہ کے ابدال ہیں۔ جب دریافت کیا گیا کہ جناب کیا ان سے پہلے بھی کبھی ملاقات ہوئی ہے تو آپ نے فرمایا یہ معاملات اور واقعات عوام الناس کی سمجھ و ادراک سے بلند و بالا تر ہوتے ہیں۔ ظاہر ملاقات تو نہیں ہوئی مگر وہ مجھے جانتے ہیں اور میں ان کو جانتا ہوں۔ الغرض ولی راوی سے شناسد والا معاملہ ہے۔

منشی فضل احمد صاحب آرمی کنٹریکٹر (ٹھیکیدار) جو راولپنڈی ہی کے رہنے والے ہیں نصیر آباد چھاؤنی میں مقیم تھے۔ کسی کام کے لئے اجمیر شریف گئے۔ وہاں سے واپس نصیر آباد جا رہے تھے کہ انشاء سفر میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی جو مجذوب تھے۔ فقرا و اہل اللہ کے متعلق گفتگو تھی۔ منشی فضل احمد صاحب کہنے لگے کہ ہاں صاحب ایسے لوگ پہلے زمانہ میں گزر گئے۔ آج کل ایسے خدا رسیدہ بزرگ کہاں ہیں۔ وہ مجذوب صاحب فرمانے لگے کہ نہیں صاحب اس زمانہ میں بھی بڑے بڑے کامل ولی اللہ موجود ہیں مگر ہم تم آنکھوں کے اندھوں کو نظر نہیں آتے۔ یہ ضروری بات ہے کہ اللہ کا بندہ بننا ہو تو پہلے کسی اللہ کے بندہ کا بندہ و غلام بنے۔ منشی فضل احمد صاحب نے کہا تو فرمائیے جناب اس وقت اگر کوئی ولی کامل موجود ہے۔ انشاء اللہ ان کی غلامی اختیار کرنے میں دریغ نہ ہوگا۔ وہ صاحب فرمانے لگے کہ راولپنڈی میں جناب حضرت حافظ جی صاحب بہت بڑے درجہ کے ولی اللہ ہیں بلکہ فی زمانہ ولیوں کے سردار ہیں۔ منشی فضل احمد صاحب چونکہ راولپنڈی شریف ہی کے رہنے والے تھے جب نصیر آباد سے راولپنڈی شریف پہنچے تو جس دن گھر میں آئے اس سے دوسرے دن بمعہ اہل و عیال جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ غلامی میں داخل ہو گئے۔ منشی صاحب کے اس طرح عقیدت و محبت اور ذوق و شوق سے بمعہ اہل و عیال داخل طریقت ہونے سے راولپنڈی شریف کے مقامی دوست حیران تھے۔ منشی فضل احمد صاحب سے وجہ دریافت کرنے پر انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا اور اپنی گزشتہ عمر پر حسرت و افسوس ظاہر کیا کہ ہم جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کے پاس رہ کر آپ کے کمال سے لاعلم اور آپ کے فیوض و برکات سے محروم رہے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے متعلق جس قدر لکھا جائے کم ہے اور یہ بیان کبھی ختم ہونے میں نہیں آ سکتا۔ آپ کی تمام عمر اس حرص اور خواہش میں بسر ہوئی کہ مخلوق خدا صراط مستقیم پر ثابت قدم ہو

جائے اور شریعت مقدسہ کی پابندی اور خدایادی میں بیداری کے امور ترویج پائیں۔ مدت العمر آپ کی اسی سعی و کوشش میں گزری بلکہ محض بوجہ اللہ دور و دراز ممالک کے سفر کئے۔ بحر میں پھرے اور اپنی ان تھک کوششوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے طریقت کے باغ کو سرسبز و شاداب فرمایا اور پروان چڑھایا جس کے بیان کرنے کی چنداں ضروری نہیں۔
بمصدق ع

حاجت مشاطہ نیست روئے دل آرام را

کیونکہ ہر کہ دمہ پر روز روشن کی طرح آپ کا کمال ظاہر ہے۔ جب آفتاب نکلتا ہے تو تمام جہان دیکھتا ہے۔ اس امر کی ضرورت نہیں رہتی کہ آفتاب نکلنے کے دلائل بیان کئے جائیں یا اشتہار دیا جائے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ ہاں یہ مسلمہ و متفقہ فیصلہ ہے کہ قدرت خداوندی اپنے ایسے برگزیدہ بندگان کے متعلق زمین و آسمان میں منادی کرادیتی ہے جب کوئی شخص جملہ فرائض خداوندی کا پابند بن کر اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کر لیتا ہے اور اپنے خالق کے ساتھ ایسا مشغول ہو جاتا ہے کہ اس کا قلب جلال خداوندی کے نور میں ایسا مستغرق ہو جاتا ہے کہ جب اس پر نگاہ جائے تو اللہ یاد آئے۔ پس یہی کمال کی نشانی ہے۔ جب یہ مرتبہ حاصل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ اس سے محبت کرتے ہیں اور روئے زمین پر اس کی مقبولیت پھیلا دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے حتیٰ کہ وہی اس کا حامی و ناصر ہوتا ہے۔ الحمد للہ کہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی وہی درجہ محبوبیت و مقبولیت حاصل تھا اور آپ کی بزرگی و عظمت اور کمال اس قدر بڑھے ہوئے تھے جو حد بیان سے باہر ہیں۔ ایسی حالت میں کون ہے جو کا حقہ آپ کی شان اور مرتبہ کو جان و پہچان سکتا ہے اور بیان کر سکتا ہے۔ جب ہمارے محدود فہم و ادراک آپ کے مرتبہ کو جاننے سے قاصر ہیں تو پھر بیان کرنا تو اور زیادہ مشکل ہے۔ المختصر یہ کہ حضور قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ قیوم وقت اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے سچے جانشین تھے۔ معتقدین و محبین کے بار بار اصرار و تکرار کی وجہ سے اور طالبین حق کی ذوق انگیزی اور حصول برکت کی غرض سے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ حالات لکھنے کی جرأت کرتا ہوں ورنہ اپنا تو عقیدہ یہ ہے جو دوستوں کی آگاہی کے لئے ظاہر کئے دیتا ہوں کہ اولیاء

اللہ مرا نہیں کرتے بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف چلے جاتے ہیں اور ہونا بھی ایسا ہی چاہئے۔ جو مبارک نفوس فنا فی اللہ اور بقا باللہ کہ درجہ پر فائز ہو گئے ہیں اور جنہوں نے اپنی حیات کو مٹا کر عروج کامل حاصل کر لیا ہے ان کا مقصد اس دنیا میں آنے سے صرف یہ ہے کہ حضرت سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین شاہ مدنی ﷺ کی شریعتِ مطہرہ کے احکام کو زندہ رکھیں اور یہی حضرات حقیقت میں سرکارِ دو جہاں ﷺ کے نائب اور وارث ہیں اور اسی لئے یہ حضرات ظاہری موت کے درجہ سے گزر کر حیات ابدیہ کے مرتبہ کو پہنچ گئے ہیں۔ حضرات صوفیائے کرام کے نزدیک ان کی موت عین حیات ہے۔ موت حقیقت میں سانس کے آنے جانے کی گرفتاری سے آزادی کا نام ہے۔ خدا رسیدہ بزرگ اور اولیاء اللہ کبھی فنا نہیں ہوتے بلکہ دنیا سے جانے کے بعد خداوند کریم کے فضل و کرم سے جو قوت ان کو عطا فرمائی جاتی ہے وہ اس دنیا کے دوں میں رہنے کی حالت میں حاصل نہیں ہوتی۔ ولی کامل و مکمل کی روح جب اس جسم عنصری کی چار دیواری سے علیحدہ ہوتی ہے تو ایسا سمجھنا چاہئے جیسے شمشیر میان سے علیحدہ ہوتی ہے۔ شمشیر میان سے نکلنے کے بعد ہی اپنے جوہر دکھاتی ہے اسی طرح اولیائے عظام و بزرگانِ کرام جب اس عالم سے روپوش ہو جاتے ہیں تو ان کے تصرفات اور اثرات اس عالم میں زیادہ ہو جاتے ہیں اور ان کے جاننے والے ان سے سچی محبت و عقیدت رکھنے والے ان کے فیوض و برکات سے بہت زیادہ متمتع و منتفع ہوتے ہیں۔ کسی خدا رسیدہ بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

فیض می بخشند فیاضان بعد از موت خود

سنگ بعد از سوختن سازد بے ایوان سفید

اسی وجہ سے اکثر دیکھا گیا ہے کہ اولیاء اللہ کے انتقال و وصال کے بعد بہ نسبت ان کی ظاہری زندگی کے زیادہ کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ذَلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔

(بندہ خاکسار عالم الدین عفا اللہ عنہ)

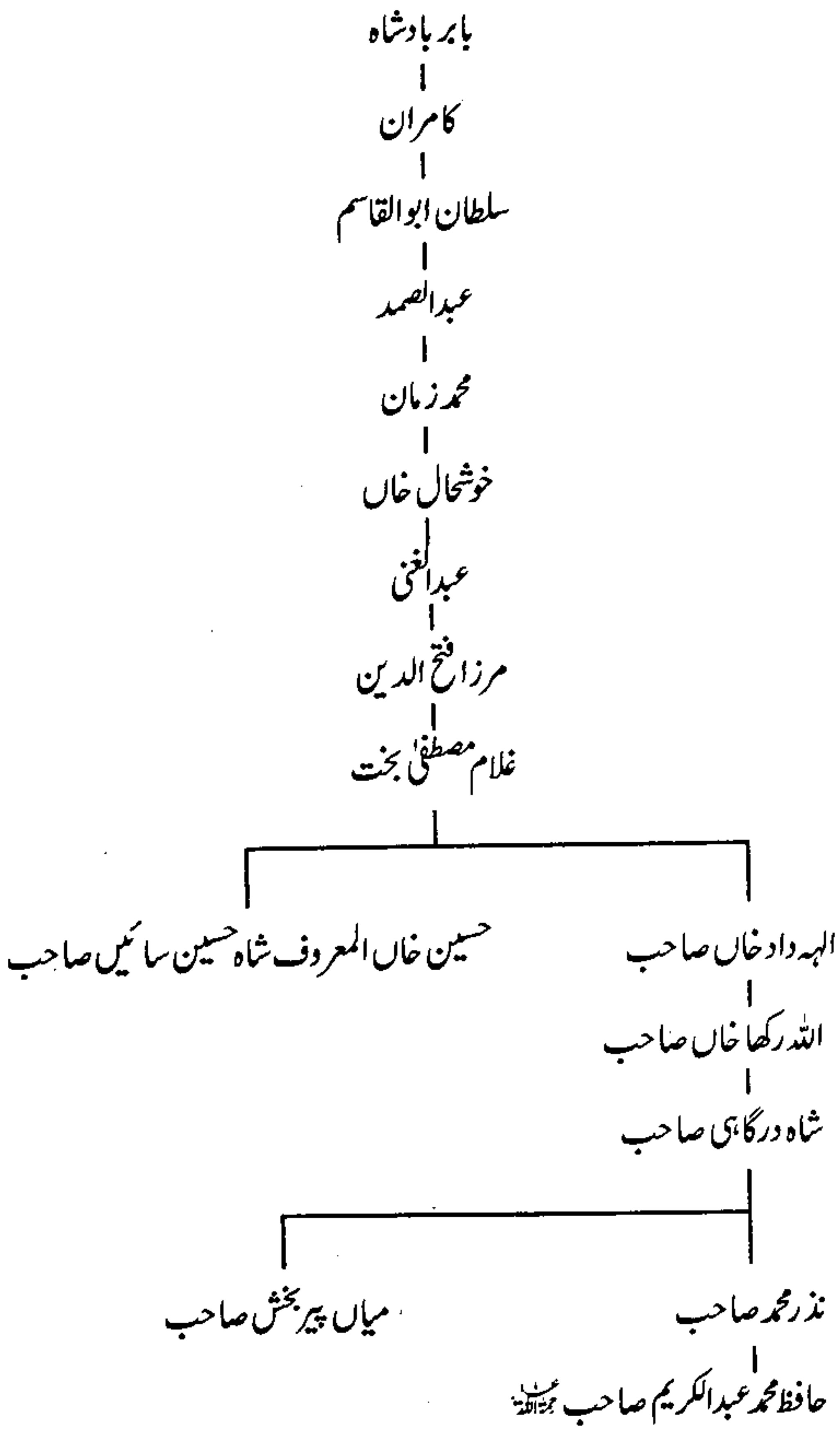
باب اول

ابتدائی حالات

شجرہ نسب

زبدۃ الاولیاء سیدی و مرشدی جناب حضرت حافظ حاجی محمد عبدالکریم صاحب قدس سرہ ذات کے مغل تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد شہر غزنی علاقہ کابل کے رہنے والے تھے اور ان کے جد اعلیٰ کا نام شریف غلام مصطفیٰ خان صاحب تھا جن کا سلسلہ نسب شاہ بابر سے جا ملتا ہے جو کابل اور دہلی کے درمیان اونٹوں اور دیگر اشیاء کی تجارت کیا کرتے تھے۔ غلام مصطفیٰ خان صاحب کے دو صاحبزادے تھے۔ ایک کا نام حسین خاں اور دوسرے کا نام الہہ داد خاں تھا۔ جب غلام مصطفیٰ خان صاحب کا انتقال ہو گیا تو باپ کے فوت ہو جانے کے بعد دونوں بیٹوں نے بدستور تجارت کا کام سنبھالا اور دونوں بھائی اکٹھے تجارت کے کام میں مشغول و مصروف ہوئے۔ پنجاب میں ان کی سکونت اختیار کرنے کا باعث اس طرح بتلاتے ہیں کہ ان دنوں میں جناب شاہ بری لطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کا مزار مبارک قصبہ نور پور شاہاں میں ہے جو راولپنڈی سے بارہ میل کے فاصلہ پر شمال کی طرف دامن کوہ میں واقع ہے۔ بہت مشہور و معروف ولی تھے۔ دور دور تک ان کا شہرہ پہنچا ہوا تھا۔ اس علاقہ میں آپ جیسا کوئی صوفی کامل سالک متشرع اور کوئی نہ تھا۔ جوق در جوق لوگ ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مستفیض و مستفید ہوتے۔ جناب شاہ صاحب مذکورہ کی ولایت کا شہرہ جب ان دونوں بھائیوں کے کانوں میں پہنچا تو جناب حسین خاں صاحب

کے دل میں غائبانہ عشق و محبت کی آگ بھڑک اٹھی۔ انہوں نے جناب شاہ صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہونے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اپنے دوسرے بھائی الہہ داد خاں صاحب کو فرمایا کہ جناب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ تمہاری کیا رائے ہے؟ الہہ داد خاں صاحب نے اپنے بھائی کی جدائی گوارا نہ کی۔ غرض دونوں بھائی شوق اور محبت کے ساتھ جناب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں پہنچے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کیمیا اثر جب حسین خاں صاحب پر پڑی تو ان کا حال متغیر ہو گیا۔ دنیا کی محبت دل سے نکل گئی، کاروبار بھول گئے، مستی اور جذب کے آثار ظاہر ہو گئے۔ غرض یہاں تک نوبت پہنچی اور اس قدر متاثر ہوئے کہ دو سو اونٹ بمعہ اسباب تجارت سب کے سب خدا کی راہ میں صدقہ کر دیئے اور شاہ صاحب کی غلامی اختیار کر لی۔ شاہ صاحب نے آپ کا نام شاہ حسین سائیں رکھا۔ شاہ صاحب کے وصال کے بعد آپ ہی سجادہ نشین ہوئے۔ آپ کا مزار مبارک شاہ صاحب کے مزار مبارک کے مغرب کی طرف ہے۔ جب زائرین زیارت کے لئے حاضر ہوتے ہیں تو پہلے آپ ہی کی زیارت کرتے ہیں پھر شاہ صاحب کی زیارت تک پہنچتے ہیں۔ شاہ صاحب کے بعد آپ بھی اپنی زندگی میں مرجع خلایق تھے اور نہایت ہی زاہد اور باکمال تھے۔ الہہ داد خاں صاحب نے جب اپنے بھائی کا یہ حال دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے اصلی وطن کو خیر باد کہا اور پنجاب کی سکونت اختیار کر لی۔ یعنی حسین خاں صاحب تو شاہ صاحب کے مرید ہو گئے اور وہیں رہے۔ انہوں نے شادی نہ کی۔ تجرید اور تفرید میں تمام عمر بسر کر دی۔ الہہ داد خاں صاحب نے بھی اپنے بھائی کے پاس نور پور شاہاں میں اقامت اختیار کر لی اور دو پشت تک وہیں متوطن رہے۔ چنانچہ الہہ داد خاں صاحب کے صاحبزادہ اللہ رکھا خاں صاحب کی شادی شاہ صاحب نے محمد دین صاحب کی لڑکی کے ساتھ کر دی۔ محمد دین صاحب شاہ صاحب کے خاص دوستوں میں سے تھے۔ اللہ رکھا خاں صاحب نے انقلاب روزگار کے باعث بمقام راولپنڈی بودوباش اختیار کر لی۔ جناب حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ انہی کی اولاد میں سے ہیں۔ شجرہ نسب اس طرح پر ہے:



جناب حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دادا جناب درگاہی صاحب بھی اپنے وقت میں صوفی و باکمال شخص تھے۔ تصوف اور درویشی میں نہایت اعلیٰ دستگاہ رکھتے تھے۔ نہایت بابرکت شخص تھے۔ ان کی عمر ایک سو بیس برس کی ہوئی۔ اب تک قصبہ نور پور شاہاں میں کاغذات مال

میں شاہ درگا ہی صاحب کے نام اراضی درج ہے۔

جناب حضرت حافظ صاحب کے والد ماجد نذر محمد صاحب بھی نہایت متدین پابند شریعت، نیک سیرت، جمیل و شکیل، درویش صورت، بردبار، حلیم اور اخلاق حمیدہ سے متصف تھے۔ آپ کا قاعدہ تھا کہ ہر ماہ میں ایک بار شاہ چراغ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوتے اور کھانا پکا کر خدا کی راہ میں لوگوں میں تقسیم کیا کرتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ حسب معمول فقرا کو کھانا کھلا رہے تھے کہ ایک بزرگ جنہوں نے کثیف کپڑے پہن رکھے تھے دعوت میں شامل ہوئے۔ نذر محمد صاحب نہایت تعظیم سے پیش آئے اور ہر طرح خاطر مدارات کی۔ کھانا کھاتے کھاتے انہوں نے نذر محمد صاحب کو اپنے پاس بلا کر بٹھایا اور ایک لقمہ دیا کہ لو کھا لو۔ آپ نے لقمہ تو لے لیا اور بجائے منہ میں ڈالنے کے گریبان کے اندر نظر بچا کر ڈال دیا کیونکہ ان بزرگ نیک سیرت صاحب کے کپڑے نہایت گندے تھے اور جسم اور بالوں میں گرد اٹکا ہوا تھا۔ آپ نے کراہت کی اور لقمہ نہ کھایا۔ آپ نے فرمایا سخی مرد تو نے میری عطا کو قبول نہ کیا اچھا جا۔ اگر تجھے نہیں تو تیری اولاد کو ضرور حصہ ملے گا۔ آپ کے فرمان کو اللہ تعالیٰ نے سچ کر دکھایا۔ قبلہ عالم حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے فرزند کو خدا نے وہ شان دی کہ اظہر من الشمس ہے۔

ولادت باسعادت

جناب حضرت حافظ صاحب قدس سرہ کی ولادت باسعادت بوقت صبح بروز سہ شنبہ بتاریخ ۱۱ اپریل ۱۸۴۸ء مطابق رجب المرجب ۱۲۶۳ھ بمقام راولپنڈی ظہور میں آئی۔ آپ کے والد ماجد کو خبر دی گئی تو آپ بہت خوش ہوئے اور شاہ چراغ صاحب کے مزار پر حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اور عقیقہ کے دن آپ کا نام مبارک محمد عبدالکریم رکھا گیا۔

زمانہ طفولیت

جناب حضرت حافظ صاحب ابھی تین ماہ ہی کے تھے کہ آپ کی والدہ ماجدہ اس جہان فانی سے کوچ کر گئیں اور ابھی دو برس گزرنے نہ پائے تھے کہ والد صاحب کا سایہ بھی سر سے اٹھ جانے کے بعد آپ کے چچا میاں پیر بخش صاحب اور آپ کی پھوپھی مسماۃ

حیات بی بی صاحبہ آپ کی تربیت اور پرورش کے متکفل ہوئے۔ آپ کی پھوپھی صاحبہ نے ایک سو دس برس کی عمر پائی۔ آپ کی والدہ کے انتقال کے بعد شان ایزدی سے آپ کی پھوپھی صاحبہ کو ایسی پیرانہ سالی میں دودھ اتر آیا چنانچہ آپ نے ڈیڑھ سال حضور کو دودھ پلایا۔

آپ کی پھوپھی صاحبہ نہایت ہی زاہدہ، عابدہ، خدایاد اور شب بیدار تھیں۔ دور دور سے عورتیں آکر ان سے فیض حاصل کرتیں۔ جب حافظ صاحب اپنی پھوپھی صاحبہ کو نماز پڑھتے دیکھتے تو عرض کرتے کہ پھوپھی صاحبہ مجھے بھی ایک جائے نماز بنا دو تا کہ میں بھی نماز پڑھا کروں اور جب کبھی ان کو تہجد پڑھتے دیکھتے تو عرض کرتے کہ میرا دل بھی چاہتا ہے کہ رات کو اٹھوں اور تہجد پڑھوں۔ پھوپھی صاحبہ شفقت اور محبت سے فرماتیں میرے لال تو ابھی بچہ ہے۔ ابھی تجھ پر عبادت فرض نہیں ہے اور نہ ابھی تیرا وقت ہے۔ جب وقت آئے گا دیکھا جائے گا۔ پھوپھی صاحبہ اکثر نماز کے بعد بالخصوص تہجد کے بعد حافظ صاحب کے حق میں دعا فرمایا کرتیں کہ یا اللہ! اس بچے کو تو اپنا بندہ بنا اور دین و دنیا میں اس پر برکت نازل فرما اور اس کو اپنے مخلصوں میں سے کر لے۔ چنانچہ حافظ صاحب فرماتے تھے کہ اس دعا کی ٹھنڈک اور سرور اب بھی اپنے دل میں محسوس ہوتی ہے اور یہ سب کچھ اسی دعا کا نتیجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحب کی طبیعت کو لڑکپن سے ہی کچھ اس طرح پیدا کیا تھا کہ آپ کسی سے بے جا ٹھٹھاہنسی نہ کرتے نہ کسی سے لڑتے نہ جھگڑتے آوارہ گردی اور بے ہودہ گفتگو سے جو اکثر بچوں کی عادت ہوا کرتی ہے اور بازاری لوگوں کا طریقہ ہے سخت نفرت تھی۔ اگر کبھی بچوں کے ساتھ مل کر کھیلنے کا اتفاق بھی ہوتا تو لڑکوں کو فرماتے کہ بھائی ہم اس لئے پیدا نہیں ہوئے کہ اپنی عمر کو کھیل کود میں ضائع کریں۔

تعلیم و تربیت

جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عمر آٹھ برس کی ہوئی تو ان کے چچا صاحب نے آپ کو محلہ کی مسجد کے امام قاضی محمد زمان صاحب مرحوم کے سپرد کیا کہ ان کو قرآن مجید کی تعلیم

دیں۔ قرآن مجید آپ نے قلیل عرصہ میں پڑھ لیا۔ اس کے بعد آپ نے منیہ، مشکوٰۃ شریف، احیاء العلوم، مثنوی شریف و دیگر کتب فقہ و احادیث و تفسیر بھی قاضی صاحب سے ہی مطالعہ فرمائیں۔

انشاء تعلیم میں آپ اکثر آسمان کی طرف دیکھتے رہتے اور اس کے عجائبات دیکھ کر حیران ہوا کرتے اور بہت غور و فکر کیا کرتے۔ جب ان کا یہ حال قاضی صاحب کو معلوم ہوا تو قاضی صاحب نے آپ کا نام آسمانی رکھ دیا۔ چنانچہ سب لڑکے جو ان کے ہم سبق تھے وہ بھی آپ کو آسمانی کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ ایک شخص نے جو بچپن میں حضرت صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ قرآن شریف پڑھا کرتا تھا بیان کیا کہ طالب علمی کے زمانہ میں ایک دن مجھے حضرت صاحب نے کہا کہ آؤ دیکھیں کہ زمین اور آسمان کیسے ہیں کتنے بڑے ہیں اور ان میں کیا کیا خدا تعالیٰ کی حکمتیں ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ دیکھو وہ شہر لاہور ہے۔ کتنا بڑا شہر ہے اس بلند مکان کے بالا خانہ پر کیسی خوشنما اور رنگین اینٹیں لگی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی زمین کیسی فراخ اور چوڑی ہے مگر آسمان اس سے بھی زیادہ وسیع اور چوڑا ہے۔ جب اس کی پیدا کی ہوئی چیزیں اتنی بڑی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی شان جو ان کا پیدا کرنے والا ہے کتنی بڑی ہوگی اور ہم کیسے ضعیف اور ذرہ جیسے عاجز مخلوق ہیں۔

حضرت صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ بچپن کی حالت میں اکثر اوقات اپنے آپ کو میں گم پاتا اور بے خودی میں ایسا معلوم ہوتا کہ میں نہ دنیا میں ہوں اور نہ آخرت میں۔

آپ رحمہ اللہ کا حسنِ قرأت

جب آپ کی عمر سولہ برس کی ہوئی تو آپ کو قرآن شریف کے حفظ کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ اڑھائی سال کے عرصہ میں آپ نے قرآن مجید خداداد استعداد اور ذہن رسا سے حفظ کر لیا۔ فنِ قرأت آپ نے مولوی محمد حسین صاحب مکی رحمہ اللہ سے سیکھا جو اس فن میں اس وقت استاد زمانہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرأت کا لب و لہجہ بھی دلکش عطا فرمایا۔ چنانچہ قرآن مجید کو اس ترتیل اور خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے کہ سننے والے فریفتہ ہو جاتے اور ان کا شوق بڑھ جاتا۔ غرض یہ کہ جو شخص ایک دفعہ چند آیات سن لیتا وہ دوبارہ سہ

بارہ سننے کا خواہاں ہوتا۔ رمضان المبارک میں تراویح میں جس مسجد میں آپ نے قرآن مجید سنانا ہوتا وہاں لوگ مغرب کی نماز کے بعد اپنی اپنی جگہ مخصوص کرنے کی غرض سے رومال یا جاء نماز بچھا جاتے تھے تا کہ پھر جگہ نہ مل سکنے کے باعث اس نعمت سے محروم نہ ہونا پڑے۔ عشاء کے وقت جگہ ملنی ناممکن ہو جایا کرتی تھی۔ باوجود روزہ کی تکان کے سننے والوں کے دلوں میں ایسا شوق اور ولولہ پیدا ہوتا کہ بس کرنے کو جی نہ چاہتا اور یہی آرزو کرتے کہ جناب قرآن مجید پڑھتے رہیں اور ہم سنتے رہیں۔ مسلمان تو بجائے خود غیر مسلم لوگ یعنی سکھ اور ہندو وغیرہ بھی آپ کی قرآن خوانی اور خوش الحانی پر شیدا اور فریفتہ ہو جاتے اور مسجد کے متصل جو گلی ہے اس میں محض قرآن مجید کی سماعت کے لئے بیٹھے رہتے تھے۔

آپ کے چچا صاحب جو رنگریزی اور چھاپہ گری کا کام کر کے معاش حاصل کیا کرتے تھے انہوں نے حضرت صاحب کو اپنی دکان پر ہی کام سکھانے کے لئے اپنے پاس بٹھالیا۔ کاروبار سے فراغت پا کر آپ تعلیم بھی حاصل کیا کرتے۔ دکان پر عین کاروبار کی حالت میں بھی تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہتے۔ مستری علیم اللہ صاحب کو (اللہ تعالیٰ ان کو بخشے اور جنت میں جگہ دے) جو حضرت باباجی صاحب رحمہ اللہ کے مخلص دوستوں اور مریدوں میں سے تھے محض قرآن خوانی کے باعث حضرت صاحب کے ساتھ دلی محبت اور الفت پیدا ہو گئی تھی جب ورکشاپ سے فارغ ہو کر آتے یا جس روز رخصت ہوتی حضرت صاحب کی خدمت میں دکان پر آ جاتے اور محبت کے مارے ساتھ ساتھ کام بھی کرتے اور قرآن مجید کا دورہ بھی شروع رہتا۔

آپ کے چچا صاحب کیا جانتے تھے کہ یہ یتیم بچہ ہونہار ہو کر ایک وقت اللہ تعالیٰ کے بے شمار بندوں کا ہادی رہنما اور پیشوا بنے گا۔ اور مخلوق خدا اس کے بغیض سے مستفیض اور سیراب ہوگی۔

بیعت

جب حضرت صاحب رحمہ اللہ کی عمر مبارک بیس سال کی ہوئی تو آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ کا شوق اور ولولہ پیدا ہوا۔ اسی ارادہ پر اکثر فقرا صالحین کی خدمت میں حاضر ہوتے

اور جہاں کہیں مرد صالح کا حال سنتے اس کی مجلس میں پہنچ جاتے۔ مگر کسی جگہ بھی بیعت کا اتفاق نہ ہوا۔

ایک دفعہ حافظ صاحب سموں گڑھی والے جو خاندان چشتیہ کے بزرگوں میں سے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ یہ بزرگ علاوہ علم باطنی کے علم ظاہری میں کمال رکھتے تھے۔ حافظ صاحب نے فرمایا کہ گو آپ ہمارے سلسلہ میں بیعت تو نہیں ہوتے مگر ہماری طرف سے بھی کچھ حصہ آپ کو ضرور ملے گا۔ بے شمار خلقت آپ سے مستفیض و مستفید ہوگی۔

مستری علیم اللہ صاحب جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے بہت ہی خدایاد اور نیک نیت مرد تھے۔ انہوں نے حضرت صاحب کے ساتھ محض خالصاً لوجہ اللہ محبت اختیار کی ہوئی تھی۔ ان کا دلی منشاء اور ارادہ یہی تھا کہ کسی طرح جناب حافظ صاحب (حضرت صاحب) بھی جناب بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید بن جائیں تو بہت ہی اچھا ہوگا۔ چنانچہ جب حضرت بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ راولپنڈی تشریف لائے تو مستری صاحب مرحوم جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی کشاں کشاں جناب بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں اپنے ساتھ لے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر پچیس برس کی تھی۔ حضرت صاحب کی ظاہری باطنی صورت و سیرت اور استعداد دیکھ کر جناب بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ عاشق ہو گئے اور بہت شفقت اور مہربانی ان کے حال پر فرمائی اور بیت و انابت سے مشرف فرما کر نسبت خاصہ اور ذکر قلبی سے ممتاز و سرفراز فرمایا۔ حضرت صاحب کا سینہ بے کینہ پہلے ہی خیالات فاسدہ کی کدورتوں اور خصلتوں سے پاک و صاف تھا۔ حضرت بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ عالی نے سونے پر سوہاگہ کا کام کر دیا۔ پہلے ہی توجہ میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حال متغیر ہو گیا اور بے خودی اور محویت کے آثار طاری ہو گئے۔ دنیائے دنیا کی محبت کا رہا سہا رنگار جو باقی تھا وہ بھی دور ہو گیا۔ دل پر انوار و اسرار چمک اٹھے۔

جس طرح حضرت بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت صاحب کے شیدائی تھے اسی طرح حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر سو جان سے عاشق تھے۔ گویا دونوں جانب

اس شعر کے مصداق تھے۔ شعر:-

الفت کا جب مزا ہے کہ ہو تم بھی بے قرار
دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

غرض تھوڑے ہی عرصہ میں حضرت صاحب کی طبیعت کا رنگ ڈھنگ کچھ اور ہو گیا۔ بابا جی رحمہ اللہ کی محبت اس قدر دل میں بڑھ گئی کہ ہر دم بے چین اور بے آرام رہتے۔ ہفتہ عشرہ میں جب تک ایک دو بار ملاقات و دیدار فیض آثار سے مشرف نہ ہوتے اور قدمبوسی نہ کر آتے صبر و قرار نہ آتا۔ بسا اوقات طبیعت میں ایسا ولولہ اور شوق اٹھتا کہ جب دیکھتے کہ بہت عمدہ اور نفیس کھانا گھر میں پکا ہے اور گھر والوں نے کھانے کے لئے آگے رکھا ہے آپ کھانے سے ہاتھ اٹھا لیتے اور بدستور اسی کھانے کو اٹھا کر دسترخوان میں باندھ لیتے اور اسی وقت ریل پر سوار ہو کر بابا جی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں بمقام چورہ شریف حاضر ہو جاتے اور جناب بابا جی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ مل کر کھانا تناول فرماتے۔ آپ اکثر خیال رکھتے کہ جب کبھی کوئی تازہ میوہ شہر میں بکنے کے لئے آتا خواہ کس قدر گراں ہوتا پہلی دفعہ ضرور ہی خرید کر بابا جی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت عالیہ میں لے جاتے۔ اسی طرح ہنہازوں کی دکان پر جو اچھا اور قیمتی کپڑا دیکھتے تو خیال کرتے کہ یہ کپڑا بابا جی صاحب کے پہننے کے لائق ہے جھٹ خرید لیتے اور بابا جی صاحب رحمہ اللہ کی نذر کرتے بلکہ ایک دفعہ لنگرا سٹیشن (جو چورہ شریف کے متصل ریلوے سٹیشن ہے) کے سٹیشن ماسٹر نے بیان کیا کہ جناب بابا جی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت عالیہ میں آنے جانے پر جس قدر کرایہ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ نے ریل والوں کو دیا ہے شاید ہی کسی اور نے اس قدر دیا ہو۔

ایک دفعہ جناب بابا جی صاحب رحمہ اللہ کسی خاص باعث سے چورہ شریف چھوڑ کر مٹھمین نام موضع میں تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ تک وہاں قیام فرمایا۔ وہ جگہ ایک جنگل اور پتھریلی زمین تھی۔ بابا جی صاحب رحمہ اللہ کے دوران قیام تک جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ ہر پندرہ روز کے بعد وہاں حاضر ہوتے اور پندرہ دن کے لئے ضروری سامان اکل و شرب یعنی گھر کی تمام ضروریات بابا جی صاحب رحمہ اللہ کے لئے لے جاتے رہے۔ غرض یہ کہ

حضرت صاحب نے اپنی ہمت اور اخلاص کو عملی طور پر ثابت کر دکھایا اور خدمت و تواضع سے بابا جی صاحب رحمہ اللہ کے دل کو خرید لیا۔

اگرچہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کی ان حرکات کو دیکھ کر ان کے خویش و اقارب ناخوش ہوتے اور اکثر اوقات زجر و تنبیہ بھی کرتے لیکن حضرت صاحب رحمہ اللہ بابا جی صاحب رحمہ اللہ کی محبت و شوق و ذکر الہی میں ایسے مستغرق تھے کہ بالکل پروا نہ کرتے۔ ادھر یہ عشق و شوق دن بدن بڑھتا جاتا تھا ادھر دنیاوی کاروبار کی محبت دل سے نکلتی جاتی تھی۔ دل پر ذکر و فکر کا غلبہ اس قدر چھایا کہ دکان پر بیٹھنا مشکل ہو گیا۔ آپ اکثر صبح کے وقت اور عصر کے بعد عشاء تک سرداروں کے باغ میں تشریف لے جایا کرتے اور وہاں تنہا بیٹھ کر مراقبہ میں مشغول رہتے۔ کبھی لئی کے کنارے پر جو شہر کے گرداگرد ایک ندی ہے چلے جاتے۔ کئی کئی راتیں آپ باہر ہی بسر کرتے۔ کبھی کبھی آپ پر پیر بدھائی نام قبرستان میں جو راولپنڈی شریف سے مغرب کی جانب لئی کے پار کنارہ پر ہے تشریف لے جاتے اور وہاں گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر یاد الہی میں مشغول رہتے۔

خلافت

جب بابا جی صاحب رحمہ اللہ نے حضرت صاحب رحمہ اللہ کو خلافت و اجازت سے موزوں اور سرفراز فرمایا تو آپ پر بڑی رقت طاری ہوئی۔ خدمت اقدس میں عرض کی کہ حضور اس غلام کو حضور کی محبت ہی کافی ہے یہی پسند ہے کہ گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر باقی زندگی اللہ تعالیٰ کی یاد میں بسر کی جائے۔ بابا جی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں حکم کا بندہ ہوں اور اس امانت کو آپ کے حوالہ کرنے پر مامور ہوں۔ یہ میرا اپنا کام نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ جس سے کام لینا چاہتا ہے اس کو اپنے بندوں میں برگزیدہ کر لیتا ہے۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے اس بات کو سن کر بابا جی صاحب رحمہ اللہ کے فرمان کو قبول کیا پھر بابا جی صاحب رحمہ اللہ نے اپنے خاص ملبوس متبرکہ سے سرفراز و ممتاز فرمایا۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے قدم بوسی کر کے بڑی خوشی سے قبول کیا اور بابا جی رحمہ اللہ کا شکریہ ادا کیا۔ رخصت کے وقت بابا جی صاحب رحمہ اللہ نے چند ایک مفید اور کارآمد نصیحتیں فرمائی جن میں سے زیادہ

ضروری یہ تھیں کہ بیٹا! دنیا کی طرف منہ نہ کرنا بلکہ اس کو پیٹھ پیچھے ڈال کر ہمہ تن خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا، دل کو ماسوی اللہ سے الگ رکھنا، کسی حال میں خدا تعالیٰ سے غافل نہ ہونا، سب کچھ اسی ذات پاک کی طرف سے سمجھنا، ان باتوں نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ کے دل پر جادو کا کام کیا۔ بابا جی صاحب رحمۃ اللہ کا کلام مبارک سنتے ہی دل بالکل دنیا کی طرف سے سرد ہو گیا اور محبت الہی کی آگ کا شعلہ ایسا باطن میں بھڑکا کہ ماسویٰ کو جلا کر بالکل محو کر دیا اور یہ حال ہو گیا اگر نماز میں کھڑے ہیں تو گھنٹوں قیام میں گزار دیتے اور اگر سجدہ میں سر رکھا ہے تو سر اٹھانے کو جی نہیں چاہا اور اگر مراقبہ میں بیٹھے ہیں تو تمام رات محویت اور بے خودی میں گزر گئی۔ پہلے پھر کبھی کبھی کام کے لئے دکان پر جا بیٹھتے تھے مگر اب تو یہ حال ہو گیا کہ کاروبار بالکل ترک ہو گیا۔ دن رات سارا وقت خدا کی یاد میں گزر جاتا۔ ہر گھڑی تازہ شوق، نئی امنگ، تازہ ولولہ آپ کی طبیعت میں جوش مارتا۔ کھانے پینے اور سونے کی لذت دل سے فرار ہو گئی۔ لوگوں کی صحبت اور ان کے کلام سے نفرت ہونے لگی۔ یہاں تک کہ آپ دل میں یہ خیال کرتے کہ مجھے کوئی السلام علیکم بھی نہ کہے تو اچھا ہے۔ خلوت میں آپ ایسی جگہ بیٹھتے جہاں کوئی شخص ان کو نہ دیکھے۔ آنے جانے میں ایسا راستہ اختیار کرتے جدھر کسی آدمی سے ملنے کا اتفاق نہ ہو۔ غرض اس جذب اور ولولہ کی حالت میں بے اختیارانہ کبھی کسی طرف تشریف لے جاتے کبھی کسی طرف۔

جذبہ عشق الہی

ایک دفعہ کانپور سے کام کرتے کرتے ایسا پتہ دل میں جوش آیا کہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور چل پڑے۔ چچا صاحب نے دریافت کیا کہ کہاں جاتے ہو؟ مگر آپ نے کوئی جواب نہ دیا اور بازارن طرف نکل گئے۔ اس جذب کی حالت میں کچھ معلوم نہ ہوتا کہ کدھر جارہے ہیں۔ شہر سے نکل کر سید پورن سڑک پہنچے۔ چلتے چلتے سید پور گاؤں سے آگے پہاڑوں میں چلے گئے۔ پھرتے پھرتے سید پور و نور پور کے پہاڑوں کے ایک درہ میں چشمہ کے کنارے پر جا پہنچے۔ جہاں ایک پتھر کی سل صاف اور شفاف پڑی ہوئی تھی۔ باقیات پہلے ہی جا۔ نماز بنا رکھی تھی۔ یہ تنہائی کی جگہ آپ و پسند آئی۔ دل

نے کہا آج رات اسی جگہ بسر کرنی چاہئے چنانچہ اسی پتھر کی سل پر بیٹھ کر مطالعہ قدرت الہی میں مشغول ہو گئے۔ وہاں آپ کو خوب لذت آئی اور اس قسم کے مشاہدے اور مکاشفے کا ظہور ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔ حتیٰ کہ رات آگئی اور اندھیرا چھا گیا۔ سنسان جنگل ہے ہو کا عالم ہے اس پاس درخت اپنے پتوں کی سبز پوشاک پہنے خاموش اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑے ہیں یا پہاڑ کی اونچی اونچی چوٹیاں ہیں جو زبان حال سے اپنے خالق کے دربار میں حیران و پریشان صورت میں اپنے درد کا اظہار کر رہے ہیں۔ جب رات نے اچھی طرح اندھیرے کی سیاہ چادر میں تمام جہان کو لپیٹ لیا تو جنگل کے شب زندہ دار جانور بھی اپنی اپنی غاروں سے نکل کر اپنی اپنی مختلف بولیوں میں ذکر الہی کے گیت گانے لگے اور دیوانہ اور مستانہ وار ادھر ادھر اچھلنے کودنے لگے۔ ایک طرف سے شیر کے دھاڑنے کی آواز سنائی دی جس کے سننے سے دل دہل گیا اور وہ لطف و مزہ جاتا رہا۔ دل میں خیال آیا کہ شاید کسی درندہ کی خوراک کیلئے اللہ تعالیٰ یہاں لے آیا ہے۔ اپنے مرنے کا تو مجھے چنداں فکر نہیں البتہ افسوس ہے تو یہ کہ جس کام کے لئے تو نے مجھے پیدا کیا تھا وہ مجھ سے کچھ بھی نہیں دے سکا۔ تیری بارگاہ کے لائق مجھ سے کچھ عبادت نہیں ہو سکی۔ تمام عمر تیری نافرمانی میں بسر ہو گئی۔ کون سا منہ لے کر تیرے حضور میں حاضر ہوؤں گا۔ اسی اثنا میں پہاڑ کے اوپر سے نیچے کی طرف کسی چیز کے اترنے کی آہٹ و سرسراہٹ سنائی دی۔ اس وقت دل پر عجب کیفیت طاری ہوئی۔ ایک طرف خوف دوسری طرف رجا۔ کبھی خوف چھا جاتا۔ کبھی رجا غالب آ جاتی حتیٰ کہ وہ چیز جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سر بسجود و نیاز اور مناجات میں مشغول تھے کہ وہ چیز جو کہ حقیقت میں پہاڑ کے درہ میں رہنے والا ایک زمیندار شخص تھا بولا کہ آپ کون صاحب ہیں؟ آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ شخص کھڑا رہا۔ جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ و نیاز اور مناجات سے فارغ ہوئے تو وہ شخص حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں پر گر پڑا اور بہت منت و سماجت کے ساتھ غرض کی کہ حضور میرے غریب خانہ پر تشریف لے چلیں تاکہ میرے دل کی آرزو پوری ہو۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دل سے دریافت کیا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ دل نے فتویٰ دیا کہ ضرور اس کے گھر جانا چاہئے۔ ایسے حال میں یہ شخص خود بخود نہیں آیا اللہ تعالیٰ

نے اس کو بھیجا ہے۔ چنانچہ آپ اس شخص کے ہمراہ اس کے گھر تشریف لے گئے جو پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا۔ اس نے حضور کی خوب خدمت و تواضع کی، کھانا کھلایا، صاف دستہرا بستر اور چار پائی ایک علیحدہ مکان میں دے دی اور مصلے اور پانی وغیرہ حاضر کر دیا اور عرض کیا کہ جناب میرا یہ کتا رات کو کھلا پھرتا رہتا ہے۔ جب جناب نے نماز کے لئے اٹھنا ہو تو پہلے مجھے جگا دینا ایسا نہ ہو کہ یہ کتا آپ کو کچھ تکلیف دے۔ جناب نے فرمایا کہ دیکھا جائے گا۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے تہجد کے وقت وضو کیا، نفل ادا کیے اور چپکے سے بغیر اس کو اطلاع دیئے اس کے گھر سے نکل پڑے۔ کتا پاس ہی بیٹھا رہا۔ اس نے حضرت صاحب رحمہ اللہ کو دیکھ کر گردن نیچی کر دی اور دم ہلاتے ہوئے ساتھ ساتھ ہولیا۔ جب آپ نور پور شاہاں کے قریب پہنچے تو کتا واپس چلا گیا۔ آپ نے صبح کی نماز نور پور شاہاں میں ادا کی اور مزارات پر دعا و فاتحہ کے بعد واپس راولپنڈی تشریف لے آئے۔ یہ پہاڑی چشمہ جناب کو بہت پسند آیا۔ اکثر وہاں جناب تشریف لے جاتے اور بڑے بڑے اسرار و معارف جناب پر منکشف ہوتے۔ چنانچہ جناب نے ارادہ کیا کہ وہاں ایک چھوٹا سا مکان بنا کر ذکر و مراقبہ میں مشغول رہا کریں مگر گھر کے لوگ اس بات پر راضی نہ ہوئے۔ نیز رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک یاد آگئی کہ لا رہبانیۃ فی الاسلام یعنی اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ نیز مشائخ طریقت کا قول ہے کہ الصوفی ہو الکائن والبائن یعنی صوفی وہ ہے جس کا ظاہر خلق کے ساتھ اور باطن اس کا ان سے جدا ہو۔ یعنی باطن اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو۔

بابو کرم الدین صاحب مرحوم فرماتے ہیں کہ میں جناب قبلہ عالم حضرت باواجی صاحب رحمہ اللہ کے دست حق پرست پر توبہ و بیعت کرنے سے پہلے ریلوے سٹیشن حسن ابدال پر تار بابو تھا۔ بابو محمد قاسم وزیر آبادی بکنگ کلرک تھا۔ قبلہ عالم حضرت صاحب رحمہ اللہ دوپہر کے وقت گاڑی سے اترے۔ بابو محمد قاسم آپ کو اپنے ہمراہ مکان پر لے گیا اور کھانا ما حاضر پیش کیا مگر آپ نے تناول نہ فرمایا اور باہر چلے گئے۔ بابو محمد قاسم کی اور میری روٹی اکٹھی تھی میں نے اس سے دریافت کیا کہ وہ صاحب کون تھے؟ بابو محمد قاسم نے کہا کہ وہ حافظ قاری خاندان نقشبندیہ کے بڑے بزرگ اور چورہ شریف والے حضرت باواجی صاحب رحمہ اللہ کے

اجل و اعظم خلیفہ ہیں۔ راولپنڈی کے رہنے والے ہیں پھر جب میں نے قبلہ عالم حضرت حافظ جی صاحب رحمہ اللہ کے وسیلہ سے حضرت باواجی صاحب رحمہ اللہ سے بیعت کی اور حضرت باواجی صاحب رحمہ اللہ نے مجھے حضرت صاحب رحمہ اللہ کے سپرد فرمایا تو میں نے ایک دفعہ حسن ابدال تشریف لانے اور اسی وقت چلے جانے کا واقعہ دریافت کیا تو آپ نے ایک آہ سرد بھر کر فرمایا کہ وہ دن بھی نہایت ہی عجیب تھے اور فرمایا کہ جوش محبت میں میں جناب باواجی صاحب رحمہ اللہ کی زیارت و قدم بوسی کے ارادہ پر گھر سے نکل کر سٹیشن پر آیا مگر افسوس کہ اس وقت کوہاٹ کو جانے والی گاڑی چلی گئی تھی۔ واپس گھر جانا مناسب نہ جانا۔ پشاور کو جانے والی گاڑی کھڑی تھی۔ حسن ابدال کا ٹکٹ لے کر اس میں سوار ہو گیا۔ سٹیشن سے اترنے پر بابو محمد قاسم اپنے گھر لے گیا مگر ولولہ عشق اور فرط محبت کے باعث بھوک و پیاس کا مطلق خیال نہ تھا۔ اس واسطے وہاں کھانا کھانے کو دل نہ چاہا۔ باہر آ کر چورہ شریف کا راستہ دریافت کیا تو لوگوں نے کہا کہ اس طرف کوئی صاف راستہ نہیں۔ پہاڑیوں میں راستہ کہاں۔ غرض میں غلبہ محبت و جوش عشق میں دو دن اور رات بھی چلتا رہا۔ دوسرے دن مقام مٹھین میں جہاں حضرت باواجی صاحب رحمہ اللہ مقیم تھے۔ بصد مشکل پہنچا۔ گھر سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت باواجی صاحب رحمہ اللہ کہیں باہر کسی گاؤں میں تشریف لے گئے ہیں۔ میں نے جب اس گاؤں کا راستہ دریافت کیا تو گھر سے جناب مائی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نے پیغام بھیجا کہ اس وقت اس جگہ سے کہیں نہ جاؤ اگر جاؤ گے تو قصور معاف نہیں ہوگا۔ اندر سے کھانا بھیجا مگر کھانے کو جی نہ چاہا۔ عصر کے وقت جناب باواجی صاحب رحمہ اللہ گھوڑی پر سوار تشریف لے آئے۔ ملاقات کے بعد فرمایا کہ میں دوپہر کا کھانا کھا کر لیٹا ہوا تھا خواب میں آپ کو حیران و پریشان دیکھا اسی وقت اٹھ کر چلا آیا۔ وہاں سے دوستوں نے رو رو کر عرض کیا کہ حضرت جی آج ہمارے ہاں شادی ہے۔ حضور کا رہنا باعث غنیمت تھا مگر حافظ جی آپ کی محبت نے مجھے وہاں رہنے نہ دیا۔

مولوی فضل احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت صاحب کے ہمراہ سفر میں تھا حضور موضع پٹرانگ متصل چارسدہ علاقہ پشاور میں رونق افروز تھے۔ عصر کے

بعد حضور حسب معمول باہر تشریف لے گئے۔ مولوی فتح محمد صاحب، سید فضل شاہ صاحب اور چار سدہ کے نواب و سوداگر وغیرہ بھی ہمراہ تھے دریا کے کنارے ایک مصفا جگہ ریت پر آپ رو بقبلہ بیٹھ گئے اور ہم سب کو بھی آپ نے الگ الگ بیٹھ کر ذکر و مراقبہ کرنے کا حکم دیا۔ دوست ذرا آپ سے ہٹ کر مراقبہ میں مشغول ہو گئے لیکن میں سب سے زیادہ قریب مگر آپ سے پیچھے ہٹ کر بیٹھ گیا۔ میں نے آپ کی طرف دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ کسی کے انتظار میں بیٹھے ہیں کبھی روتے ہیں کبھی مراقبہ کبھی کچھ کلام فرماتے ہیں لیکن چونکہ میں ذرا فاصلہ پر تھا آپ کا کلام مجھے اچھی طرح سنائی نہیں دیتا تھا لیکن قیافہ اور حال سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ کچھ باتیں کر رہے ہیں پھر تھوڑی دیر کے بعد آپ اسی جگہ لیٹ گئے اور ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے۔ یہ حال دیکھ کر سب دوست پاس جمع ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور کی حالت میں افاقہ ہوا مگر خاموش اور چہرہ مبارک پر ایسے جلالیت اور رعب داب کے آثار اور انوار ظاہر تھے کہ کسی کی مجال نہ تھی کہ گفتگو کر سکے یا آپ سے کچھ دریافت کر سکے۔ عشاء کی نماز تک یہی حال رہا۔ عشاء کی نماز کے بعد آپ دوستوں سے باتیں کرنے لگے مگر پھر بھی دوستوں کو جرأت نہ ہوئی کہ اس حالت کے متعلق کچھ دریافت کرتے۔ تنہائی میں حضرت صاحب نے مجھے فرمایا کہ آج نہایت ہی واردات کا ظہور ہوا جو بیان سے باہر ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور بیان فرمائیں تو بڑی مہربانی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اس وقت جناب رسول کریم ﷺ کی سواری آگئی تھی اور حضور ﷺ کے ہمراہ بہت سے اولیاء اللہ تھے۔ میرے حال پر نہایت ہی شفقت اور عنایت فرمائی جس کا ظاہر کرنا مناسب نہیں۔ دوسرے روز بھی حسب معمول دریا پر سیر کے لئے تشریف لے گئے اور دوستوں سے الگ ہو کر دریا کے کنارے دور تک نکل گئے۔ بندہ بھی پیچھے پیچھے تھا۔ جوں جوں آپ چلتے تھے آپ کا چہرہ زیادہ انوار و اسرار کا مظہر بنتا جاتا تھا اور جلالیت کے آثار نمودار ہوتے جاتے تھے اور یہ مصرع زبان پر تھا

نظر گر خاک پر ڈالیں ابھی گلزار ہو جائے

جب واپس مکان پر تشریف لائے تو حضور نے خود فرمایا کہ عجیب عجیب انکشاف کا

ظہور ہوا۔ ایسے حال میں اگر ولی اللہ کی نظر کسی پر پڑ جائے تو اس کا بیڑا پار ہو جاتا ہے اور اس کی حالت کچھ اور ہی ہو جاتی ہے۔

طبیعت میں جلالیت اور استغنا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ چورہ شریف کے عرس مبارک سے فارغ ہو کر دوست اپنے اپنے گھروں کو واپس جا رہے تھے۔ لنگر اسٹیشن پر خلفاء ایک ہی جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ بھی وہاں موجود تھے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کر رہے تھے۔ بابو چراغ دین صاحب اسٹیشن ماسٹر تھے۔ خلفاء کو ایک جگہ بیٹھے دیکھ کر خوش طبعی اور مزاح کے طور پر کہا کہ آپ صاحبان کو فقیری کا دعویٰ ہے کیا کسی کی کوئی حاجت بھی پورے کر سکتے ہو یا ان سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ ہی دے رہے ہو؟ معلوم ہوتا ہے کبھی کسی خواندہ آدمی سے آپ صاحبان کا واسطہ نہیں پڑا۔ سب خلفاء خاموش ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکتے لگے۔ جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ کی طبیعت میں جلالیت پیدا ہو گئی۔ آپ نے فرمایا بابو صاحب ادب کو نگاہ رکھو۔ حاجت کا پورا کرنا خداوند کریم کا کام ہے۔ آخر تم کو کیا مطلب ہے۔ بابو صاحب نے عرض کیا میں نے سنا ہے کہ خالق اپنے دوستوں کی بات پوری کر دیتا ہے۔ اگر آپ خدا کے دوست ہیں تو میری تبدیلی یہاں سے کسی اچھی جگہ کرادیں۔ ورنہ میں جان لوں گا کہ فقیری محض مخول ہے۔ حضرت صاحب نے بطور ظرافت فرمایا اچھا یہ بات ہے آج کل تو خدا تعالیٰ کے ساتھ بات چیت نہیں آپ ہمیں پھر کبھی کسی وقت یاد دلانا آپ کی تبدیلی ہو جائے گی۔ بابو صاحب نے حضور رحمہ اللہ کا پتہ لکھ لیا اور تھوڑے دنوں کے بعد بذریعہ خط یاد دلایا کہ اپنا وعدہ پورا کیجئے۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے اس خط کے جواب میں لکھا کہ دعا کی گئی ہے۔ انشاء اللہ ایک ماہ کے اندر اندر آپ کی تبدیلی ہو جائے گی۔ جب اٹھائیس دن گزر گئے تو پھر بابو صاحب کا خط آ گیا کہ ایک ماہ میں چند دن باقی رہ گئے ابھی تک تبدیلی کا حکم نہیں آیا۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ یہ سن کر بہت حیران ہوئے کہ چورہ شریف اکثر حاضر ہونا پڑتا ہے اور اگر اس بابو کی تبدیلی نہ ہوئی تو اسے دیکھ کر شرمندہ ہونا پڑے گا۔ خالق کی بارگاہ میں دعا کی کہ اے خالق تیرا بندہ وعدہ دے چکا ہے اب تو ہی عزت رکھنے والا ہے۔

میری دعا قبول فرما۔ دعا کے ساتھ ہی قبولیت کے آثار ظاہر ہو گئے۔ آپ نے خط لکھ دیا کہ فکر نہ کرو انشاء اللہ تبدیلی ہو جائے گی۔ ادھر سے حضرت صاحب رحمۃ اللہ کا خط اور ادھر سے افسران بالا کی طرف سے تبدیلی کا حکم دونوں اکٹھے موعودہ ماہ کی آخری تاریخ کو پہنچ گئے اور پھر لطف یہ کہ راولپنڈی کے متصل ہی چک لالہ سٹیشن پر تبدیلی ہوئی۔ چک لالہ پہنچ کر بابو چراغ دین حضرت صاحب رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ بگوشوں میں شامل ہو گیا اور اس کے ساتھ اس کا لڑکا اس اور اس کا بھائی نظام الدین کلرک بھی غلاموں میں شامل ہو گئے۔

ابتدا میں حضرت صاحب کے توکل کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ گھر میں نہایت تنگدستی کی نوبت آ گئی اور گھر والوں نے گھر کی ضروریات کے لئے تقاضا کرنا شروع کر دیا جس سے جناب کے دل پر بہت اثر پڑا۔ جناب اس پریشانی اور پراگندگی کی حالت میں عید گاہ تشریف لے گئے۔ بہتیرا دل کو ذکر و فکر کی طرف لگایا مگر اطمینان نصیب نہ ہوا۔ نماز بھی ادا کی لیکن بڑی بے مزگی اور بے لطفی سے۔ آخر اس اضطراب اور تذبذب کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بہت عجز و انکساری کے ساتھ دعا کی کہ یا اللہ! تو بے کسوں کا دستگیر اور بے چاروں کا چارہ گر ہے۔ تیری بارگاہ سے کوئی ناامید نہیں گیا۔ یا اللہ تو میری اس پریشانی کو دور کر اور میری تنگدلی اور تنگدستی کو جو میرے ذکر و فکر میں حارج ہو رہی ہے رفع کر۔ دعا کر چکنے کے بعد جناب عید گاہ سے اٹھ کر لٹی ندی کے کنارہ پر جو قبرستان ہے ادھر تشریف لے گئے۔ اس دن تازہ بارش ہوئی تھی۔ بارش کا پانی اونچی جگہ سے بہہ کر قبرستان کے درمیان سے ہو کر لٹی میں گرتا تھا۔ جناب ایک قبر کے پاس کھڑے ہو گئے۔ اس کے ارد گرد چار دیواری تھی۔۔ پانی کی نالی کسی چیز کی وجہ سے رک گئی تھی اور چار دیواری پانی سے بھری تھی۔ جناب نے اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو کہ پانی قبر میں چلا جائے اور قبر نیچے بیٹھ جائے ایک لکڑی لے کر پانی کے گزرنے کا راستہ صاف کیا۔ جب پانی سب کا سب نکل گیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ جہاں سے پانی گزر رہا تھا وہاں کپڑے کی ایک پوٹلی بندھی پڑی ہے۔ جب اس کو کھول کر دیکھا تو اس میں بہت سے پونڈ (اشرفیاں) بندھی تھیں۔ جناب فرماتے ہیں

کہ ان اشرفیوں کو دیکھ کر نفس پہلے تو بہت خوش ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی مگر دل نے کہا کہ اس مال کو لینا نہیں چاہئے یہ چوری کا مال ہے۔ کوئی چور کسی کا مال چرا کر یہاں دفن کر گیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان اور آزمائش ہو۔ غرض دل اور نفس کی بہت سی قیل و قال کے بعد یہی فیصلہ ہوا کہ اس مال کو نہیں لینا چاہئے۔ چنانچہ جناب نے اس مال کو بدستور باندھ کر زمین میں جہاں کہ پہلے تھا دبا دیا اور اوپر مٹی ڈال دی۔ اس واقعہ کے بعد جناب کے دل کی وحشت اور پریشانی جاتی رہی اور واپس عید گاہ میں آ کر پھر دعا کی کہ الہی تو مجھے اپنے پاس سے اپنے فضل و کرم سے عطا فرما۔ اس قسم کے مال پر مجھے فریفتہ نہ کر۔ تیری بارگاہ میں کچھ کمی نہیں۔ انشاء دعا میں الہام ہوا کہ یہ دعا قبول ہو گئی ہے۔ اسی رات خواب میں جناب کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بڑھیا عورت ہاتھ میں جھاڑو لئے ہوئے جناب کی بیٹھک اور گھر کو صاف کر رہی ہے۔ جناب نے اس کو فرمایا کہ تو کون ہے؟ اور یہاں کیوں آئی ہے اور بے اجازت ایسا کیوں کرتی ہے؟ اس نے عرض کی آپ مجھے نہ دھتکاریں۔ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے آئی ہوں۔ میں آپ کی خدمت کروں گی۔ آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں۔ میں آپ کے سامنے نہیں آؤں گی۔ آپ کے پس پشت رہ کر خدمت کروں گی۔ چنانچہ اس سے دوسرے دن ہی اللہ تعالیٰ نے فتوحات کا دروازہ کھول دیا اور اس قدر مال آ گیا جس سے گھر میں بھی خوشحالی اور آسودگی ہو گئی اس دن سے آج تک پھر اللہ تعالیٰ نے تنگی نہیں دکھائی اور اب تو ماشاء اللہ یہ حالت ہے کہ امیری فقیری کے لباس میں خدمت کر رہی ہے۔

جوانی کے زمانہ میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ قرآن مجید اس ترتیل اور خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے کہ سننے والوں کے دلوں پر برقی تاثیر ہوتی اور رقت اور بے خودی کے آثار ظاہر ہوتے۔ جن دنوں میں سردار ایوب خاں صاحب کابلی راولپنڈی قیام رکھتے تھے۔ سردار صاحب موصوف کے ایک بھائی سردار محمد ابراہیم خاں جو جناب کا معتقد اور مخلص تھا اور عموماً جناب کی خدمت عالیہ میں عید گاہ حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت صاحب کو ان کے گھر ماتم پرسی کے موقع پر جانے کا اتفاق ہوا۔ اس وقت مجلس میں تمام کابلی افغان

میری دعا قبول فرما۔ دعا کے ساتھ ہی قبولیت کے آثار ظاہر ہو گئے۔ آپ نے خط لکھ دیا کہ فکر نہ کرو انشاء اللہ تبدیلی ہو جائے گی۔ ادھر سے حضرت صاحب رحمہ اللہ کا خط اور ادھر سے افسران بالا کی طرف سے تبدیلی کا حکم دونوں اکٹھے موعودہ ماہ کی آخری تاریخ کو پہنچ گئے اور پھر لطف یہ کہ راولپنڈی کے متصل ہی چک لالہ سٹیشن پر تبدیلی ہوئی۔ چک لالہ پہنچ کر بابو چراغ دین حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ بگوشوں میں شامل ہو گیا اور اس کے ساتھ اس کا لڑکا اس اور اس کا بھائی نظام الدین کلرک بھی غلاموں میں شامل ہو گئے۔

ابتدا میں حضرت صاحب کے توکل کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ گھر میں نہایت تنگدستی کی نوبت آگئی اور گھر والوں نے گھر کی ضروریات کے لئے تقاضا کرنا شروع کر دیا جس سے جناب کے دل پر بہت اثر پڑا۔ جناب اس پریشانی اور پراگندگی کی حالت میں عید گاہ تشریف لے گئے۔ بہتیرا دل کو ذکر و فکر کی طرف لگایا مگر اطمینان نصیب نہ ہوا۔ نماز بھی ادا کی لیکن بڑی بے مزگی اور بے لطفی سے۔ آخر اس اضطراب اور تذبذب کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بہت عجز و انکساری کے ساتھ دعا کی کہ یا اللہ! تو بے کسوں کا دستگیر اور بے چاروں کا چارہ گر ہے۔ تیری بارگاہ سے کوئی ناامید نہیں گیا۔ یا اللہ تو میری اس پریشانی کو دور کر اور میری تنگدلی اور تنگدستی کو جو میرے ذکر و فکر میں حارج ہو رہی ہے رفع کر۔ دعا کر چکنے کے بعد جناب عید گاہ سے اٹھ کر لئی ندی کے کنارہ پر جو قبرستان ہے ادھر تشریف لے گئے۔ اس دن تازہ بارش ہوئی تھی۔ بارش کا پانی اونچی جگہ سے بہہ کر قبرستان کے درمیان سے ہو کر لئی میں گرتا تھا۔ جناب ایک قبر کے پاس کھڑے ہو گئے۔ اس کے ارد گرد چار دیواری تھی۔۔۔ پانی کی نالی کسی چیز کی وجہ سے رک گئی تھی اور چار دیواری پانی سے بھری تھی۔ جناب نے اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو کہ پانی قبر میں چلا جائے اور قبر نیچے بیٹھ جائے ایک لکڑی لے کر پانی کے گزرنے کا راستہ صاف کیا۔ جب پانی سب کا سب نکل گیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ جہاں سے پانی گزر رہا تھا وہاں کپڑے کی ایک پوٹلی بندھی پڑی ہے۔ جب اس کو کھول کر دیکھا تو اس میں بہت سے پونڈ (اشرفیاں) بندھی تھیں۔ جناب فرماتے ہیں

کہ ان اشرفیوں کو دیکھ کر نفس پہلے تو بہت خوش ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی مگر دل نے کہا کہ اس مال کو لینا نہیں چاہئے یہ چوری کا مال ہے۔ کوئی چور کسی کا مال چرا کر یہاں دفن کر گیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان اور آزمائش ہو۔ غرض دل اور نفس کی بہت سی قیل و قال کے بعد یہی فیصلہ ہوا کہ اس مال کو نہیں لینا چاہئے۔ چنانچہ جناب نے اس مال کو بدستور باندھ کر زمین میں جہاں کہ پہلے تھا دبا دیا اور اوپر مٹی ڈال دی۔ اس واقعہ کے بعد جناب کے دل کی وحشت اور پریشانی جاتی رہی اور واپس عید گاہ میں آ کر پھر دعا کی کہ الہی تو مجھے اپنے پاس سے اپنے فضل و کرم سے عطا فرما۔ اس قسم کے مال پر مجھے فریفتہ نہ کر۔ تیری بارگاہ میں کچھ کمی نہیں۔ اثناء دعا میں الہام ہوا کہ یہ دعا قبول ہوگئی ہے۔ اسی رات خواب میں جناب کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بڑھیا عورت ہاتھ میں جھاڑو لئے ہوئے جناب کی بیٹھک اور گھر کو صاف کر رہی ہے۔ جناب نے اس کو فرمایا کہ تو کون ہے؟ اور یہاں کیوں آئی ہے اور بے اجازت ایسا کیوں کرتی ہے؟ اس نے عرض کی آپ مجھے نہ دھتکاریں۔ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے آئی ہوں۔ میں آپ کی خدمت کروں گی۔ آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں۔ میں آپ کے سامنے نہیں آؤں گی۔ آپ کے پس پشت رہ کر خدمت کروں گی۔ چنانچہ اس سے دوسرے دن ہی اللہ تعالیٰ نے فتوحات کا دروازہ کھول دیا اور اس قدر مال آ گیا جس سے گھر میں بھی خوشحالی اور آسودگی ہوگئی اس دن سے آج تک پھر اللہ تعالیٰ نے تنگی نہیں دکھائی اور اب تو ماشاء اللہ یہ حالت ہے کہ امیری فقیری کے لباس میں خدمت کر رہی ہے۔

جوانی کے زمانہ میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ قرآن مجید اس ترتیل اور خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے کہ سننے والوں کے دلوں پر برقی تاثیر ہوتی اور رقت اور بے خودی کے آثار ظاہر ہوتے۔ جن دنوں میں سردار ایوب خاں صاحب کابلی راولپنڈی قیام رکھتے تھے۔ سردار صاحب موصوف کے ایک بھائی سردار محمد ابراہیم خاں جو جناب کا معتقد اور مخلص تھا اور عموماً جناب کی خدمت عالیہ میں عید گاہ حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت صاحب کو ان کے گھر ماتم پرسی کے موقع پر جانے کا اتفاق ہوا۔ اس وقت مجلس میں تمام کابلی افغان

اور ان کے علماء و فضلاء جمع تھے لیکن سوائے گھر کے خاص اشخاص کے کوئی اور واقف نہ تھا۔ صاحب خانہ نے سب کو جناب کی نسبت واقف کر کے تعریف کی۔ سب نے بالاتفاق عرض کیا کہ جناب بھی کچھ قرآن مجید پڑھیں۔ اول تو آپ نے کچھ عذر پیش کیا لیکن جب ان کی آرزو کو زیادہ دیکھا تو جناب نے صرف سورہ اخلاص پڑھی۔ سب پر بے حد رقت اور محویت طاری ہو گئی اور سب نے جناب کی قدم بوسی اور دست بوسی بھی کی اور اخیر دم تک معتقد بنے رہے۔

مندرجہ بالا واقعہ کی نسبت جب سردار ایوب خاں کو علم ہوا تو انہیں قرآن مجید سننے کا بہت شوق ہوا۔ حضرت صاحب کی خدمت میں ایک خاص مصاحب کو روانہ کیا جس نے عرض کیا کہ سردار صاحب قرآن مجید سننے کے بہت خواہشمند ہیں۔ تشریف لے چلیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا فقیر اس کا محتاج نہیں ہے۔ اسے مال و متاع پر فخر ہوگا۔ میں اللہ تعالیٰ کی آیات بیچنے کے لیے نہیں آ سکتا۔ جب سردار ایوب خاں کو علم ہوا تو انہوں نے سردار محمد ابراہیم سے سفارش کی۔ آپ حافظ صاحب کو ضرور یہاں لائیں چنانچہ سردار صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ حضور میری خاطر آپ تشریف لے چلیں۔ آپ نے فرمایا کہ آپ مجھے اس امر کے لئے مجبور نہ کریں میں لالچ کے بدلہ وہاں نہیں جاسکتا۔ اگر سردار صاحب کو شوق ہے تو خود یہاں آئیں۔ چنانچہ سردار صاحب عید گاہ حاضر ہوئے۔ قدم بوسی اور دست بوسی کے بعد عرض کیا کہ حضور میری کیا مجال ہے کہ حضور کو کوئی تکلیف دوں۔ آپ نے سردار صاحب کو چند نصیحت آمیز کلمات فرمائے۔ ان سے سردار صاحب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ بعدہ آپ نے قرآن شریف کا ایک رکوع پڑھ کر سنایا جس سے سردار ایوب خاں صاحب پر وجد کی حالت طاری ہو گئی اور اخیر دم تک معتقد رہا۔

جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے حضرت صاحب رحمہ اللہ دنیا دار امیروں اور دولت مندوں کی مجلس اور ان کی آمد و رفت کو چنداں پسند نہیں فرماتے تھے اور اگر اتفاق ہو بھی جاتا تو بہت جلدی دعائے خیر فرما کر رخصت فرما دیتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ خاکسار جناب کی خدمت عالیہ میں بمقام راولپنڈی حاضر تھا کہ مہاراجہ پرتاپ سنگھ والے کشمیر کے ایک

مصاحب (مسمی غلام محمد) کی طرف سے جو جناب کا نہایت ہی معتقد اور مخلص تھا۔ بدیں مضمون خط آیا کہ چند دن کے بعد مہاراجہ صاحب والے کشمیر راولپنڈی تشریف لے جانا چاہتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر ان کا ارادہ ہے کہ جناب کی زیارت سے بھی مستفیض ہوں۔ ان کے آنے تک حضور در دولت پر ہی تشریف رکھیں تاکہ مہاراجہ صاحب جناب کی زیارت و ملاقات سے بہرہ مند ہو سکیں۔ اس مصاحب کا خط پڑھ کر جناب دیر تک خاموش رہے اور غور و تفکر کے بعد فرمایا کہ فقرا کے ساتھ مہاراجوں کا کیا کام اور فقرا کو مہاراجوں کے ساتھ کیا واسطہ۔ مہاراجہ صاحب کے راولپنڈی پہنچنے سے ایک دو دن اول ہی جناب اس خاکسار کو ہمراہ لے کر گوجر خان کے دوستوں کے پاس تشریف لے گئے اور وہاں سے پنجاب کے علاقہ کی طرف سیروسیاحت کے لئے چلے گئے۔ حتیٰ کہ مہاراجہ صاحب راولپنڈی تشریف لا کر اور انتظار کر کے واپس چلے گئے۔ تب جناب نے بھی مراجعت فرمائی۔ بعض دوستوں نے مہاراجہ صاحب کے شوق ملاقات کا تذکرہ کیا تو جناب نے فرمایا کہ ان لوگوں کی ملاقات اور ان کی مجلس میں بیٹھنا سراسر فتنہ و فساد کا باعث ہوتا ہے حتیٰ المقدور ان سے بچنا چاہئے۔

سفر حج

ایک دفعہ قبلہ عالم حضرت صاحب رحمہ اللہ نے خود ہی بیان فرمایا کہ جب پہلی دفعہ حج بیت اللہ شریف کے ارادہ پر مکہ معظمہ کی طرف جانے کا اتفاق ہوا تو صرف مولوی فیروز دین صاحب مرحوم ہی میرے ہمراہ تھے۔ حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کی طرف جانے کی تیاری کی تو سنا گیا کہ بعض وجوہات کی بناء پر حکومت نے مدینہ منورہ کی طرف سفر کرنے کا حکم امتناعی جاری کر دیا ہے اور کسی حاجی کو جانے کی اجازت نہیں ملتی۔ یہ سن کر دل نہایت ہی بے قرار ہوا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر فیض و برکات حاصل کرنے کا ارادہ تھا۔ خیال آیا کہ شاید نبی کریم ﷺ فقیر پر ناراض ہیں۔ اسی وجہ سے حاضر ہونے سے محروم کر دیا گیا ہوں۔ طبیعت نہایت ہی بے چین ہو گئی۔ اس حیرانی و پریشانی میں نیند اڑ گئی۔ ہر وقت گریہ و زاری رہتی۔ ایک رات تہجد کے وقت بحالت مراقبہ اسی خیال

و تصور میں کیا دیکھتا ہوں کہ جناب رسول مقبول ﷺ تشریف مبارک لے آئے ہیں اور بڑی مہربانی و شفقت سے فرماتے ہیں کہ حافظ صاحب آپ گھبرائیے نہیں اس وقت واپس جانا ہی بہتر ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ پھر آپ کو بلائیں گے۔ تسلی رکھیں۔ حضور ﷺ کی تسلی سے دل کو تسکین ہو گئی اور حسب ارشاد فقیر واپس چلا آیا لیکن محبت کی آگ برابر ہوئی تھی۔ جب تک قدم بوسی نہ ہو جاتی اس دل بے قرار کو کیسے قرار آ سکتا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد دوسری بار جب حج کے لئے ارادہ ہوا تو اس کی کیفیت یوں حضرت صاحب رحمہ اللہ نے بیان فرمائی کہ حاجی نور دین صاحب مرحوم سوداگر چرم ساکن پشاور اور ان کی والدہ ماجدہ اور چند دوست حج کے ارادہ پر روالپنڈی حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم حج کے لئے چلے ہیں۔ آپ بھی ہمارے ہمراہ تشریف لے چلیں۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی میرا ارادہ نہیں۔ جب حضور ﷺ بلائیں گے تب جاؤں گا۔ آپ جائیں اور میرے لیے دعا کریں۔ غرض وہ دوست بمبئی پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر پھر انہوں نے لکھا کہ جناب تشریف لے آئیں اور بذریعہ تار مطلع فرمادیں تاکہ آپ کے لئے ٹکٹ خرید لیا جائے۔ ابھی جہاز کی روانگی میں چند دن باقی ہیں۔ جناب نے پھر بھی تار میں یہی جواب دیا کہ میرا ابھی ارادہ نہیں ہوا۔ میرا ٹکٹ نہ خریدیں۔ اسی رات تہجد کی نماز کے بعد آپ اسی فکر و خیال میں سو گئے۔ خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ جناب فخر موجودات ﷺ تشریف لائے ہیں اور بڑی محبت و شفقت سے میرے سر پر بوسہ دے کر فرماتے ہیں کہ حافظ صاحب تعالیٰ یعنی حافظ صاحب آ جاؤ۔ اس کے بعد حضرت صاحب رحمہ اللہ بیدار ہوئے اور فوراً تیاری کر دی۔ گھر کے لوگ حیران تھے کہ اس قدر جلدی ارادہ ہو گیا۔ فرط شوق و محبت کے سبب آپ کے آنسو جاری تھے۔ اسی دن تھوڑا سا ضروری سامان لے کر سٹیشن پر پہنچ گئے۔ یہاں تک کہ شہر کے کسی دوست کو بھی اطلاع تک نہ ہوئی۔ حاجی نور دین صاحب کو بمبئی تار دی کہ میرا ٹکٹ خرید لیں میں بھی آ رہا ہوں۔ بمبئی پہنچ کر ایک دن قیام رہا۔ جہاز تیار تھا۔ بہت جلد سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی شان جب جہاز عین وسط سمندر میں پہنچا نہایت طوفان آ گیا جس سے جہاز کا چلنا مشکل ہو گیا۔ ساتھ ہی جہاز کے تہ خانوں میں جو سامان از قسم تیل و رنگ روغن تھا اس میں

آگ لگ گئی۔ آگ کے شعلے جہاز سے نکل نکل کر آسمان تک جاتے تھے اور سب دھواں دھار ہو گیا۔ کپتان نے جہاز کا لنگر ڈال دیا اور جہاز کھڑا کر دیا۔ اس وقت حاجیوں کی عجیب کیفیت تھی۔ کوئی بال بچوں کو یاد کر کے روتا اور کوئی اپنے مکانوں اور مال و متاع کو یاد کر کے واویلا کرتا۔ کوئی اپنی بے وقت موت کو سامنے دیکھ کر بے ہوش ہو کر گر پڑتا۔ ہر طرف سے بالطفیف یا لطیف کا شور برپا تھا۔ کپتان نے تمام حاجیوں کو ایک ایک لائف بیلٹ (کاک) دے دیا کہ اس کو اپنی کمر میں باندھ لیں۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ کے پاس بھی ایک کاک لے کر حاضر ہوا۔ حضرت صاحب نے پوچھا کہ اس کا کیا فائدہ؟ اس نے کہا کہ اس کے باندھنے سے چوبیس گھنٹہ تک آدمی ڈوبتا نہیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ یہ مروت نہیں۔ میں تمام حاجیوں سے پہلے اپنی جان دینے کو تیار ہوں۔ وہ اس بات کو سن کر متعجب ہوا اور کاک واپس لے گیا پھر حضرت صاحب رحمہ اللہ نے حاجیوں کو نصیحت فرمائی کہ اے اہل جہاز سنو اب مال و متاع اور بال بچوں کو یاد کرنے کا وقت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا وقت ہے۔ اس وقت دو قسم کی موت سامنے ہے۔ دیکھئے خالق اب کس قسم کی موت مارتا ہے۔ آگ میں جلاتے ہیں یا پانی میں ڈبوتے ہیں۔ ایسے حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو تا کہ غفلت میں جان نہ نکلے۔ اس نصیحت کے بعد آپ الگ ہو کر جہاز کی اوپر کی منزل پر چلے گئے اور نماز میں مشغول ہو گئے۔ نوافل کے بعد آپ مراقبہ میں مشغول ہو گئے اور اسی حالت میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بزرگ نورانی صورت نفیس لباس پہنے آپ کے پاس آئے اور فرمایا کہ حافظ صاحب السلام علیک۔ جناب نبی کریم ﷺ آپ کو السلام علیکم فرماتے ہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ آپ کا آنا مبارک ہو۔ حضرت صاحب نے عرض کیا کہ حضرت جہاز کا یہ حال ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ آگ بجھ گئی ہے فکر نہ کریں انشاء اللہ تعالیٰ جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ضرور حاضری ہوگی کیونکہ حضور ہی کے بلائے ہوئے آپ آئے ہیں۔ اتنی بات کہہ کر جب وہ جانے لگے تو حضرت صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آپ کی کیا تعریف ہے؟ اپنی کیفیت و حقیقت سے آگاہ فرمائیں تو انہوں نے فرمایا کہ حافظ صاحب مجھ ہی کو عبدالقادر کہتے ہیں۔ جناب نبی کریم ﷺ کی طرف سے اور

حضور ﷺ کی اجازت سے باہر کے خاص خاص دوستوں اور محبوبوں کو حضور کی جانب سے مبارکباد دیتا ہوں۔ یہ کام میرے سپرد ہوا ہے۔ ان کے جانے کے بعد حضرت صاحب رحمہ اللہ نے اللہ کریم کا شکر یہ ادا کیا اور فرمانے لگے کہ لوگو مبارک ہو آگ بجھ گئی۔ اس وقت شعلوں کا حال بدستور تھا۔ لوگ کہتے تھے کہ جناب آگ اسی طرح ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آگ بجھ گئی ہے۔ آپ یہ فرما ہی رہے تھے کہ ایک دفعہ نہایت سخت دھماکہ ہوا اور معلوم ہوا کہ آگ کے شعلے آسمان کی طرف چلے گئے ہیں۔ اس کے بعد آگ بالکل بجھ گئی۔ لوگوں کی جان میں جان آئی۔ جو لوگ جہاز میں موجود تھے سب نے اپنے اپنے گھروں میں بذریعہ تار و خطوط اطلاع دی کہ جہاز کا حال خطرناک ہو گیا تھا مگر صاحب کی دعا برکت سے صحیح و سالم کنارہ تک پہنچ گیا۔ سب کے سب حضرت صاحب کے معتقد ہو گئے حتیٰ کہ آپ بخیر و عافیت مقامات مقدسہ ذادھما اللہ شرفاً و کرامۃ کے فیوض و برکات سے سرفراز و ممتاز ہو کر واپس تشریف لائے۔

نیز آپ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کے روضہ مبارک پر پہنچ کر یہ کیفیت ہو گئی کہ وہاں سے ایک لمحہ بھی جدائی گوارا نہ ہوتی تھی۔ روزانہ یہی دعا مانگتا کہ الہی اب مجھے واپس مت لے جا۔ میں تیرے حبیب کے قدموں میں ہی مرنا پسند کرتا ہوں۔ میری موت مدینہ منورہ میں ہی واقع ہوتا کہ قیامت کے دن حضور ﷺ کے ساتھ اٹھوں۔ مسجد مبارک نبی کریم ﷺ میں عشاء کی نماز کے بعد ایک بزرگ نورانی صورت نے حضرت صاحب سے ملاقات کی اور فرمایا کہ حافظ صاحب کیا آپ نے یہ دعا کی تھی کہ میری موت مدینہ منورہ میں واقع ہو۔ حضرت صاحب نے کہا ہاں تو اس بزرگ نے فرمایا کہ جناب نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ حافظ صاحب سے کہہ دو کہ واپس ہند تشریف لے جائیں۔ ابھی ان کے فیض سے بہت سی خلق خدا فینش یا ب و مستفیض ہو گی اور ان کی قبر بھی وہیں ہو گی۔ چنانچہ قبر کی جگہ بھی اسی وقت دکھا دی گئی، جہاں اب روضہ بن چکا ہے جس میں حصر۔ صاحب کے بڑے صاحبزادے مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم نے آپ سے پیش دستی کی اور اپنے لیے جائے قرار بنالی۔ اللھم اغفرلہ پھر حضرت صاحب نے اس بزرگ سے عرض

کیا کہ جناب حضور ﷺ نے مجھے کیوں نہیں فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی خاص حکمت ہوگی جس کا راز پھر کسی وقت ظاہر ہوگا۔ الحمد للہ کہ وہاں سے واپس آنے پر آج تک لاکھوں خلق خدا مستفید و مستفیض ہوئی ہے اور ہو رہی ہے۔

حاجی محمد علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ موجودہ روضہ میں جب حضرت صاحب نے اپنے لئے جگہ وقف کی تو شہر کے ایک مولوی جس کا نام ظاہر کرنا مناسب نہیں جو ہمیشہ حسد کیا کرتا تھا یہ بات پھیلانی شروع کر دی کہ حافظ صاحب کو کیا غیب کا علم ہے کہ ان کی موت راولپنڈی میں ہوگی اور آیا اسی جگہ دفن کئے جائیں گے۔ حضرت صاحب نے یہ بات سنی تو آپ نے فرمایا کہ جناب نبی کریم ﷺ نے مجھے قبر کی جگہ بتلا دی ہے۔ آپ کا فرمان مبارک کبھی غلط ہو ہی نہیں سکتا۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ میری قبر اسی روضہ میں ہوگی۔ چنانچہ آپ کے وصال کے بعد آپ کی قبر ٹھیک اسی جگہ بنائی گئی ہے جو آپ نے اپنی زندگی میں اپنے لئے وقف کر دی تھی۔ اب مولوی صاحب مذکور اپنے کئے پر پشیمان ہیں اور کہتے ہیں کہ افسوس ہم تمام عمر غفلت میں رہے۔ ہم نے حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو نہ پہچانا۔ غرضیکہ آپ کے اقوال کو اللہ کریم نے سچا کر دکھایا اور آپ کی قدر و منزلت آپ کے وصال کے بعد معلوم ہو رہی ہے۔

باب دوم

فیوض و برکات

کشف و کرامات:

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بیان کشف و کرامات سے پیشتر بالاختصار واضح کر دیا جائے کہ کشف و کرامات کیا چیز ہیں اور یہ کن لوگوں کو عطا فرمائے جاتے ہیں۔

کشف خاصانِ خدا کی ایک روحانی حالت کا نام ہے جو صدیقین اور مقربین بارگاہِ لم یزلی کا حصہ ہے وہ ایک نور ہے جو نفس کے تمام صفات ذمیرہ سے پاک و صاف ہو جانے پر قلبِ مومن میں پیدا ہو پیدا ہوتا ہے جس کے ذریعہ سے ان حقائق و معارف کی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے جن کا پہلے اسے صرف سماعی علم تھا اور غیر واضح طور پر ان کو سمجھتا تھا۔ اس مقام میں ان تمام مشکلات کے عقدے حل ہو جاتے ہیں جن کو وہ اپنے علومِ کسبیہ کی وساطت سے نہیں سمجھ سکتا۔ اسی مقام کا نام معرفتِ حقیقی ہے اور یہی کشف ہے۔

الغرض مکاشفہ سے مراد یہ ہے کہ لوازم بشریت کا حجاب دور ہو کر حقیقتِ اصلہ ایسے واضح طور پر عارفِ کامل کیلئے کھول دی جاتی ہے کہ وہ انہیں بالکل کھلم کھلا دیکھتا ہے جس میں شک و شبہ کو کسی قسم کا مطلقاً دخل نہیں ہوتا اور یہ مرتبہ بغیر فنا فی الرسول ہونے کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہی وہ علمِ خفی ہے جس کے متعلق جناب سید المرسلین ﷺ نے فرمایا ہے ان من العلم کھیات المکنون لا یعلمہ الا اهل المعرفة باللہ تعالیٰ فاذا انطقوا به لم یجہلہ الا اهل الاغترار باللہ تعالیٰ ولا تحقر و اعالماتہ اللہ تعالیٰ علما منہ فان اللہ تعالیٰ لم یحقہرہ اذا اتہ العلم۔ یعنی بے شک ایک حصہ علم کا وہ ہے جو بطور

اسرار مخفیہ رکھا گیا ہے جس کو صرف اللہ تعالیٰ کے عارف ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ جب وہ لوگ اس علم کو الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں تو صرف جاہل و مغرور آدمی اس کا انکار کیا کرتے ہیں۔ تم ایسے عالم کی تحقیر مت کرو جس کو خداوند کریم نے یہ علم دیا ہو کیونکہ جب خداوند تعالیٰ نے اس کو علم دیا تو اس کو حقیر نہیں رہنے دیا۔

یہی علم تھا کہ حضرت امیر المومنین جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں منبر پر عین خطبہ جمعہ پڑھنے کی حالت میں اپنے سپہ سالار حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو جو ملک شام میں کفار کا مقابلہ کر رہے تھے زور سے پکار کر فرمایا ”یا ساریۃ الجبل“ چنانچہ ادھر حضرت ساریہ نے بھی آپ کی آواز سنی اور اس پر عمل کیا اور دشمنوں پر فتح پائی۔ چنانچہ جب اس غزوہ سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم واپس آئے تو انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے بعینہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آواز یا ساریۃ الجبل کے لفظوں سے سنی اور اس معاملہ کی پورے طور پر تصدیق ہو گئی۔ اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قرآن مجید تلاوت فرما رہے تھے کہ ایک صاحب داخل ہوئے آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ تم فلاں فعل کر کے آئے ہو؟ اس شخص نے انکار کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام کیفیت جو اس شخص کے ساتھ گزری بیان کر کے فرمایا کہ کیا ایسا ہوا ہے یا نہیں؟ اس شخص نے جواب دیا کہ ہاں ایسا تو ہوا ہے پھر اس شخص نے کہا کہ کیا جناب نبی کریم ﷺ کے بعد پھر وحی نازل ہونے لگی جس سے آپ کو یہ خبر حاصل ہوئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ نہیں وحی تو آنحضرت ﷺ کے بعد منقطع ہو چکی ہے مگر آپ نے ارشاد فرمایا ہے: اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله. یعنی مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نور سے اشیاء کا معائنہ کرتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اس قسم کے بے شمار واقعات خاصان بارگاہ ربانی سے منقول ہیں اور یہی کشف ہے۔ نیز ارشاد ہے: ان اکرمکم عند اللہ اتقکم یعنی جو زیادہ تر متقی ہے وہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ کرامت والا ہے۔ تو بحسب مقتضائے وقت صلاحیت اولیاء اللہ کو ایسے امور جو انسانی قدرت سے فوق ہوں ان کی قدرت اور تصرف کی اجازت عطا فرمائی جاتی ہے۔

کرامات:

ما فوق العادة آثار و کمالات یا خوارق عادات جو کسی ولی اللہ سے صادر ہوں ان کو کرامات کہتے ہیں اور یہ کرامات یا خوارق عادات محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے صاحب کرامت کے مقرب الی اللہ ہونے اور اس اعزاز کا جو بارگاہ رب العلمین میں ولی اللہ کو حاصل ہوتا ہے گویا ان کے اظہار کے لئے ہوتے ہیں۔ خوارق عادات اور کرامات اولیاء اللہ مسلمانوں کے نزدیک جائز اور ممکن ہیں۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ سبب اور مسبب کا تعلق ممکن ہے اور سبب کے بغیر مسبب کا وجود میں آنا عادت الہیہ میں جاری ہے۔ سو مسلمانوں کو اپنے اس عقیدہ صحیحہ پر راسخ و مستحکم رہنا چاہئے کیونکہ حق جس کے تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے اور جس کے تمام مسلمان اہل سنت و الجماعت معتقد ہیں یعنی کہ خوارق عادات یا کرامات اولیاء اللہ حق ہیں اور ثابت ہیں کیونکہ صحابہ اور تابعین و تبع تابعین رضی اللہ عنہم میں اس امر کو بہ تواتر تسلیم کیا گیا ہے اور جس کی کسی نے مخالفت نہیں کی۔ ثبوت خوارق عادات کو قرون ثلاثہ نے تسلیم کیا چنانچہ آج تک اہل اصول، فقہاء، محدثین، متکلمین کا یہی اعتقاد و مذہب ہے اور اسی اعتقاد پر تمام مسلمان آج بھی ثابت و قائم ہیں۔

ایک دفعہ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ رنگون ملک برہما (برما) تشریف لے گئے۔ خاکسار بھی ہمراہ تھا۔ صوفی عبدالرحمن صاحب جو حضور کے اجل و اکمل خلیفہ ہیں اور ان دنوں انس علاقہ رنگون کے ورکشاپ میں فزک کا کام کرتے تھے کے مکان پر قیام فرما تھے۔ ایک رات آپ تہجد کی نماز کے لئے اٹھے تو صوفی صاحب نے وضو کرایا۔ وضو فرمانے کے بعد جب نماز کے لئے تیار ہوئے تو جناب نے فرمایا کہ خدا خیر کرے۔ راولپنڈی میں فساد ہوتا نظر آ رہا ہے۔ چنانچہ چند دن بعد جناب صاحب جزادہ صاحب مولینا مولوی عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ کا خط آ گیا جس میں راولپنڈی کے فساد کی خبر درج تھی۔

اسی طرح ایک اور واقعہ کا ذکر ہے کہ آپ ملک برہما (برما) تشریف لے گئے۔ ابھی چند دن قیام فرمایا تھا کہ جناب نے جلد واپس آنے کا ارادہ فرمالیا۔ وہاں کے دوستوں نے زیادہ دن ٹھہرنے کے لئے اصرار کیا لیکن آپ نے فرمایا کہ دل یہی چاہتا ہے کہ بہت جلد

واپس چلے جائیں۔ اس میں خالق کی کوئی حکمت ہوگی۔ چنانچہ جناب نے دوستوں کے اصرار کے باوجود واپسی کا ارادہ کر لیا۔ راولپنڈی شریف پہنچنے کی دیر تھی کہ تمام پنجاب میں فساد برپا ہو گیا۔ متعدد سٹیشن جلا دیے گئے۔ تاریں توڑ دی گئیں۔ آمد و رفت کا سلسلہ بند ہو گیا اور کچھ مدت تک وہ تباہی رہی۔ کہ الاماں۔

ایک دفعہ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سید پور جو راولپنڈی سے جانب شمال پہاڑ کے دامن میں واقع ہے تشریف لے گئے۔ اس وقت مستری عبداللہ صاحب مرحوم بھی ہمراہ تھے۔ جمعہ کا دن تھا۔ آپ نے فرمایا کہ آج جمعہ اس پہاڑ کے درہ میں پڑھیں گے۔ ارد گرد علاقہ کے تمام دوست جمع ہو گئے۔ جمعہ کے وقت عجیب ہی نظارہ تھا۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اونچی سل پر جو اس وقت قدرتی طور پر منبر کا کام دے رہی تھی کھڑے ہو کر وعظ ایسے دلکش پیرایہ میں فرمایا کہ تمام نمازی زاری کرتے تھے۔ واعظ کے بعد آپ نے خطبہ پڑھا اور نماز جمعہ ادا فرمائی۔ چونکہ جگہ ناہموار تھی اس لیے دوست دور دور تک جہاں جہاں ان کو جگہ ہموار ملی اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول تھے۔ اللہ اکبر کی تکبیروں سے پہاڑ گونج اٹھے۔ شام تک تسبیح و تہلیل میں مشغول رہے۔ شام کی نماز بھی وہاں ہی ادا کی گئی۔ رات کو سیف علی پٹواری کے ہاں دعوت تھی۔ جب کھانا سامنے آیا تو آپ نے فرمایا یہ کھانا مشتبہ معلوم ہوتا ہے۔ میزبان تو شرم کے مارے بول نہ سکا۔ البتہ وہاں کا قاضی جو فقرا سے بدظن تھا جھٹ بول اٹھا سبحان اللہ۔ آپ اگر فقیر ہیں تو اس پٹواری کے حق میں دعا کریں کہ خدا اس کو لڑکا عطا فرمائے۔ قاضی صاحب کی بات سن کر جناب کی طبیعت میں کچھ جلالت آ گئی۔ فرمایا کہ خالق کے نزدیک یہ کوئی مشکل امر نہیں ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ لڑکا ہی ہوگا۔ قاضی صاحب ایسی باتوں کا کہاں اعتبار کرتے تھے۔ کہنے لگے کہ آپ لکھ دیجئے۔ چنانچہ آپ نے لکھ دیا کہ لڑکا ہی ہوگا۔ اس وقت پٹواری کی بیوی کو حمل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مدت حمل گزرنے کے بعد لڑکا ہی عطا فرمایا۔ قاضی صاحب اس واقعہ سے معتقد ہو گئے اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہوئے۔

ایک دفعہ جناب حضرت صاحب چورہ شریف بتقریب سعید عرس شریف تشریف لے

گئے، جناب کے ہمراہ اور بھی بہت سے دوست تھے۔ جب گاڑی قطبال سٹیشن سے کچھ آگے نکل گئی لائن کی شہتیریاں ٹوٹ گئیں جن کے باعث انجن لائن سے پھسل گیا اور گاڑیوں کا سلسلہ ٹوٹ پھوٹ گیا۔ سخت زور کا دھماکہ ہوا جس کو سن کر تمام مسافروں کے دل دہل گئے اور حواس باختہ ہو گئے۔ حضرت صاحب و دیگر دوست اس وقت مراقبہ کی حالت میں محو تھے کہ ناگاہ سب کے سب جھٹکا کے باعث گاڑی کے اندر گر پڑے۔ حضرت صاحب یہ حال دیکھ کر سب سے پہلے کھڑکی کی طرف آئے اور منہ باہر نکال کر دیکھا تو عجب سماں تھا کہ اگلی گاڑیاں (بوگیاں) یکے بعد دیگرے ریل کی پٹری سے الگ ہو کر ایک نہایت گہری غار میں گر رہی ہیں اور ایک دوسری پر گر کر ریزہ ریزہ اور چورہ چورہ ہو رہی ہیں۔ آپ سب سے پچھلی گاڑی (بوگی) میں سوار تھے۔ ایسی حالت میں کھڑکی سے چھلانگ لگا کر اترنا بھی نہایت مشکل تھا۔ اتنے میں جناب والی گاڑی (بوگی) بھی اس گہرے گڑھے کے دہانہ پر پہنچ گئی۔ قریب تھا کہ وہ ابھی الٹ کر اس میں گر پڑے مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے آدھا حصہ گاڑی کا اس خندق کے باہر ٹھہر گیا اور آدھا حصہ خندق کے دہانہ پر ہوا میں معلق رہا اور ایک دم گاڑی کھڑی ہو گئی۔ سب بے اول جناب ہی گاڑی سے اترے۔ اس کے بعد باقی دوست نکل آئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے سب دوستوں کی جانیں بچائیں۔ گرد و نواح کے لوگ اور انگریز بھی جمع ہو گئے اور اس نظارہ کو دیکھ کر کہتے تھے کہ اس آخری گاڑی میں ضرور کوئی اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ ہو گا جس کے طفیل یہ گاڑی صحیح و سالم رہی۔ آپ نے فرمایا ہاں ان سب ذاکروں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل و کرم کیا ہے۔

ایک دفعہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کا موضع بٹر کی متصل گوجر خاں ایک دوست راجولی درزی کے ہاں قیام تھا۔ رات کو ذکر کے حلقہ اور مجلس سے فارغ ہو کر سوئے ہی تھے کہ رات کے دو بجے کے قریب غنیمت سے بیدار ہو کر بغیر اس کے کہ کسی کو اطلاع دیں آپ تنہا سٹیشن گوجر خاں تشریف لے گئے۔ سب دوستوں نے اٹھ کر موجود نہ پایا تو حیران ہو کر اوپر ادھر تلاش کرنے لگے۔ ایک شخص نے کہا کہ میں سٹیشن کی طرف سے آ رہا ہوں۔ میں

نے راستہ میں اس قسم کی شکل و شباهت کے بزرگ کو جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ دوست سب سٹیشن پر پہنچے تو دیکھا کہ آپ گاڑی کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ عرض کیا کہ حضرت یہ کیا واقعہ ہے اتنی جلدی واپس تشریف لے جانے کا کیا سبب ہے۔ فرمایا کہ میرا بہت جلدی واپس جانا ہی اچھا ہے۔ مجھے نہ روکو۔ غرض دوست خاموش ہو گئے۔ جب حضرت صاحب رحمہ اللہ گھر پہنچے دیکھا تو جناب مولینا مولوی عبدالرحمن صاحب بخار میں سخت بیمار ہیں اور بے ہوش پڑے ہیں۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے جلدی بے موقع آنے کا باعث یہ ہی تھا۔

مولوی فضل احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر تھا۔ مجھے فرمان ہوا کہ مولوی صاحب اس وقت سوہاوہ جاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ جمعہ کے دن وہاں جاؤں گا۔ فرمایا نہیں جس طرح کہا جاتا ہے عمل کرو۔ چنانچہ حسب ارشاد اسی وقت گاڑی پر سوار ہو کر شیخ محمد اسماعیل صاحب کے گھر پہنچا۔ دیکھا تو ان کی والدہ درد سر سے سخت تکلیف میں ہے۔ میں نے السلام علیکم کے بعد کہا کہ مائی جی اٹھو۔ مجھے حضرت صاحب نے بھیجا ہے ایک تو یہ کہ وہ درد کی وجہ سے اٹھ نہیں سکتی تھی لیکن حضرت صاحب کا نام سنتے ہی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ میں نے کلام الہی پڑھ کر دم کیا۔ جوں جوں دم کرتا جاتا تھا درد سے آرام آتا گیا حتیٰ کہ بالکل تندرست ہو گئی۔ اور بہت بہت دعائیں دیں۔ غرضیکہ آپ کے جلدی بھیجنے میں یہی مصلحت تھی۔

مولوی صاحب مذکور بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھا جناب صاحبزادہ حضرت مولینا مولوی عبدالرحمن صاحب مدظلہ نے موضع چوہڑ کی طرف سیر کا ارادہ کیا۔ ایک دوست اتفاقاً اسی وقت موٹر کار لے کر آ گیا اور اس نے عرض کیا کہ اس کار پر تشریف لے چلیں۔ مولینا صاحب مجھے بھی ہمراہ لے کر کار پر سوار ہو گئے۔ چلتے چلتے جب کار ریل کے پل پر سے گزری تو اتفاقاً وہ کار خراب ہو گئی اور رفتار کے قابل نہ رہی۔ ہم کار سے اتر پڑے حیران تھے کہ اب کیا کیا جائے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک دوست جلال دین ٹانگہ دوڑائے آ رہا ہے۔ جلال دین سے دریافت کیا

کہ کس طرف جا رہے ہو؟ اس نے عرض کیا آپ کی روانگی کے بعد حضرت صاحب نے فرمایا کہ جلال دین ٹانگہ لے کر مولوی صاحب کے پیچھے جاؤ۔ یہ سیدھی سڑک چھوڑ کر ریل کے پل کی طرف جانا موٹر کار ٹھیک نہیں تھی۔ مولوی صاحب کو پیدل چلنے میں تکلیف ہوگی۔ حضور عالی کے فرمان کے بموجب میں ٹانگہ دوڑاتا ہوا آیا ہوں۔ باقی کا سفر چنانچہ ہم نے ٹانگہ پر ہی کیا۔ حافظ دین محمد صاحب فرماتے ہیں کہ میں بھی اس وقت ہمراہ تھا۔

مولوی صاحب مذکور بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت صاحب کی خدمت میں ایک شخص بیعت کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت صاحب نے فرمایا تو نے پہلے بیعت کی ہوئی ہے۔ دوبارہ بیعت کی کیا ضرورت ہے؟ اس نے کہا کہ یا حضرت میں نے کسی جگہ بھی بیعت نہیں کی۔ حضرت صاحب نے غصہ آمیز لہجہ سے فرمایا کہ تو غلط کہتا ہے تو سید حیدر شاہ صاحب جلالپوری کا مرید ہے۔ تم ان سے کیوں بدعقیدہ ہو گئے ہو۔ جاؤ وہاں ہی جا کر توبہ کرو۔ غرضیکہ آپ نے اسے بیعت نہ کیا اور مجلس سے نکال دیا۔ اس کے جانے کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں سوچ ہی رہا تھا کہ یہ شخص کہاں بیعت ہے کہ ناگاہ میرے سامنے شاہ صاحب کی روح مبارک حاضر ہوئی۔ فرمایا کہ حافظ صاحب اس شخص کو میں نے مردود کر دیا ہے۔ یہ بہت بے ادب اور گستاخ اور بدعقیدہ ہے۔ آپ اس کو ہرگز قبول نہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ بے ادبی اور بداعتقادی سے بچائے۔

مولوی صاحب مذکور بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت صاحب کی مجلس میں حاضر ہوا۔ ملاقات کے بعد حضور عالی نے فرمایا کہ آج سید حیدر شاہ صاحب جلالپوری کا انتقال ہو گیا ہے اور شاہ صاحب نے جاتے وقت فقیر کو فرمایا ہے کہ حافظ صاحب ہم اب جاتے ہیں آپ ابھی ہمارے بعد کچھ مدت رہو گے اور جاتی دفعہ ایک ٹوپی بھی عنایت کی اور چند مفید باتیں بھی فرمائیں جن کا اظہار مناسب نہیں چنانچہ اس روحانی رابطہ کی وجہ سے شاہ صاحب کے چند ایک خاص دوست حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صاحب کمال ہو کر اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے جن میں سے ایک سید حاکم شاہ صاحب ساکن وڑائچا نوالہ ضلع گجرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں جن کی توجہ سے بہت

مخلوق فیض یاب ہو رہی ہے۔ جناب حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے ہی ان کی حالت دگرگوں ہو گئی اور باطن میں تڑپ اور سوز اور درد کے آثار ظاہر ہو گئے۔ اسی طرح جب میاں صاحب ساکن کھڑی متصل جہلم مصنف سیف الملوک اور قاضی صاحب ساکن آئی اعوان شریف والوں کا انتقال ہوا تو ہر دو موقعہ پر حضرت صاحب نے دوستوں کو ان صاحبان کے وصال کی اطلاع دے دی تھی کہ یہ صاحبان بھی جاتی دفعہ ملاقات کر گئے ہیں۔

مولوی صاحب مذکور بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر تھا کہ کاغان کے علاقہ کا رہنے والا ایک دوست غلام علی نام جو بکریاں چرایا کرتا تھا ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ ملاقات کے بعد حضور نے اسے فرمایا کہ تمہارا ملک سنا ہے بہت اچھا ہے۔ آپ کے ملک کی سیر کو دل بہت چاہتا ہے۔ کبھی ہمیں بھی وہاں لے چلو۔ وہ دوست نہایت خوش ہوا اور عرض کیا کہ حضور کی نہایت ہی شفقت اور عنایت ہو گی ضرور تشریف لے چلیں۔ حضور نے فرمایا کہ بھائی ہم ضعیف اور کمزور ہو گئے ہیں موٹر یا ٹانگہ کے بغیر سفر نہیں کر سکتے۔ کس طرح لے جاؤ گے۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت جہاں تک ٹانگہ وغیرہ جاتا ہے وہاں تک لے جائیں گے۔ اس سے آگے اپنے کندھوں پر اٹھا کر حضور کو لے چلیں گے۔ انشاء اللہ کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ حضور نے فرمایا تمہاری محبت ظاہر ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو زیادہ زیادہ محبت بخشے۔ ہم آپ کے ملک کو کشفی حالت میں کئی مرتبہ دیکھ چکے ہیں۔ اس ضعیفی میں وہاں جانے کی ضرورت نہیں۔ بھلا سنو وہاں فلاں جگہ دریا بہہ رہا ہے۔ اس کے کنارے کنارے خوب عمدہ سڑک جاتی ہے۔ سڑک پر فلاں جگہ ایک بڑا درخت ہے جس کے نیچے بہت سی بکریوں کے ریوڑ دوپہر کے وقت جمع ہو جاتے ہیں۔ فلاں مقام پر آپ کا گاؤں ہے۔ آپ نے جب تمام حالات بیان کئے تو وہ تمام کیفیت سن کر حیران ہوا اور آپ کے اس کشف کے باعث ان کے اعتقاد و محبت میں بہت اضافہ ہو گیا۔

مولوی صاحب مذکور فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر تھا عرض کیا کہ گھر سے آئے دو تین دن ہو گئے ہیں اجازت فرمادیں تو گھر چلا جاؤں۔ حضور

نے فرمایا کہ آج نہ جاؤ۔ میں خاموش ہو گیا کچھ دیر کے بعد میں نے دوبارہ عرض کیا جس پر حضور نے فرمایا کہ دل نہیں چاہتا کہ آج آپ جائیں مگر آپ کی مرضی۔ میں جب سٹیشن پر پہنچا تو پیچھے سے حضور نے ایک دوست کو روانہ کیا کہ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ واپس آ جاؤ آج گھر نہ جاؤ چنانچہ میں واپس حضور کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ دوسرے دن حضور نے خود ہی اجازت فرمائی۔ جب گھر آیا تو معلوم ہوا کہ کل میرا ایک بھائی گھر آیا ہوا تھا اور بہت بے ہودہ بکواس کر کے چلا گیا۔ میرے اس روز گھر نہ آنے کے باعث فتنہ و فساد رک گیا ورنہ ممکن تھا میں بھی گھر ہوتا تو فی مابین زیادہ فساد کی نوبت پہنچ جاتی اور بہت نقصان ہوتا۔ حضور کے فرمان کے بموجب کتنی بلا ٹل گئی۔

نیز مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اور بہت سے دوست حضرت صاحب کی مجلس میں حاضر تھے۔ تہجد کا وقت تھا حضور نے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مستری عبداللہ صاحب دوستوں کے لئے پلاؤ پکا رہے ہیں۔ صبح دوستوں کو یہ ہی کھلائیں گے۔ مستری عبداللہ صاحب کوٹلی مچھراواں ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے حضرت صاحب کے نہایت ہی مخلص اور مقرب اور متواضع اور خدمتی دوست تھے اور قلعہ کے ورکشاپ میں کام کرتے تھے۔ ان دنوں موضع مریٹر حسن میں رہا کرتے تھے۔ غرض ابھی اشراق کا وقت نہیں ہونے پایا تھا کہ مستری صاحب پلاؤ کا تھال رومال سے ڈھانپے ہوئے حضرت صاحب کی خدمت میں لے کر حاضر ہو گئے۔ حضور نے فرمایا کہ مستری صاحب اتنی جلدی یہ پلاؤ کیسے پکا کر لے آئے۔ مستری صاحب نے عرض کیا کہ رات کو خواب میں دیکھا کہ میں نے پلاؤ پکا کر حضور کی خدمت میں اسی طرح حاضر کیا ہے۔ نیند سے بیدار ہو کر اسی وقت پلاؤ پکانے کا تردد کیا اور صبح سے پہلے پہلے پلاؤ تیار کر لیا۔ خواب سے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ حضرت صاحب نے مجھے پلاؤ پکانے کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ ہم سب دوستوں نے خوب کھایا۔ اللہ تعالیٰ مستری صاحب مرحوم کو بخشے۔ آمین

مولوی صاحب مذکور فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں خدمت عالیہ میں راولپنڈی شریف حاضر تھا اور بھی چند دوست موجود تھے۔ دوستوں کے خطوط کے جواب آپ لکھوا رہے تھے

کہ اسی اثنا میں آپ کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا اور زبان مبارک سے فرمانے لگے کہ اوہو آگ لگ گئی آگ لگ گئی پھر کچھ دیر آپ خاموش رہے پھر تھوڑی دیر کے بعد آپ کے چہرے کا رنگ بدستور ہو گیا۔ ہم سب حیران ہو گئے کہ کہاں آگ لگ گئی۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد شہر کے دوستوں میں سے ایک دوست حاضر خدمت ہوا اور اس نے عرض کیا کہ فلاں محلہ میں فلاں دوست کے گھر میں آگ لگ گئی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور آگ جلدی بجھا دی گئی۔

ایک دفعہ حضرت صاحب موضع ڈہا باں علاقہ شیخوپورہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں مولوی احمد دین صاحب مرحوم نہایت ہی مخلص اور فدائی دوست تھے۔ ان کے مکان پر قیام تھا۔ اس وقت جناب کے ہمراہ خاکسار اور دوسرے بہت سے یار تھے۔ گرمی کا موسم تھا۔ دوپہر کا کھانا تناول فرما کر جناب نے قیلولہ فرمانے کا ارادہ کیا اور دوسرے دوستوں کو بھی آرام کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ اکثر دوست وہیں ادھر ادھر سو رہے مگر صوفی میراں بخش و حاجی نظام دین مرحوم اور مولوی امیر علی نے آپس میں صلاح کی کہ آؤ ہم نہر پر چلیں جو وہاں سے قریب ہی بہتی ہے۔ وہاں درختوں کے سایہ تلے آرام کریں گے۔ جب وہ تینوں دوست نہر پر پہنچے تو کپڑے اتار کر انہیں دھونے میں مشغول ہو گئے اور ساتھ ہی ایک دوسرے کو ہنسی ٹھٹھہ کرنے لگے اور بے ہودہ باتوں میں مصروف ہوئے۔ اسی اثنا میں حاجی نظام دین صاحب مرحوم جو نہایت ہی ذاکر اور فرشتہ سیرت دوست تھے واویلا کرنے اور رونے لگے اور دوسرے دوستوں سے کہنے لگے چلو چلیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحب ہم پر ناراض ہو رہے ہیں۔ غضب الہی نازل ہونے والا ہے۔ حاجی صاحب نے فوراً کپڑے پہن لیے اور دوسرے دوستوں نے بھی ویسے ہی کپڑے لپیٹ لیے اور جناب کی خدمت میں گاؤں کی طرف روانہ ہوئے۔ حاجی صاحب تمام راستہ میں ڈرتے اور کانپتے ہوئے آئے۔ تینوں دوست جناب کی خدمت میں سلام عرض کر کے خاموش بیٹھ گئے۔ جناب نے تینوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم لوگ صرف پیٹ بھرنے کے لئے اللہ والوں کے ساتھ پھرتے ہو باہر جا کر بے ہودہ کاموں میں مشغول

ہو کر ذکر سے غافل ہو جاتے ہیں۔ اگر تمہارا یہی حال ہے تو تمہیں ہمارے ساتھ رہنے کا کیا فائدہ۔ غرض جناب نے ان تینوں کو بہت ڈانتا۔ مولوی امیر علی بیان کرتے ہیں کہ میرے دل میں خیال گزرا کہ شاید حاجی صاحب یا صوفی صاحب نے یا کسی اور دوست نے شکایت کی ہوگی۔ یہ خیال دل میں گزرا ہی تھا کہ جناب نے فرمایا امیر علی مجھے کسی نے نہیں بتایا۔ اللہ کریم اپنے بندوں پر تمام جہان کے حالات ظاہر کر دیتا ہے اور وہ ذرہ بھر پوشیدہ نہیں رہتا۔ ہم سب نے توبہ کی اور معافی مانگی۔ جناب نے معاف تو کر دیا لیکن ہر ایک کو ایک ایک کام سپرد کیا تا کہ اس غفلت کا تدارک ہو جائے۔ امیر علی کو فرمایا کہ تم تمام رات ذکر کرتے رہو اور دوستوں کو بھی ذکر میں مشغول رکھو۔ حاجی صاحب کو فرمایا کہ تم باہر سڑک پر وعظ کرو اور صوفی صاحب کو فرمایا کہ تم پنکھا ہلاتے رہو اور اس طرح جناب نے ان کی اس غفلت کی تلافی فرمائی۔

بابو کریم دین صاحب مرحوم جن کی بیعت کو تو جناب خواجہ خواجگان خواجہ فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھی لیکن تربیت اور تعلیم و تکمیل جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ اور برکت سے ہوئی تھی وہ محکمہ ریلوے میں ملازم تھے۔ دوران قیام لالہ موسیٰ سٹیشن ایک دفعہ ان کے پاس ایک شخص عربی لباس پہنے صوفیوں کی سی وضع قطع بنائے آیا۔ بابو صاحب نے ان کو نیک آدمی سمجھ کر بہت خدمت و تواضع کی۔ اس نے بابو صاحب سے اس رنگ ڈھنگ کی باتیں کیں اور کشف و کرامات بیان کیے کہ بابو صاحب اس کے دام تزویر میں آ کر اس کے معتقد ہو گئے۔ جب بابو صاحب نوکری سے فارغ ہو کر گھر آتے تو عرب صاحب بابو صاحب کو قبرستان میں ہمراہ لے جاتے اور وہاں جا کر کہتے کہ اس قبر والے کا یہ حال ہے۔ اس قبر والے کی ایسی حالت ہے۔ غرض ایسے ایسے داؤ پیچ کھیلے کہ بابو صاحب اس سے مسخر ہو گئے اور جناب حضرت صاحب کی طرف سے اعتقاد و محبت کم ہونے لگی بلکہ جب کبھی حضرت صاحب کا ذکر آتا تو وہ مکار عربی یوں کہتا کہ حضرت صاحب ہیں تو نیک آدمی مگر ابھی جس منزل اور مرتبہ پر میں ہوں وہ نہیں پہنچے۔ لالہ موسیٰ کے بعض دوستوں نے جب یہ حال دیکھا تو انہوں نے بابو صاحب کو نہایت نصیحت کی کہ یہ کوئی مکار اور فریبی آدمی معلوم

ہوتا ہے۔ اس کو نکال دینا چاہئے مگر بابو صاحب کسی کا کہا نہ مانتے تھے بلکہ اٹے دوستوں کو کہتے تھے کہ یہ شخص بہت ہی اعلیٰ مرتبہ پر پہنچا ہوا ہے۔ اس معاملہ کے متعلق دوستوں نے حضرت صاحب کی خدمت میں بذریعہ نامہ عرض کیا اور جو کچھ واقعات ظاہر ہوتے تھے سب تحریر کر کے التجا کی کہ جناب اس کے متعلق اپنی فراست باطنی سے معلوم کر کے ارشاد فرمائیں کہ یہ شخص کیسا ہے اور کیا کچھ اس کی حالت ہے۔ جب حضرت صاحب کی خدمت میں عرض داشت پہنچی اور جناب نے ملاحظہ فرمایا تو اس کے جواب میں آپ نے بابو صاحب کی طرف لکھا کہ جہاں تک اس عرب کے متعلق فقیر نے اپنی کشفی نظر میں دیکھا ہے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص طریقت والوں میں سے نہیں ہے۔ درویشی کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اس کی باتوں پر نہ جائیں جو کچھ بیان کرتا ہے سب جھوٹ ہے۔ جب بابو صاحب کے پاس جناب کا نوازش نامہ صادر ہوا اور بابو صاحب نے پڑھا تو پھر بھی بابو صاحب کے اعتقاد میں جو عرب صاحب کے حق میں راسخ ہو چکا تھا کچھ فرق نہ آیا۔ دوستوں نے پھر سمجھایا کہ جو کچھ جناب حضرت صاحب نے فرمایا ہے درست ہے۔ اس پر عمل کرنا چاہئے مگر بابو صاحب فرماتے ممکن ہے کہ حضرت صاحب کے کشف میں غلطی واقع ہو گئی ہو۔ دوستوں نے پھر حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ بابو صاحب نہیں مانتے۔ اس کے جواب میں حضرت صاحب نے فرمایا کہ بابو صاحب کو کچھ نہ کہو۔ تھوڑے دنوں میں ہی بابو صاحب کو خود پتہ لگ جائے گا کہ یہ شخص جھوٹا ہے یا سچا۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد اس نے بابو صاحب سے کہا کہ اب میں واپس مدینہ شریف اپنے گھر جانا چاہتا ہوں۔ میرا پتہ مدینہ شریف کا یہ ہے۔ اگر آپ نے یا آپ کے کسی دوست نے آنا ہو تو اس پتہ پر آجائے یا خط لکھنا ہو تو اس پتہ پر لکھیں مگر میرے پاس کرایہ نہیں ہے آپ مجھے قرض حسنہ کے طور پر کرایہ کے لئے روپے دے دیں۔ گھر پہنچ کر بذریعہ منی آرڈر آپ کو روانہ کر دوں گا۔ بابو صاحب نے بڑی خوشی سے روپیہ کرایہ کے لئے دے دیا اور پتہ لکھ لیا۔ جب روانہ ہونے لگا تو بابو صاحب کو کہا کہ آپ مجھے چند برتن اپنے وطن کے خرید دیں ان کو میں سوغات کے طور پر اپنے وطن لے جاؤں گا اور ان کی قیمت بھی آپ کو روانہ کر

دوں گا۔ غرض اسی طرح بہت سا مال اور اسباب بابو صاحب سے لے کر گاڑی پر سوار ہو گیا۔ کچھ دنوں تک تو بابو صاحب منتظر رہے کہ آج خط آتا ہے۔ اب منی آرڈر آتا ہے مگر جب بہت عرصہ گزرنے پر بھی کسی قسم کا پتہ نہ لگا تو بابو صاحب نے حاجیوں کی معرفت سے اس شخص کا پتہ دریافت کیا لیکن معلوم ہوا کہ اس نام کا کوئی شخص مدینہ منورہ میں نہیں رہتا بلکہ پتہ بھی نامکمل ہے۔ اب تو بابو صاحب بہت پچھتائے اور اپنے کئے پر بہت نادم و شرمندہ ہوئے۔ جناب حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگی اور اقرار کیا کہ آئندہ ایسے لوگوں سے احتیاط رکھوں گا۔ اللہ تعالیٰ ایسے لیروں سے بچائے۔ آمین

ایک دفعہ بابو کرم دین صاحب مرحوم نے فرمایا کہ جب میں جناب حضرت صاحب کی وساطت اور وسیلہ سے جناب خواجہ صاحب علیہ الرحمہ کے ہاتھ پر توبہ و انابت اور بیعت سے مشرف ہوا اور جناب خواجہ علیہ الرحمہ نے مجھے جناب حضرت صاحب کی خدمت اور مجلس میں حاضر ہونے کی تاکید فرمائی۔ ان دنوں راولپنڈی سٹیشن کے متصل موضع مریٹر حسن کے پاس ایک بروری سائیڈنگ سٹیشن تھا میں وہاں ملازم تھا۔ جناب خواجہ صاحب رحمہ اللہ تو پنجاب کی طرف تشریف لے گئے۔ چند دنوں کے بعد میں نے جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ کی دعوت کی۔ حضور بڑی خوشی سے سٹیشن پر تشریف لائے۔ کھانا تناول فرمانے کے بعد میں نے عرض کیا کہ جناب باوا جی صاحب رحمہ اللہ پنجاب کی طرف سے واپس مراجعت فرمائیں۔ مجھے بھی اطلاع فرمائیں تاکہ زیارت سے مستفید ہو سکوں۔ جناب حضرت صاحب نے فرمایا بابو صاحب جیسے آپ کے پاس تار ہے اس سے بہتر ہمارے پاس بھی تار ہے۔ جب بابا جی صاحب رحمہ اللہ تشریف لائیں گے تو آپ کو خبر ہو جائے گی۔ اطمینان رکھیں۔ چنانچہ جس رات کو جناب بابا جی صاحب رحمہ اللہ راولپنڈی تشریف لائے اسی رات خواب میں مجھے بتلایا گیا کہ بابا جی صاحب رحمہ اللہ فلاں وقت فلاں گاڑی پر تشریف فرما ہوں گے۔ چنانچہ ٹھیک اسی گاڑی پر جیسے کہ خواب میں دیکھا تھا بابا جی صاحب رحمہ اللہ تشریف لائے اور میں زیارت سے مشرف ہوا۔

مولوی ثناء اللہ صاحب فرماتے ہیں ابتدا حال میں ایک دفعہ میں جناب حضرت

صاحب رحمہ اللہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ جناب اس وقت عید گاہ میں عالم تحیر و تفکر میں محو و مستغرق تھے۔ جب جناب کو اس حالت سے افاقہ ہوا تو جناب نے عالم معرفت کے متعلق گفتگو شروع کی۔ اثناء تقریر میں جناب نے فرمایا کہ یہ عید گاہ کسی دن گلزار بن جائے گی اور خدا کی مخلوق گروہا گروہ یہاں آ کر فیض و برکت حاصل کرے گی۔ ماشاء اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج عید گاہ کی وہی حالت ہے کہ رشک جنت بنی ہوئی ہے اور بالکل اس شعر کی مصداق ہے

اگر فردوس بر رُوءِ زمیں است

ہمیں است وہمیں است وہمیں است

مولوی صاحب مذکور بیان فرماتے ہیں کہ اسی طرح ایک دفعہ حضرت صاحب رحمہ اللہ عید گاہ میں محو تفکر تھے کہ اتنے میں ایک شخص جناب کی خدمت میں آ کر بیٹھ گیا۔ اس کی ظاہر شکل و شباهت مولویانہ تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ یہ شخص صاحب علم ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے عرض کیا کہ مجھے خاندان عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہونے کا شوق ہے۔ جناب میرے حال پر توجہ فرمائیں اور مجھے داخل طریقت فرمائیں۔ جناب نے ایسا کرنے سے انکار کیا۔ اس نے اصرار کیا۔ جناب کے بڑے صاحبزادہ جناب مولینا مولوی عبدالعزیز صاحب قدس سرہ بھی اس وقت خدمت عالیہ میں حاضر تھے۔ ہم دونوں نے اس کے لئے سفارش کی۔ جناب نے ہماری سفارش قبول فرما کر اس کو بیعت کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ جب اس نے بیعت کے لئے ہاتھ باہر نکالا تو جناب نے اس کا ہاتھ پکڑ کر پھر چھوڑ دیا اور فرمایا کہ کیا تو نے پہلے قادیان میں بیعت کی ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ جناب نے فرمایا جب تک تمہارا دل قادیان کی کدورت سے صاف نہ ہوگا اور ادھر کا عقیدہ نہ چھوڑو گے تم داخل طریقت نہیں ہو سکتے۔ غرض جناب نے اس کو بیعت نہ کیا ایسے ہی دخصت کر دیا۔ جناب نے ہماری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ ایسے آدمیوں کی سفارش نہیں کرنی چاہئے۔ ایسے لوگ مفسد اور فتنہ پرداز ہوتے ہیں۔ دوسرے دوستوں کو بھی خراب کرتے ہیں۔

مولوی صاحب مذکور فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جناب حکیم حامد علی صاحب مرحوم جو علم طلب میں کمال دستگاہ رکھتے تھے اور فقراء کی محبت و اعتقاد ان کے رگ و ریشہ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی میرے ہمراہ جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوئے۔ حکیم صاحب فرمانے لگے کہ اگر فلاں فلاں آرزو میری جناب کی توجہ و برکت سے پوری ہوگئی تو میں مانوں گا کہ جناب اللہ تعالیٰ کے مقبول ولی ہیں۔ جب جناب کی زیارت و قدم بوسی سے مشرف ہوئے تو جناب نے پیشتر اس کے کہ حکیم صاحب عرض کریں فرمایا کہ حکیم صاحب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ اطمینان اور تسلی رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ مشکل نہیں۔ حکیم صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ اس دن کے بعد میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور جناب کی توجہ و برکت سے ہر معاملہ میں کامیاب اور فائز المرام ہوتا رہا۔ آج کل ان کے قائم مقام حکیم صاحب مرحوم کے چھوٹے بھائی حکیم خادم علی صاحب بہمہ صفت موصوف ہیں۔ انسانی صورت فرشتہ سیرت مجسم مکارم اخلاق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمر میں برکت کرے۔ جناب کے اعلیٰ و اجل خلیفہ ہیں نہایت ہی معتقد اور مخلص ہیں۔

مولوی صاحب مذکور فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سیالکوٹ کے متصل موضع بھڑتھ بھی آپ تشریف لے گئے۔ اس وقت وہاں چند دوست تھے۔ لوگوں نے ذکر کے حلقہ کو دیکھ کر بہت مخالفت کی اور دنگ و فساد پر آمادہ ہو گئے۔ حضور کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ذاکر آدمی جس گاؤں میں جاتا ہے یا وہاں سے گزر جاتا ہے۔ وہاں کچھ نہ کچھ برکت چھوڑ جاتا ہے چونکہ یہاں ذکر کا حلقہ ہو چکا ہے لہذا ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس گاؤں کے گھر گھر گلی کوچہ میں کلمہ و ذکر کی آوازیں آئیں گی۔ چنانچہ آج کل اس گاؤں کا یہ حال ہے کہ تمام گاؤں کے زن و مرد داخل طریقت ہو کر حلقہ غلامی میں آگئے ہیں اور ہر گھر سے ذکر و کلمہ کی آوازیں آتی ہیں اور جب کبھی حضور سیالکوٹ تشریف لے جاتے تو وہاں کے لوگ حضور کی پاکی اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے جاتے۔

مولوی صاحب مذکور بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت صاحب رحمہ اللہ لاہور و امرتسر

کی طرف دوستوں کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ میں اور سائیں کریم بخش مرحوم جو بچے عاشقوں میں سے تھے ہمراہ تھے۔ سفر سے واپسی پر جب وزیر آباد اسٹیشن کے نزدیک پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ اتر کر مستری میراں بخش صاحب کو دیکھنا۔ معلوم ہوتا ہے وہ راولپنڈی سے واپس آرہے ہیں۔ جب وزیر آباد کا اسٹیشن آیا تو اتر کر دیکھا تو مستری میراں بخش صاحب پلیٹ فارم پر موجود تھے۔ مستری صاحب جناب کے سابقین مخلص دوستوں میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بخشے۔

حافظ دین محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں میں رسالہ پور پلٹن میں امام تھا چند روز کی رخصت پر گھر آیا ہوا تھا۔ جب پھر جانے کا ارادہ کیا تو میری اہلیہ بھی میرے ساتھ جانے کو تیار ہو گئی اور حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں رخصت ہونے کے لئے حاضر ہوا۔ حضور نے فرمایا کہ تم اپنی اہلیہ کو ساتھ نہ لے جاؤ۔ اس کو گھر میں رہنے دو۔ اپنی والدہ کے پاس رہنے سے اسے سہولت و آرام رہے گا۔ میں نے بھی اپنی بیوی کو سمجھایا لیکن اس نے ایک نہ مانی اور ساتھ ہی جانے کی ضد کی۔ میں نے پھر عرض کیا کہ میری بیوی ساتھ ہی جانا چاہتی ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا لے جاؤ۔ فقیر کا خیال تھا کہ تکلیف سے بچ جائے مگر تقدیر یوں ہی ہے۔ تکلیف اٹھائے گی۔ جب میں اپنی اہلیہ کو لے کر رسالہ پور پہنچا تو جاتے ہی سخت بیمار ہو گئی اور اس سے ایک لڑکی ہوئی جو مر گئی۔ بیماری کی وجہ سے مجھے بھی تکلیف ہوئی لیکن میری بیوی کو تو بہت ہی تکلیف اٹھانی پڑی۔

حافظ صاحب مذکور بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک حکیم صاحب جو ضلع ہزارہ کے رہنے والے تھے جناب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تھوڑی دیر خدمت میں حاضر رہ کر چلے گئے۔ اس کے جانے کے بعد جناب نے دریافت فرمایا کہ یہ حکیم صاحب کس مشرب کے آدمی تھے۔ مولوی فضل احمد صاحب بھی موجود تھے۔ جھٹ بول اٹھے کہ نیک آدمی معلوم ہوتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شخص مہوسی ہے اور کیمیا گری کی ہوس اس کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی ہے۔ میں چونکہ حقیقت حال سے واقف تھا۔ میں نے عرض کیا حضور نے درست فرمایا ہے واقعی یہ شخص اسی طریق کا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایسے

اشخاص کی مجلس سے پرہیز کرنا چاہیے یہ لوگ کسی اور نظر سے حاضر ہوتے ہیں۔ ناحق عمر اور مال و دولت کو ضائع کرتے ہیں اگر اتنی کوشش خدا کی طرف آنے کی کریں تو باکمال ہو جائیں۔

حافظ صاحب مذکور بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حافظ محمد زمان صاحب نوشہرہ چھاؤنی سے تشریف لائے اور حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ملاقات کے بعد بہت جلد رخصت کر دیا اور فرمایا کہ سیدھے گھر چلے جاؤ راستہ میں میرے ساتھ ملاقات ہو گئی۔ میں نے اصرار کیا کہ آج کی رات آپ میرے ہاں قیام فرمائیں صبح کو گھر چلے جانا۔ چنانچہ میرے اصرار پر وہ راضی ہو گئے اور ایک رات رہ کر گھر چلے گئے۔ صبح ان کو رخصت کر کے میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حافظ صاحب کو آج کی رات میں نے اپنے پاس رکھا تھا۔ حضور نے فرمایا کہ میں نے حافظ صاحب کو سیدھے گھر جانے کی نسبت کہا تھا تو آپ کے پاس کیوں ٹھہرے۔ میں خاموش ہو گیا۔ کچھ دنوں کے بعد حافظ صاحب سے ملنے کا اتفاق ہوا ان سے دریافت کیا کہ گھر میں خیر تو تھی۔ حافظ صاحب نے بیان کیا کہ گھر پہنچ کر دیکھا تو میرا مکان بوجہ بارش گر گیا تھا اور میرے اہل و عیال سب حیران و پریشان باہر بیٹھے ہوئے تھے۔ جناب کے جلدی رخصت کرنے میں دراصل یہی حکمت تھی کہ گھر والے تکلیف میں ہیں راستہ میں ٹھہرنا مناسب نہیں۔

سید راجن شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں اپنے بھائی فتح علی شاہ کو بیعت کرانے کے لئے جناب کی خدمت میں اپنے ساتھ لایا۔ سلام اور آداب کے بعد جناب نے حال دریافت فرمایا اور حاضرین مجلس میں سے ایک دوست کی طرف مخاطب ہوئے اور اس کو کسی دنیاوی کام کے متعلق صلاح و مشورہ دینے لگے۔ اثناء گفتگو میں میرے بھائی فتح علی شاہ کی طرف توجہ کر کے فرمایا کہ صاحب جب شیطان دل میں وسوسہ ڈالے اور کہے کہ یہ دنیا دار ہیں یہ ولی اللہ نہیں ہیں۔ اس آدمی کو لاجول پڑھنا چاہئے اور اپنے بائیں طرف تین دفعہ تھوکنا چاہئے۔ اتنا فرما کر آپ نے پھر اسی دوست کے ساتھ گفتگو شروع کی۔ اس کے بعد جناب دولت خانہ کے اندر تشریف لے گئے اور ہم کو فرمایا کہ جاؤ بازار کی سیر کر آؤ۔ جب

ہم باہر سیر کو نکلے تو میں نے اپنے بھائی سے پوچھا کہ دوران گفتگو میں تمہاری طرف مخاطب ہو کر یہ فرمانے کا کیا سبب ہے۔ اس نے بیان کیا کہ جس وقت جناب اپنے دوست کو دنیاوی امور کا مشورہ دے رہے تھے اس وقت میرے دل میں خیال گزرا کہ جناب میں دنیاوی عقل بہت ہے اور بہت ہی دانا ہیں اور فقیری والی کوئی بات نہیں۔ میں ان سے بیعت نہیں کروں گا۔ میرے دل میں یہ خطرہ گزرا ہی تھا کہ جناب نے جھٹ مجھے آگاہ کر دیا لہذا اب میں بیعت ضرور کروں گا چنانچہ شام کے بعد میرا بھائی حلقہ ارادت و بیعت میں داخل ہو گیا۔

حافظ دین محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ جناب سے بیعت ہونے کے چند دن بعد مجھے اپنے گاؤں سے شہر راولپنڈی میں آنے کا اتفاق ہوا۔ بازار سے چند اشیاء خرید کر واپس چلا گیا اور جناب کی زیارت و قدم بوسی کے لئے حاضر نہ ہوا کیونکہ میں اس وقت ابھی آداب طریقت سے ناواقف تھا۔ چند دنوں کے بعد پھر مجھے راولپنڈی آنے کا اتفاق ہوا۔ جب قدم بوسی کے لئے جناب کی خدمت میں حاضر ہوا تو جناب نے فرمایا کہ پچھلی دفعہ تم شہر میں آئے تھے تو بغیر ملاقات چلے گئے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں جناب آیا تھا اور بغیر ملاقات کے چلا گیا تھا۔ جناب نے نصیحت فرمائی کہ آئندہ ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ آداب طریقت کے خاف ہے۔ مرید کو لازم ہے کہ جب اپنے پیر کے شہر میں آئے تو پہلے اپنے پیر کی زیارت و ملاقات کرے پھر کوئی اور کام کرے۔

ایک دفعہ ایک شخص فقیرانہ لباس میں عید گاہ آیا جو کہ ظاہر اعبادت گزار معلوم ہوتا تھا۔ ایک ماہ تک وہ عید گاہ رہا اور لنگر سے روٹی کھاتا رہا۔ رخصت کے وقت وہ جناب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ میں کیمیا گر ہوں۔ چاندی سونا اچھی طرح بنانا جانتا ہوں۔ جناب کی خدمت میں اکثر زیادہ درویش رہتے ہیں، خرچ زیادہ ہوتا ہے۔ میں آپ کو ایک بوٹی بتاتا ہوں جس سے سونا و چاندی بن جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ان درویشوں کا رازق خدا ہے ہم نہیں ہیں۔ جس نے پیدا کیا ہے وہ خود روزی پہنچا دیتا ہے۔ ہمیں کیمیا گری کی ضرورت نہیں۔ اس نے پھر کچھ اصرار کیا آپ نے ایک طمانچہ اس کے

منہ پر مارا اور فرمایا کہ میں ایک شیطان سے پیچھا نہیں چھڑا سکا ایک اور شیطان پیچھے آ پڑا ہے۔ جاؤ نکل جاؤ۔ خبردار آئندہ کسی درویش کے ساتھ دھوکہ نہ کرنا ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔

میاں فقیر محمد صاحب ساکن چوہڑ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ ہمارے گاؤں میں رونق افروز تھے۔ چاشت کی نماز سے فارغ ہو کر آپ صحن مسجد میں اپنے وظائف میں مشغول تھے کہ اتنے میں کوہاٹ کی طرف سے راوپنڈی کو جاتی ہوئی گاڑی پر نظر پڑی۔ جناب نے فرمایا میاں صاحب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس گاڑی پر جناب بابا جی صاحب چورہ شریف سے تشریف لارہے ہیں جلدی چلنا چاہئے تاکہ آپ کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ جلدی کے باعث ٹانگہ تو مل نہ سکا گھوڑی پر ہی سوار ہو کر سٹیشن کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں بھی اور چند اور دوست بھی ہمراہ ہو گئے۔ گاڑی بھی سٹیشن پر پہنچ گئی۔ سب مسافر گزر گئے لیکن حضرت بابا جی صاحب نظر نہ آئے۔ آپ نے فرمایا ممکن ہے پلیٹ فارم پر ہی ہمارا انتظار فرما رہے ہوں۔ چلو اندر چلیں۔ جب پلیٹ فارم پر پہنچے تو دیکھا کہ آپ پیل کے درخت کے نیچے آرام فرما ہیں اور ہمارے انتظار میں ہیں۔ دوڑ کر قدم بوسی کی۔ خیر و عافیت کے بعد حضرت صاحب نے دریافت کیا کہ جناب نے بہت کرم فرمائی کی ہے۔ غلاموں کو اطلاع دینی تھی۔ بابا جی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا موقع نہ ملا۔ یونہی آنے کا اتفاق ہو گیا لیکن حافظ جی آپ کو کس نے خبر دی کہ ہم آ رہے ہیں۔ آپ نے عرض کیا کہ قبلہ۔ اللہ تعالیٰ نے۔ یہ سن کر خواجہ صاحب رحمہ اللہ بہت خوش ہوئے اور جناب کی پیشانی پر بوسہ دیا اور آپ کے ہمراہ شہر تشریف لے آئے۔

صوفی رحیم بخش صاحب نعت خواں جھنگ کا باشندہ حضور کا غلام بیان کرتا ہے کہ جھنگ سے پانچ چھ کوس کے فاصلے پر ایک گاؤں میں مولوی محمد اسماعیل صاحب رہتے ہیں جو اس علاقہ میں بہت بڑے عالم اور قاضی ہیں۔ ان کے خاندان میں ہمیشہ عالم صوفی مشرب اور ولی ہوتے آئے ہیں۔ ان کے والد مولوی فتح محمد صاحب اپنے وقت کے مشہور لوگوں میں سے تھے اور خواجہ شمس الدین صاحب سیالوی کے خلیفہ تھے۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب جب جھنگ تشریف لاتے تو ہمارے محلہ کی مسجد میں قیام فرماتے اور ہمارے حلقہ ذکر

دختم وغیرہ میں شامل ہوتے اور بہت خوش ہوتے۔ ایک دفعہ انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت صاحب تشریف لائیں مجھے بھی اطلاع کرنا تاکہ میں بھی زیارت کر سکوں۔ تھوڑے دنوں کے بعد حضرت صاحب جھنگ تشریف لے گئے۔ ہم نے مولوی صاحب مذکور کو بھی اطلاع دے دی۔ مولوی صاحب موصوف گاؤں سے رات کو ایسے وقت حاضر ہوئے کہ ملاقات کا موقع نہ تھا۔ صبح کی نماز کے بعد مولوی صاحب نے ملاقات کا ارادہ کیا تو ہم نے کہا کہ اس وقت حضور مراقبہ میں ہیں اور دروازہ بند ہے۔ اشراق کے بعد انشاء اللہ ملاقات کرائیں گے مگر چونکہ مولوی صاحب کو شوق زیادہ دامن گیر تھا انہوں نے ہماری باتوں کی پروا نہ کی اور دروازہ کھول کر خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت صاحب نے دیکھتے ہی فرمایا قاضی صاحب آئیے تشریف لائیے۔ قاضی صاحب حیران رہ گئے کہ اس سے پہلے میرا اور حضرت صاحب کا کوئی تعارف نہ تھا اور نہ ہی کسی دوست نے ابھی تک تذکرہ کیا تھا حضور کو کس طرح معلوم ہو گیا کہ میں قاضی ہوں۔ اس بات سے ان کا شوق بڑھ گیا۔ اشراق کے بعد مجلس قائم ہوئی۔ وعظ و نصیحت حضور نے ایسے مؤثر طریقہ میں فرمائی کہ حاضرین پر بہت اثر ہوا۔ آخر میں آپ نے قرآن شریف کا ایک رکوع بھی پڑھا۔ اس وقت مجلس میں ایک حافظ عبدالحق صاحب جو قرآن مجید پڑھنے میں اپنے آپ کو بے مثل سمجھتا تھا کہنے لگا۔ سبحان اللہ جس ترتیل سے جناب نے قرآن مجید پڑھا ہے میری کیا مجال کہ اس طرح ادا کر سکوں۔ آپ کا ایک ایک حرف سامعین کے دلوں کو مسحور کر رہا تھا اور مولوی محمد اسمعیل صاحب نے فرمایا کہ حافظ صاحب اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اور ولی اللہ ہیں جو لطف اور حظ اس مجلس میں دیکھا ہے کہیں نہیں دیکھا۔

صوفی رحیم بخش صاحب مذکور بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور دوران سفر بمقام لالہ موسیٰ رونق افروز تھے۔ جھنگ کے دوست ملاقات کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔ سردی کے ایام تھے دوست بہت جمع تھے۔ بسترے دوستوں میں تقسیم ہو گئے لیکن جھنگ کے دوست محروم رہے۔ سونے سے قبل آپ نے مولوی فضل احمد صاحب کو بلا کر دریافت فرمایا کہ آپ کو بستر امل گیا ہے؟ عرض کیا جناب ہاں۔ آپ نے خفا ہو کر فرمایا کہ وہ دوست

جو اتنی دور دراز سے سفر طے کر کے محض اللہ واسطے آئے ہیں ان کو بھی پوچھا ہے کہ انہیں بھی بستر ملا ہے یا نہیں؟ جھنگ کے دوست سردی میں کانپ رہے ہیں۔ میں آرام نہیں کروں گا۔ جب تک کہ دوست بھی آرام میں نہ ہوں۔ ان دوستوں کو دیکھا تو وہ مسجد میں خاموش بیٹھے تھے۔ فوراً بستروں کا انتظام کیا گیا۔ جب وہ آرام سے لیٹ گئے تب آپ نے بھی آرام فرمایا۔ یہ آپ کے خلقِ عظیم کی ایک ادنیٰ مثال تھی۔

صوفی عبدالرحمن صاحب سہارنپوری فرماتے ہیں ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضور عید گاہ میں رونق افروز تھے۔ بہت سے دوست خدمت میں حاضر تھے اور آپ دوستوں کو وعظ و نصیحت فرما رہے تھے۔ مجلس کے بعد حضور سے اجازت لے کر میں نے لئی کی طرف کا قصد کیا تا کہ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر نالہ لئی پر وضو کر آؤں۔ حضور نے فرمایا لئی سے مچھلی بھی لے آنا۔ میں نے عرض کیا کہ جناب بہت اچھا۔ دل میں صرف اس قدر خیال آیا کہ آپ کا دل مچھلی کھانے کو چاہتا ہے۔ لئی ندی سے وضو کر کے اٹھنے کو ہی تھا دیکھا کہ ایک مچھلی میری طرف آرہی ہے۔ حتیٰ کہ قریب پہنچ گئی۔ میں نے ہاتھ کا جھٹکا جو دیا تو وہ اچھل کر کنارہ پر آ پڑی۔ میں نے اس کو پکڑ لیا اور اس نے کوئی حرکت نہ کی۔ اس کی پشت پر تین کانٹے تھے۔ اگر حرکت کرتی ہاتھ زخمی ہو جاتا اور وہ چھوٹ بھی جاتی۔ مچھلی اچھی خاصی تھی اور بہت خوبصورت تھی۔ قبلہ عالم حضرت صاحب کی خدمت اقدس میں لے آیا۔ حضور مچھلی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ فرمایا کہ یہ خالق کا عطیہ ہے۔ گھر لے جاؤ اور اپنی والدہ صاحبہ کو کہو کہ اچھی طرح پکائے۔ جب پک جائے تو پھر لاؤ۔ میں اس کو گھر لے گیا۔ میری والدہ صاحبہ نے جو حضور کی بہت معتقد تھیں بڑے شوق سے پکائی اور میں حضور کی خدمت میں لایا۔ حضور تناول فرماتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ یہ مچھلی اتنی لذیذ ہے کہ آج تک ہم نے کبھی نہیں کھائی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے۔

مولانا مولوی محمد شریف صاحب بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت صاحب رحمہ اللہ سمبڑیاں ضلع سیالکوٹ میں تشریف لے گئے۔ عصر کے وقت ایک دوست بازار سے دودھ اور جلیبیاں لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے پیالہ ہاتھ میں لیا اور جلیبی

کھانے کو ہی تھے کہ آپ نے پیالہ زمین پر رکھ دیا اور دریافت کیا کہ یہ جلیبی مشرک و نجس دکان سے تو نہیں خریدی۔ اس دوست نے عرض کیا کہ نہیں جناب مسلمان دکاندار سے خرید کر لایا ہوں۔ آپ نے پھر پوچھا کہ صاف صاف بتا دو کیونکہ مشرک نجس ہوتا ہے۔ اس کا پکایا ہوا کھانا درست نہیں۔ اس دوست نے پھر کہا کہ مسلمان دکاندار نے بنائی ہیں۔ آپ نے پیالہ اٹھا لیا اور جلیبی کو دیکھ کر فرمایا کہ جلیبی کہہ رہی ہے کہ میں مشرک کے ہاتھ سے بنی ہوئی ہوں لیکن یہ شخص مسلمان بتا رہا ہے۔ سب دوست بھی حیران تھے اور وہ شخص اصرار کر رہا تھا کہ جلیبی مسلمان کی بنی ہوئی ہے اور آپ فرما رہے تھے کہ مشرک کی بنی ہوئی ہے۔ صاحب خانہ بھی اتنے میں آ پہنچا۔ اس نے یہ ماجرا دیکھ کر عرض کیا کہ حضور بجا ارشاد فرما رہے ہیں۔ سمڑیال میں کوئی حلوائی مسلمان نہیں جو جلیبی بناتا ہو۔ وہ شخص بہت شرمندہ ہوا اور اپنے قصور پر نادم ہو کر معاف کا خواستگار ہوا۔ چنانچہ آپ نے پیالہ واپس کر دیا۔ بھلا دوست کب کھا سکتے تھے۔ انہوں نے بھی پیالے رکھ دیئے۔ گو نقصان تو ہوا لیکن دوستوں پر بہت اثر ہوا کہ نجس چیز کو نہیں کھانا چاہئے اور آپ کا کشف دیکھ کر بہت ہی حیران ہوئے۔ یہ آپ کا اتفاق تھا کہ آپ حتی الامکان ہمیشہ مشتبہ اشیاء سے پرہیز فرمایا کرتے تھے۔

مولینا صاحب مذکور بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ وزیر آباد رونق افروز تھے۔ رات کو ایک دوست کے گھر دعوت تھی۔ جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بمعہ دیگر دوستوں کے دعوت کے لئے روانہ ہونے لگے تو آپ نے سائیں جلال دین صاحب خلیفہ مجاز ساکن واہنڈو کو فرمایا کہ ایک موٹا عصا بھی لے لینا۔ چنانچہ سائیں صاحب نے حسب ارشاد ایک عصا ہاتھ میں لے لیا چونکہ رات اندھیری تھی اس لئے روشنی کی خاطر لائٹیں بھی ساتھ تھیں۔ راستہ میں ایک بہت بڑا سانپ بیٹھا ہوا نظر آیا۔ سائیں صاحب نے اسے بڑھ کر مار دیا۔ یہ سانپ بہت زہریلا تھا۔ زہر کے اثر سے سائیں صاحب کے بازو کو سوجن ہو گئی اور ساتھ ہی درد نے بیتاب کر دیا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا آپ نے کچھ پڑھ کر دم کیا جس سے درد بالکل جاتا رہا اور سوجن بھی اتر گئی۔

عطا محمد سپاہی محکمہ نمک کھیوڑہ بیان کرتا ہے کہ ۱۹۳۱ء میں جب میں عرس مبارک میں

شمولیت کی غرض سے حاضر ہوا تو میرے ساتھ میرا بھانجہ بھی تھا۔ دوستوں کی خدمت کے لئے ہماری ڈیوٹی عید گاہ والے کنوئیں پر لگی تھی۔ وہاں سے ہم پانی لنگر کے لئے نکال رہے تھے۔ باقی دوست بھی اسی طرح اپنے اپنے کاموں میں مشغول تھے۔ قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ عبادت خانہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے ایک دوست کو فرمایا کہ وہ جو دو دوست کنوئیں پر کام کر رہے ہیں انہیں کہو کہ روٹی کھالیں پھر کام کرنا۔ میں یہ سن کر حیران ہو گیا کہ حضور عالی نے ازراہ شفقت اتنے دوستوں میں سے خاص کر ہم پر کرم فرمائی کی ہے۔ ضرور اس میں بھید ہے۔ تعمیل ضروری تھی کام چھوڑ کر روٹی کھانے لگے۔ میں نے اپنا خیال اپنے بھانجہ پر ظاہر کیا۔ اس نے کہا بات یہ ہے کہ مجھے سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ دل میں بار بار یہ ہی آتا تھا کہ کام چھوڑ کر یہاں سے بھاگ جاؤں۔ اس خیال کا آنا ہی تھا کہ ادھر سے حضور عالی کا پیغام پہنچ گیا اور میری جان میں جان آ گئی۔

ایک دوست فضل الہی ساکن ڈھوک سیداں ضلع جہلم حال چھاؤنی چک لالہ بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ ہم قبلہ عالم کی زیارت کے لئے عید گاہ حاضر ہوئے۔ میرے ہمراہ تین اور دوست تھے جن میں سے ایک ٹیلر ماسٹر تھا۔ جب حضور عالی سے رخصت ہوئے تو عید گاہ کے ایک خادم کو دیکھا کہ وہ پھول گو بھی کاٹ کر اکٹھا کر رہا ہے۔ ماسٹر صاحب نے کہا کہ یہ جو پھول ہے اگر حضرت صاحب تبرک کے طور پر مجھے عنایت فرمادیں تو بہت اچھا ہے۔ میں نے کہا کہ حضور اگر خود خوشی سے عنایت فرمادیں تو ازیں چہ بہتر لیکن میں خود بخود نہیں مانگوں گا۔ آپ ہی ہمت کریں۔ ماسٹر صاحب سے رہانہ گیا۔ آخر سوال کر ہی دیا۔ وہاں کیا کمی تھی۔ آپ نے خادم کو حکم دیا کہ ایک پھول ماسٹر صاحب کو دے دو۔ خادم نے ایک چھوٹا سا پھول دے دیا۔ اور ہم وہاں سے رخصت ہو گئے۔ راستہ میں ماسٹر صاحب نے کہا کہ اگر وہی بڑا پھول مل جاتا تو ہم اس کو آپس میں بانٹ لیتے۔ میں نے کہا بھائی ہم ہمیشہ یہاں سے تبرک حاصل کرتے رہتے ہیں۔ اس پھول سے حصہ نہیں لیتے۔ سب تم ہی رکھ لو۔ اتنے میں وہ خادم دوڑا ہوا آیا اور کہا چلو جناب حضرت صاحب نے یاد فرمایا ہے۔ جب ہم سب واپس گئے تو آپ نے فرمایا کہ ماسٹر صاحب کو وہی پھول دو جس پر ان کی نگاہ تھی۔

یہ چھوٹا پھول لے لو بلکہ ہمراہیوں کو بھی دو پھول دے دو۔ ماسٹر صاحب نے وہی بڑا پھول اٹھا لیا اور خوشی خوشی گھر آ گئے۔ ماسٹر صاحب اس واقعہ سے بہت متاثر ہوئے۔ میں نے کہا یہ تو آپ کے کشف کی ایک ادنیٰ بات ہے۔

مولوی فضل احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت صاحب رحمہ اللہ پشاور کے دوستوں کی ملاقات کے لئے وہاں رونق افروز ہوئے۔ جناب صاحبزادہ صاحب مولوی عبدالرحمن صاحب مدظلہ و حاجی نور دین صاحب بھی ہمراہ تھے۔ ایک دن عصر کے بعد حضور اخوندرویزہ صاحب رحمہ اللہ کے مزار کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں آپ مراقب ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے سر مبارک اٹھایا اور تبسم فرمایا پھر مراقب ہوئے اور پھر تبسم فرمایا۔ اسی طرح تین بار حضور نے مراقبہ بھی کیا اور تبسم بھی فرمایا۔ یہاں سے فارغ ہو کر آپ نے مزار کے مجاور سے دریافت فرمایا کہ سردار ابراہیم خان صاحب کی قبر کہاں ہے۔ اس نے قریب ہی ایک قبر کی طرف اشارہ کر کے بتلایا کہ یہ ہے۔ حضور نے وہاں جا کر بھی فاتحہ خوانی کی۔ راستہ میں آپ نے فرمایا کہ یہ افغان مرکر بھی معارضہ سے باز نہیں آیا۔ ہم نے عرض کی کہ حضور آپ کا دوران مراقبہ میں سر اٹھانا اور تبسم فرمانا ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا واقعہ ہوا۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب ہم آخون صاحب رحمہ اللہ کے مزار پر مراقب تھے تو یہ صاحب قبر جس کا نام سردار ابراہیم خان ہے عالم مثال میں حاضر ہوا اور دعا کے لئے معارضہ کرنے لگا کہ حضور آخون صاحب رحمہ اللہ کے مزار پر تو آپ نے فاتحہ خوانی کی ہے لیکن اس غلام کے حق میں بھی دعائے خیر فرمادیں۔ تین بار میں نے سر اٹھایا اور تین بار مراقب ہوا۔ ہر بار اس نے معارضہ کیا اور ہر بار میں ہنس دیا۔ آخر مجھے مجاور سے دریافت کرنا پڑا کہ سردار ابراہیم خان صاحب کی قبر بھی پاس ہی ہوگی۔ اس لئے اس کی قبر پر خاص طور پر کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھا گیا جس کے بعد وہ نہایت خوش نظر آتا تھا۔ سردار ابراہیم کابل کارہنے والا شاہی خاندان سے تھا۔ راولپنڈی میں مدت تک مقیم رہا تھا اور جب تک راولپنڈی رہا نہایت خلوص اور عقیدت سے ہمارے پاس آتا جاتا رہا۔ اسی محبت کے باعث خان صاحب مرحوم نے زبردستی دعا خیر کروائی۔

روحانی و باطنی تصرف اور آپ کی دعاؤں کی قبولیت

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ ریل گاڑی پر سوار ہو کر ہرن پور سے کھیوڑہ کی طرف دوستوں کی ملاقات کے لئے جا رہے تھے۔ اس سفر میں آپ کے ہمراہ مولوی فضل احمد صاحب، سید فضل شاہ صاحب و حافظ محمد زمان صاحب تھے۔ ایک سٹیشن پر جب گاڑی ٹھہری تو مولوی فضل احمد صاحب و سید فضل شاہ صاحب وضو کرنے کے لئے اترے۔ ابھی وضو ختم نہیں ہوا تھا کہ گاڑی نے وسل دے دیا اور ان کے فارغ ہونے تک گاڑی چل دی۔ انہوں نے چلتی گاڑی پر سوار ہونے کی کوشش کی لیکن گاڑی نے ان کو روک دیا اور دھکیل کر پیچھے ہٹا دیا۔ جب حافظ زمان صاحب نے دیکھا کہ دونوں دوست گاڑی پر سوار نہیں ہو سکے تو انہوں نے فوراً حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ مولوی صاحب اور شاہ صاحب وضو کے لئے اترے تھے گاڑی نے ریل پر سوار نہیں ہونے دیا کیونکہ گاڑی چل پڑی تھی۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ نے سنتے ہی اپنا سر مبارک کھڑکی سے باہر نکال کر دوستوں کو گاڑی کے پیچھے دوڑتے دیکھا اور پھر انجن کی طرف منہ مبارک کر لیا۔ خدا کی حکمت گاڑی اسی وقت ٹھہر گئی۔ مسافر گاڑی کے بلاوجہ ٹھہرنے کے باعث حیران تھے کہ کیا معاملہ ہے لیکن اتنے میں ہر دو دوست دوڑ کر گاڑی میں سوار ہو گئے اور گاڑی روانہ ہو گئی۔ اگلے سٹیشن پر مولوی فضل احمد صاحب نے گاڑی سے دریافت کیا کہ آپ نے ہمیں گاڑی پر سوار ہونے کے بجائے دھکیل دیا تھا بھلا یہ تو بتاؤ کہ گاڑی کس وجہ سے ٹھہری تھی۔ اس نے کہا کہ آپ کو دھکیل کر جب میں اپنے کمرہ میں آیا تو کمرہ میں سخت اندھیرا چھا گیا۔ مجھے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا اور ایسا معلوم ہوا کہ کوئی مجھے کہتا ہے کہ تو نے غضب کیا۔ بریک باندھ کر گاڑی کھڑی کر دو۔ میں نے اسی وقت بریک ڈال دی اور گاڑی کھڑی ہو گئی۔ جب آپ سوار ہو گئے تو وہ اندھیرا بھی جاتا رہا اور میں اطمینان سے کمرہ میں بیٹھا۔ گاڑی اس واقعہ سے بہت متاثر ہوا۔ ہر سٹیشن پر جناب کی خدمت میں بڑے ادب سے حاضر ہوا۔ جب گاڑی کھیوڑہ پہنچی تو اس نے بابو مولا داد صاحب سٹیشن ماسٹر سے بیان کیا کہ میں نے سنا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے (خاص) بندے بھی ہوا کرتے ہیں لیکن آج اپنی آنکھوں سے

ایک مرد کامل کو دیکھا ہے۔ چنانچہ اس نے تمام واقعہ بابو صاحب سے بیان کیا اور کہا کہ وہ بزرگ یہاں ہی تشریف فرما ہیں۔ بابو مولاداد صاحب واقعہ سنتے ہی قبلہ عالم جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر زیارت و بیعت سے مشرف ہوئے۔

مولوی فضل احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک دفعہ دوران سفر میں نوشہرہ علاقہ پشاور میں جانے کا اتفاق ہوا۔ ایک مسجد میں عشاء کی نماز کے بعد وعظ کرتا رہا مگر کسی نے روٹی تک نہ پوچھی اور میں نے بھی کسی سے سوال نہ کیا۔ وعظ کے بعد اسی مسجد میں سو رہا۔ دو بجے ہوں گے کہ ایک درویش نے جو اپنے آپ کو سلطان العارفین حضرت بابو صاحب رحمہ اللہ کا خلیفہ ظاہر کرتا تھا مجھے جگا دیا کہ اٹھو تہجد کا وقت ہے نفل ادا کرو۔ غرض میں قضائے حاجت سے فارغ ہو کر ابھی وضو کر ہی رہا تھا کہ وہی درویش آ کر مجھ سے معافی کا طالب ہوا اور مجھے ساتھ لے جا کر اپنے بسترے پر لٹا دیا۔ میں نے کہا کہ آپ نے جگا بھی اور پھر اس طرح منت سماجت کرنے کا کیا مطلب؟ اس نے کہا کہ جب میں مسجد میں آیا تو تمہیں سوتا دیکھ کر دل میں خیال آیا کہ دیکھوں کیسا شخص ہے۔ تو معلوم ہوا کہ تم تہجد خواں ہوں اور سو رہے ہو اس لئے میں نے جگا دیا۔ جب میں اندر جا کر مراقب ہوا تو بحالت مراقبہ مجھ پر غنودگی طاری ہوئی اور جناب قبلہ عالم صاحب رحمہ اللہ میرے سامنے آ گئے اور مجھے سخت ڈانٹا کہ میرا بچہ فضل احمد بارہ ایک بجے تک تو وعظ کرتا رہا کسی نے روٹی بھی نہ پوچھی۔ ابھی تھوڑی دیر اس نے آرام کیا ہے کہ تم نے اسے جگا دیا۔ وہ اپنے وقت پر اٹھ کر تہجد پڑھ لے گا۔ اس سے میں ڈر گیا اور آپ سے معافی مانگی اور آپ کو بستر پر لٹا دیا۔ اس کے بعد وہ درویش میری خوب خدمت کرتا رہا اور قبلہ عالم جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں بھی حاضر ہو کر فیوض و برکات حاصل کرتا رہا اور دوسرے دوستوں کو بھی حضور عالی کی خدمت میں حاضر ہونے کی تاکید کرتا رہا۔

وعظ میں قطع کلامی کرنے والے کو سزا

مولوی صاحب مذکور فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جناب نے تبلیغ کے لئے دیہات میں روانہ فرمایا اور میرے ساتھ ایک دوست مرزا نام موضع کلیال ضلع راولپنڈی کا رہنے والا بھیج

دیا۔ اس کو فرمایا کہ مولوی صاحب کے ساتھ رہنا اور حتی المقدور خدمت و تواضع سے سلوک کرنا۔ ہم مختلف گاؤں میں وعظ کرتے رہے۔ جب ایک موضع سانگرہ ضلع راولپنڈی میں پہنچے تو میں نے وعظ شروع کیا تو وہ دوست اثناء وعظ میں میرے کلام پر اعتراض کرنے لگا اور بار بار میری بات کو کاٹنے لگا۔ میں نے پیر بھائی سمجھ کر اس کو کچھ نہ کہہ دیا اور نہ ہی اس کو باتوں کا جواب دیا۔ دوپہر کو ہم نے اسی مسجد میں قیلولہ کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ مرزا دوست چنٹا چلاتا مسجد سے باہر بھاگ نکلا اور پکارنے لگا کہ حضرت صاحب رحمہ اللہ مجھے مار گئے مار گئے مار گئے۔ میں ناگاہ نیند سے بیدار ہو کر اس کے پیچھے گیا اور اس کو پھر مسجد میں لے آیا اور پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا کہ جب میں سو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمہ اللہ میرے سر پر آ گئے اور مجھے مارنے اور دھمکانے لگے کہ تو بڑا بے ادب ہے۔ دوران وعظ میں تو کلام کاٹتا اور اس پر اعتراض کرتا ہے۔ کیا اسی غرض کے لئے تمہیں مولوی صاحب کے ساتھ روانہ کیا تھا۔ تم کو ادب سے رہنا چاہئے۔ اس کے بعد جب تک ہم سفر میں رہے وہ بڑے ادب و تواضع سے رہا۔ سفر سے واپس آ کر حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے اول السلام علیکم کے بعد مصافحہ کیا۔ مرزا میرے پیچھے تھا اس نے بھی سلام عرض کیا اور دست بوسی کی۔ پیشتر اس کے کہ ہم کچھ بیان کرتے حضور نے خود ہی فرمایا کہ مرزا ادب سے رہنا چاہئے۔ وعظ میں قطع کلامی کرنا ٹھیک نہیں ہوتا۔ خرددار آئندہ ایسا نہ کرنا۔ اس نے معافی مانگی اور اپنے قصور پر نادم ہوا اور وعدہ کیا کہ آئندہ ایسا نہ کروں گا۔

فرمانِ مرشد کی تعمیل اور بچوں کی صحت یابی

مولوی صاحب مذکور بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں گھر میں موجود تھا اور میرے تینوں بیٹے بخار میں مبتلا تھے۔ اتنے میں حضرت صاحب رحمہ اللہ کا فرمان آیا کہ باہر دوستوں کی ملاقات کے لئے چلے جاؤ۔ میں نے سفر کی تیاری کر دی۔ گھر والوں نے بچوں کی بیماری دیکھ کر باہر جانے سے روکا۔ میں نے کہا کہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کا فرمان ہے مجھے ضرور جانا چاہئے۔ بچوں کا خدا حافظ ہے۔ چنانچہ میں سفر پر چلا گیا۔ دوسرے دن

ایک دوست کو گھر روانہ کیا کہ وہ بچوں کا پتہ لے آئے کہ اب کیا حال ہے۔ اس نے واپس آ کر بیان کیا کہ لڑکے راضی خوشی کھیل رہے تھے۔ یہ سن کر دل کو چین ہوا اور بخیر و خوشی سفر کرتا رہا۔ کچھ دنوں کے بعد جب گھر واپس آیا تو گھر والوں نے بیان کیا کہ تمہارے جانے کے بعد رات کو طبیعت بہت گھبرائی۔ کبھی ایک بچہ کو دیکھتی کبھی دوسرے کو کبھی تیسرے کو۔ بچے بے ہوش تھے۔ بچوں کی بیماری اور اپنی تنہائی پر روتی تھی۔ اسی پریشانی کی حالت میں مجھے اونگھ آ گئی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ تشریف لائے ہیں اور شفقت سے تینوں بچوں کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرماتے ہیں کہ بیٹی گھبراؤ نہیں اب یہ انشاء اللہ تندرست ہو جائیں گے۔ اس کے بعد میں جاگ اٹھی۔ دیکھا تو بچوں کو پسینہ آ رہا تھا۔ پسینہ خشک ہونے پر بخار جاتا رہا اور بچے تندرست ہو گئے۔

سرکاری جہاز پر سفر اور مطلوبہ مقام پر تبدیلی

حافظ محمد زمان صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں پلٹن میں بعہدہ امام مسجد ملازم تھا۔ بوجہ تبدیلی مجھے پلٹن کے ساتھ چھاؤنی بھامون علاقہ ملک برہما (برما) جانا پڑا۔ برہما کے قیام کے زمانہ میں ایک دفعہ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ وہاں تشریف لے گئے اور حاجی رحمت اللہ صاحب کے ہاں رنگون قیام فرمایا۔ مجھے بھی آپ کا فرمان پہنچا کہ آ کر ملاقات کر جاؤ۔ بھامون سے رنگون آنے میں کچھ بحری راستہ بھی طے کرنا پڑتا ہے۔ رخصت لے کر جب بندرگاہ پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ مسافر لے جانے والا جہاز چھوٹ چکا ہے البتہ ایک سرکاری جہاز کھڑا تھا جس پر ہر ایک کو سوار ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ جہاز کے کپتان کے پاس جا کر میں نے کہا کہ میری آمد سے پہلے جہاز روانہ ہو گیا اور مجھے رنگون جانا ضروری ہے۔ آپ مہربانی فرما کر جہاز پر سوار ہونے دیں۔ کپتان نے نہایت درشت کلامی سے ٹال دیا کہ سرکاری جہاز پر جانے کی اجازت نہیں۔ مایوس ہو کر اپنی پلٹن کے افسر کمانڈنگ کے پاس گیا کہ آپ نے رخصت تو دے دی تھی لیکن سوائے سرکاری جہاز کے اور کوئی جہاز رنگون جانے والا نہیں۔ اگر دوسرے جہاز کا انتظار کیا تو میرے قبلہ اتنے عرصہ تک واپس تشریف لے جائیں گے۔ افسر کمانڈنگ نے جھٹ کپتان کے نام چٹھی لکھ دی۔ کپتان نے

جب یہ چٹھی دیکھی تو حیران ہو گیا اور میں جہاز پر سوار ہو کر حضور کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

بابو کرم دی صاحب رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ ریلوے ڈیوٹی سے تبدیل ہو کر مجھے مستقل طور پر ترکی سٹیشن پر بطور نائب سٹیشن ماسٹر مقرر کر دیا گیا۔ میں اپنے ہمراہ ایک شخص مسمیٰ جیون کو کہ وہ بھی جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ کا مرید تھا اپنے ہمراہ لے آیا تاکہ مکان میں اسباب وغیرہ رکھنے میں آسانی ہو مگر اتفاقاً میرا مکان بابو فضل دین پلیٹر کے پاس رکا ہوا تھا۔ میں دو دن کے بعد جب شیخ جیون کو واپس کرنے لگا تو قلم دوات لے کر جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت اقدس میں نیاز نامہ لکھنا چاہا لیکن جو نہی قلم اٹھائی کہ کچھ لکھوں بے اختیار گریہ وزاری شروع ہو گئی پھر دوسرے وقت جب لکھنے کا ارادہ کیا تو پھر وہی حالت ہو گئی۔ آخر کار شیخ جیون کو کہہ دیا کہ جو کچھ حال ہے زبانی عرض کر دینا۔ اس نے جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیان کیا کہ بابو صاحب وہاں اداس اور تنگ ہیں اور ہر وقت روتے رہتے ہیں۔ اگر ان کی تبدیلی راولپنڈی ہو جائے تو بہتر ہے۔ حضور نے فرمایا اوہ بابو صاحب کا اگر یہ حال ہے تو پھر ان کو یہاں ضرور آ جانا چاہئے۔ اس سے تین دن بعد مجھے حکم پہنچ گیا کہ تمہاری تبدیلی راولپنڈی کر دی گئی ہے۔

دوسرے ہی دن بازار میں مجھے شیخ جیون ملا۔ میں نے کہا کہ میں تبدیل ہو کر یہاں آ گیا ہوں۔ اس نے کہا کیسے؟ میں نے جواب دیا کہ حضور کی محبت نے بلایا ہے۔ یہ سن کر وہ بوڑھا آدمی بازار میں ہی اچھلنے اور کودنے لگا کہ یہ حضور کا باطنی تصرف ہے۔ مجھے حضور نے اسی وقت فرمایا تھا کہ بابو صاحب راولپنڈی تبدیل ہو کر آ جائیں گے۔

بہن غلام مریم صاحبہ اول معلمہ زنانہ سکول بھیرہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میرا لڑکا منظور الحق بھی ساتھ تھا۔ دوسرے دن آپ نے فرمایا کہ سیدھے گھر چلے جاؤ۔ رخصت ہو کر میں اس ارادہ سے کہ اپنی ہمیشہ کی ملاقات بھی ہو جائے رتہ امرال متصل سٹیشن راولپنڈی چلی گئی اور اس نے رات کو ٹھہرا لینے کا اصرار کیا۔ یہ دیکھ کر میرا لڑکا منظور الحق دوبارہ جناب کی خدمت میں حاضر ہوا کہ پھر زیارت

کر آؤں۔ حضور نے دیکھتے ہی فرمایا کہ میں نے جو کہا تھا کہ سیدے گھر چلے جاؤ ابھی تک تم کیوں نہیں گئے۔ جاؤ ابھی والدہ کو کہو کہ وقت ضائع نہ کرے اور چلی جائے۔ غرض آپ کے فرمان کے مطابق روانہ ہو کر رات کے دس بجے گھر پہنچی۔ دیکھا تو گھر کے دروازہ کا قفل ٹوٹا پڑا ہے۔ دیکھ بھال اور دریافت سے معلوم ہوا کہ اگر میں رات کو نہ پہنچتی تو چور اپنا کام تمام کر جاتے۔ قفل تازہ ہی ٹوٹا ہوا تھا۔ وقت پر پہنچ گئی اور آپ کی دعا و توجہ سے نقصان سے بچ گئی۔

اسی طرح غلام مریم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ میرے ماموں جناب غلام نبی صاحب جب پہلی دفعہ بیعت کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ دل تو یہ ہی چاہتا تھا کہ تین چار دن تک آپ کو اپنے پاس رکھیں لیکن آپ کا بہت جلد واپس جانا ہی بہتر معلوم ہوتا ہے۔ لہذا آپ سیدھے گھر جائیں۔ ماموں صاحب حقیقت حال سے نا آشنا تھے۔ نئے نئے بیعت ہوئے تھے۔ بجائے بھیرہ کے گوجرانوالہ چلے گئے۔ وہاں اپنے ایک عزیز کی تیمارداری میں کچھ دن صرف ہو گئے۔ افاقہ ہونے پر گھر پہنچے تو ان کا اپنا لڑکا عبدالحق صاحب جو سرگودھا میں ملازم تھا بیمار ہو کر گھر آیا ہوا تھا۔ اب تو وہ افسوس کرنے لگے کہ میں اگر حضرت صاحب رحمہ اللہ کے فرمان کے مطابق پہلے ہی آ جاتا تو اپنے بیٹے کی خدمت کرتا۔ بیٹے کی حالت دگرگوں ہو گئی اور وہ ایک ہفتہ کے بعد داغ مفارقت دے گیا اور ہم سب کو دائمی رنج و الم میں مبتلا کر گیا۔

آگے جا کر مزید بیان کرتی ہیں کہ اس واقعہ سے ماموں صاحب کو سبق حاصل ہو گیا جو کام شرع کرتے حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں خط لکھ کر پہلے اجازت لے لیتے۔ چنانچہ ایک دفعہ ان کا ارادہ ہوا کہ کپاس کا بیوپار کریں۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ سے جب اجازت حاصل کی تو آپ نے فرمایا کہ بالکل اس کام کے نزدیک نہ جانا۔ ماموں صاحب نے ارادہ ترک کر دیا۔ تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ کپاس کا نرخ کم ہو گیا اور وہ شخص جو کپاس کی خرید و فروخت کا مشورہ دے رہا تھا دغا باز و مکار ثابت ہوا۔ الحمد للہ کہ میرے ماموں صاحب حضرت صاحب رحمہ اللہ کی دعا سے نقصان سے محفوظ رہے۔

نیز غلام مریم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ میں بیس سال کی تھی کہ میرا خاوند فوت ہو گیا اور کوئی ذریعہ معاش نہ رہا۔ جب راولپنڈی شریف خدمت اقدس میں حاضر ہوئی تو مائی صاحبہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں گزارش کی جائے کہ دعائے خیر فرما دیں کہ میرے چھوٹے چھوٹے بچوں کی پرورش اور ان کی تربیت کا کوئی سبب بن جائے۔ حضور نے فرمایا جس نے پیدا کیا ہے وہی مسبب الاسباب ہے۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی۔ اسی دن حضرت صاحب رحمہ اللہ کے پتہ پر میونسپل کمیٹی کی طرف سے چٹھی موصول ہوئی جس میں تحریر تھا کہ تمہاری درخواست منظور ہے۔ تم کو استانی مقرر کیا گیا ہے۔ یکم کو مدرسہ کا چارج لے لو۔ میں نے خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ اس سے قبل میں کئی دفعہ کوشش کر چکی تھی لیکن کوئی بھی میری درخواست پر غور نہیں کرتا تھا۔

حافظ محمد زمان صاحب بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں میں ملک برہما (برما) چھاؤنی بھاموں میں توپخانہ کا امام مسجد تھا۔ رخصت لے کر گھر آیا ہوا تھا۔ عرس شریف سے فارغ ہو کر واپس برہما (برما) جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے دعا فرمائی اور چند نصیحتیں بھی فرمائیں۔ کلکتہ پہنچ کر جہاز پر سوار ہوا۔ میرے ہمراہ توپ خانہ کا بگل بجانے والا بھی تھا۔ پہلے دن جہاز آرام سے چلتا رہا دوسرے دن جہاز طوفان میں پھنس گیا۔ طوفان اس قدر تیز ہو گیا کہ جہاز کے دو بنے میں کوئی کسر باقی نہ رہی۔ ہر شخص نے موت کو سامنے دیکھ کر چیخنا شروع کیا۔ جہاز والوں نے مسافروں کو کارک دے دیئے۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ زندگی ختم ہونے والی ہے۔ آؤ کلمہ شریف پڑھیں تاکہ کلمہ پڑھتے پڑھتے جان نکلے۔ ہم نے باواز بلند کلمہ شریف پڑھنا شروع کیا۔ جہاز کا ڈاکٹر ہمارے پاس آ کر کہنے لگا کہ تم کیا کر رہے ہو۔ ہم نے کہا اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہے ہیں جس کے قبضہ میں زمین و آسمان کی بادشاہت ہے اور موت و حیات اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ ڈاکٹر یہ کہہ کر کہ ہاں اس وقت خدا کے سوا کوئی بچانے والا نہیں چلا گیا۔ مجھے قے شرع ہو گئی اور بے ہوش ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت صاحب رحمہ اللہ میرے سر پر کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں گھبراؤ نہیں جہاز ڈوبتا نہیں۔ خیریت سے رنگون پہنچ جاؤ گے۔ ہوش آیا تو اپنے ساتھی کو خوش خبری سنائی۔ تھوڑی

دیر کے بعد طوفان کم ہو گیا اور ہم بخیر و عافیت رنگون پہنچ گئے۔

دانت کا درد جاتا رہا

ایک دوست محمد بخش نام موضع سہام متصل راولپنڈی کا رہنے والا بیان کرتا ہے۔ جب میرے پیشوائوت ہو گئے تو میں کبھی کبھی حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا۔ ایک دفعہ میرے دانتوں میں سخت درد پیدا ہوا۔ بہتیرے علاج کیے مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ ایک دن جناب کی خدمت میں جبکہ آپ عید گاہ تشریف رکھتے تھے حاضر ہوا اور دانتوں کی تکلیف کے متعلق عرض کیا۔ جناب نے فرمایا کہ جاؤ جا کر ندی لئی میں غوطہ لگاؤ۔ سخت سردی کا موسم تھا۔ پہلے تو دل ڈر گیا مگر جناب کے ارشاد کے موافق لئی کے کنارہ پر چلا گیا۔ کپڑے اتار کر غوطہ لگایا۔ ایسا معلوم ہوا کہ پانی کے اندر کسی شخص نے میرے منہ پر زور سے طمانچہ لگایا۔ جب پانی سے سر باہر نکالا تو درد بالکل جاتا رہا۔ بہت حیران ہوا۔ جلدی واپس جناب کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے تبسم فرمایا اور کچھ جواب نہ دیا۔

دردِ ریح سے نجات مل گئی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ چند دوست حضور کی خدمت میں حاضر تھے۔ ایک سید صاحب جنہوں نے اپنا لقب مسیح رکھا تھا۔ مجلس میں آ بیٹھے اور ادھر ادھر فخر و غرور کی بھری باتیں کرنے لگے اور یہ بھی کہا کہ میں مسیح ہوں۔ اسی اثناء میں ایک دوست جس کو دردِ ریح نے بیتاب کیا ہوا تھا درد کے مارے لنگڑاتا ہوا حاضر ہوا۔ قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سید صاحب کو فرمایا کہ مسیح علیہ السلام تو مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ آپ اس دوست کی ٹانگ سے درد ہی دور کر دیں۔ سید صاحب کی شیخی کر کری ہو گئی۔ سوائے خاموشی کے اور کوئی جواب نہ دے سکے۔ حضور نے فرمایا کہ فقیر ایک ادنیٰ غلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس درد کا علاج ابھی کرتا ہوں۔ آپ دیکھتے رہیں۔ آپ نے اس شخص کو دور ہی کھڑا کر دیا۔ کچھ پڑھ کر دور سے ہی دم کیا۔ درد اسی وقت جاتا رہا۔ آپ نے پھر فرمایا اس پر بھی مجھے فخر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل اور عطیہ ہے۔ میں اس کا حقیر بندہ ہوں۔ سید صاحب

حیران رہ گئے۔

اسی طرح ایک دفعہ آپ دوستوں کو وعظ و نصیحت فرما رہے تھے۔ اس وقت مجلس میں ہمارے دوست ڈاکٹر عبدالحق صاحب جو ولایت سے سائنس کی اعلیٰ ڈگری حاصل کر کے آئے ہوئے ہیں آج کل گورنمنٹ ٹیکنیکل سکول لاہور کے پرنسپل ہیں موجود تھے۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جو داڑھ کے درد سے بیتاب تھا۔ حضور نے ڈاکٹر صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ کی سائنس کیا کہتی ہے؟ اس شخص کا درد کیا آپ دور کر سکتے ہیں؟ ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ اسے کسی ڈاکٹر سے دوا لینی چاہئے۔ ہماری سائنس تو یہ ہی بتاتی ہے لیکن میرا عقیدہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ کی نظر سے ہی درد دور ہو سکتا ہے۔ ظاہری اسباب کی ضرورت نہیں۔ روحانی سائنس بہت زبردست ہوتی ہے۔ عرضیکہ حضور نے اسے دور دھوپ میں ہی کھڑا کر دیا اور آپ نے وہیں سے بیٹھے بیٹھے دم کیا اور وہ شخص بالکل اچھا ہو گیا۔ گویا کہ کبھی درد ہوا ہی نہیں تھا۔

ڈاکٹر اقبال نے فقرا کی تعریف میں کیا اچھا لکھا ہے۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موجِ نفسِ ان کی
الہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

صوبیدار محمد شیر صاحب ساکن پیر شاہ سن متصل دینا ضلع جہلم بیان کرتے ہیں کہ میں جمعدار تھا اور راولپنڈی چھاؤنی میں ہی مقیم تھا۔ ہماری پلٹن کو ایک لڑائی میں شریک ہونے کا حکم دیا گیا۔ سب نے تیاری کر لی اور اسباب وغیرہ باندھ لئے۔ موقعہ پا کر جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں زیارت و قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا کیونکہ لڑائی کے میدان سے معلوم نہیں تھا کہ زندہ بھی آؤں گا یا نہیں۔ بڑی گریہ و زاری اور بے چینی اور بے قراری کی حالت میں حضرت صاحب رحمہ اللہ کی زیارت کی اور عرض کیا کہ میری شاید یہ آخری ملاقات ہے۔ معلوم نہیں پھر دیدار نصیب ہو یا نہ ہو۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ کے دل

پر میری اس حالت کا گہرا اثر پڑا۔ تادیر حضرت صاحب رحمۃ اللہ خاموش رہے بعد ازاں فرمایا کہ ایسا جتلیا گیا ہے کہ تم لڑائی پر نہیں جاؤ گے۔ راولپنڈی ہی رہو گے۔ غرض میں ملاقات کر کے جب واپس آیا تو ہمارا اسباب سٹیشن پر سپیشل گاڑی پر رکھا جا رہا تھا اور پلٹن کے سپاہی حوالدار وغیرہ بھی جا رہے تھے۔ میں بھی گھوڑے پر سوار ہوا تو ایک سپاہی نے مجھے بندوق ہاتھ میں دے دی۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس میں گولی بھری ہوئی ہے۔ اتفاق سے کسی حرکت کے باعث بندوق چھوٹ گئی اور گولی میرے ہاتھ کو زخمی کرتی ہوئی نکل گئی۔ بندوق کی آواز پر سب افسر جمع ہو گئے اور میری یہ حالت دیکھ کر افسر نے یہ حکم دیا کہ اس کو فوراً ملٹری ہسپتال لے جاؤ۔ غرضیکہ پلٹن روانہ ہو گئی اور میں ہسپتال میں داخل ہو گیا۔ رات کو میں نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ ایسا واقعہ گزرا ہے اور میں یہاں رہ گیا ہوں۔ چند دن کے بعد مجھے صحت ہو گئی اور اپنے کام پر چلا گیا اور حضور کی دعا و توجہ کی برکت سے ترقی کرتے کرتے صوبیداری کا عہدہ پر ممتاز و سرفراز ہو گیا۔

مستری سراج الدین صاحب ساکن موچیدروازہ لاہور بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں انگریزوں اور جرمنی کے درمیان لڑائی ہو رہی تھی مجھے بھی انگریزوں کی طرف سے اس میں شریک ہونے کا اتفاق ہوا۔ دورانِ جنگ میں جرمنی والے انگریزوں کے چند آدمیوں کو قید کر کے لے گئے۔ میں ان قیدیوں میں تھا۔ جرمن نے ہم کو قید خانہ میں ڈال دیا۔ میں سخت بیمار ہو گیا اور مجھے ہسپتال بھیجا گیا۔ جب دیکھا کہ مجھے شفا نہیں ملتی بلکہ مرض بڑھتا جاتا ہے۔ لا علاج سمجھ کر ہسپتال کے باہر میدان میں چھو لدا ری لگا دی اور چارپائی پر لٹا دیا ہسپتال کے ایک ملازم کو کہہ دیا کہ یہ پنجابی عنقریب مرنے والا ہے۔ جب مر جائے تو مجھے خبر دینا۔ میں اپنی حالت زار اور پردیس کی بے بسی پر روتا اور حسرت کرتا تھا۔ ایک رات کو پریشانی اور حیرانی میں مجھے نیند آ گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مستری سراج الدین گھبراؤ نہیں انشاء اللہ تعالیٰ اچھے ہو جاؤ گے اور بخیریت اپنے وطن آؤ گے۔ جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سرہانے ایک پنجابی ہم وطن کھڑے ہیں۔ مجھے کہنے لگے کہ فکر نہ کرو میں دوائی دیتا ہوں

خالق شفاء دے گا۔ پاس کے میدان سے اس نے ایک بوٹی اکھاڑی اور اس کو پتھر پر رگڑ کر میرے حلق میں ڈالی اور کچھ میرے ناک اور کان میں ٹپکائی اور ایک ٹکیہ میرے ناف پر رکھ دی۔ آدھ گھنٹہ گزرا ہو گا کہ میرے ناک کان اور منہ سے رطوبت غلیظ نکلتی شروع ہو گئی اور ساتھ ہی اسہال شروع ہو گئے۔ چار پائی سے اٹھنا میرے لئے محال تھا۔ تمام بستر اوجگہ بدبو سے بھر گئی لیکن مجھے ہوش آ گیا اور طبیعت بھی کچھ ہلکی ہو گئی۔ ہسپتال کے ملازم نے میری یہ حالت دیکھ کر ڈاکٹر کو خبر دی۔ ڈاکٹر دوڑا ہوا آیا اور میری حالت کو دیکھ کر کہنے لگا کہ ویل پنجابی تم بچ گیا۔ پھر مجھے ہسپتال لے گئے اور تھوڑے ہی عرصے میں میں بالکل تندرست ہو گیا۔ ایک دن ایک جرمن افسر نے قیدیوں سے آ کر دریافت کیا کہ تم میں سے کوئی لوہار مستری بھی ہے جو یہ کام کر سکے۔ میں نے کہا کہ میں اس کام کو کر سکتا ہوں۔ وہ افسر مجھے کام پر لے گیا مگر اس جرمن افسر نے مجھے کام ختم ہونے تک اپنے پاس رکھا۔ کام ختم کرنے کے بعد مجھے مزدوری کا بہت سا روپیہ ملا اور بحفاظت تمام مجھے انگریزی کیمپ میں بھیج دیا اور میں بخیر و عافیت وطن آ گیا۔

جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمہ اللہ کا ایک غلام فضل دین درزی راولپنڈی کا رہنے والا نہایت خاص غلام تھا۔ اس کا بیٹا فیروز دین راولپنڈی کے ریلوے ورکشاپ میں ملازم تھا۔ اتفاقاً کسی بات پر افسر سے بگاڑ ہو گیا اور صاحب نے اس کو نوکری سے علیحدہ کر دیا۔ وہ بے چارے اپنے والد کے حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اسی ملازمت پر گزارا تھا اب کیا کریں؟ حضور دعا کریں کہ کسی اور جگہ روزگار کی صورت بن جائے۔ حضور نے دعا فرمائی اور کہا کہ اسی صاحب کے پاس دوبارہ کام پر جاؤ انشاء اللہ دوبارہ کام پر لگالے گا۔ اس نے عرض کیا کہ صاحب بہت ناراض ہے۔ امید نہیں کہ وہ مجھے کام پر لگائے لیکن حضرت صاحب نے تاکید فرمائی کہ نہیں پہلے ضرور وہاں جانا چاہئے۔ غرض حسب فرمان حضرت صاحب رحمہ اللہ دوسرے روز ریلوے ورکشاپ کے دروازہ پر جب پہنچا تو صاحب نے فیروز دین کو دیکھ کر کہا کہ تو کیوں آیا ہے؟ اس نے کہا کہ میرا حساب کچھ بقایا ہے فیصلہ کر دیجئے۔ صاحب نے کہا کہ اس وقت کوئی حساب نہیں ہو سکتا چلو تم اندر

جا کر کام کرو۔ چنانچہ وہ بدستور کام کرتا رہا اور حضور کی دعا کی برکت سے کبھی صاحب نے اظہار بھی نہ کیا کہ تمہیں ہم نے نکال دیا تھا۔

مولوی فضل احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ شہر کے دوستوں میں سے امیر علی نام ایک دوست نے جو ایک مسجد کا امام تھا خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ جناب عالی میں نو جوان مجرد ہوں۔ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے کوئی نیک بیوی عطا فرمائے۔ حضور نے فرمایا کہ امیر علی ہم تمہارے لئے بیوی کہاں سے لائیں۔ میں نے عرض کیا کہ جناب اگر اس کے حق میں دعا فرمادیں تو شاید کوئی بہتری کی صورت پیدا ہو جائے۔ چنانچہ حضور نے فرمایا کہ سب دوست دعا کریں۔ حضور نے دعا فرما کر رخصت کر دیا۔ ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ امیر علی کی خالہ اپنی نو جوان لڑکی ہمراہ لے کر امیر علی کے پاس آگئی اور اپنی لڑکی کا نکاح بلا کسی معاوضہ اور خرچ کے امیر علی کے ساتھ کر دیا۔

ایک دوست عبدالغنی گورہ ہسپتال والے بیان کرتے ہیں کہ میرا ایک دوست عبدالحمید پلٹن میں ملازم تھا۔ وہ حضور کا بھی غلام تھا۔ اس نے سر کے بال کانوں تک رکھے ہوئے تھے۔ ایک دن اثناء پر یڈ میں کپتان صاحب نے دیکھ کر حکم دیا کہ تم بالوں کو کٹا دو۔ اگر نہ کٹاؤ گے تو تمہیں سزا دی جائے گی۔ اس حکم سے عبدالحمید کے دل میں سخت رنج ہوا اور مجھے کہنے لگا کہ میں نے بال بڑے شوق سے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق رکھے تھے میں ہرگز نہیں کٹاؤں گا۔ خواہ کچھ بھی ہو۔ اس دن شام کو ہم دونوں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت عید گاہ تشریف رکھتے تھے۔ قد مبوسی کے بعد جب حضور نے خیریت کا حال دریافت فرمایا تو عبدالحمید نے رور و کر تمام ماجرا بیان کیا۔ آپ نے تسلی دی اور فرمایا بالوں کو کٹا دو۔ یہ بھی سنت ہی ہے۔ عبدالحمید نے عرض کیا کہ حضور بال کٹوانے کو دل نہیں چاہتا۔ حضور کچھ دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا کہ اچھا کل جب پر یڈ پر جانے لگو تو **يَا حَسْبِيَ يَاقُيُّوْمُ** پڑھتے جاؤ اور جب صاحب تمہاری طرف آئے تو اس کی طرف پھونک دو اللہ تعالیٰ فضل کرے گا۔ عبدالحمید نے دوسرے دن ایسا ہی کیا۔ پر یڈ کے وقت جب

صاحب آیا تو اس نے میری وردی وغیرہ کا پورا پورا امتحان لیا اور بالوں کی طرف دیکھا بھی نہیں۔ اس کے بجائے ایک اور آدمی کو جس نے میری طرح بال رکھے ہوئے تھے غصہ ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے کل تمہیں بال کٹوانے کا حکم دیا تھا تم نے کیوں تعمیل نہیں کی۔ اس نے کہا کہ جناب مجھے آپ نے نہیں فرمایا تھا۔ صاحب نے ڈانٹ کر کہا تم کو ہی حکم دیا تھا۔ غرض اس کو بہت خفا ہوا۔ عبدالمجید خدا کا شکر یہ ادا کرتا ہوا گھر گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کی دعا سے سختی معافی فرمائی۔

پنڈت جی مقدمہ جیت گئے

پنڈت دینا ناتھ صاحب حضرت صاحب کے ایک عاشق صادق ہیں اور اب راولپنڈی میں مقیم ہیں۔ حضور کے وصال کے بعد ہمیشہ رات کو حضور کے روضہ مبارک پر ہی حاضر رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔ ان کا خدمت عالیہ میں حاضر ہونے کا یہ سبب ہوا جیسا کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے کچھ روپیہ لینا تھا۔ جب میں نے اس سے روپیہ مانگا تو اس نے انکار کر دیا۔ میں نے دعویٰ دائر کر دیا۔ عدالت میں میرے خلاف سب گواہ گذرے اور مقدمہ خارج ہو گیا۔ پریشان ہو کر حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ پنڈت جی مقدمہ کا کیا بنا۔ میں نے عرض کیا حضور مقدمہ خارج ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ اپیل کرو انشاء اللہ بہتر ہی ہو گا۔ جناب کے حکم سے میں نے اپیل دائر کر دی۔ حضور کی دعا و برکت سے فیصلہ میرے حق میں ہو گیا۔ حضور کو جا کر خوشخبری سنائی اور اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا۔

بابو محمد اکرم صاحب محکمہ نمک کو ہاٹ بیان کرتے ہیں کہ میری ہمیشہ عرصہ دراز سے بیمار تھی۔ حکیموں، ڈاکٹروں کا علاج کرتے رہے مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ زندگی سے مایوس ہو چکی تھی۔ آخر حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور دعا فرمائیں۔ اللہ کریم میری ہمیشہ کو شفاء عطا فرما دے۔ آپ نے دعا بھی فرمائی اور تعویذ بھی دیے۔ ایک گلے میں باندھ دیا اور باقی پلانے شروع کئے۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ کی دعا و توجہ کی برکت سے چند دنوں میں مریضہ تندرست ہو گئی اور اب تک تندرست ہے۔

اسی طرح میری بھتیجی کو سہل کا مرض لاحق ہو گیا۔ علاج کراتے کراتے تھک گئے مگر کوئی آرام نہ آیا۔ اسے حضور کی خدمت میں حاضر کیا۔ آپ نے اسے بھی تعویذ دیئے جن کے استعمال سے اس کا مرض دور ہو گیا۔

بابو حاجی فضل الہی صاحب بیان کرتے ہیں کہ میری تبدیلی جمن شاہ سٹیشن پر ہو گئی۔ یہ سٹیشن ایک سنان جنگل میں واقع تھا جہاں کوئی آبادی نہ تھی۔ ایک جگہ دور دوسرے قبلہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کا فراق دل نہ لگا۔ ناچار حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں بابو کرم دین صاحب کی معرفت عرض کیا کہ میرے لئے دعا فرمائیں کہ تبدیلی راولپنڈی یا نزدیک کے سٹیشن پر ہو جائے۔ حضور نے دعا فرمائی اور فرمایا کہ عرضی دے دو۔ میں نے اپنے افسران کو عرضی دے دی۔ ایک ماہ کے بعد میری تبدیلی راولپنڈی ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا۔

مولوی شاہ ولی صاحب ساکن موہری بیان کرتے ہیں کہ آپ ایک دفعہ ہمارے گاؤں میں رونق افروز تھے۔ دوستوں کا ہجوم کثرت سے تھا۔ تمام علاقہ کو حضور نے اپنے رنگ میں رنگ دیا۔ میرے گھر کوئی اولاد نہ تھی اور بالکل مایوسی ہو چکی تھی۔ میری والدہ نے حضرت صاحب کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ جناب کے خادم شاہ ولی کے گھر کوئی اولاد نہیں دعا فرمادیں کہ اللہ کریم اسے اولاد عطا فرمائے۔ حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ مشکل نہیں۔ حضور کی دعا سے اللہ کریم نے فضل کیا اور میرے گھر لڑکا پیدا ہوا۔

محمد اسلم حبیب پوری ضلع انبالہ کا بیان ہے کہ بیعت سے قبل ایک ناگفتہ بہ مصیبت میں گرفتار تھا۔ بیعت ہونے کے بعد میں نے حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں عرض کیا آپ نے دعا فرمائی اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اس مصیبت سے رہائی بخشی۔

نیز مجھے قرآن مجید پڑھنے کا بڑا شوق تھا لیکن یاد نہیں ہوتا تھا۔ ہر چند کوشش کی لیکن کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ آخر جناب کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے دعا فرمائی اور بہت جلد قرآن شریف پڑھ لیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔

سراج الدین ولد مہر حاجی محمد صاحب مالی مقبرہ جہانگیر کا بیان ہے کہ ایک بازاری

بد معاش عورت نے مجھ پر دعویٰ دائر کر دیا جس کی کیفیت یوں ہے کہ اس نے باغ مقبرہ جہانگیر میں آ کر ناچنا گانا شروع کر دیا۔ سرکاری باغات یا سیرگاہوں میں ایسا ناچ رنگ قانوناً منع ہے لیکن وہ باز نہ آئی۔ ناچار اسے زبردستی دھکیل کر باہر نکالنا پڑا۔ اس کے حمایتی اتنی بے عزتی کب برداشت کر سکتے تھے انہوں نے مل ملا کر ڈاکہ زنی کا دعویٰ دائر کر دیا۔ ادھر میں نے بھی اپنے افسران کے پاس رپورٹ کر دی اور ساتھ ہی معاملہ کی نازک صورت دیکھتے ہوئے قبلہ عالم حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں خط لکھا کہ دعا فرمادیں تاکہ اس مصیبت سے نجات ہو اور حق پر فیصلہ ہو کیونکہ ان کا دعویٰ ثابت ہونے پر نوکری سے بھی علیحدہ ہونے کا خطرہ تھا۔ حضور کی دعا و توجہ سے مقدمہ سرکار نے خود اپنے قبضہ میں لے لیا۔ مجھے صرف گواہی کیلئے طلب کیا گیا۔ اس بازاری عورت نے ہر ممکن کوشش کی، روپیہ صرف کیا لیکن حق کے مقابلہ میں باطل کہاں ٹھہر سکتا تھا۔ ادھر میرے قبلہ کی دعا سے میری تسلی تھی۔ آپ کی دعا سے میرے حق میں فیصلہ ہوا اور ان کا مقدمہ خارج ہو گیا۔

رقم بھی ملی اور ٹھیکہ بھی

ایک دفعہ جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ شہر جہلم میں رونق افروز تھے موضع نو تھیہ متصل جہلم کا رہنے والا ایک دوست مستری طس نام حاضر خدمت ہوا۔ اس نے عرض کیا کہ حضور میرے غریب خانہ پر تشریف لے چلیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ تو غریب آدمی ہے اسی جگہ تیرے لئے دعا کی جاتی ہے مگر اس نے گھر لے جانے کے لئے بڑا اصرار کیا چنانچہ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے اس کی ہاں تشریف لے جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ رات کو مولوی فضل احمد صاحب مع دیگر دوستان جو ہمراہ تھے مسجد میں سوئے اور حضرت صاحب رحمہ اللہ کو مستری صاحب نے اپنے گھر میں سونے کیلئے عرض کیا۔ اس کا مکان نہایت پرانا اور کچا تھا جو صرف دو کوٹھریوں پر مشتمل تھا اور وہ بھی اندر آگ جلانے کے باعث سیاہ ہو چکی تھیں۔ ایک کوٹھری میں حضرت صاحب رحمہ اللہ اور دوسری میں اس کے اہل و عیال۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے بہتیرا کہا کہ میں بھی مسجد میں قیام کروں گا مگر اس مرد خدا نے ایک نہ مانی اور اس زندان خانہ میں سونے کے لئے مجبور کیا۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے اپنی جان پر

تکلیف اٹھائی مگر اس کے دل کو ناراض نہ کیا۔ ایک مکان کا یہ حال دوسرے پاس ہی اس کے بال بچے تھے جو کبھی روتے اور جاگتے۔ ایسے حال میں نیند کہاں آ سکتی تھی۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ ایک دو بجے تک تو کروٹیں لیتے رہے آخر اٹھ کر مسجد کی طرف تشریف لے گئے کہ جا کر نماز تہجد ہی ادا کریں۔ جب مسجد میں داخل ہوئے اور دروازہ دیکھا تو دوست اندر سے دروازہ بند کر کے سوئے پڑے تھے۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے ان کو بے وقت بیدار کرنا نہ چاہا۔ سردی کا موسم تھا۔ آخر باہر کے برآمدہ میں ہی آپ نماز پڑھنے لگے۔ مولوی فضل احمد صاحب کی نیند اتفاقہ کھل گئی۔ دروازہ کھول کر دیکھا تو حضرت صاحب رحمہ اللہ برآمدے میں تھے۔ بے اختیار ان کا نعرہ نکل گیا اور عرض کیا کہ حضرت جی ایسی سردی کی حالت میں آپ تشریف لے آئے۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا فضل احمد مستری صاحب کا مکان نہایت تنگ و تاریک تھا۔ نیز ان کے بال بچے روتے جاگتے رہے اس واسطے نیند نہ آئی اور مسجد میں چلا آیا۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ جناب حضور کو اپنے گھر بلانے سے مستری صاحب کا مطلب یہ ہی تھا کہ ان کی غربی اور تنگدستی آپ ملاحظہ فرمائیں اور خاص وقت میں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے۔ غرض جوں توں کر کے رات گزری۔ صبح رخصت کے وقت مستری صاحب نے خود اپنے حال کی تنگی اور غربت کا حال ایسے درد بھرے لہجہ میں بیان کیا کہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کے دل پر نہایت گہرا اثر ہوا اور چند منٹ تک آپ بالکل مراقب اور خاموش رہے پھر آپ نے سب دوستوں سے فرمایا کہ آؤ سب کے سب مستری صاحب کے لئے دعا کریں۔ چنانچہ سب نے دعا کی پھر حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آج کے بعد مستری صاحب کو ٹھیکیدار کہا کرو اور مستری صاحب کو فرمایا کہ کسی جگہ ٹھیکہ کا کام تلاش کرو پھر حضرت صاحب رحمہ اللہ رخصت ہو کر پنجاب کی طرف تشریف لے گئے۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد نہر جہلم کی کھدائی شروع ہو گئی۔ مستری صاحب بھی نہر کے افسر سے جا کر ملے کہ مجھے بھی کوئی کام دیا جائے۔ افسر نے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ عرض کیا میں مستری ہوں۔ افسر نے کہا کہ تم ٹھیکہ لے لو۔ عرض کیا کہ میرے پاس اس قدر روپیہ نہیں ہے کہ ٹھیکہ کا کام چلا سکوں۔ افسر نے کہا کہ پروا

نہیں پیشگی روپیہ مجھ سے لے لو اور جلد کام شروع کر دو۔ غرض روپیہ بھی ملا اور کام بھی شروع کر دیا۔ ایک ہی سال کے عرصہ میں مستری صاحب کی مفلسی دور ہو گئی۔ بڑے مالدار ہو گئے۔ مکان پختہ بنوائے اور گاؤں کے زمیندار جو کبھی ان کو پاؤں دھرنے کے لئے زمین نہیں دیتے تھے ان کے سب محتاج ہو گئے۔ ان کی زمینیں خرید لیں۔ غرض حضرت صاحب رحمہ اللہ کی دعا سے اس کی کایا پلٹ گئی۔ جب تک زندہ رہا نہایت مخلص اور خدمت گار رہا۔ اللہ تعالیٰ اسے بخشے۔ اب اس کا بھائی جلال دین بہاول پور و ملتان کے علاقہ میں ٹھیکہ کا کام کرتا ہے وہ بھی اپنے مرحوم بھائی کی طرح نہایت فرمانبردار اور خدمتی ہے۔

خاکروب صحت یاب ہو گیا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت صاحب رحمہ اللہ اپنے عبادت خانہ (بیٹھک) میں تشریف فرما تھے اور ایک ہندو دوست مسمیٰ بالملکند جو حضور کا معتقد تھا خدمت میں حاضر تھا۔ جناب اس کے ساتھ توحید کی باتیں کرتے رہے کہ جناب کے گھر کے دروازہ پر بہت شور و غل سنائی دیا۔ مسمیٰ بالملکند نے پتہ کر کے عرض کیا کہ بہت سے خاکروب زن و مرد جمع ہیں اور ایک بیمار کو جوان کا جمعدار ہے۔ چار پائی پر ڈال کر لائے ہیں۔ بیمار درد کے مارے چیخ رہا ہے جس کی چیخ و پکار سے سب کے سب مرد اور عورتیں زار زار رو رہے ہیں۔ خاکروبوں نے عرض کیا کہ یہ شخص بہت بیمار ہے۔ سب ڈاکٹروں اور حکیموں نے اس کو لا علاج کر دیا ہے اور کہہ دیا ہے کہ یہ نہیں بچے گا۔ اب جناب کی خدمت میں گھر کو واپس جاتے ہوئے اس کو لے آئے ہیں۔ شاید جناب کی دعا سے فائدہ ہو۔ جناب نے بالملکند کو مسکرا کر فرمایا کہ یہ سب خالق کا کام ہے۔ بیمار بھی وہی کرتا ہے شفاء بھی وہی دیتا ہے لیکن درمیان میں کسی اپنے بندے کی عزت و توقیر منظور ہوتی ہے۔ اس کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ شفا بخشتا ہے۔ دیکھو دل میں کسی قسم کی کراہت نہ کرنا۔ یہ لوگ بھی خالق کی مخلوق ہیں۔ اس کوزہ میں پانی بھرا ہے اٹھاؤ اور میرے ساتھ نیچے چلو۔ آپ نے بیمار کے پاس آ کر تسلی دی اور اس کو کہا کہ درد کی جگہ پر میرا ہاتھ رکھ دے اس نے آپ کا ہاتھ درد کی جگہ پر رکھ دیا۔ جناب دم کرتے جاتے تھے اور درد کی جگہ پر اپنا ہاتھ پھیرتے جاتے تھے۔ پانی پر دم کر کے اس کے

چہرے اور بدن پر چھڑکا۔ خدا کی حکمت کہ ابھی آپ وہاں ہی تشریف فرما تھے کہ اس بیمار کا درد آہستہ آہستہ کم ہوتا گیا اور وہ بے اختیار ہنسنے لگا اور اٹھ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ یہ کیا بات ہے۔ میں کہاں ہوں؟ اب تو مجھے کوئی تکلیف نہیں۔ حضور نے اپنے پاس سے دودھ منگوا کر پلایا اور وہ بالکل تندرست ہو گیا۔ اسے چار پائی پر لائے تھے جاتے وقت اپنے پاؤں سے چل کر گیا۔ ڈاکٹر اور حکیم جنہوں نے اسے لا علاج کر دیا تھا دیکھ کر حیران ہو گئے اور جناب کے معتقد ہو گئے۔

مولوی فضل احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں بندہ موضع بانٹھ اس مکان میں مقیم تھا جو بندہ کے ایک مخلص دوست حافظ کاظم علی صاحب نے بندہ کو ہبہ کر دیا تھا اور خود بھی خدمت میں حاضر رہا کرتا تھا میں سخت بیمار ہو گیا اور نہایت پریشانی کی حالت طاری ہو گئی۔ اس بدحواسی کی حالت میں ہمیں اور کوئی علاج نظر نہ آیا سوائے اس کے کہ حافظ کاظم علی صاحب کو راولپنڈی قبلہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت اقدس میں روانہ کیا جائے اور حالات عرض کئے جائیں۔ اس کے روانہ ہونے کے بعد بخار کے باعث بے ہوشی طاری ہو گئی اور اس بے ہوشی کی حالت میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں حضور نے آتے ہی مجھے چار پائی پر بٹھا دیا اور میرے بدن اور چہرہ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ بچہ اب خیر ہو گئی ہے فکر نہ کرو۔ اس کے بعد مجھے ہوش آ گئی۔ گھر سے دریافت کیا کہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کیا تشریف لائے تھے۔ گھر والوں نے کہا کہ حضرت صاحب رحمہ اللہ یہاں کب آئے تھے۔ خیر بندہ چپ رہا۔ دیکھا تو تمام بدن پر پسینہ آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد بخار اتر گیا اور میں تندرست ہو گیا۔ ادھر جب حافظ کاظم علی صاحب خدمت اقدس میں پہنچا اور حال بیان کیا تو حضور نے فرمایا کہ تعویذ کی ضرورت نہیں جاؤ مولوی صاحب تندرست ہو گئے ہیں۔ چنانچہ جب وہ واپس آئے تو حال بیان کیا جس کو سن کر وہ حیران ہو گئے اور تعجب سے کہا کہ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے حاضر خدمت ہوتے ہی فرمایا تھا کہ دعا کی گئی ہے۔ خدا فضل کر دے گا اور واپسی پر تم مولوی صاحب کو تندرست پاؤ گے۔

نا قابل علاج پھوڑا صحیح ہو گیا

بابو محمد رمضان صاحب ہیڈ کلرک ریلوے سٹیشن لالہ موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ میرے بائیں پاؤں کے چھپر پر ایک زخم نکل آیا جس نے بڑھتے بڑھتے تمام چھپر کو گھیر لیا۔ کوئی اس کو مونگری پھوڑا۔ کوئی چنبل کوئی داد وغیرہ بیان کرتا۔ وضو کے وقت اس پاؤں کو کبھی نہ دھوتا تھا۔ ہر وقت اس پر پٹی بندھی رہتی تھی۔ خارش اس قدر ہوتی کہ یہی دل چاہتا کہ اس کو چاقو سے چھیل دوں۔ دو سال تک ڈاکٹری، یونانی، جراحی سب قسم کے علاج کئے گئے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ایک دفعہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں راولپنڈی شریف حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ جناب نے خیر و عافیت دریافت کرنے کے بعد مجھے فرمایا کہ اب پاؤں کا کیا حال ہے؟ بندہ نے پاؤں سے جراب اتار کر دکھلایا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا تمہیں بہت تکلیف ہوتی ہوگی۔ پیشتر اس کے کہ جناب کچھ فرماتے حاضرین دوستوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ مجھے اسی قسم کا پھوڑا نکلا تھا اور میں نے بہت علاج کئے تھے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا تھا۔ آخر کار ایک شخص نے دوائی بتلائی جس کے لگانے سے مجھے آرام ہو گیا۔ جناب نے اس شخص کو فرمایا کہ دوا بتا دو۔ اس نے کہا کہ جامن کا تیل، کافور، گائے کا مکھن ان تینوں کو ملا کر مرہم بنا لو اور زخم پر استرے سے پچھنے لگا کر اس پر مرہم لگا دو۔ بندہ نے لالہ موسیٰ واپس آ کر ایسا ہی کیا۔ وہ دوائی زخم پر اس طرح لگی جیسے زہر قاتل لگتا ہے۔ میری ہائے ہائے کی آواز دور تک جاتی تھی۔ بیقراری اور بے چینی کی کوئی حد نہ تھی۔ خیر جوں توں کر کے صبر کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد اوپر کا چمڑا گل سر کر دور ہو گیا اور نیچے سے صاف گوشت اور چمڑا نکل آیا۔ خدا تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا کہ اتنی تکلیف کے بعد آرام تو آ گیا مگر جب موسم بہار آیا تو پھر پھوٹ پڑا اور اسی طرح خارش اور خلش شروع ہو گئی۔ جب دوبارہ راولپنڈی شریف حاضر ہونے کا اتفاق ہوا تو جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں سب حال جیسے کہ گزرا تھا عرض کیا۔ جناب نے فرمایا کہ ایک دفعہ اور لگا کر دیکھو۔ بندہ نے عرض کیا کہ حضور اب اس دوائی کو برداشت کرنے کی ہمت نہیں۔ جناب نے کچھ دیر سکوت فرمانے کے بعد فرمایا کہ اچھا پاؤں آگے کرو۔ بندہ نے پاؤں آگے کر دیا۔ حضور نے دم

فرمایا اور اپنی لب مبارک (لعابِ دہن) سے زخم کے گرد حلقہ کر دیا اور زخم کے اوپر بھی لگا دیا اور فرمایا کہ اب دوائی چھوڑ دو۔ کسی دوائی کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ فضل کر دے گا۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد زخم اچھا ہو گیا اور کسی قسم کا نشان باقی نہ رہا۔ چند دنوں کے بعد پھر اس حلقہ کے باہر کی طرف جو جناب نے انگلی سے کیا تھا تھوڑا سا زخم پھوٹ نکلا۔ اس کی نسبت حضور کی خدمت میں بذریعہ نیاز نامہ گزارش کی۔ حضور نے غائبانہ دعا فرمائی جس سے وہ زخم بھی اچھا ہو گیا۔ اب کئی سال گزر گئے زخم نہیں پھوٹا۔ پاؤں کا ظاہری چمڑا بالکل صاف ہے اور کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

لاعلاج امراض سے شفا

میاں فقیر محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے لڑکے فضل الہی کے دل کے مقام پر ایک لمبا چوڑا سرخ داغ پیدا ہو گیا۔ دن بدن زیادہ پھیلتا جاتا۔ بہتیرے ڈاکٹروں اور حکیموں کے پاس لے گیا ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ یہ مرض لاعلاج ہے۔ غرض مغموم اور مایوس ہو کر جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں لڑکے کو لے گیا اور تمام ماجرا بیان کیا کہ حکیموں اور ڈاکٹروں نے یہ مرض لاعلاج قرار دیا ہے اس لئے حیران و پریشان ہو کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اب آپ ہی دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ صحت و تندرستی عطا فرمائے۔ جناب نے فرمایا کہ صحت و تندرستی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ڈاکٹر وغیرہ کچھ نہیں کر سکتے۔ مایوس نہیں ہونا چاہئے انشاء اللہ تعالیٰ آرام آ جائے گا۔ جناب نے ایک مٹی کا ڈھیلہ لے کر اس پر دم کر دیا اور فرمایا کہ اس مٹی کو مرض کی جگہ پر پھیر دیا کریں۔ جب ہم نے عمل شروع کیا تو اللہ تعالیٰ کی عجیب حکمت ظاہر ہوئی۔ وہ سرخ داغ دل کے مقام سے ہٹ کر گول اور دانہ کی شکل بن کر ہاتھ اور پاؤں اور سر کی چوٹی تک پھیل گیا۔ حتیٰ کہ ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں تک پھیل کر آہستہ آہستہ خارج ہونے لگا اور تھوڑے دنوں میں بالکل دور ہو گیا۔

میاں صاحب مذکور بیان کرتے ہیں کہ میرے لڑکے عبدالعزیز کے پاؤں میں گہمیر (ایک قسم کا لاعلاج پھوڑا) ہو گیا۔ ڈاکٹروں سے دو دفعہ آپریشن کرایا ٹخنے کی ہڈی بھی

نکال دی لیکن آرام نہ آیا بلکہ ٹانگ میں بھی پیپ پڑ گئی۔ ڈاکٹروں نے یہ دیکھ کر متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ اس ٹانگ کو کاٹے بغیر چارہ نہیں۔ یہ حال سن کر میں حیران و پریشان جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ اجازت حاصل کی جائے۔ لڑکے کو بھی ساتھ لے گیا۔ جناب اس وقت حج کے لئے تیار تھے۔ آپ نے فرمایا کہ حج سے واپسی تک انتظار کرو ابھی ٹانگ نہ کٹواؤ پھر دیکھا جائے گا۔ میں نے بھی اس کام کو ملتوی کر دیا۔ جب آپ حج سے بخیریت تمام واپس تشریف لائے تو میں بھی زیارت و قدم بوسی کے لئے جناب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جناب نے خیر و عافیت کے بعد عبدالعزیز کا حال دریافت فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ جناب ویسا ہی ہے جیسا جناب دیکھ گئے تھے۔ جناب نے ایک مٹی کا ڈھیلہ دم کر کے دے دیا کہ جاؤ اس کو ساری ٹانگ پر پھیرو اور ساتھ ہی ایک ہلکی سے مرہم بھی بتا دی کہ اس کو زخم پر لگایا کرو۔ ہم نے حسب ارشاد استعمال شروع کیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اللہ تعالیٰ نے اس مرض کو دور کر دیا اور بالکل شفا ہو گئی۔

بغیر چھٹی ملے عرس میں شرکت

عطا محمد سپاہی محکمہ نمک کا بیان ہے کہ ایک دفعہ عرس کے موقع پر میں نے اپنے افسر سے رخصت مانگی لیکن نہ ملی۔ میں بہت مجبور ہوا۔ ایسے مبارک موقع پر شامل نہ ہونا دل کو بے چین کر رہا تھا اور جوں جوں دن قریب آتے جاتے تھے میرا جنون بڑھتا جاتا تھا۔ یہ ہی چاہتا تھا کہ کسی طرح اڑ کر اپنے پیر کے پاس پہنچوں۔ عرس سے ایک دن قبل میرا افسر باہر دورہ پر گیا۔ ظہر کی نماز کے بعد میری عجیب حالت ہو گئی۔ بے خودی کے عالم میں گھر سے چل نکلا۔ چلتے چلتے شام ہو گئی لیکن سفر برابر جاری تھا۔ راستہ میں کانٹے دار جھاڑیاں پتھریلی ریت ہر گاؤں سے گزرتے وقت کتوں کا بھونکنا اور پھر یہ کہ اندھیرا اور راستہ کی ناواقفیت ایسے حالات میں بہت مشکل کا سامنا کرنا پڑا لیکن ہمت نہ ہاری برابر چلتا گیا حتیٰ کہ رات کے تین بجے کے قریب چکوال پہنچ گیا۔ وہاں سے بذریعہ ریل راولپنڈی شریف پہنچا۔ عرس کی بہار دل کھول کر دیکھی۔ ختم شریف میں شامل ہوا حضور عالی کو دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ عرس کے دوسرے دن اسی طرح واپس کھیوڑہ پہنچ گیا۔ قاعدہ

کلیہ ہے کہ بغیر اجازت نوکری سے چلے جانے کی سزا سوائے موقوفی کے کیا ہو سکتی ہے لیکن میرے دل میں اس بات کا ذرا بھی فکر نہ تھا۔ واپسی پر مجھے کسی نے بھی نہ پوچھا کہ تم کہاں گئے تھے۔ میرا افسر ابھی تک باہر ہی تھا۔ مجھے ہر طرح تسلی تھی کیونکہ میرا یقین تھا کہ میں اپنے پیر و مرشد کو مل کر آیا ہوں اور خداوند کریم میری عزت رکھے گا۔ کھیوڑہ سے بذریعہ عریضہ میں نے قبلہ عالم کی خدمت میں یہ واقعہ لکھا۔ آپ نے جواب میں تاکید فرمایا کہ خبردار آئندہ بغیر اجازت نوکری سے اس طرح نہ آنا۔

آگ سے بچ گئے

بابو غلام نبی صاحب صابر انسپکٹر ڈاک خانہ جات فرماتے ہیں کہ ۱۹۲۶ء میں ایک دفعہ میں ضلع شاہ پور کے علاقہ میں دورہ کرتا ہوا ایک قصبہ جھاوریاں میں پہنچا۔ رات کو بازار میں ایک بالا خانہ میں قیام ہوا۔ سردی کا موسم تھا۔ سرکاری کام کی کثرت کی وجہ سے رات کے دو بجے تک نہ سو سکا۔ اس خیال سے کہ صبح تہجد کے نوافل میں سستی نہ ہو جائے لیٹ گیا۔ دن بھر کی تھکاوٹ اور پھر دیر سے آرام کرنے کی وجہ سے گہری نیند پڑی۔ تین یا چار بجے کا وقت ہو گا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجھے جھنجھوڑ رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کمرہ سے باہر نکل جاؤ۔ میں فوراً اٹھ بیٹھا۔ دیکھا تو کمرہ دھواں سے بھرا ہوا ہے۔ باہر نکلا تو چھت سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ بالا خانہ کی نچلی دکان میں آگ لگی ہوئی تھی۔ میں نے شور مچا دیا اور لوگ جمع ہو گئے اور آگ بجھانے لگے۔ اس دکان میں مٹی کا تیل بنولے اور بزازی کا سامان تھا۔ اگر مٹی کے تیل تک آگ پہنچ جاتی تو کسی کو یہ پتہ بھی نہ چل سکتا کہ اس مکان میں کوئی مسافر بھی آ کر شب باش ہوا تھا۔

نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

الحمد للہ کہ خالق کے فضل و کرم سے آگ پر جلدی قابو پا لیا گیا اور قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بروقت امداد سے تمام قصبہ بچ گیا۔

کنوؤں میں پانی کا نکلنا

میاں فقیر محمد صاحب ساکن چوہڑ متصل راولپنڈی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے گاؤں میں پانی کی بہت قلت تھی۔ کنواں بھی کوئی نہیں تھا۔ گاؤں سے تین میل کے فاصلہ پر ایک کنواں تھا جس سے بڑی مشکل سے پانی لایا جاتا تھا اور وہ بھی کوئی کوئی لاتا تھا۔ ورنہ اکثر لوگ بارش کے پانی پر جو شاہ پیارا کی زیارت کے پاس ایک چوہڑ میں جمع ہو جاتا تھا گزارا کرتے تھے۔ اس حال میں ایک دفعہ آپ چوہڑ تشریف لے گئے۔ وضو کے وقت حضور نے دیکھا کہ وضو کے پانی میں کیڑے مکوڑے ہیں۔ میاں صاحب سے دریافت کیا کہ یہ کینا پانی ہے کہ سرخ کیڑوں سے بھرا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ جناب یہ چھڑ کا پانی ہے پھر میں نے آپ کے لئے گھر سے پانی لا کر وضو کرایا۔ بعد نماز میں نے عرض کیا کہ یہاں پانی کی قلت ہے۔ دوستوں نے بھی عرض کیا کہ دعا فرماویں کہ اس مسجد کے قریب ہی اللہ تعالیٰ ہمیں پانی دے دے۔ جناب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ آؤ سب مل کر دعا کریں۔ چنانچہ سب دوستوں نے مل کر بارگاہ الہی میں دعا کی۔ حضور نے خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کی ہے۔ کنواں کھودو خالق پانی دے دے گا۔ وہ جگہ بہ نسبت دوسری جگہ کے بہت اونچی تھی۔ خیال تھا کہ شاید پانی نہ نکلے مگر جناب کے فرمانے سے ہمیں تسلی تھی۔ حضور نے کدال لے کر خود دست مبارک سے افتتاح کیا اور اس کے بعد ہم سب دوستوں نے کنواں کھودنا شروع کر دیا۔ ساتویں روز اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضور کی دعا کی برکت سے نہایت ہی عمدہ صاف پانی نکل آیا۔ چنانچہ وہ کنواں اب تک موجود ہے اور اس کا پانی استعمال ہوتا ہے۔ میاں صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے ہمارے گاؤں میں لوگوں کو نارو اور پھوڑے پھنسی کی بیماری بکثرت ہوا کرتی تھی جب سے اس کنوئیں کا پانی پینا شروع کیا اللہ تعالیٰ نے اس مرض کو بھی دور کر دیا ہے۔ اس کنوئیں کو تیار ہوئے آٹھ نو سال کا عرصہ ہو گیا تھا کہ ایک دفعہ جناب اس گاؤں میں تشریف لے گئے۔ اس وقت دوستوں نے عرض کیا کہ جناب اس کنوئیں کا پانی اب بہت کم ہو گیا ہے اور گدلا ہو گیا ہے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ پانی زیادہ کر دے۔ جناب نے

فرمایا کہ سات عدد کنکر لاؤ۔ جناب نے ان پر پڑھ کر دم کر دیا اور فرمایا کہ ان کو کنوئیں میں ڈال دو اور صبح کے وقت اطلاع دو کہ کس قدر پانی ہے۔ جب صبح کے وقت پانی نکالنے کے لئے ڈول ڈالا تو لوگوں نے دیکھا کہ پانی بارہ فٹ تک پہنچ گیا ہے۔ اس کنوئیں کو دیکھ کر گاؤں والوں نے سمجھا کہ اب ہر جگہ کنواں کھودا جاسکتا ہے۔ پانی بافراط مل جائے گا۔ چنانچہ لوگوں نے آٹھ نو جگہ کنوئیں کھودے لیکن پانی کہیں نہ نکلا۔

حافظ دین محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ جناب کی خدمت میں حاضر تھا سید حسن شاہ صاحب ساکن موضع کھبل تحصیل گوجر خان جناب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم نے بڑی محنت اور مشقت سے اپنے گاؤں میں کنواں کھودا ہے۔ بہتیرا گہرا کھود کر نیچے لے گئے ہیں مگر پانی نہیں نکلا۔ اب ہمارے پاس روپیہ پیسہ بھی نہیں رہا جو مزدوری دے کر اس سے زیادہ گہرا کھود سکیں۔ جناب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو پانی دے دے۔ جناب نے سب حاضرین مجلس کو فرمایا کہ آؤ سب مل کر دعا کریں۔ جناب نے فرمایا کہ دو گز اور نیچے کھودو۔ انہوں نے جا کر ڈیڑھ گز کھودا لیکن پانی نہ نکلا۔ شاہ صاحب پھر دوبارہ جناب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیٹھتے ہی تندو ترش لہجے میں عرض کیا کہ ہم نے آپ کے فرمان کے بموجب عمل کیا مگر پھر بھی پانی نہیں نکلا ناحق ہماری محنت ضائع گئی۔ اگر ایسا تھا تو پہلے ہی فرما دیتے کہ ہم لوگ تکلیف نہ اٹھاتے۔ غرض اس طرح شاہ صاحب سخت ست الفاظ بولتے رہے اور جناب خاموشی سے سنتے رہے پھر فرمایا کہ شاہ صاحب آپ جھگڑے کے لئے آئے ہیں۔ شاہ صاحب نے عرض کیا کہ کیوں نہ جھگڑوں جو کچھ پاس تھا سب خرچ ہو چکا ہے اب سوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہیں۔ جناب نے فرمایا کہ شاہ صاحب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ناامید نہیں ہونا چاہئے۔ آپ جائیں اور دو گز اور کھودنے کا میں نے کہا تھا پورا کریں۔ انشاء اللہ پانی نکل آئے گا۔ شاہ صاحب نے جواب دیا کہ اب تو میں ایک انچ بھی کھودنے کے لئے تیار نہیں۔ پانی ویسے ہی لوں گا۔ غرضیکہ شاہ صاحب نے بہت تنگ کیا دوست جو وہاں جو موجود تھے شاہ صاحب کو سمجھانے لگے لیکن شاہ صاحب نے کسی کی بھی نہ سنی۔ آخر آپ نے فرمایا کہ شاہ صاحب جاؤ کنواں اور نہ کھودو۔ اللہ ویسے ہی پانی دے دے گا۔ شاہ صاحب واپس گھر چلے آئے۔ ان کے

لڑکے نے بیان کیا کہ جس دن شاہ صاحب یہاں سے حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں گئے تھے اسی رات کو ہی کنوئیں میں پانی آ گیا تھا۔ شاہ صاحب نے خود جا کر دیکھا بہت خوش ہوئے اور جناب کی خدمت میں بہت جلد حاضر ہوئے۔ حضور نے ان کو دیکھ کر فوراً دریافت کیا کہ ابھی پانی نکلا ہے کہ نہیں؟ شاہ صاحب نے خوش خبری سنائی کہ پانی دس بارہ گز تک آ گیا ہے اور اس وقت سے اب تک یہ کنواں برابر کام دے رہا ہے۔

موضع جاڑ متصل موضع سروہ شاہ تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی میں ایک نہایت خاص دوست صوبیدار روڈے خاں صاحب پشتر رہتے تھے۔ ان کے گاؤں میں پانی کا کنواں نہ تھا۔ لوگ بارش کے پانی پر گزارا کرتے تھے۔ سب لوگوں نے مل کر پہاڑی کے قریب کنواں کھودا۔ بہت گہرا لے گئے لیکن پانی نہ نکلا۔ خرچ بھی بہت ہو گیا چونکہ پہاڑی علاقہ ہے نیچے بہت بڑی پتھر کی سل آ گئی۔ بہت کوشش کی گئی کہ اسے توڑا جائے لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ جب ہر طرف سے مایوس ہو گئے تو صوبیدار صاحب حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت عاجزی سے تمام حالات بیان کئے کہ رقم خرچ شدہ کا کوئی اندازہ نہیں لیکن پتھر کی سل کی وجہ سے اور بھدائی نہیں ہو سکتی۔ حضور کچھ دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا کہ صوبیدار صاحب آپ تسلی رکھیں یہ ضروری نہیں کہ پانی کنوئیں کی تہ سے نکلے۔ سل کے آ جانے میں کوئی حکمت ہوگی۔ جاؤ تم کنوئیں کو جلدی سے پکا کرو انشاء اللہ پانی آ جائے گا۔ صوبیدار صاحب اس سے پہلے قبلہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کی کئی کرامات دیکھ چکے تھے۔ راسخ الاعتقاد تھے گھر پہنچ کر کنواں پکا کرنے کی تیاری کر دی۔ لوگ حیران تھے کہ صوبیدار صاحب کیا کر رہے ہیں۔ پانی تو نکلا نہیں۔ کنواں پکا کر کے خواہ مخواہ روپیہ ضائع کر رہے ہیں لیکن صوبیدار صاحب نے لوگوں کی باتوں کی پروا نہ کی اور اپنے کام میں مصروف رہے۔ جب کنوئیں کا نچلا حصہ تیار ہو گیا تو ایک صبح کو آ کر دیکھا کہ کنوئیں کی دیوار کے وسط میں سے قریباً دس بارہ فٹ کی بلندی سے پانی زور سے نکل رہا ہے اور کنوئیں میں گر رہا ہے۔ صوبیدار صاحب نے ایک بڑا پائپ لے کر پانی کے منبع پر لگا دیا اور کنوئیں کو مکمل کر دیا اور حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ پانی کنوئیں کی دیوار سے نکل رہا ہے۔ کنوئیں کی سطح سے پانی نہیں نکلا اور ہم نے اس کو اسی حالت میں پکا

کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مبارک ہو یہ خالق کا خاص عطیہ ہے۔ اس کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ یہ کنواں آج تک برابر کام دے رہا ہے۔ یہ شان خداوندی ہے۔ موضع گوجرا متصل پڈھانہ تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی میں پانی کی قلت کی وجہ سے لوگوں کو بہت تکلیف تھی۔ لوگوں نے بہت کنوئیں کھودے لیکن پانی کہیں سے بھی دستیاب نہ ہوا۔ ایک دفعہ آپ اس گاؤں میں تشریف لے گئے۔ وہاں کے دوستوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس گاؤں میں پانی کی تکلیف ہے۔ کئی جگہ کنوئیں کھودے ہیں لیکن پانی نہیں آتا حالانکہ بہت دور تک کھدائی کی ہے۔ عصر کے وقت آپ باہر تشریف لے گئے۔ تمام دوست ہمراہ تھے۔ گاؤں سے سو گز کے فاصلے پر ایک جگہ آپ نے پسند فرمائی اور فرمایا کہ یہاں خدا کا نام لے کر کنواں کھودو۔ گاؤں ایک ندی کے کنارہ پر بہت بلندی پر واقع ہے اور یہ جگہ تو بہت ہی بلندی پر تھی۔ دوست حیران تھے کہ جگہ بہت اونچی ہے کنواں بہت گہرا کھودنا پڑے گا۔ آپ نے فرمایا کہ خداوند کریم کی وہ شان ہے کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر بھی پانی دیتا ہے اور اگر وہ چاہے تو سوکھی لکڑیوں سے پانی کے چشمے نکال سکتا ہے۔ اس کے نزدیک یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ دوستوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ پہلے حلقہ باندھ کر ذکر جہر بلند کیا اور پھر آپ نے نہایت خشوع و خضوع سے دعائیں مانگی اور بسم اللہ کہہ کر کدال سے زمین پر پھٹ لگایا۔ اس کے بعد مولوی فضل احمد صاحب نے بھی پیروی کی اور کھدائی کا کام شروع ہو گیا۔ خدا کی حکمت آٹھ دس گز کے فاصلہ پر ہی پانی آ گیا اور اس کثرت سے آیا کہ آج تک کم نہیں ہوا۔ اب لوگوں کو بہت آرام ہے۔ رہٹ بھی چلتا ہے۔ سبزیاں و ترکاریاں بہت ہوتی ہیں۔ حضور کو ہر وقت دعائیں دیتے رہتے ہیں۔

موضع چکوڑا تحصیل چکوال ضلع جہلم کی نسبت بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ لوگ وہاں کنواں کھود رہے تھے کہ ایک فقیر کا وہاں سے گزر ہوا۔ کسی بات پر وہ فقیر کے ساتھ نہایت درشت کلامی سے پیش آئے۔ فقیر کوئی صاحب کمال تھے۔ ان کی بے ہودہ گفتگو اور طرز سلوک پر خفگی آ گئی۔ فرمایا جاؤ یہ کنواں نہیں تنور ہے۔ لوگوں نے کنوئیں کو بہت کھودا لیکن

پانی نہ نکلا۔ کئی اور جگہ بھی آزمائش کی گئی لیکن پانی کہیں سے بھی نہ نکلا۔ یہ فقیر کی بددعا کا اثر تھا۔

ایک دفعہ قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ موضع کالس میں تشریف لے گئے۔ موضع چکوڑا کے آدمی بھی حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے حال پر رحم فرمائیں اور ہمارے گاؤں تشریف لے چلیں۔ راستہ خراب تھا دوستوں نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پالکی میں بٹھا کر کندھوں پر اٹھا لیا۔ جب اس گاؤں کے قریب پہنچے تو تمام لوگ اکٹھے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ ذکر جہر کرو۔ صاف زمین پر آپ نے مع دیگر دوستوں کے دو دو نفل ادا کیے اور کہا کہ بارگاہ الہی میں توبہ و استغفار کرو اور عہد کرو کہ آئندہ کسی فقیر کے ساتھ بدسلوکی سے پیش نہیں آئیں گے۔ انہوں نے نہایت عاجزی سے استغفار کی اور سر بسجود ہو کر دعا مانگی۔ اس کے بعد آپ نے زمین پر نشان لگا دیا اور فرمایا کہ یہاں کنواں کھودو۔ خدا کی شان کہ پندرہ گز کے فاصلہ پر ہی پانی آ گیا جو نہایت مصفا اور شیریں ہے۔

راجہ احمد خاں صاحب ساکن کالس تحصیل چکوال ضلع جہلم بیان کرتے ہیں کہ جب چکوڑہ میں پانی کی تکلیف رفع ہو گئی تو میں نے بھی عرض کیا کہ ہمارے گاؤں میں بھی پانی کی قلت ہے دعا فرمائیں خالق ہمیں بھی پانی دے دے۔ آپ نے دعا فرمائی اور راجہ صاحب نے کنواں کھودا اور پانی نکل آیا۔ موضع کالس کے لوگ سب کے سب حضور کے معتقد اور بہت ہی خدمت گزار ہیں۔

غرضیکہ جہاں کہیں بھی پانی کی تکلیف ہوئی اور وہ لوگ قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو خالق نے مہربانی فرمائی اور پانی بافراط مل گیا۔ کوئی شخص مایوس نہ ہوا۔ ذَلِكْ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔

قلیل طعام میں برکت

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے غلام طالب حسین صاحب ساکن بھمبر تراڑ ضلع راولپنڈی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ جناب ہمارے گاؤں میں رونق افروز ہوئے۔ ہمارے والد

سکندر خان صاحب نے جو سوداگر فیل تھے دعوت کا انتظام کیا اور موجودہ چند حاضرین مجلس کے لئے صرف ایک دیگ چاولوں کی پکائی۔ جناب کی تشریف آوری کی خبر سن کر گرد و نواح کے گاؤں سے اور بہت سے دوست جمع ہو گئے۔ مسجد کے اندر اور باہر اور گردا گرد دوست ہی دوست نظر آتے تھے۔ تقریباً چھ سات سو کا مجمع تھا۔ جب کھانا تیار ہو چکا تو ہمارے والد صاحب بہت گھبرائے کہ کھانا کم ہے اور دوست بہت جمع ہیں۔ بڑی شرمندگی ہوگی اگر کھانا سب نے نہ کھایا۔ اس تردد کی حال میں والد صاحب حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام حقیقت بیان کی۔ آپ نے فرمایا کہ آپ بالکل نہ گھبرائیں انشاء اللہ یہی کھانا سب کے لئے کافی ہو جائے گا پھر جناب نے مولوی فیروز دین صاحب مرحوم کو جو اس وقت آپ کے ہمراہ تھے فرمایا کہ دیگ کا منہ بند کر دو اور صرف اتنا منہ خالی رکھو کہ جس سے کھانا نکال لیا جائے اور نکال کر تقسیم کرتے جاؤ۔ مولوی فیروز دین صاحب کھانا نکال نکال کر رکابیوں میں ڈال دیتے اور دوست کھاتے جاتے۔ حتیٰ کہ سب نے سیر ہو کر کھانا کھالیا۔ جب سب دوست کھانا کھا چکے تو جناب نے فرمایا کہ اب دیگ کے منہ سے ڈھکنا اٹھا دو۔ جب دیکھا تو دیگ خالی تھی۔ جناب نے فرمایا کہ اگر اسی طرح دیگ کا منہ بند کئے ہوئے نکالتے جاتے تو انشاء اللہ کھانا نکلتا رہتا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب کچھ آسان ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ جناب کوٹلی لوہاراں تشریف لائے۔ میں نے حضور کی دعوت کی۔ کھانے کے وقت بہت سے دوستوں کا ہجوم ہو گیا۔ میں نے عرض کیا کہ جناب کھانا تھوڑا ہے اور کھانے والے بہت ہو گئے ہیں۔ جناب نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ تسلی رکھیں یہی کھانا سب کے لئے کافی ہوگا۔ چنانچہ جناب کی توجہ اور برکت سے سب دوستوں نے سیر ہو کر کھایا اور کچھ باقی بھی بچ رہا۔

ایک دفعہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کوٹلی لوہاراں مشرقی میں رونق افروز تھے۔ اس وقت یہ خاکسار اور مولوی فضل احمد صاحب بھی ہمراہ تھے۔ وہاں ایک شخص امام دین نام تھا جو بابا کبابی کے لقب سے مشہور تھا۔ اس کا قاعدہ تھا کہ جب اس کے پاس کچھ روپیہ پیسہ جمع ہو جاتا تو کسی نہ کسی مولوی صاحب کو بلا کر میلاد شریف کی مجلس اور وعظ کراتا اور وہ روپیہ

پیسہ اس کار خیر میں خرچ کر دیتا۔ اس نے جناب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ جناب آج رات کی میری دعوت قبول فرمائیں۔ جناب نے مولوی ثناء اللہ صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ غریب آدمی ہے اس کو تکلیف ہوگی۔ لہذا اس کی دعوت قبول نہیں کرنی چاہئے۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ اس شخص کی یہی عادت ہے کہ جب کچھ پیسے جمع کر لیتا ہے فقرا کی خدمت میں صرف کر دیتا ہے۔ جناب کی تشریف آوری سے پہلے کئی دفعہ مجھ سے دریافت کر چکا ہے کہ جناب حضرت صاحب کب تشریف لائیں گے اور وہ کہتا ہے کہ اگر میری دعوت قبول نہ کی تو میں ناراض ہو کر نماز بھی چھوڑ دوں گا۔ آپ ہنس پڑے اور فرمایا کہ اچھا تمہاری دعوت قبول کی۔ چنانچہ اس نے دعوت کی تیاری شروع کر دی۔ جو دوست اسے ملتا اس کو کہتا کہ آج رات کو میں نے حضرت صاحب رحمہ اللہ کی دعوت کی ہے تم بھی ضرور آنا۔ غرضیکہ تقریباً تمام گاؤں والوں کو دعوت دے دی اور ہر ایک یہی کہتا نظر آتا کہ آج رات کو بابا کبابی نے سب کی دعوت کی ہے۔ شام کی نماز کے بعد جب کھانا کھانے کے واسطے اس کے مکان پر جناب مع دوستوں کے تشریف لے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے مکان کے اندر باہر گلی تک سب آدمی ہی آدمی کھانا کھانے کے لئے موجود ہیں۔ باہر سے حافظ قاری محمد ابراہیم صاحب بھی جو وہاں درس دیتے تھے۔ مع درویشوں کے آگئے۔ جب بابا کبابی سے دریافت کیا کہ تم نے اس قدر آدمی بلائے ہیں کیا ان کے لئے کھانے کا بھی کچھ انتظام کیا ہے؟ اس نے کہا میرے پاس جو کچھ تھا پکا دیا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کتنی دیکیں پکائی ہیں۔ اس نے کہا کہ میں نے تو صرف تین چار سیر چاول اور آٹھ دس سیر آٹا اور دو اڑھائی سیر گوشت پکایا ہے۔ جناب نے فرمایا کہ پھر اتنے آدمیوں کو کیوں بلایا؟ بابا سادہ آدمی تھا بے اختیار کہا کہ حضرت صاحب میں نے سنا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی برکت سے تھوڑا کھانا بہت آدمیوں کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ میرے پاس جو کچھ موجود تھا پکا کر تیار کر دیا ہے۔ اب آپ جانیں اور آپکا کام۔ جس طرح چاہیں کریں۔ جناب نے فرمایا اچھا بابا۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح کرے گا۔ جناب نے سب کھانا ایک جگہ جمع کرا کر اس پر اپنی چادر مبارک ڈال دی اور فرمایا کہ ہمارے اپنے

دوستوں میں سے ابھی کوئی کھانا نہ کھائے۔ دوسرے آدمیوں کے لئے حکم دے دیا کہ تھوڑے تھوڑے آدمی آتے جائیں اور کھانا کھاتے جائیں۔ چنانچہ سب لوگ کھانا کھا گئے پھر ہمراہی دوستوں نے بھی کھانا کھایا اور پھر بابا سے دریافت کیا کہ کیا اور بھی کوئی باقی ہے؟ اس نے کہا کہ اس تبرک کو اپنے محلہ میں بھی تقسیم کروں گا۔ غرضیکہ محلہ میں بھی کھانا تقسیم کیا گیا۔ حافظ رسول بخش صاحب مرحوم امام مسجد اور قاری محمد ابراہیم صاحب مرحوم یہ کرامت دیکھ کر نہایت ہی متعجب اور حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے بھی عجیب حال ہیں۔

مہر حاجی محمد مالی مقبرہ جہانگیر بادشاہ شاہدرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ شاہدرہ تشریف لائے اور میرے مکان پر ہی رونق افروز ہوئے۔ رات کے کھانے کا انتظام بھی میرے گھر ہی تھا۔ اس وقت آٹھ دس دوست آپ کے ہمراہ تھے۔ میں نے دس پندرہ آدمیوں کا کھانا تیار کرایا۔ جب کھانے کا وقت آیا تو اطراف سے بہت سے دوست آ گئے۔ میں حیران تھا کہ اب کیا کیا جائے۔ رات بھی زیادہ ہو چکی تھی اور کھانا بھی پک نہیں سکتا تھا۔ شاہدرہ میں نانوائی کی کوئی دکان بھی نہ تھی جہاں سے روٹی مل جاتی۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میری پریشانی دیکھ کر فرمایا گھبراؤ نہیں کھانا جو کچھ بھی پکا ہے لے آؤ۔ آپ نے اس پر چادر مبارک ڈال دی۔ ہم نے دوستوں کو کھانا کھلایا۔ گھر کے افراد نے کھایا پھر بھی ایک دو آدمیوں کا کھانا بچ رہا۔ حضور کی دعا سے خالق نے برکت عطا فرمائی۔

حاجی محمد علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ عرس کے موقع پر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دعوت کے لئے عرض کی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ بہت دوست رخصت ہو چکے ہیں۔ خلفاء اور سیٹھ صاحبان کے علاوہ چند اور دوست مہمان رہ گئے ہیں جو تمیں چالیس کے قریب ہوں گے۔ ان کی دعوت کا انتظام کر لو۔ میں نے اہل خانہ اور عید گاہ کے دوستوں کو بھی شامل کر کے تقریباً ستر اسی آدمیوں کے کھانے کا انتظام کر لیا۔ گرمی کے ایام تھے۔ روٹی کھلانے کا انتظام میں نے اپنے مکان کی چھت پر کیا۔ مقررہ

وقت پر دوستوں کی آمد شروع ہو گئی۔ دوست آتے اور بیٹھتے جاتے اور تانتا برابر لگا ہوا تھا۔ مکان کی چھت پر جگہ نہ رہی اور ادھر دوست سیڑھیوں پر چڑھ رہے تھے اور ساتھ ساتھ یہ آواز بھی آرہی تھی خوب آج حاجی صاحب نے دعوت کی ہے۔ جزاک اللہ۔ دوستوں کا اتنا آنا دیکھ کر میں گھبرا گیا۔ بٹھانے کو جگہ بھی نہ رہی۔ میں نے کہا اچھا بیٹھو۔ جگہ ان کو ملے گی نہیں آپ ہی باہر چلے جائیں گے لیکن دوست بھی دوست ہی تھے جس طرح ہوسکا بیٹھ گئے۔ اب اندازہ جو کیا تو میرے پاس اتنے برتن بھی نہیں تھے۔ قبلہ عالم حضرت صاحب رحمہ اللہ نے مجھے بلا کر ارشاد فرمایا کہ روٹی لاؤ۔ میں نے عرض کیا حضور ساٹھ آدمیوں کا کھانا پکا ہے جس میں گھر کے افراد بھی شامل ہیں۔ ان دوصد کے قریب آدمیوں کے لئے تو کھانا کافی ہے۔ آپ نے فرمایا چار چار آدمیوں کے آگے برتن رکھنا شروع کر دو۔ اللہ کریم برکت عطا فرمائے گا۔ مجھے تسلی ہو گئی اور کھانا تقسیم کرنا شروع کیا گیا۔ خداوند کریم کی حکمت کہ دوستوں نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا بلکہ کچھ بچ بھی رہا۔

اسی طرح ایک موقع پر بندہ مسکین قبلہ عالم حضرت صاحب رحمہ اللہ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ حاجی محمد علی صاحب نے حضور عالی و جناب صاحبزادہ صاحب سلمہ ربہ اور بندہ کی دعوت کی۔ شام کی نماز کے بعد جب در دولت پر حاضر ہوا تو حاجی صوفی ثناء اللہ صاحب صوفی نیاز دین صاحب اور چار اور دوست کوٹلی لوہاراں سے تشریف لے آئے۔ آپ نے انہیں فرمایا کہ آج بابو صاحب (حاجی محمد علی صاحب) کے گھر دعوت ہے۔ چلو پہلے روٹی کھا آئیں۔ باہر جو نکلے تو دیکھا کہ عید گاہ کے دوست بھی دعوت کے لئے آ گئے ہیں۔ بابو صاحب حیران ہوئے کہ دعوت تو میں نے تین اصحاب کی کی ہے اور یہاں تین کے بجائے تیس موجود ہیں۔ دوستوں سے انہوں نے کہا کہ میں نے آپ کی دعوت نہیں کی۔ آپ کو مغالطہ لگا ہے۔ میں گھر چلا آیا۔ پہلے حضور عالی رحمہ اللہ مع خاص دوستوں کے تشریف لے آئے۔ خیر کھانا رکھا گیا۔ سب نے سیر ہو کر کھایا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ عید گاہ کے دوستوں کو بھی بلا لو۔ بابو صاحب خاموش ہو گئے۔ عید گاہ کے دوست کھانے کے لئے بیٹھ گئے۔ قبلہ عالم حضرت صاحب نے فرمایا کہ بندوں کی طرح اگر کھاؤ تو روٹی

مل جائے گی۔ بسم اللہ کرو اور کھاتے جاؤ۔ چنانچہ دوست کھانا کھاتے رہے حتیٰ کہ وہ بھی سیر ہو گئے۔ غرضیکہ تھوڑا کھانا تمام کے لئے کافی ہو گیا۔

اسی طرح چاء و شربت وغیرہ کی تقسیم کے موقع پر بارہا دیکھا گیا کہ تھوڑی مقدار بھی سب دوستوں کے لئے کافی ہو گئی۔ غرضیکہ خالق کا یہ خاص عطیہ تھا کہ جب کبھی دیکھا کہ کھانا تھوڑا ہے اور کھانے والے بہت ہیں تو یہ آپ کا معمول تھا کہ اوپر چادر مبارک ڈال دیتے اور کھانا تقسیم کرتے جاتے۔ خالق برکت عطا فرماتا اور وہ تھوڑا کھانا سب کے لئے کافی ہو جاتا۔

گم شدہ کامل جانا

ایک دفعہ عرس شریف کے موقع پر ایک دوست محمد زمان نام ساکن سانگرہ ضلع راولپنڈی ایک گدھی پر آٹا لاد کر لایا۔ رات کے وقت گدھی گم ہو گئی۔ بہتیرا تلاش کیا مگر نہ ملی۔ مایوس ہو کر جناب کی خدمت میں عرض کیا۔ جناب نے فرمایا گھبرا ئیں نہیں انشاء اللہ تعالیٰ مل جائے گی۔ صبح کے وقت جناب کے مکان پر رخصت کے وقت حاضر ہوا تو دیکھا کہ گدھی جناب کے مکان کے دروازہ کے قریب کھڑی ہے۔ حضور کو اطلاع دی اور وہ دوست اپنی گدھی لے کر بخوشی گھر رخصت ہوا۔

اسی طرح ایک دفعہ آپ گوجرانوالہ رونق افروز تھے کہ چک نظام علاقہ گوجرانوالہ کے دوستوں میں سے ایک دوست اپنے گدھے پر غلہ لاد کر منڈی میں لے گیا۔ وہاں گدھا باندھ کر حضور کی قدم بوسی کر کے جب واپس گیا تو دیکھا کہ گدھا غائب ہے۔ رات کا سماں اور شہر۔ تلاش کر کے تھک گیا۔ آخر مایوس ہو کر وہ خاکسار کے پاس آیا اور قصہ بیان کیا۔ خاکسار نے حضور کے آگے عرض کیا کہ جناب یہ غریب آدمی ہے۔ دعا فرمادیں کہ اس کا گدھا مل جائے۔ جناب نے دعا فرمائی اور فرمایا کہ نماز صبح سے پہلے پہلے جہاں گدھا باندھا تھا وہاں جا کر تلاش کرنا۔ وہ دوست صبح کو وہاں گیا دیکھا تو گدھا اسی جگہ کھڑا تھا۔ اس نے پکڑ لیا اور خدمت میں عرض کیا کہ گدھا مل گیا ہے۔

عرس شریف کے موقع پر ایک دفعہ ایک دوست لال کڑتی راولپنڈی کا رہنے والا عرس کی مجلس میں شامل ہونے کی خاطر ایک سائیکل والے کی دکان سے سائیکل مانگ کر لے آیا اور اسے اپنی طرف سے بحفاظت ایک جگہ رکھ دیا۔ بعد فراغت مجلس جب جا کر دیکھا تو سائیکل غائب تھا۔ سائیکل نیا تھا اور پھر بیگانہ تھا۔ بہت حیران ہوا۔ قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ آچپا نے فرمایا کہ تم نیک ارادہ سے آئے تھے جاؤ سائیکل لے جانے والا پکڑا جائے گا۔ پولیس میں رپورٹ کر دو۔ اس دوست نے ایسا ہی کیا۔ دکاندار کو جب علم ہوا تو وہ بھی پریشان ہوا کہ یہ سائیکل مرمت کیلئے آیا ہوا تھا۔ تین چار دن گزر گئے کہ سائیکل چور اسی سائیکل پر سوار ہو کر اسی دکان پر ضروری مرمت کروانے کے لئے لے آیا۔ دکاندار سائیکل کو پہچانتا تھا جھٹ پولیس کو اطلاع دی کہ چور خود چل کر آ گیا ہے۔ پولیس نے موقع پر پکڑ لیا اور چالان کر دیا۔

ایک دفعہ ایک عورت کی بھینس گم ہو گئی۔ بہتیری تلاش کی لیکن نہ ملی۔ آپ کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوئی۔ آپ نے فرمایا صبح سویرے لئی کی طرف جانا انشاء اللہ مل جائے گی۔ چنانچہ وہ عورت صبح کے وقت اسی سمت گئی تو بھینس راستہ میں کھڑی تھی۔

ڈھوک رتہ متصل راولپنڈی کا ایک دوست کمہاروں کا کام کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس کا گدھا گم ہو گیا۔ وہ حاضر خدمت ہوا۔ گدھا مل گیا۔ دوسری دفعہ پھر وہی گدھا گم ہو گیا۔ آپ نے پھر دعا فرمائی گدھا مل گیا۔ تیسری مرتبہ پھر گدھے کے گم ہونے کا واقعہ بیان کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ اب کی دفعہ گدھا نہیں ملے گا۔ تلاش نہ کر۔ کمہار نے ہر چند تلاش کیا گدھا نہ ملا۔

سید عثمان شاہ صاحب سٹور کیپر کراچی بیان کرتے ہیں کہ ان کا لڑکا جس کی عمر آٹھ نو سال کی ہو گی کہیں چلا گیا۔ بہت تلاش کیا لیکن کوئی پتہ نہ چلا۔ آخر مجبور ہو کر آپ کی خدمت میں راولپنڈی بمعہ اہل و عیال حاضر ہوئے۔ ان کی پریشانی کو دیکھ کر آپ نے تسلی دی اور فرمایا کہ فکر نہ کر لڑکا زندہ ہے اور وہ ایک شخص کے قبضہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اس کا دل اس سے پھیر دے اور وہ گھر حاضر ہو جائے تاکہ اس کے

والدین کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ جب رخصت ہو کر کراچی پہنچے تو ان کا لڑکا خود بخود گھر آ گیا۔

محمد ناظم صاحب ڈرافٹسمن بیان کرتے ہیں کہ دوران قیام راولپنڈی جب ان کا دفتر کوہ مری تبدیل ہوا تو وہ رخصت ہونے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسباب وغیرہ لاریوں پر لد کر جا چکا تھا۔ صرف چالیس روپے کے نوٹ پاس تھے۔ گھر جا کر بڑا جو کھولا تو دیکھا کہ بڑا خالی ہے۔ بہت پریشان ہوئے کہ کرایہ کے لئے کوئی روپیہ نہیں بچا تھا۔ راستہ میں حضرت صاحب رحمہ اللہ کی بیٹھک میں۔ گھر میں۔ غرضیکہ تمام جگہوں کو اچھی طرح دیکھا لیکن نوٹ دستیاب نہ ہوئے۔ آخر آپ سے ذکر کیا۔ آپ نے چاہا کہ کرایہ کے لئے اپنے پاس سے کچھ رقم دے دیں تاکہ کوئی تکلیف نہ ہو۔ ناگاہ محمد ناظم صاحب جواٹھے تو وہ نوٹوں پر ہی بیٹھے تھے۔ سب دوست یہ ماجرا دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اس سے پیشتر وہ بہت تلاش کر چکے تھے۔

اولیاء کرام کی روحانیت سے استفادہ

جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ سال میں ایک دفعہ ضرور جناب شیخ المشائخ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے روضہ مبارک پر زیارت کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے اور وہاں آپ پر نہایت ہی عجیب و غریب حالات و واردات کا انکشاف ہوا کرتا جو بیان سے باہر ہے۔ ایک دفعہ حسب دستور آپ روضہ مبارک پر حاضر تھے اور خاکسار و مولوی فضل احمد و مولوی ثناء اللہ صاحب و دیگر خلفاء اور دوست بھی ساتھ تھے۔ روضہ مبارک پر حاضر ہوتے ہی حضرت صاحب رحمہ اللہ پر ایک عجیب وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ روضہ مبارک سے باہر نکل آئے ہیں اور حضرت صاحب رحمہ اللہ ان سے معانق اور بغلگیر ہو رہے ہیں۔ دوست اپنی جگہ پر مدہوش اور اپنے آپ سے فراموش تھے۔ اس حالت میں یہ ہی معلوم ہوتا تھا کہ حضرت صاحب رحمہ اللہ حضرت مجدد صاحب کے ساتھ کچھ کلام کر رہے ہیں۔ جب اس حالت سے افاقہ ہوا تو حضور نے فرمایا کہ دوستو مبارک ہو حضرت مجدد علیہ الرحمہ فقیر کے دوستوں سے بہت خوش

ہیں اور سب کے لئے دعا فرماتے ہیں۔ سب کی طرف سے السلام علیکم عرض کی جس کا جواب حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے بڑی خوشی سے دیا۔

بابو کرم دین صاحب نے فرمایا کہ ایک دفعہ جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ سرہند شریف شریف لے گئے۔ بندہ بھی ہمراہ تھا۔ حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ کے مزار پر پاؤں کی طرف مراقب ہو گئے۔ بندہ ذرا پیچھے ہٹ کر بیٹھ گیا۔ مزار مبارک پر بیٹھتے ہی جناب کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ مزار مبارک کو پاؤں کی طرف سے بغل میں لے کر بے اختیار زار و قطار روتے تھے۔ اتنے میں ایک افغان آ گیا جس نے جناب کا ہاتھ پکڑ کر اٹھا دیا اور کہا کہ اس طرح کرنا بے ادبی ہے۔ جب وہ چلا گیا تو جناب کی پھر وہی پہلی حالت ہو گئی۔ حالت جذبہ میں بے اختیار رونے اور تڑپنے لگے۔ جب تھوڑی دیر کے بعد اس حالت سے جناب ہوش میں آئے تو جناب نے بندہ سے دریافت فرمایا کہ جناب حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ کی ملاقات ہوئی ہے یا نہیں؟ بندہ نے عرض کیا کہ زیارت تو نہیں مگر قلبی تاثیر بہت ہوئی ہے جو بیان سے باہر ہے پھر جناب نے مجدد صاحب رحمہ اللہ کا حلیہ مبارک بیان کیا اور فرمایا کہ حضرت مجدد رحمہ اللہ کا حلیہ مبارک کچھ کچھ جناب بابا جی صاحب رحمہ اللہ سے ملتا جلتا ہے۔

ایک دفعہ سرہند شریف حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے روضہ مبارک کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ خاکسار بھی ہمراہ تھا۔ تہجد کے نفل ادا فرما کر جناب تربت مبارک پر حاضر ہوئے۔ جناب خود تو حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ کے روضے مبارک کے مقابل دو زانو بادب بیٹھ گئے۔ یہ خاکسار پاؤں کی طرف ذرا پیچھے ہٹ کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جناب کی حالت دگرگوں ہو گئی اور جذبہ و ولولہ اس قدر غالب ہوا کہ جناب کو کچھ ہوش نہ رہا۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جناب حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ بغل گیر ہیں اور معانقہ کئے ہوئے زار زار رو رہے ہیں۔ اس محویت کی حالت میں جناب کے منہ مبارک سے بے اختیار بڑے زور سے نعرہ نکلا جس کے اثر سے یہ خاکسار بھی مدہوش اور بے خود ہو گیا۔ اس بے خودی کی حالت میں خاکسار کو روضہ مبارک کے اندر شمال مشرقی گوشہ میں ایک سفید نور دکھائی دیا جس میں خاکسار کو جناب سرور کائنات رحمہ اللہ کا روضہ مبارک اور بہت سے عجائبات دکھائے گئے جن کا بیان نہیں ہو سکتا۔ اب بھی خاکسار جب

کبھی بیٹھ کر اس واقعہ کو یاد کرتا ہے تو وہ نور آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔
اسی طرح پھر ایک بار جناب کے ہمراہ سر ہند شریف کی زیارت کی۔ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد مسجد کے پاس جنوبی حجرہ میں سونے کو جگہ ملی۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ اور دیگر ہمراہی دوست بھی سب اسی جگہ سو گئے۔ خاکسار کو اس رات حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ کی زیارت حاصل ہوئی۔ خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ نے خاکسار کو فرمایا آؤ تمہیں بتلائیں کہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ اس طرح وضو کیا کرتے تھے۔ جناب خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ وضو کرتے جاتے تھے اور خاکسار دیکھتا تھا۔ پھر تہجد کے لئے جاگ اٹھا۔

غرضیکہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمہ اللہ اولیاء اللہ و بزرگان دین کے مزارات پر خاص طور پر حاضر ہوا کرتے تھے۔ اس حاضری کو آپ حصول سعادت و ترقی د درجات کا ذریعہ جانتے تھے۔

مراتب عالیہ

مولوی فضل احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ کی مجلس میں ایک بابو صاحب ہندوستانی بھی جولال کڑتی بازار چھاؤنی راولپنڈی کے رہنے والے تھے حاضر تھے۔ وہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ بڑے ادب کے ساتھ اپنے حالات بیان کر رہے تھے اور آپ ان کے مطابق اس کو جواب باصواب دیتے تھے۔ جب وہ جانے لگے تو تنہا ہو کر میں نے بابو صاحب سے پوچھا کہ آپ کس جگہ بیعت ہیں۔ اس نے کہا کہ اسی جگہ پھر اس نے بیان کیا کہ میری بیعت ہونے کا ایک عجیب واقعہ ہے۔ میرے دل میں فقرا کی بہت محبت تھی مگر بیعت ہونے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ لال کڑتی بازار میں ایک مجذوب درویش پھرا کرتا تھا میں اکثر اس کی خدمت کرتا رہتا تھا۔ ایک رات وہ میرے پاس ہی رہا۔ ایک ملحقہ کمرہ میں جو خالی تھا اس کو بستر کر دیا۔ رات کے دو بجے ہوں گے کہ میری آنکھ کھل گئی۔ مجذوب کو دیکھا تو بستر پر موجود نہ پایا۔ تھوڑی دیر ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ ناگاہ اسے بستر پر موجود دیکھا۔ یہ حال دیکھ کر میرا دل بہت متاثر ہوا۔ صبح کے وقت جب وہ جانے لگا تو میں نے اس سے عرض کیا کہ

سائیں صاحب مجھے ایک بات بتاتے جائیں کہ اس وقت قطب کون ہے جس سے میں بیعت کروں تو اس مجذوب نے کہا کہ عرصہ دس سال کا ہو چکا ہے منصب قطبیت راو پینڈی کے رہنے والے چھاپہ کا کام کرنے والے ایک حافظ قرآن کو عطا ہو چکا ہے مگر اس نے نام نہ بتلایا پھر کچھ عرصہ اس تلاش میں رہا حتیٰ کہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کی زیارت و ملاقات نصیب ہوئی اور بیعت سے مشرف ہوا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

بابو کرم دین صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ مولوی ثناء اللہ صاحب خلیفہ مجاز حضرت صاحب رحمہ اللہ نے ایک مٹی کا برتن جس کو پنجابی زبان میں چائی کہتے ہیں بندہ کے پاس ایک مستری کے ہاتھ جو نوشہرہ کو جا رہا تھا اس غرض کے لئے بھیجی کہ اس کو جناب حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچا دوں۔ ساتھ ایک رقعہ بھی تھا جس پر یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ چائی جناب غوث دوراں قطب زماں جناب حضرت حافظ جی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت اقدس میں بھیج دیں۔ ان القاب کو دیکھ کر بندہ کے خیال ناقص میں آیا کہ مولوی صاحب نے بڑا مبالغہ کیا ہے۔ جناب حافظ صاحب اگر زیادہ سے زیادہ ہوں گے تو ولی ہوں گے۔ غوث اور قطب ہونے کی زمانہ گواہی نہیں دیتا۔ بندہ نے اس رات خواب میں دیکھا کہ بندہ ایک پہاڑ کی طرف گیا ہے۔ وہاں کیا دیکھتا ہے کہ جناب حافظ صاحب رحمہ اللہ معہ ایک بزرگ کے باہم سجادہ نشین ہیں۔ جناب نے بندہ کو دیکھ کر بڑے رعب داب اور جلالت سے فرمایا کہ تم اپنا سبق پڑھو گے یا نہیں؟ بندہ نے عرض کیا کہ پڑھوں گا۔ بندہ نے ایک کتاب کو جو رعل پر پڑی ہوئی تھی کھولا تو اس کے شروع ہی میں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی کہ:

”اپنے پیشوا کو غوث اور قطب ہی سمجھنا چاہئے“

جب بندہ بیدار ہوا تو اس خیال سے توبہ کی اور اپنے اعتقاد کو صحیح اور پختہ کیا۔ اس سے پہلے بندہ کا نفس امارہ جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ کو اپنا پیر بھائی سمجھتا تھا۔ اس دن کے بعد جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ کو اپنا پیشوا اور پیر سمجھنے لگا کیونکہ جناب بابا جی علیہ الرحمہ نے بیعت کرنے کے بعد بندہ کو تکمیل کیلئے جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ ہی کے سپرد کیا تھا۔ حافظ دین محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ جناب سے بیعت ہونے سے پیشتر میں شہر

احمد نگر دکن میں چلا گیا تھا۔ وہاں ایک مجذوب فقیر کی خدمت میں رہنے کا اتفاق ہوا اس کی خدمت میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد مجھ میں جذب کے آثار پیدا ہو گئے۔ میں نے ارادہ کیا کہ سب کچھ چھوڑ کر اس فقیر کی طرح میں بھی تنہا بیٹھا رہوں لیکن اس نے منع کیا۔ ایسا نہ کرو۔ اپنے وطن جاؤ۔ چند مرتبہ عرض کرنے پر اس نے یہی جواب دیا کہ وطن واپس جاؤ۔ چونکہ مجذوبوں کی کلام ذرا مشکل سے سمجھ میں آتی ہے کیونکہ ان کی بات رمز و اشارہ کے طور پر ہوتی ہے۔ وہاں ایک قادریہ خاندان کے بزرگ شیخ احمد علی خان صاحب رہتے تھے جو بہت معمر اور مرتاض (ریاضت کرنے والا) تھے۔ میں نے ان کی خدمت میں جا کر سب حال بیان کیا انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ تم ضرور اپنے وطن جاؤ۔ تمہیں اپنے وطن میں ہی کامل پیشوا مل جائے گا جس سے تمہارا مطلب حل ہو جائے گا۔ اسی خیال کو مد نظر رکھ کر میں اپنے وطن علاقہ راولپنڈی ملک پنجاب میں چلا آیا۔ اپنے ملک میں جس جگہ کسی بزرگ کی نسبت سنتا اس کی خدمت میں حاضر ہوتا مگر کسی جگہ دل کو تسلی نہ ہوتی۔ ایک دفعہ مجھے بھائی محمد زمان صاحب ساکن ساگرہ کے ساتھ راولپنڈی حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ یہ شخص جناب حضرت صاحب کا مرید تھا۔ وہ مجھے جناب کی خدمت میں لے گیا۔ جناب کی زیارت کرتے ہی دل کی حالت دگرگوں ہو گئی اور اس شعر کے مصداق ہو گیا

آل دل کہ رم نمودے از خوبرو جواناں

دیرینہ سال پیرے بروش بیک نگا ہے

جناب نے میرے لئے دعا فرمائی اور فرمایا کہ رات کو آیت کریمہ تین صد بار اول و آخر سو بار درود شریف پڑھا کریں۔ رات کو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک دوست مظفر شاہ صاحب جوان دنوں جناب کی خدمت میں رہا کرتے تھے ایک روٹی لے آئے اور کہا کہ یہ روٹی جناب نے تمہارے لئے بھیجی ہے لو کھاؤ اور دو روپے بھی دیئے کہ یہ روپیہ حضور کی نذر کرنا اور بیعت کے لئے عرض کرنا۔ چند روز متواتر اسی قسم کی خوابیں آتی رہیں جن میں صاف بتلایا گیا کہ جناب کی حلقہ غلامی میں داخل ہو جاؤ۔ اب دن بدن غائبانہ محبت دل میں جوش مارتی رہی۔ انہی دنوں میں جناب گوجر خان تشریف لے گئے۔ میں بھی

خدمت میں حاضر ہوا اور خواب کا حال بیان کر کے بیعت ہونے کی درخواست کی۔ جناب نے بیعت سے مشرف فرمایا۔

ابتداء حالات میں جبکہ جناب پر جذب غالب تھا اکثر مجذوب فقرا جناب کی خدمت میں آیا کرتے تھے اور ملاقات کر کے چلے جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک مجذوب فقیر کبیل اوڑھے ہوئے جناب کی خدمت میں آیا اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ کچھ دیر تک اس کی طرف دیکھتے رہے پھر ہاتھ سے اشارہ کیا کہ چلا جا۔ وہ چلا گیا۔ میاں فقیر محمد صاحب ساکن چوہڑی نے جو اس وقت موجود تھے۔ دریافت کیا کہ یہ شخص کیوں آیا تھا؟ جناب نے فرمایا کہ یہ شخص ایک مقام پر بند تھا۔ اس کے شیخ نے اس کو میری طرف روانہ کیا تھا اب اس کا مقصد حاصل ہو گیا ہے اس لئے وہ واپس چلا گیا ہے۔

مجذوب کا معذرت کرنا

اسی طرح ایک اور مجذوب سائیں فتو کے نام سے مشہور تھا۔ راولپنڈی کی گلیوں بازاروں میں پھرتا رہتا۔ لوگوں کو مارتا، گالی گلوچ نکالتا، دکانوں میں چلا جاتا جو چاہتا لیتا، کسی کی چیز بازار میں پھینک دیتا، کوئی چیز توڑ دیتا۔ ایک دفعہ مراقبہ اور استغراق کی حالت میں آپ نے دیکھا کہ جناب قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور سائیں فتو سامنے ہوا میں معلق ہے اور جناب کی طرف حقارت کے ساتھ انگلی سے اشارہ کر رہا ہے۔ جب آپ نے اس کی طرف توجہ کی تو وہ دھم سے زمین پر گر پڑا اور چیخنے چلانے لگا۔ جب اس کے بعد آپ دکان پر آئے تو تھوڑی دیر کے بعد وہی سائیں فتو ایک عمدہ قیمتی بوٹ ہاتھ میں لئے حاضر ہوا اور ہاتھ باندھ کر معافی طلب کی۔ جناب کے چچا صاحب جو آپ کے مرتبہ سے ناواقف تھے فرمانے لگے کہ تو ہم کو اس سائیں سے کیوں مروا تا ہے۔ بوٹ اس کو دے دو۔ جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ نے بوٹ اس کو واپس کر دیئے لیکن سائیں لینے پر راضی نہ ہوا اور چلا گیا۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے دوبارہ اس کو بلایا۔ جناب چچا صاحب اس کے دوبارہ آنے پر گھبرائے لیکن آپ نے سائیں کے کان میں چپکے چپکے دو تین باتیں کیں جس سے

وہ خوش ہو کر چلا گیا اور جب تک زندہ رہا آپ کے سامنے کبھی گستاخی سے پیش نہ آیا۔
ایسے ہی ایک اور مجذوب سائیں گوہر کے نام سے مشہور تھا وہ بھی دکانوں، مکانوں
میں گھس جاتا تھا۔ برتن توڑتا، لوگوں کو مارتا مگر اس کو کوئی بھی کچھ نہ کہتا کیونکہ اس میں کمال
درجہ کی ہیبت تھی۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ میں نے ایک رات تہجد کی نماز کے
بعد کشفی حالت میں دیکھا کہ سائیں گوہر میرے سامنے کھڑا ہے مجھے دھمکاتا ہے اور لاٹھی
دکھاتا ہے۔ اتنے میں ایک ہاتھ غیب سے حضرت بابا جی صاحب رحمۃ اللہ کا ظاہر ہوا اور
میرے ہاتھ میں بھی ایک لاٹھی دے دی اور آواز دی کہ اس کو ایک لاٹھی لگا دو۔ میں نے وہ
لاٹھی سائیں گوہر کے سر پر ماردی۔ سائیں چختا چلاتا بھاگ نکلا۔ صبح اور دو وظائف سے
فارغ ہو کر جب میں دکان پر جانے لگا تو بازار میں سائیں گوہر کو دیکھا کہ اس کی پیشانی پر
بڑا شدید زخم لگا ہوا ہے اور اس پر اس نے سوہاگہ ملا ہوا ہے اور لوگوں کو گالی گلوچ نکال رہا
ہے اور برا بھلا کہہ رہا ہے۔ جب نے مجھے دیکھا تو فوراً بھاگ نکلا۔ میں بھی اس کے پیچھے
پیچھے چلا۔ جب تھوڑی دور گیا تو بہت شور و غل کرنے لگا اور پکارنے لگا کہ ہائے میں مارا
گیا۔ لوٹا گیا حتیٰ کہ ایک فاحشہ عورت کے مکان میں گھس کر اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ میں
واپس چلا آیا۔ ظہر کی نماز کے بعد مجھے ایک ضروری کام کے لئے ایک اور دکان پر جانے کا
اتفاق ہوا۔ دیکھا تو وہ سائیں مذکور اس دکان پر موجود ہے اور دکاندار کو بھلا برا کہہ رہا ہے
اور وہ اس سے ڈرتا ہے اور کچھ نہیں کہتا۔ میں نے جب سائیں کو دیکھا تو کہا اے بے
وقوف تو نہیں جانتا یہ کون ہے۔ اٹھ اور خاموشی سے نکل جا۔ لوگوں کو ستانا فقیروں کا کام
نہیں۔ خبردار آئندہ ایسا نہ کرنا۔

پھر میں نے سائیں کو کہا کہ چلا جا۔ بازار کے لوگ حیران تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ آج
سائیں کو کیا ہو گیا ہے۔ ایک شخص نے خیال کیا کہ اب سائیں کچھ نہیں کہے گا۔ اس نے
سائیں کے ساتھ ہنسی ٹھٹھا کیا۔ سائیں نے زور کے ساتھ ایک لاٹھی اس کے سر پر رسید کی۔
میں نے پھر دوبارہ ڈانٹا۔ سائیں یہ کہتا ہوا دوڑا کہ ہائے میں مارا گیا، لوٹا گیا۔ چند کچھ دن
کے بعد اس کی حالت بدل گئی۔

ابتدائی حالات میں حضرت صاحبِ نبیؐ کے دل میں بار بار شوق پیدا ہوتا کہ کسی ابدال کی زیارت نصیب ہو۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے وظیفہ ماثور بھی پڑھتے اور دعائیں بھی مانگتے کچھ مدت اس شوق اور امتگ میں گزر گئی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ گرمی کا موسم تھا۔ نہایت تپش تھی۔ جناب نے دوپہر کے وقت قیلولہ فرمانے کی خاطر حسب معمول اپنی بیٹھک میں جا کر چار پائی پر سونے کا ارادہ فرمایا لیکن نیند نہ آئی۔ بہتیرا تکلف بھی کیا کہ کسی طرح نیند آئے مگر کچھ نہ بنا اور دل میں ارادہ پیدا ہو گیا کہ عید گاہ چلنا چاہئے۔ دل کو سمجھایا کہ ایسی دوپہر کی سخت گرمی میں گرم لو بدن جلا دیتی ہے۔ عید گاہ جانے کا کیا مزہ ہو گا پھر اس خیال سے سونے کا ارادہ کیا کہ نماز ظہر کے بعد چلیں گے مگر پھر وہی کشش اور جذب دامن گیر تھے کہ عید گاہ چلیں۔ یہ جذب اور کشش اس قدر غالب ہو گئی کہ بیٹھک میں آرام کرنا مشکل ہو گیا۔ وجہ بھی معلوم نہ تھی کہ یہ کشش کیوں ہے جو ایسی سخت گرمی میں دل میں پیدا ہو گئی ہے۔ غرض اسی حالت میں عید گاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان دنوں عید گاہ بالکل جنگل میں واقع تھی۔ راتنی رونق اور آبادی جیسے کہ اب ہو گئی ہے۔ بالکل نہ تھی۔ راستہ میں دھوپ کے باعث کسی آدمی کا نشان تک نہیں ملتا تھا۔ سب لوگ اپنے گھروں میں گھسے ہوئے تھے مگر جناب ہیں کہ آپ کے دل کو جذبہ شوق کھینچنے لئے جا رہا ہے۔ جب اس جگہ پر جہاں دونوں سڑکیں جا ملتی ہیں پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہاتھ میں عصا اور ایک جھولا کپڑے کا لئے ہوئے اس طرح کھڑا ہے جیسے کسی کی انتظاری ہوتی ہے۔ جناب اس سے دو چار ہوئے تو السلام علیکم کہی۔ اس نے وعلیکم السلام کہا۔ اس کی آنکھوں اور چہرہ سے رعب و داب ٹپک رہا تھا۔ دل میں خوف بھی پیدا ہوا اور شوق بھی دامن گیر ہوا۔ فارسی زبان میں گفتگو کرتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کابل کی طرف سے آیا ہے۔ جناب نے اس سے مصافحہ کیا تو اس کا ہاتھ ایسا سرد معلوم ہوا جیسے ابھی برف سے باہر نکالا ہے۔ یہ دیکھ کر جناب کو بڑا تعجب ہوا کہ ایسی سخت گرمی میں اس کا بدن ایسا سرد ہے۔ غرض اس کو ہمراہ لے کر عید گاہ کے تھڑے پر لے آئے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ آپ کہاں سے تشریف لا رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ کابل سے آ رہا ہوں اور کلکتہ

جاؤں گا۔ آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ شخص نہایت ضعیف اور سفر کے ناقابل ہے یہ کیسے سفر کر سکے گا۔ بحر اس خیال کے وہ درویش مسکرا نے لگ پڑا۔ ظاہر اس کے چہرہ پر سفر کے کوئی نشان نہ تھے بلکہ اس کے جسم کی ٹھنڈک اور منہ کی بشاشت سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی کسی برفانی درہ سے نکل کر آیا ہے۔ دیر تک آپس میں گفتگو ہوتی رہی۔ آخر دعا و سلام کے بعد اس نے جانے کی اجازت مانگی کہ اب میں جاتا ہوں۔ جناب نے اس کو ٹھہرانا چاہا لیکن اس نے باصرار اجازت مانگی۔ تب جناب اس کو رخصت کرنے کے ارادہ پر عید گاہ کے باہر تک تشریف لائے۔ جب سڑک سے کچھ دور آ گئے تو اس نے کہا کہ جناب تشریف لے جائیں گرمی بہت ہے۔ میں اب جاتا ہوں۔ جناب نے اس کو رخصت کر کے عید گاہ کی طرف مراجعت فرمائی۔ ابھی چند قدم چلے ہوں گے کہ جناب نے پھر اس کو مڑ کر دیکھنے کا ارادہ کیا۔ جب دیکھا تو وہاں کچھ نظر نہ آیا اور اس طرح نظر سے غائب ہو گیا جیسے آسمان پر چڑھ گیا یا زمین میں چلا گیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بابو کریم دین صاحب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ گوجرانوالہ رونق افروز ہوئے تھے۔ ان دنوں حضرت بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ زندہ تھے۔ جناب نے ارادہ ظاہر فرمایا کہ دل سرہند شریف حاضر ہونے کو چاہتا ہے مگر ڈر لگتا ہے کہ حضرت بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت حاصل نہیں کی۔ شاید کہیں ناراضگی کا باعث نہ ہو۔ اس کے بعد جناب نے قیلولہ فرمایا۔ قیلولہ کے بعد جب آپ بیدار ہوئے تو گاڑی کا وقت دریافت فرمایا کہ سرہند شریف کو کس وقت گاڑی جاتی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جناب بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیدار سے مشرف فرمایا اور سرہند شریف حاضر ہونے کی اجازت بھی فرمائی۔

جناب کے پیر بھائی حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری جب پہلے پہلے علاقہ میسور کی طرف تشریف لے گئے اور طریقہ نقشبندیہ کی اشاعت شروع کی۔ آگے وہاں طریقہ قادریہ کے مشائخ تھے اور انہی کے اکثر مرید تھے۔ شاہ صاحب اور ان مشائخ کے درمیان اس مسئلہ پر مباحثہ و تکرار شروع ہو گیا کہ افضل طریقہ کون ہے۔ وہ اپنے طریقہ

قادر یہ کو افضل کہتے اور شاہ صاحب نقشبندیہ کو۔ شاہ صاحب نے جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں خط لکھا کہ آپ طریقہ نقشبندیہ کی فضیلت میں کچھ تحریر کر کے روانہ فرمائیں۔ جناب کا بھی خیال اس طرف آ گیا اور کچھ مضمون لکھنے کا ارادہ کیا۔ اسی رات شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ خواب میں ملے اور فرمایا کہ حافظ صاحب آپ اس مسئلہ میں دخل نہ دیں۔ جناب نے اس خیال کو فوراً چھوڑ دیا۔

مولوی فضل احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ دوران سفر حضرت صاحب ضلع جہلم کے علاقہ میں دینا سے پنڈوڑی کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ حضور پاکی میں سوار تھے۔ ایک قبرستان کے قریب پہنچ کر کہا روں نے چاہا کہ بجائے قبرستان کے اندرونی راستہ کے باہر کے راستہ سے پاکی لے چلیں لیکن جناب نے فرمایا نہیں درمیانی راستہ سے چلو۔ جب قبرستان کے درمیان میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک عورت ایک قبر سے باہر نکل کر انتظار میں کھڑی ہے۔ اس عورت نے جونہی پاکی کو دیکھا دوڑ کر مرحبا مرحبا کہتی ہوئی حاضر خدمت ہوئی اور عرض کرنے لگی کہ میں بڑی دیر سے انتظار میں تھی۔ الحمد للہ کہ میری مدت کی آرزو پوری ہوئی۔ آپ نے تھوڑی دیر وہاں قیام فرمایا اور آپس میں گفتگو ہوتی رہی۔ آپ نے ایک روپیہ لے کر ایک دوست کو دیا کہ وہ اس عورت کو دے دے۔ اس عورت نے عرض کی کہ حضور جس طرح آپ نے رات کو خواب میں دیا تھا اسی طرح اپنے دست مبارک سے دیں۔ چنانچہ آپ نے خود روپیہ عنایت فرمایا اور خواب کی حقیقت دریافت کی۔ اس نے عرض کی کہ آج رات کو خواب میں آپ کو میں نے دیکھا کہ پاکی پر اسی طرح سوار ہیں اور روپیہ مجھے دیا ہے۔ مجھے یہ بتایا گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں۔ ان کی زیارت صبح کو ہو جائے گی۔ تسلی رکھو چنانچہ میں اسی انتظار میں بیٹھی تھی۔ خالق کا شکر ہے اور اب میں بہت خوش ہوں۔ آپ نے دعا فرمائی اور آگے روانہ ہو گئے۔ اس عورت کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ بچپن ہی سے یہ عورت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتی تھی۔ دنیا سے کنارہ کش رہتی۔ جوانی کے وقت گو اس کی شادی ہو گئی لیکن اس نے خاوند کو کہا کہ خدا کے واسطے مجھے آزاد کر دو کیونکہ میں اس لائق نہیں کہ دنیا کے جھگڑوں میں پڑوں۔

خاوند نے اجازت دے دی۔ اس عورت نے اپنے لئے قبر بنوائی ہوئی تھی جس میں شب و روز عبادت و ذکر الہی میں مشغول رہتی تھی۔ نہایت ہی زاہدہ عابدہ معلوم ہوتی تھی۔ حضور نے فرمایا کہ اس زاہدہ عورت کی کشش ہی ہم کو اس راستہ سے لے آئی۔ بہت ہی مقبول بارگاہ الہی ہے۔

جنوں کا حضور سے فیضیاب ہونا اور آسیب زدوں کا شفا پانا

ایک دفعہ جنوں کے متعلق بات چیت ہو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے پاس اکثر جن آیا کرتے ہیں۔ ابتدا میں تو یہ حال تھا کہ دکان پر بھی کام کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں شام کی نماز کے بعد عید گاہ کے مغربی کونہ کی طرف مشغول عبادت تھا کہ میرے دل نے چاہا کہ اگر اس دفعہ جن آیا تو اسے کہیں گے کہ مسقط کا حلوا کھلائے۔ دل میں خیال آیا ہی تھا کہ معاً میرے ہاتھ پر ایک برتن آ موجود ہوا جس میں گرم گرم حلوا تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ یہ کارروائی ہمارے جن دوست کی ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ حلوا کہاں سے لائے ہو؟ جن نے عرض کیا کہ ایک دکاندار نے ابھی ابھی تازہ حلوا بنایا تھا میں نے تھوڑا سا لے لیا کہ حافظ صاحب کو کھلاؤں گا۔ آپ یہ حلوا کھالیں۔ میں پھر حاضر ہوں گا۔ جن رخصت ہو گیا۔ میں نے حلوا کھانا چاہا لیکن دل نے کہا کہ دکاندار کی اجازت کے بغیر یہ حلوا جن اٹھا کر لے آیا ہے کھانا درست نہیں۔ فوراً رکھ دیا۔ جن چلا گیا تھا ورنہ واپس کر دیا جاتا۔ وہ حلوا اٹھا کر ایک دوست کو دے دیا۔ مجلس میں ایک دوست (جس کا نام طاہر کرنا مناسب نہیں) موجود تھا۔ جھٹ بول اٹھا حضور وہ حلوا آپ نے مجھے دیا تھا ادب کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے دریافت نہیں کیا تھا کہ اتنا لذیذ حلوا گرم گرم کون دوست لے کر آیا اور آپ نے چکھا بھی نہیں اور مجھے کیوں دے دیا؟ واقعی وہ حلوا مسقط کا ہو گا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ جن اکثر ہمارے پاس آیا کرتا تھا۔

ایک دوست پیندے خاں کا قصہ مشہور ہے کہ اس کی والدہ کو جن بہت تنگ کیا کرتے تھے۔ علاج کرتے کرتے تنگ آ گئے تھے۔ ایک دفعہ مغرب کی نماز کے وقت جب کہ آپ قبرستان پیرو دھائی کے نزدیک کنارہ لئی پر تشریف رکھتے تھے حاضر ہو کر یہ واقعہ جناب کی

خدمت میں پیش کیا کہ آج میری والدہ کو جن نے سخت تکلیف پہنچائی ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا عشاء کی نماز کے بعد چل کر دم کر دیں گے۔ چنانچہ بابو محمد امین و محمد بخش کے ہمراہ آپ پیندے خاں کے گھر تشریف لے گئے۔ پیندے خاں کی والدہ اس وقت ہوش میں تھیں۔ ایک پلنگ پر آپ کو بٹھایا۔ ہمراہی دوست بھی اسی پلنگ پر دائیں بائیں بیٹھ گئے۔ آپ نے مائی سے دریافت کیا کہ تمہیں کیا تکلیف ہے۔ وہ بیان کرنے لگی کہ مجھے جن نے بہت تنگ کیا ہوا ہے۔ میری ہڈیاں چور چور ہو گئی ہیں۔ بہت علاج کر چکی ہوں لیکن اس سے چھٹکارا نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ کس وقت آتا ہے؟ مائی نے کہا کہ ویسے تو اس کا وقت مقرر نہیں لیکن آج جاتے ہوئے کہہ گیا تھا کہ جس وقت حافظ جی صاحب تشریف لائیں مجھے بلا لینا۔ ہمراہی دوستوں میں سے ایک تو جنات کے وجود سے بالکل انکاری تھا وہ آزمائش کے طور پر ساتھ آیا تھا۔ باتیں سن کر اس نے ہنس دیا۔ آپ نے جن کو آواز دی۔ یکا یک آندھی کی طرح زور سے ہوا آئی دروازے پھٹ سے کھل گئے۔ ہمراہی دوست، دونوں بے ہوش ہو کر پلنگ سے نیچے گر گئے۔ مائی بھی چیخ مار کر بے ہوش ہو گئی اور پھر خاموشی ہو گئی اور کہا کہ السلام علیکم۔ آواز تبدیل ہو گئی تھی۔ آپ سمجھ گئے کہ جن آ گیا ہے۔ دوستوں کو اٹھایا وہ پلنگ سے ہٹ کر دوسری جگہ کھڑے ہو گئے لیکن بدن کانپ رہا تھا اور پسینہ آ رہا تھا۔ آپ نے اب دریافت فرمانا شروع کیا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ کہاں سے آئے ہو؟ جن عرض کرنے لگا کہ میرا نام سائیں دلبر ہے۔ مجھے اس مائی کے ساتھ عرصہ سے محبت ہے اور اب چورہ شریف سے آ رہا ہوں۔

قبلہ عالم: وہاں کب گئے تھے؟

جن: شام کی نماز کے بعد۔

قبلہ عالم: شام کہاں ادا کی؟

جن: آپ کے پیچھے لئی کے کنارے پر۔

قبلہ عالم: کون کون سی سورت میں نے پڑھی تھی۔

جن: پہلی رکعت میں انا انزلناہ دوسری میں انا اعطینا۔

مائی بالکل پڑھی ہوئی نہیں تھی۔ سوائے سورۃ اخلاص کے اور کوئی سورت نہیں جانتی تھی۔ آپ نے مزید دریافت فرمایا۔

قبلہ عالم: عصر اور ظہر کہاں پڑھی؟

جن: ظہر چورہ شریف پڑھی اور اس کے بعد وہاں سے کھسکو (محاورہ: یعنی جلدی روانہ ہونا) ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ یہاں کس وقت پہنچے؟ اس نے کہا کہ اسی وقت پھر آپ کے ساتھ دکان پر کام بھی کرتا رہا اور قرآن شریف بھی سنتا رہا۔ جب آپ قرآن شریف کا دورہ کر رہے تھے میں ساتھ ساتھ کام میں امداد بھی دیتا تھا۔ جب آپ نے دکان بند کی تو میں کشمیر چلا گیا۔

قبلہ عالم: وہاں کب پہنچے؟

جن: اُسی وقت۔

قبلہ عالم: نماز وہاں کہاں پڑھی؟

جن: جامع مسجد میں۔

قبلہ عالم: پھر؟

جن: عصر کی نماز کے بعد شام و عشاء آپ کے پیچھے پڑھی۔ آپ نے پوچھا کہ عشاء میں کون کون سی سورت میں نے پڑھی تھی؟ اس نے جواب دیا کہ سورۃ الضحیٰ و سورۃ الم نشرح۔ آپ نے فرمایا کہ سورۃ الضحیٰ سناؤ۔ اس نے تمام سورۃ سنا دی حالانکہ وہ مائی ایک حرف بھی پڑھی ہوئی نہیں تھی۔ میرا بھائی ہاشم آپ کو السلام علیکم کہتا ہے۔

قبلہ عالم: (حیران ہو کر) وہ کہاں ہے؟

جن: وہ سامنے سیڑھی پر بیٹھا ہے۔

قبلہ عالم: اچھا دیکھو میرا کہا مانو اس مائی کو چھوڑ دو۔ اس کا بیٹا ہمارا دوست ہے اور

اس کی سفارش پر ہم یہاں آئے ہیں۔

جن: دل تو نہیں چاہتا لیکن آپ کے حکم کے آگے کوئی عذر نہیں۔ چلا جاتا ہوں پھر

کسی وقت حاضر ہوؤں گا۔

قبلہ عالم: نہیں اس کو زیادہ تنگ نہ کرو پھر اس کے پاس آنے کی ضرورت نہیں۔
جن: بہت اچھا۔ آپ نے فرمایا تم نے میرے دوستوں کو کیوں نیچے گرا دیا ہے؟ اس
نے جواب دیا کہ حضور یہ اتنے بے ادب ہیں کہ آپ کی برابری کرنے کے لئے آپ کے
دائیں بائیں بیٹھ گئے۔ لیجئے اب ہم رخصت ہوتے ہیں۔ السلام علیکم

مائی دھڑم سے نیچے گری۔ تھوڑی دیر بعد افاقہ ہوا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا
حال ہے؟ وہ عرض کرنے لگی کہ بدن کی ہڈیاں ٹوٹ رہی ہیں۔ مجھے کچھ ہوش نہیں۔ اس
واقعہ کی نسبت آپ نے دریافت کیا لیکن مائی نے یہ ہی کہا کہ مجھے کچھ پتہ نہیں۔ آپ نے
فرمایا کہ وہ جن اب چلا گیا ہے پھر نہیں آئے گا۔ اس واقعہ کے بعد پیندا خاں اور اس کی مائی
کافی عرصہ زندہ رہے۔ کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ فالحمد للہ علی ذالک

آپ نے ہمراہی دوستوں سے دریافت کیا کہ جس وقت جن آیا تھا تمہیں کیا ہو گیا
تھا۔ ایک نے کہا کہ مجھے تو یہ معلوم ہوا کہ کسی نے پکڑ کر مجھے زور سے نیچے دے پکا ہے اور
کہا بے ادب حضرت صاحب رحمہ اللہ کے برابر ہو کر بیٹھے ہو۔ پھر میری جرأت نہ ہوئی کہ آپ
کے ساتھ بیٹھتا۔ دوسرا عرض کرنے لگا کہ میرے کان میں یہ کہا گیا کہ اچھا تم جن کے وجود
سے انکاری ہو۔ یہاں تماشہ دیکھنے آئے ہو اگر تم حافظ صاحب کے ساتھ نہ ہوتے تو تمہیں
اس کی سزا دیتا۔ بس مجھے پکڑ کر نیچے گرا دیا۔ شکر ہے خدا نے آپ کے طفیل فضل کیا ورنہ
معلوم نہیں کیا گت بنتی۔ مجھے آج یقین ہو گیا ہے کہ جن بھی ہیں اور ان میں بہت طاقت
ہے۔ لیکن ان کی طاقت اللہ تعالیٰ کے بندوں کے نزدیک کچھ وقعت نہیں رکھتی۔

بابوشوق محمد صاحب امرت سری جو آج کل عبادان ملک ایران میں ملازم ہیں۔ بیان
کرتے ہیں کہ چند سال پیشتر جبکہ میں عراق میں محکمہ بندوبست میں ملازم تھا اور بطور
معاون مہتمم بندوبست کے کام کرتا تھا۔ ایک دفعہ ہمارا کیمپ دریائے دجلہ کے کنارہ پر تھا۔
قریب ہی قدیم زمانہ کا قلعہ تھا جو شکستہ ہو چکا تھا۔ اس کی نسبت یہ مشہور تھا کہ یہاں جنات
کا بسیرا ہے اور کوئی تنہا آدمی دوپہر یا رات کے وقت نہ گزر سکتا تھا۔ جمعہ کی نماز کے بعد میرا
ادھر سے گزر ہوا۔ عربی میں مجھے کسی نے آواز دی کہ یہ راستہ نہیں ہے تم کہاں جا رہے ہو؟

میں نے چاروں طرف دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا۔ آوازیں آتی رہیں اور میں آخر اسی راستہ سے گزر گیا۔ کمپ میں آکر اپنے افسر سے ذکر کیا لیکن اس نے اعتبار نہ کیا۔ شام کو میں کام میں مشغول تھا کہ میرا افسر باہر سے آیا کہ تنبو کے قریب میں نے بتی جلتی دیکھی تھی۔ قریب آیا تو روشنی غائب تھی۔ رات کو چوکیداروں نے بھی ایسے ہی روشنی دیکھی۔ وہ اس روشنی کی طرف چلے تو وہ روشنی دریائے دجلہ کی طرف چلنے لگی۔ ہم سب نے اس روشنی کو چلتے دیکھا۔ رات کو مہتمم صاحب اور میں دونوں بیمار ہو گئے۔ ہماری حالتیں متغیر تھیں۔ جنات اپنا اثر دکھانے لگے۔ ڈاکٹر بھی حیران رہ گئے کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ اگلے دن مجھے کچھ ہوش آیا ہڈیاں چور چور تھیں اور یہی حال میرے افسر کا تھا۔ عشاء کی نماز جوں توں کر کے ادا کی۔ مراقبہ کیا اور اسی حالت میں غشی آ گئی۔ رات کو قبلہ عالم حضرت صاحب رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا کہ ہاتھ میں شمشیر ہے اور فرما رہے ہیں کہ تم کو کس نے تنگ کیا ہے۔ میں نے مودبانہ عرض کیا کہ یہ جنات ہیں جو ہمیں تنگ کر رہے ہیں۔ حضور عالی نے شمشیر بلند کیا اور جلالت میں فرمایا کہ ابھی ان کو تباہ کرتا ہوں۔ اتنے میں جنات کا بادشاہ حاضر ہوا اور عاجزی سے عرض کرنے لگا کہ یا حضرت ہمیں معلوم نہیں تھا کہ یہ آپ کا غلام ہے غلطی ہوئی معاف کر دیجئے آئندہ تنگ نہ کریں گے۔ غرضیکہ بہت منت سماجت کرنے لگا۔ اتنے میں آنکھ کھل گئی۔ صبح کو میں اور میرا افسر دونوں بخیریت تھے۔ کئی دن وہاں قیام رہا۔ ہم نے پھر روشنی بھی نہ دیکھی اور نہ ہی کسی نے ہم کو تنگ کیا۔

حاجی محمد علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ اخبارات میں یہ خبر بڑی سرخی سے درج کی گئی کہ حیدر آباد دکن کی طرف ایک جگہ رات کو غیب سے پتھر برستے ہیں۔ پتھر کسی کو لگتا نہیں لیکن یہ پتہ نہیں چلتا کہ پتھر کون پھینکتا ہے اور کس طرف سے آتے ہیں۔ ایک ماہ سے لگاتار پتھر برس رہے ہیں کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوئی۔ وہاں سے ہمارے دوستوں میں سے ایک دوست نے قبلہ عالم حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں عریضہ لکھا جس میں تمام حقیقت بیان کی ہوئی تھی۔ اتنے میں اخبارات میں بھی پھر خبر شائع ہوئی کہ پتھر ابھی تک برس رہے ہیں اور یہ کام جنات کا معلوم ہوتا ہے۔ اگر کسی صاحب عمل یا بزرگ میں

اتنی طاقت ہے تو وہ ہی کوشش کریں۔ شاید انہیں کامیابی ہو جائے۔ حضور نے جب یہ خبر سنی تو اس دوست کی طرف ایک تعویذ لکھ کر روانہ کیا کہ اس مقام پر لٹکا دینا اور ساتھ ہی لکھا کہ جس وقت پتھر برستے ہیں اس سے چند منٹ پہلے ذکر جہر کرنا اور پھر باواز بلند فقیر کی طرف سے یہ پیغام پہنچا دینا کہ بس اتنی سزا دینی اچھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع ہے۔ جاؤ کہیں اور جگہ بسیرا کرلو۔ خالق کی مخلوق کو تنگ کرنا اچھا نہیں۔ اس دوست نے اور دوستوں کی معیت میں آکر ذکر جہر کیا اور ایک درخت کے ساتھ تعویذ باندھ دیا اور آپ کا پیغام اسی طرح بلند آواز سے سنایا۔ خدا کی حکمت اس رات سے پتھر پھینکے جانے بند ہو گئے اور اس دوست نے ایک ہفتہ کے بعد خوشخبری لکھی کہ خالق نے آپ کی دعا سے یہ مصیبت رفع کر دی ہے۔ اس خط کے آنے پر آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا اور جواب میں لکھا کہ اس واقعہ کی اطلاع کسی اخبار میں دینے کی ضرورت نہیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ قبلہ عالم حضرت صاحب رحمہ اللہ نے بیان فرمایا کہ جن صورتِ انسانی میں تبدیل ہو کر علماء و صلحاء کی خدمت میں حاضر ہو کر علم اور ذکر الہی سیکھتے رہتے ہیں۔ ذکر کی محفل میں شریک ہوتے ہیں۔ چنانچہ سیالکوٹ میں مولینا مولوی عبدالحکیم صاحب جن کا مزار سیالکوٹ کے مغرب میں تالاب کے نزدیک واقع ہے کے پاس اکثر جن قرآن شریف حفظ کیا کرتے تھے۔ آپ کی وفات کو کافی عرصہ گزر چکا ہے لیکن آج کل بھی ان کے مزار پر اسی وقت قرآن شریف پڑھنے کی آوازیں آتی ہیں۔ اسی طرح ایک اور بزرگ تھے آپ نے فرمایا کہ ان کے پاس ایک جن تعلیم پاتا تھا۔ ایک دفعہ ان کی بیوی بیمار ہو گئی۔ بہت علاج کیے آرام نہ آیا آخر حکیموں نے کہا کہ اگر کہیں سے سیب مل جائے تو اس کا پانی پلانے سے صحت ہو جائے گی لیکن ہمارے علاقہ میں سیب نہیں ہے۔ جب تک سیب آئے گا خدا معلوم مریضہ کی کیا حالت ہو جائے گی۔ وہ صاحب پریشان بیٹھے ہوئے تھے۔ شاگردوں نے دریافت کیا کہ حضور آج کیا وجہ ہے گھر میں خیریت ہے۔ آپ نے حکیموں کے علاج کا ذکر کیا وہ جن بھی سن رہا تھا۔ یہ صبح کا واقعہ تھا۔ تعلیم سے ابھی فارغ ہوئے ہی تھے کہ وہ جن جو شاگرد کی صورت میں تھا سیب لے آیا۔ آپ حیران ہو گئے کہ اس علاقہ

میں تو سب ہے ہی نہیں کہاں سے لے آیا ہے اور پھر اتنی جلدی۔ جن پہلے تو ٹالتا رہا آخر کار اسے اپنا راز بتلانا پڑا کہ میں جن ہوں۔ اب میرا راز فاش ہو گیا ہے لہذا اب اجازت چاہتا ہوں پھر وہ جن چلا گیا اور مریضہ کو بھی آرام آ گیا۔

بابو کرم دین صاحب نے اپنی بیاض میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ گوجرانوالہ میں قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ تشریف فرما تھے۔ گرمی کے ایام تھے اور چارپائی مکان کی چھت پر بچھائی ہوئی تھی۔ میں بھی پاس ہی ایک چوکی پر بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے تین دفعہ لا حول پڑھا۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا کہ قبلہ خیر تو ہے؟ آپ نے دریافت فرمایا کہ سامنے مکان میں کون رہتا ہے؟ میں نے عرض کیا یہ مکان مدت سے خالی ہے۔ آپ نے فرمایا تب ہی جنوں نے اس مکان میں اپنا ڈیرا جما رکھا ہے۔

قبلہ عالم فرماتے تھے کہ میرے قبلہ حضرت بابا جی صاحب رحمۃ اللہ نے نصیحت فرمائی ہوئی ہے کہ جنوں کو زیر کرنے کی کوشش نہ کرنا ہاں تعویذ وغیرہ دے دیا کرو۔ چنانچہ آپ کا یہ ہی معمول رہا اور خدا کے فضل سے جن نکل جاتے رہے اور پھر کبھی تنگ بھی نہیں کیا۔

ہدایت خلق

ایک دفعہ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ کلکتہ تشریف لے گئے۔ خاکسار اور چند مخلص دوست بھی ہمراہ تھے۔ وہاں سے کھڑکپور آپ رونق افروز ہوئے۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ ایک غیر شرع بنگالی جاہل آدمی نے اپنے آپ کو اس علاقہ کا قطب ظاہر کیا ہوا ہے۔ کالا رنگ بالکل ننگا بدن پر بھبھوت ملے مسجد کے دروازہ کے باہر ڈیرہ لگایا ہوا ہے۔ مسجد میں کسی کو نماز پڑھنے کیلئے بھی نہیں جانے دیتا اور یوں بکتا ہے کہ نمازوں میں کیا پڑا ہے۔ بہت سی خلقت اس کی معتقد ہو چکی تھی۔ اکثر اچھے اچھے نمازی اور خدایاں کو اس نے خراب کر دیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آنکھوں میں کوئی دوائی ڈال لیتا تھا جس کے باعث اس کی آنکھیں نہایت سرخ خون آلودہ دکھائی دیتی تھیں اور کوئی نشہ والی شے استعمال کرتا تھا۔ جس سے اکثر مدہوش ہو جاتا کرتا تھا۔ لوگ اس کے سرخ چہرہ اور خون آلود آنکھوں کو دیکھ کر مست اور مجذوب خیال کرتے اور اس سے بہت ڈرتے۔ جو کچھ وہ کہتا فوراً تعمیل کرتے۔ بے ہودہ بکواس اور گالی

گلوچ بھی نکالتا مگر کسی کو کیا مجال کہ اُف تک کرے۔ ہر وقت اس کے گرد خلقت کا ہجوم رہتا اور دست بستہ حلقہ اور صف باندھے کھڑے رہتے۔ ایک دوست فرزند علی بھی اس کے دام ترویہ میں پھنس چکا تھا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جب حقیقت معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ بنگال میں جادوگر ہوتے ہیں شاید کوئی جادوگر نہ ہو جس نے اپنی شعبہ بازی سے لوگوں کو اپنے زیر اثر کیا ہو پھر جناب نے فرمایا اچھا دیکھا جائے گا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا ظاہر ہو جائے گا۔ لوگوں نے یہ خبر اس مجہول کو پہنچا دی کہ پنجاب کی طرف سے بھی ایک فقیر صاحب کھڑکپور میں تشریف لائے ہیں۔ اس نے اپنے ایک معتقد مرید کو جناب کی خدمت میں بھیجا جس نے آکر بعد سلام بڑے زور سے اس کی طرف سے کہا کہ ہمارے قطب صاحب کا ارشاد ہے کہ میں اس علاقہ کا قطب ہوں۔ میری اجازت کے بغیر آپ علاقہ میں کیوں آئے۔ یا تو اسی وقت اس علاقہ کی حدود سے نکل جاؤ یا مجھ سے اجازت حاصل کرو اور بے اجازت آنے کی معافی مانگو اور اگر چند دن یہاں قیام کا ارادہ ہے تو میری مرضی کے تابع ہو کر رہو ورنہ میں بری طرح پیش آؤں گا۔ جناب نے فرمایا کہ ہم لوگ بہت دور سے آئے ہیں۔ راستہ کی تکلیف سے طبیعت ذرا تھکی ہوئی ہے اس وقت معاف فرمائیں کل دیکھا جائے گا۔ جیسے حکم ہو گا عمل کیا جائے گا۔ دوسرے روز جناب نے چند شہیدوں کے مزارات پر کھڑکپور سے کچھ فاصلہ پر تھے فاتحہ و زیارت کے لئے جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ چند دوست اس علاقہ کے جناب کے معتقد تھے اور اس راستہ سے واقف تھے۔ ہمراہ ہوئے۔ زیارت و فاتحہ سے فارغ ہو کر جب واپس جانے کا ارادہ کیا تو وہاں سے ایک بڑا سانپ سیاہ رنگ نکلا جس کو ایک دوست نے فوراً مار ڈالا۔ وہاں کے مجاور سانپ کے مارنے سے جھگڑنے لگے کہ مدت سے یہ سانپ ان مزاروں پر رہتا تھا۔ جناب نے کیوں مروا ڈالا ہے۔ جناب نے فرمایا کہ یہ موذی جانور اسی لائق تھا کہ اس کو مارا جائے۔ ان جاہلوں کو سمجھا کر قیام گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اتفاقاً دوست اسی راستہ سے لائے جدھر وہ انسان صورت شیطان سیرت بیٹھا ہوا تھا۔ جب جناب اس کے نزدیک آئے تو دوستوں نے عرض کیا کہ جناب یہ ہے وہ قطب۔ وہ شخص آگ کی دھونی رمائے بیٹھا تھا یعنی گرد آگ کا حلقہ تھا اور آپ اندر بیٹھا ہوا تھا۔ جب جناب نے اس کی صورت و سیرت کو باطنی نظر سے دیکھا تو فرمایا کہ یہ

تو شیطان ہے مکار ہے دھوکہ باز ہے۔ اس کا کوئی تعلق درویشی سے نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا، کہ اے شیطان تو نے ہی ہمیں پیغام بھیجا ہے کہ ہماری اجازت کے بغیر کلکتہ کیوں آئے۔ یہ ملک تیرا ہے یا خدا کا۔ ذرا آگ سے ماہر آ۔ تجھے مکاری کا مزہ چکھائیں۔ اس نے لال لال آنکھیں اور ڈراؤنی شکل سے آپ کی طرف دیکھا اور کڑک کر کہا: اچھا آ گئے۔ حضور نے بہادر علی دوست کو کہا کہ اس شیطان کو آگ سے باہر نکال لاؤ۔ ذرا اس کی قطبیت تو لوگوں کو دکھاؤں۔ بہادر علی نے اسے گیند کی طرح اٹھا کر پھینک دیا۔ اس وقت اس کے معتقدوں میں سے ایک تھانہ دار بھی وہاں موجود تھا۔ وہ اپنی تھانیداری کے رعب سے جھٹ بول اٹھا کہ آپ دنگا فساد نہ کریں۔ حضور نے اس کو بھی ڈانٹا اور فرمایا کہ تم چپ رہو یہ فقیروں کا آپس میں معاملہ ہے۔ اگر یہ قطب ہے تو معلوم ہو جائے گا ورنہ تم لوگ اس کے مکر سے آزاد ہو جاؤ گے۔ حضور نے دوستوں کو ارشاد فرمایا کہ اس کے مغز پر ذرا جوتیوں سے تواضع کرو تا کہ اس کا نشہ ہرن ہو جائے اور عقل ٹھکانے آ جائے۔ پھر باتیں کریں گے۔ دوستوں نے فوراً جوتوں سے تواضع کی نشہ اتر گیا۔ ہاتھ جوڑ کر فریاد کرنے لگا کہ بابا ہمیں کیوں بارتے ہو۔ خدا کیلئے ہمیں جانے دو۔ آپ نے فرمایا کہ تم تو کہتے تھے کہ میں قطب ہوں۔ اب تمہاری قطبیت کہاں گئی؟ کہنے لگا بابا ہم کچھ بھی نہیں۔ خدا کے واسطے ہمیں چھوڑ دو۔ دوستوں نے اسے خچوڑ دیا تو وہ لنگوٹے کو ہاتھ میں پکڑ کر اس طرح دوڑ گیا جس طرح کمان سے تیر نکلتا ہے۔ جن جن دوستوں کو خراب کیا ہوا تھا اور ان کے مال و ایمان کو برباد کیا ہوا تھا ان پر حقیقت آشکارا ہو گئی۔ انہوں نے بھی دوڑ کر اس شیطان کو جوتیاں اور مکے لگائے اور اس کی خوب خدمت اور تواضع کی حتیٰ کہ وہ کلکتہ سے کہیں باہر چلا گیا۔ دوستوں نے اور لوگوں نے جو اس کے معتقد بن چکے تھے توبہ کی۔ رات کو عشاء کی نماز کے وقت بہت مخلوق کا ہجوم ہو گیا۔ نماز کے بعد وعظ کیا گیا اور اس میں اس قسم کے مجہول اور غیر شرع نام نہاد فقیروں کے متعلق سمجھایا گیا کہ ایسے ایمان کے لٹیروں سے بچنا چاہئے۔ مولانا روم صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

اے با ابلیس آدم روئے ہست
بس بہر دستے نباید داد دست

جتنے دن اس علاقہ میں حضور رونق افروز رہے ہر روز اور ہر رات بہت سے لوگ حلقہ بیعت میں داخل ہوتے رہے اور ذکر کی دولت سے مشرف ہوتے۔

ایک دفعہ لاہور رنگ محل مستری احمد الدین صاحب کے مکان پر جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ رونق افروز تھے۔ رات کے وقت دوستوں کو مجلس میں حلقہ ذکر کے بعد نصیحتیں فرما رہے تھے کہ ایک دوست بنام حافظ محمد دین موچی دروازہ سے آیا۔ وہ بہت گھبرایا ہوا تھا۔ آپ نے اس کی حالت دیکھ کر دریافت فرمایا کہ تمہارے ڈرنے کی کیا وجہ ہے؟ اس نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ جناب موچی دروازہ کے قریب ایک بزرگ ایک مکان میں کہیں سے تشریف لائے ہوئے ہیں اور اپنے آپ کو لاہور کا قطب اور ابدال بتاتے ہیں۔ بندہ ان کی صحبت میں تھا۔ میں نے جب ان کی خدمت میں حضور کی تشریف آوری کا ذکر کیا تو قطب صاحب نے فرمایا کہ تمہارے پیر صاحب نے بڑی غلطی کی ہے میری اجازت کے بغیر لاہور میں داخل ہوئے ہیں۔ تم اسی وقت جاؤ اور ان سے کہو کہ اسی وقت لاہور سے چلے جائیں ورنہ ان کی نسبت اور ولایت سلب ہو جائے گی۔ اچھا اگر رات ہونے کے سبب کہیں نہ جاسکیں تو رات بسر کر کے صبح کو لاہور سے چلے جائیں۔ جناب نے یہ بات سن کر تبسم فرمایا اور فرمایا کہ اچھا بھائی ہماری طرف سے قطب صاحب کو کہہ دو کہ اب رات ہو گئی ہے اس وقت جانا مشکل ہے کل صبح دیکھا جائے گا پھر اس دوست نے اجازت طلب کی کہ جناب مجھے جانے دیں۔ وہ انتظار کرتے ہوں گے۔ مبادا میرے دیر کرنے سے مجھ پر ناراض ہوں اور میرا نقصان ہو جائے۔ جناب نے بہتیرا سمجھایا کہ خیر ہے۔ تھوڑی دیر اور بیٹھو مگر وہ کچھ ایسا سہا ہوا اور خوف زدہ ہوا ہوا تھا کہ اس کو مجلس میں بیٹھنا مشکل ہو گیا۔ اس کا یہ حال دیکھ کر جناب نے اس کو اجازت دے دی اور وہ چلا گیا۔

دوسرے روز اشراق کی نماز سے ابھی فارغ ہوئے ہی تھے کہ پھر وہی دوست پیغام لے کر آیا کہ قطب صاحب نے فرمایا ہے کہ ابھی تم کیوں نہیں گئے؟ فوراً چلے جاؤ۔ جناب نے اس کو فرمایا کہ ہم اب لاہور آچکے ہیں اتنی جلدی یہاں سے نہیں جاسکتے۔ تم جا کر ہماری طرف سے قطب صاحب کو کہہ دو کہ مہربانی فرما کر اس جگہ تشریف لے آئیں۔ ان

کی زیارت بھی ہو جائے گی اور پھر جس طرح وہ فرمائیں گے عمل کیا جائے گا۔ یہ سن کر وہ دوست چلا گیا اور آپ نے دوستوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ دیکھو دنیا میں کیسے کیسے مکار اور فریبی پیدا ہو گئے ہیں۔ وہ گمان کرتے ہیں کہ شاید فقیر سادہ لوح ہوتے ہیں۔ دام تزویر میں آجائیں گے مگر یاد رہے کہ طریقت میں تصنع اور بناوٹ نہیں چل سکتی۔ جناب اس کے متعلق دوستوں میں گفتگو فرما ہی رہے تھے کہ اتنے میں وہ قطب صاحب خود ہی وہاں حاضر ہو گئے۔ لمبا قد، سر پر ہندوستانی ٹوپی، کشمیری دھسہ اوڑھے ہوئے، اکڑتا ہوا آیا اور جس جگہ حضرت صاحب بیٹھے ہوئے تھے اسی جگہ مسند پر زانو بزانو کندھے ملا کر چوڑی مار کر بیٹھ گیا۔ دوستوں کو اس طرح بے ادبی سے اس کا بیٹھنا بہت ناپسند آیا مگر جناب نے بھی اور دوستوں نے بڑے حوصلہ اور تحمل سے کام لیا اور کچھ نہ کہا۔ اس نے بیٹھتے ہی ترچھی نگاہ اور غصہ آمیز لہجہ سے جناب کو کہا کہ میں نے جب دو دفعہ آپ کو پیغام بھیجا تھا کہ آپ فوراً چلے جائیں تو آپ نے کیوں حکم عدولی کی ہے اور کیوں نہیں گئے؟ ساتھ ہی کانپتا تھا اور اس کا ایک رنگ آتا اور ایک رنگ جاتا تھا۔ اس کی اس طرح بے ڈھنگی گفتگو سن کر اب جناب سے بھی نہ رہا گیا۔ جناب نے بھی غصہ سے فرمایا کہ اے بے دین، مکار، شیطان تو کہاں کا قطب ہے۔ تو ہمیں مکرو فریب میں لانا چاہتا ہے۔ چل نکل یہاں سے دور ہو پھر تو قطب صاحب کے طوطے اڑ گئے۔ شرمندہ ہو گئے اور کھسیانی صورت بنا کر پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئے۔ بدن پر عرشہ طاری ہو گیا۔ ایسا رعب پڑا کہ زبان سے بات نہ نکلتی تھی۔ بعض جوشیلے دوستوں نے ارادہ کیا کہ قطب صاحب کی قطبیت دیکھیں اور دھول مکا سے تواضع کریں لیکن آپ نے منع فرمایا اور وہ نہایت تیزی سے وہاں سے چلتا بنا۔

اس واقعہ سے قطب صاحب کا سارا راز فاش ہو گیا۔ لوگوں سے اس نے بہت سا روپیہ مکاری سے لیا ہوا تھا جس جس نے سنا آگرد ہوئے۔ روپیہ کا مطالبہ ہونے لگا اب سوائے اس کے کوئی چارہ نظر نہ آیا کہ رات کو ہی رنو چکر ہو گئے۔ اللہ کریم ان مکاروں سے بچائے۔ آمین

مولوی ثناء اللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ جناب کی قدمبوسی و زیارت

کے لئے خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ جناب مولینا مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم اور دیگر دوست بھی مجلس میں حاضر تھے کہ شیخ احمد الدین جو غیر مقلدانہ عقائد کا پابند اور فقرا کا مخالف تھا مجلس میں آکر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ پہلے زمانہ میں اچھے اچھے مردان خدا گذر گئے ہیں آج کل تو صرف نام نہاد فقراء ہی رہ گئے ہیں۔ سائیں کریم بخش نماز میں نعرہ مار کر دوسروں کی نماز بھی خراب کرتا تھا۔ غرض اس نے اس قسم کی بے ہودہ گفتگو کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جناب کے چہرہ مبارک پر جلالت کے آثار ظاہر ہو گئے اور فرمانے لگے کہ اگر اس کی زبان سے بے اختیار اسم اللہ کا نعرہ نکل جاتا ہے تو وہ معذور ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں اگر کوئی شخص جان بوجھ کر نماز کی حالت میں بلند آواز سے نعرہ لگائے تو وہ ناجائز ہے۔ اس کے علاوہ جناب نے مقامات عالیہ اور معارف بلند کی نسبت گفتگو فرمائی۔ شیخ احمد الدین یہ گفتگو سن کر حیران رہ گیا اور اس قدر جذبہ ہوا کہ ماہی بے آب کی طرح تڑپتا تھا اور زار زار روتا تھا۔ سب اہل مجلس حیران رہ گئے کہ اس کو کیا ہو گیا ہے۔ یہ شخص تو غیر مقلد تھا اور فقراء کا سخت مخالف تھا اور حال یہ تھا کہ دوستوں کے ساتھ فقراء کی باتیں کر کے ہمیشہ لڑتا جھگڑتا رہتا تھا اور ان کو بدظن کرتا رہتا تھا بلکہ باہر سے جو دوست آتے انہیں کہتا کہ تم کیا لینے آتے ہو۔ اکثر اوقات وہ دوستوں سے مار بھی کھا لیتا لیکن اپنی خباثت سے سے باز نہ آتا۔ اب باوجود یہ کہ اس پر اس قدر جذبہ ہوا لیکن قلب سیاہ ہو چکا تھا۔ راہ راست پر نہ آیا۔ کبھی فقراء کے ساتھ مل جاتا کبھی غیر مقلدوں کے ساتھ مل جاتا۔ ایسے لوگ ہمیشہ خسارہ پانے والے ہوتے ہیں۔

حافظ دین محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابتدا میں کیمیا گری کا بہت شوق تھا اور ہمیشہ اس خیال میں منہمک رہتا تھا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ہمارے گاؤں سے دو میل کے فاصلے پر ایک اور گاؤں ہے۔ وہاں ایک گھر میں بہت سی پرانی کتابیں پڑی ہوئی ہیں۔ جب میں ان کو دیکھتا ہوں تو ان میں چند نسخے کیمیا گری کے پاتا ہوں۔ میں ان کا مطالعہ کر رہا تھا کہ اتنے میں ایک ضعیف شخص میرے پاس آیا اور ایک سنہری رنگ کے ٹکڑے کو میرے ہاتھ میں دے کر کہنے لگا۔ اگر کیمیا بروئے زمین است۔ ہمین است و

ہمیں است و ہمیں است۔ جب میں بیدار ہوا تو میں نے ارادہ کیا کہ اس گھر کو جا کر دیکھوں جس کو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ جب میں اس گھر میں گیا بعینہ جیسے کہ خواب میں دیکھا تھا سات نسخے پرانے کاغذ پر قلمی لکھے ہوئے دستیاب ہوئے۔ ان کو پڑھ کر میرا شوق اور زیادہ ہو گیا اور ایک نسخہ کی دوائیں لے کر بنایا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ سات نسخوں سے سات زمین اور آسمان مراد ہیں۔ اللہ ان کی معرفت فرمائے گا۔ اس سے کیمیا گری مقصود نہیں لہذا اس کام سے باز آ جانا چاہئے۔ میں جانتا تھا کہ جناب کا فرمانا حق ہے مگر ہوائے نفسانی دل پر غالب تھی۔ بار بار دل میں یہی خیال آتا رہتا تھا۔ اسی اثنا میں ایک اور شخص نے مجھے ایک نسخہ بتایا اور کہا کہ یہ میرا تجربہ شدہ ہے۔ خطا نہیں جائے گا۔ اس کو ضرور بناؤ۔ میں نے دوائیں خرید کر گھر میں رکھیں اور ارادہ کیا کہ صبح اس نسخہ کو تیار کروں گا۔ رات کو خواب میں حضرت صاحب کی زیارت ہوئی۔ جناب نے بڑی زجر و تنبیہ کی اور بہت تاکید سے منع فرمایا کہ خبردار کیمیا گری کا خیال نہ کرنا۔ جب میں بیدار ہوا خوف طبیعت پر غالب تھا حتیٰ کہ جناب کی توجہ سے یہ خیال باطل دل سے دور ہو گیا۔

ایک دوست جلال دین راولپنڈی میں ٹانگہ چلانے کا کام کرتا تھا۔ خلافت کمیٹی کے دنوں میں وہ بھی رضا کاروں میں بھرتی ہو گیا۔ جب حضور عالی کو علم ہوا تو آپ نے جلال دین کو فرمایا کہ ایسے غافل لوگوں میں مت شامل ہو۔ تمہاری طبیعت ذکر و فکر سے بند ہو جائے گی۔ جلال دین ہنگامی جوش کی رو میں بہہ رہا تھا۔ اس نے خدمت میں آنا چھوڑ دیا۔ ایک دفعہ جلال دین رضا کاروں میں شامل ہو کر ایک بے نماز اور شرابی آدمی کو گدھے پر سوار کر کے شہر میں تشہیر کر رہا تھا۔ جب حضرت صاحب کے دربار شریف کے سامنے سے گزرا تو اس وقت حضور عالی موجود تھے۔ اس نے دور ہی سے ہاتھ کے اشارہ سے سلام کیا اور رضا کاروں کے ساتھ چلا گیا۔ جناب کو اس کی یہ بے ادبانہ حرکت ناپسند آئی۔ شام کو جب وہ اپنے گھر پہنچا تو اس کو سخت بخار نے آگھیرا۔ دوسرے دن وہ تو ٹانگہ چلا نہیں سکتا تھا۔ کسی اور شخص کو ٹانگہ چلانے کیلئے کہا۔ وہ ٹانگہ لے کر تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ ٹانگہ الٹ

گیا اور گھوڑی زخمی ہو گئی۔ جب جلال دین کو پتہ چلا تو اسے معلوم ہوا کہ یہ شامت و مصیبت مجھ پر جناب کی بے ادبی سے پڑی۔ اسی وقت گرتا پڑتا جناب کی خدمت میں حاضر ہوا اور توبہ کی۔ اس کا بخار بھی اتر گیا اور گھوڑی بھی تندرست ہو گئی۔ دوستوں کو ایسی مجالس سے الگ رہنا چاہئے۔

بابو غلام نبی صاحب صابر انسپکٹر ڈاکخانہ جات بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۳۰ء میں میری تبدیلی کرنال ہو گئی۔ وہاں ایک قلندر فقیر تھے جو قدرے مجذوب تھے لیکن قیود شرع سے آزاد تھے۔ مجھے ان کی نفس کشی کے باعث ان سے کچھ عقیدت ہو گئی اور میں اکثر ان کو ملنے جایا کرتا تھا۔ میں نے یہ حالات قبلہ عالم حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں بذریعہ خط لکھ کر بھیج دیئے۔ حضور نے جواب ایسے پر تاثیر پیرایہ میں دیا کہ بہت مسرور اور محظوظ ہوا اور قلندر فقیر کی خدمت میں جانا چھوڑ دیا (صابر صاحب نے حضور کے ارشادات عالیہ کو اشعار میں قلمبند کیا ہے لیکن یہاں مطلب ہی درج کیا جاتا ہے)

اے میرے عزیز مجذوب فقیروں کی خدمت میں زیادہ جانا اچھا نہیں۔ اس قلندر فقیر کو جہاں تک فقیر نے دیکھا ہے شرع سے کوئی لگاؤ نہیں۔ اتفاق سے اگر ملاقات ہو جائے تو خیر ورنہ خاص طور پر نہ حاضر ہوا کریں۔ اتباع سنت لازمی جاننا۔ کوشش کریں کہ اس چند روزہ زندگی میں خدا راضی ہو جائے۔ تہجد ذکر و مراقبہ کی طرف خاص طور پر کوشش رکھیں۔ سب سے زیادہ قیمتی چیز وقت ہے۔ اس لئے اپنے اوقات کو خالق کے ذکر میں بسر کرو کیونکہ جو وقت گزر جاتا ہے پھر ہاتھ نہیں آتا۔

مرزا قادیانی کے حالات پر ایک نظر

حضرت صاحب رحمہ اللہ نے ایک دفعہ اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ ابتدا میں جب مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور جا بجا اس کا چرچا شروع ہوا اور اکثر دوست مجلس میں بیٹھ کر اس کے متعلق دریافت کرتے تو میں جواب میں کہتا کہ اگر جناب رسول خدا ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تو حضور ﷺ سے دریافت کر کے بتاؤں گا مگر جب کبھی زیارت سے مشرف ہوتا کچھ یاد نہ رہتا۔ ایک دفعہ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضور ﷺ مسجد نبوی میں

جلوہ افروز ہیں اور حضور کے گرد اگر د بہت سے اصحاب اور اولیاء صف باندھے حلقہ میں مراقب بیٹھے ہیں۔ میں نے ان میں سے حضرت امام غزالی اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہما کو دیکھا کہ سب سے پیچھے بیٹھے ہیں۔ میں بھی ان کے پیچھے مؤدب ہو بیٹھا۔ میرے دائیں طرف امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور بائیں طرف حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اس وقت ایسی کیفیت پیدا ہوئی کہ جو بیان نہیں ہو سکتی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور سے تمام مجلس منور تھی اور فرش سے عرش تک نور ہی نور دکھائی دیتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ ارشاد فرمایا جس کے سنتے ہی تمام اہل مجلس کھڑے ہو گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ کھڑا ہو گیا مگر مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف آواز مبارک ہی سنائی دی۔ یہ معلوم نہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا ہے۔ میں نے جب دائیں بائیں نظر اٹھا کر دیکھا تو بے شمار لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ میں نے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ یہ لوگ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ ان میں کچھ تو اصحاب کرام ہیں اور باقی سب اولیاء امت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ میرے عزیز تم آگے جاؤ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے تمام اصحاب بیٹھ گئے۔ میں اس وقت سب سے آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا۔ میں نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو بوسہ دیا۔ جب دائیں طرف نظر کی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور کی خدمت میں رونق افروز دیکھا۔ اس وقت میں نے موقع مناسب خیال کر کے دریافت کیا کہ حضور مرزا قادیانی کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ سچا ہے یا جھوٹا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا سنتے ہی منہ مبارک دوسری طرف کر لیا۔ مجھے خوف پلہوا ہوا مگر شاید حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خفا ہو گئے ہیں۔ رناراضگی کے باعث میری طرف سے منہ پھیر لیا ہے مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا کہ تم اس آیت کو پڑھو ومن الناس من يعجبك قوله في الحياة الدنيا وشهد الله على مافي قلبه وهو الدالخصام۔ میں اس آیت کو پڑھنا چاہتا تھا لیکن پڑھی نہ جاتی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پڑھو پڑھو۔ جب میں نے اس آیت کو پڑھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہماری طرف توجہ و التفات فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ مرزا قادیانی اس گروہ میں سے ہے جس کے

حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ یعنی مرزا قادیانی مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے پھر حضرت صدیق اکبر ؓ نے فرمایا کہ مرزا قادیانی کاذب ہے پھر میں نے اس آیت کو زور سے پڑھا تو میں جاگ اٹھا۔ دیکھا تو تہجد کا وقت تھا۔ یہ واقعہ بالکل سچا ہے۔ اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔ فقیر دروغ گو نہیں ہوتے۔ لعنة الله على الكاذبين۔ جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے۔

ایک دفعہ جناب حضرت صاحب ؒ نے بنفس نفیس ارشاد فرمایا کہ فضل محمد نام ایک شخص ملازم محکمہ چوکی مرزائی خیال کی طرف مائل تھا۔ جب کبھی وہ مجلس میں آتا تو مرزا قادیانی کا ذکر چھیڑ دیتا اور کہتا کہ مرزا حق پر ہے۔ میں مرزا کی تکذیب کرتا اور اسے راہ راست کی طرف لانے کی کوشش کرتا۔ انہی ایام میں ایک رات تہجد کی نماز کے بعد مجھے غنودگی سی آگئی۔ میں نے دیکھا کہ جسم کے ساتھ بلندی پر اڑ رہا ہوں۔ جب میں نے اوپر نظیر کی تو دیکھا کہ مجھ سے زیادہ بلندی پر اور بہت سے اولیاء اڑ رہے ہیں اور تسبیح اور تہلیل پڑھ رہے ہیں۔ جب میں اڑ کر آگے گیا اور نیچے دیکھا تو مجھے ایک نشیب جگہ میں ایک گاؤں دکھائی دیا۔ میں نے اس گاؤں میں اترنا چاہا۔ جب میں وہاں اترا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آریہ اور سکھ لوگ بلجہ بجا رہے ہیں اور کچھ عیسائی بھی ان کے ساتھ مل کر گارہے ہیں۔ ان کے آگے آگے مرزائی لوگوں کو دیکھا کہ قرآن شریف ہاتھوں میں لیے پڑھ رہے ہیں اور ان کے چہرے سیاہ ہیں اور بے ادب معلوم ہوتے ہیں۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ میرے قبلہ و کعبہ حضرت مرشدنا و مولینا خواجہ فقیر محمد صاحب علیہ الرحمہ جن کا ان دنوں میں وصال ہو چکا تھا میرے پاس کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تینوں گروہ ایک ہی قسم کے ہیں۔ جناب خواجہ علیہ الرحمہ نے میرا بازو پکڑا اور فرمایا کہ یہاں ٹھہرنا نہیں چاہئے۔ آؤ یہاں سے اڑ چلیں۔ جب ہم تھوڑا سا بلند ہوئے تو میں نے نیچے نظر کی۔ دیکھا کہ وہ لوگ گندگی میں پڑے ہیں اور ایک دوسرے پر گندگی اچھال رہے ہیں۔ اس وقت میرے خواجہ ؒ نے جو مجھے ساتھ لے اڑے تھے فرمایا کہ یہ لوگ ہم میں سے نہیں ہیں۔ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ اس وقت میری زبان سے بے ساختہ الحمد للہ نکلا اور ایسی خوشی ہوئی کہ بیان

سے باہر ہے۔ اس خوشی میں میری وہ غنودگی جاتی رہی۔ میں نے اپنے دل کو صاف اور خوش پایا اور اللہ تعالیٰ کا شکر کیا کہ اپنے پیرانِ عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طفیل اللہ تعالیٰ نے مجھے بچا لیا۔ جب میں نے یہ واقعہ فضل محمد کے سامنے بیان کیا تو بجائے اس کے کہ راہِ راست پر آ جاتا اور توبہ کرتا مجلس میں آنا ترک کر دیا۔ مجھے اس کی گمراہی پر بہت افسوس ہوا۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔ شعر

بہ مقبولی کے را دسترس نیست

قبول مقبلاں در دست کس نیست

مَنْ يَهْدِيهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ

حضرت صاحب رحمۃ اللہ کا مزاج مبارک شروع ہی سے ایسا واقع ہوا تھا کہ عام جلسوں اور مجلسوں میں بہت کم شامل ہوتے تھے۔ مذہبی جھگڑے اور بحث مباحثہ اور مناظرہ میں بھی دخل نہ دیتے تھے۔ اگر کہیں مناظرہ یا مقابلہ کا اتفاق ہو بھی جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جناب کا پلہ ہمیشہ بھاری رہا اور مخالفوں نے ہر طرح نیچا دیکھا۔ چنانچہ ایک دفعہ جناب کو ایک واقعہ بمقام ٹیری علاقہ کوہاٹ میں پیش آیا جس کا مختصر بیان یہ ہے کہ ٹیری کا خان عبدالغفور خاں حضرت صاحب رحمۃ اللہ کا بہت معتقد تھا۔ اس نے آپ کو بڑے شوق اور محبت سے اپنے ہاں بلایا تھا۔ اس وقت مولوی فضل احمد صاحب صوفی عبدالرحمن اور چند ایک اور مخلص دوست بھی سفر میں ہمراہ تھے۔ اس علاقہ کے بڑے بڑے مولوی اور پولیس کا سب عملہ یعنی تھانہ دار سے لے کر پولیس کپتان تک سب مرزا قادیان کے معتقد تھے اور شب و روز مرزائی عقائد کی تلقین کرتے اور مرزا کے مذہب کو رواج دیتے تھے۔ کئی دفعہ ان سے سرحد کے ملا اور مولوی مثل بلا قریبوغہ وغیرہ مرزا کی نبوت اور حیات و ممات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں بلا فائدہ مناظرہ کر چکے تھے جس سے اس علاقہ کے اکثر لوگوں نے ہل تذبذب میں پڑتے جاتے تھے۔ رات کو جناب نے مولوی فضل احمد صاحب کو وعظ کے لئے فرمایا۔ دورانِ وعظ میں مولوی صاحب کا خیال مرزا قادیانی کے عقائد کی طرف منتقل ہو گیا اور بے اختیارانہ مولوی صاحب کی زبان سے نکل گیا کہ علماء اہل سنت و جماعت کے

فتویٰ کے مطابق مرزا کافر ہے۔ اس بات کو سن کر جس قدر مرزائی وہاں موجود تھے جل بھن گئے۔ ان کو اپنی علمیت پر گھمنڈ تھا۔ ان سے رہا نہ گیا کہ وعظ کے ختم ہونے تک صبر کریں۔ وعظ کے دوران میں ہی شور مچا دیا اور مولوی صاحب کو کہا کہ آپ یا اس لفظ کافر کو واپس لیں اور معافی مانگیں اور توبہ کریں یا مرزا کو کافر ثابت کریں۔ اس حالت میں وعظ تو ختم ہو چکا تھا مگر مرزائیوں کا شور و غل بڑھتا گیا۔ تمام علاقہ میں یہ خبر ہوا کی طرح پھیل گئی۔ مرزائیوں کی طرف سے رقعہ پر رقعہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں آنے لگا کہ ہم سے بحث و مناظرہ کرو یا اپنا لفظ واپس لو۔ جناب نے جواباً فرمایا کہ ہم حق کو ظاہر کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں اور اس غرض کے لئے ضرور مناظرہ کریں گے۔ تم اپنے مناظرہ بلاؤ۔ جناب نے گولڑہ پیر مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین کی خدمت میں تار دی کہ وہاں سے کوئی لائق مناظر آ جائے مگر ادھر سے کوئی جواب نہ آیا۔ جناب سید جماعت علی شاہ صاحب سجادہ نشین علی پور کی طرف بھی ڈبل تار دی مگر بے سود۔ آخر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے جناب نے بہ نفس نفیس اس کام کے لئے کمر ہمت باندھی اور مرزا قادیانی کی کتاب ”ازالہ اوہام“ منگوا کر اس کو مطالعہ کیا اور اس کے عقائد کفریہ پر نشان لگائے۔ سرحد کے ملا صاحب بھی اس حال کو سن کر مع بہت سے سامان اکل و شرب اور دینے وغیرہ لے کے آ گئے۔ ان سے دریافت کیا کہ آپ لوگ اس قدر سامان اونٹوں پر لاد کر کیوں لائے ہو؟ انہوں نے کہا کہ شاید چھ مہینے تک مناظرہ کرنا پڑے۔ تب تک خرچ کافی ہوگا۔ جناب نے ان کی بے سمجھی پر تبسم فرمایا کہ یہ عجب قسم کا مناظرہ ہے جو چھ ماہ تک متواتر رہے گا۔ سرحد کے ملاؤں کو بلا کر جناب نے دریافت کیا کہ آپ لوگ مرزائیوں سے کس موضوع پر بحث کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ آگے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور ممات پر بحث کی گئی تھی۔ اب بھی اسی پر بحث ہوگی۔ جناب نے فرمایا کہ مولوی فضل احمد صاحب نے اپنے وعظ میں مرزائیوں کو کافر کہا ہے لہذا ہمارا حق ہے کہ ہم اسی کے عقائد کفریہ سے اسے کافر ثابت کریں اور دیکھیں کہ آیا اہل سنت والجماعت کے عقائد کے مطابق وہ مسلمان بھی ہے یا نہیں۔ دوسرے دن گرد و نواح سے بے شمار مخلوق کا ہجوم ہو گیا۔ سرحد کی طرف سے پٹھان

اس کثرت سے آگئے کہ موضع ٹیری میں جہاں تک نظر کام کرتی تھی آدمی ہی آدمی دکھائی دیتے تھے۔ گلی کوچے میں تل دھرنے کو جگہ نہ رہی۔ یہ حال دیکھ کر مرزائیوں کی طرف سے اس جگہ تھانہ دار جو مرزائی تھا جناب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ اگر اس موقع پر فساد ہو گیا اور ہنگامہ قتل وغیرہ گرم ہو گیا تو اس کے ذمہ دار جناب ہوں گے۔ جناب نے فرمایا کہ ہم ذمہ دار نہیں۔ شرارت آپ لوگوں کی طرف سے سرزد ہوئی ہے اور آپ لوگوں نے شور و غل کر کے گرد و نواح کے لوگوں کو اکٹھا ہے جو کچھ ہو گا سب کا ذمہ آپ کے سر پر ہو گا۔ وہ اتنا کہہ کر دیکھا جائے گا چلا گیا۔ جب مناظرہ کا وقت آیا تو مولوی صاحبان بڑی بڑی کتابیں اٹھا کر سامنے آ بیٹھے۔ گردا گرد خلقت کا رش تھا۔ ہر ایک کے دل میں یہی ولولہ تھا کہ دیکھئے آج کیا ہوتا ہے۔ غرض سلسلہ گفتگو شروع ہوا اور مباحثہ کرتے کرتے جیسا کہ علماء کا قاعدہ ہے منطق معقول کی طرف چلے گئے۔ جب جناب نے دیکھا کہ اصل موضوع سے دور نکل گئے ہیں۔ جناب نے سب کو خاموش کرادیا کہ آپ لوگ تو کسی اور طرف نکل گئے اور جس امر کے متعلق بحث کی ضرورت تھی اس کو چھوڑ دیا ہے۔ جناب نے مرزائیوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ دیکھنا تو یہ ہے کہ مرزا صاحب کے عقائد کیا ہیں اور آیا وہ مسلمان بھی ہے یا نہیں۔ اس بنا پر ہی تو یہ مناظرہ کرنا پڑا ہے۔ چنانچہ ازالہ اوہام کے چند ایک مقام کی بعینہ مرزا صاحب کی تحریر نقل کر کے جو پاس رکھی تھی اس کے مطابق فرمایا کہ سنو مولوی صاحبان کہ جس شخص کے یہ عقائد ہوں اس کے متعلق آپ لوگ کیا کہتے ہیں۔ سب نے باتفاق عرض کیا کہ ایسے شخص کو ہم کافر کہتے ہیں پھر جناب نے فرمایا کہ اگر مرزا صاحب کے ہی ایسے عقائد ہوں تو پھر۔ مولوی صاحبان نے کہا کہ ہم اس کو بھی کافر ہی کہیں گے۔ جناب نے ازالہ اوہام کی تحریر بجنسہ پڑھ کر سنادی اور ازالہ اوہام سے نکال کر وہ مقامات مرزائیوں کو دکھا دیئے اور فرمایا کہ لوگوں کو بلند آواز سے پڑھ کر سنائیں پھر تو تمام مرزائیوں کے رنگ زرد ہو گئے۔ ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگے۔ سکتہ کا عالم طاری ہو گیا۔ جناب نے فرمایا کہ اب کیوں نہیں کہتے کہ مرزا کافر ہے۔ آخر مرزائی مولویوں کے لئے ادھر ادھر بھاگ نکلنے کا موقع نہ رہا۔ ان کو آخر کار کہنا ہی پڑا کہ

مرزا کافر ہے۔ ان کا یہ کہنا تھا کہ چاروں طرف سے شور و غل بلند ہوا کہ مرزا کافر ہے، مرزا کافر ہے۔ عام مرزائیوں نے مرزائی عقائد سے توبہ کی۔ تھانہ دار اور دوسرے عملہ کے لوگ جو مرزائی ہو چکے تھے انہوں نے بھی توبہ کی اور تمام از سر نو مسلمان ہوئے۔ جناب کے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مرزائی فتنہ سے لوگوں کو بچا لیا۔ **فَلِیْلَہِ الْحَمْدُ**

اسی طرح شیخ عبدالکریم صاحب ساکن گوجرانوالہ آج کل انارکلی لاہور میں بوٹوں کی دکان پر ملازم ہیں اور جناب کے خاص اور معتقد دوستوں میں سے ہیں۔ ان کے اکثر رشتہ دار مرزا کے معتقد ہو چکے تھے۔ ان کا چھوٹا بھائی محمد ابراہیم جواب فوت ہو چکا ہے اللہ کریم اسے غریق رحمت فرمائے چند دن اپنے مرزائی رشتہ داروں کی صحبت میں بیٹھنے کے باعث مرزا کا معتقد ہو گیا۔ یہ بات شیخ عبدالکریم صاحب کو بہت ناگوار گزری۔ انہوں نے بہتیری کوشش کی کہ کسی طرح میرا بھائی اس عقیدہ سے باز آ جائے مگر ان کی کچھ پیش نہ گئی۔ گوجرانوالہ کے بڑے بڑے مولوی صاحبان کی خدمت میں بھی محمد ابراہیم کو لے گیا لیکن اس کے شکوک رفع نہ ہوئے۔ آخر کار شیخ عبدالکریم صاحب اس کو کشاں کشاں راولپنڈی شریف جناب کی خدمت میں لے آئے۔ راولپنڈی سے اس کے ساتھ دوسرے مرزائی بھی شامل ہو گئے اور اچھی خاصی تعداد میں جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جناب کے صاحبزادہ الحاج مولوی عبدالرحمن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ جناب نے فرمایا کہ آپ لوگوں کے ساتھ مولوی صاحب بحث کریں گے اور آپ کے شکوک کو رفع کریں گے۔ آپ لوگ بھی اپنے مولویوں میں سے ایک آدمی چن لیں تاکہ وہی گفتگو کرے باقی چپ رہیں۔ انہوں نے ایک مولوی کو منتخب کر کے کہا کہ بس یہی مولوی صاحب گفتگو کریں گے۔ باقی کسی کو بولنے کا حق نہیں ہوگا۔ گفتگو شروع ہوئی۔ جناب صاحبزادہ صاحب مولوی عبدالرحمن صاحب سلمہ اللہ نے ان کے تمام سوالات و شکوک کو ایک ایک کر کے توڑ دیا پھر جناب مولوی صاحب نے مرزائیوں کے آگے چند سوالات پیش کیے جن کا ان سے کچھ جواب نہ بن آیا۔ لا جواب ہو گئے، رنگ فق ہو گیا۔

ایک دوسرے کے منہ کو دیکھنے لگے۔ لا جواب ہونے کی صورت میں جیسے کہ مرزائیوں کی عادت ہے دوسرے موضوع پر جانے کا ارادہ کیا۔ اتنے میں شیخ عبدالکریم صاحب کا بھائی محمد ابراہیم بول اٹھا کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ پہلا مذہب ہی سچا ہے۔ میں اس نئے باطل مذہب سے توبہ کرتا ہوں۔ مرزائی صاحبان تو نادم ہو کر چلے گئے۔ جناب کے دروازہ سے نکل کر ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے کہ تو نے یہ جواب کیوں نہ دیا۔ دوسرا کہتا تھا کہ یہ جواب دینا چاہئے تھا۔ غرض جھگڑتے ہوئے نکل گئے اور محمد ابراہیم بھی از سر نو مسلمان ہوا اور جناب کے معتقد اور مخلص دوستوں میں سے بن گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو استقامت بخشے۔ آمین

مولوی ثناء اللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک شخص مرزائی عقیدہ کا جناب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت مولینا مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم بھی مجلس میں حاضر تھے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ جناب مرزا کے متعلق مراقبہ فرمائیں اور بتلائیں کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا۔ جناب نے کچھ دیر مراقبہ کیا اور پھر فرمایا کہ قرآن مجید کی یہ آیت شاہد حال بتائی گئی ہے۔ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا۔ اس نے فوراً توبہ کی اور از سر نو ایمان و اسلام سے مشرف ہو کر چلا گیا۔

ایک دفعہ جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ موضع بہادر والی متصل سکھیکی سٹیشن تشریف لے گئے اور وہاں کے ذیلدار صاحب کا باغ ایک شخص نے جو مرزا کا معتقد تھا ٹھیکہ پر لیا ہوا تھا۔ چودھری صاحبان اس کو حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں لے آئے تاکہ کسی صورت سے یہ شخص اس باطل عقیدہ سے باز آ جائے۔ غرض کیا کہ جناب یہ آدمی مرزا کا معتقد ہے اور ہر وقت ہم سے بحث و تکرار کرتا رہتا ہے۔ اس کو نصیحت فرمائیں کہ اس عقیدہ سے توبہ کرے۔ جناب نے اس کو پہلے تو نصیحت فرمائی اور مرزا کے عقائد کفریہ بتائے لیکن اس نے ضد سے کام لیا۔ آخر آپ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن مجید کی شہادت پر عمل کرو گے؟ اس نے کہا کہ ہاں قرآن مجید کی شہادت پر ضرور عمل کروں گا۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے قرآن مجید منگوایا اور کہا کہ کھولو۔ اس نے کہا کہ اس قرآن شریف کو میں نہیں کھولتا۔ میں

اپنے گھر سے لاؤں گا۔ چنانچہ وہ اپنے گھر سے ترجمہ والا قرآن شریف لے آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو جہاں سے تمہارا دل چاہے کھولو۔ چنانچہ اس نے قرآن مجید کو کھولا۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے آگے اور سات اور اوراق گن کر ساتویں سطر پڑھو۔ جب اس نے ایسا کیا تو یہ آیت مبارک نکلی۔ وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ (السخ)۔ چنانچہ اس نے ترجمہ اور تفسیر حاشیہ کی خود ہی پڑھی جس سے مرزا کی تکذیب ہوتی تھی۔ حاضرین مجلس نے جو وہاں کافی تعداد میں موجود تھے بے اختیار مرحبا کے نعرے بلند کیے اور کہا کہ مرزا جھوٹا ہے تو بہ کرو اور راہِ راست پر آ جاؤ لیکن اس مرزائی کا دل سیاہ ہو چکا تھا۔ اسے تو بہ نصیب نہ ہوئی۔ شرمندہ ہو گیا۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تو شیطان کا بھائی ہے۔ لوگو یہ شیطان ہے چنانچہ وہ مجلس سے نکل گیا۔ لوگوں نے اس کا نام شیطان رکھا اور شیطان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دے۔

سید راجن شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ۱۹۱۴ء میں جبکہ جنگ عظیم شروع ہوئی میرا نام بھی لڑائی کے میدان میں جانے والوں کی فہرست میں درج ہو گیا اور اس سبب سے مجھے راولپنڈی جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں مولوی نیاز اللہ صاحب سے جو میرے بڑے محبت اور سادات کے نہایت ہی خدمت گزار تھے میری ملاقات ہوئی۔ دیر تک ہم دونوں شیعہ و سنی مذہب پر گفتگو کرتے رہے۔ میرا خیال شیعہ مذہب پر جما ہوا تھا اور میرے تمام رشتہ دار بھی شیعہ تھے۔ مولوی صاحب سنی مذہب پر تھے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ سب سے اچھے فقرا ہوتے ہیں۔ میں نے رخصت ہوتے وقت مولوی صاحب سے عرض کیا کہ اگر آپ کے پاس کوئی کتاب ہو تو مجھے مطالعہ کے لئے دیں تاکہ فرصت کے وقت سفر میں دل لگا رہے۔ مولوی صاحب نے مجھے ”ہدایت الانسان الی سبیل العرفان“ جو جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ کی تصنیف ہے مطالعہ کے واسطے دے دی۔ میں نے ابھی دو دن ہی مطالعہ کیا تھا کہ میرے خیالات میں تبدیلی ہونے لگی۔ میں نے دوبارہ مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس کتاب کے مصنف کس زمانہ میں پیدا ہوئے ہیں؟ مولوی صاحب نے کہا کہ اس کتاب کے مصنف ابھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے جناب قبلہ و کعبہ

حضرت حافظ جی صاحب رحمہ اللہ راولپنڈی شریف میں ہی زندہ موجود ہیں۔ چلو تم کو زیارت کیا لائیں۔ میرے دل میں اس بیان سے شوق دیدار و زیارت کی آگ سی بھڑک اٹھی اور مولوی صاحب کے ہمراہ جناب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ جناب نے بڑی شفقت اور محبت کے ساتھ میرا حال دریافت فرمایا۔ میری عادت تھی کہ جب کبھی کسی عالم اور مولوی کے ساتھ گفتگو کرنے کا اتفاق ہوتا تو نہایت دلیر اور بے باک ہو کر کلام کرتا مگر جناب کا رعب داب مجھ پر ایسا غالب ہوا کہ مجھ سے بولا بھی نہ گیا۔ غرض میرے متعلق جو حالات جناب دریافت فرماتے رہے۔ مولوی صاحب بیان کرتے رہے۔ جناب سے رخصت ہو کر اپنی قیام گاہ پر آیا تو رات کو سوتے وقت غنودگی سی آگئی۔ اسی حالت میں کیا دیکھتا ہوں کہ چاند چڑھا ہوا ہے اور اس کی روشنی سے سارا گھر روشن ہے۔ میں نے خیال کیا کہ شاید چھت کے سوراخ سے چاند نظر آ رہا ہے۔ جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ میرا منہ لحاف سے لپٹا ہوا ہے۔ باہر نکل کر چھت کی طرف دیکھا تو کوئی سوراخ نظر نہ آیا پھر سو گیا اور ویسے ہی چاند نظر آیا پھر جاگ اٹھا۔ غرض اس رات میرے ساتھ کئی دفعہ یہی معاملہ ہوا۔ میں حیران تھا کہ یہ کیا بات ہے۔ بڑی سوچ کے بعد میں نے خیال کیا کہ یہ نور جناب کی توجہ کی برکت سے نظر آ رہا ہے۔ یہ جناب کی صحبت کا اثر ہے۔ صبح ہوتے ہی میں جناب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر جب میں رخصت ہونے لگا تو جناب نے فرمایا کہ شاہ صاحب خوب خدا یاد کرو۔ آپ کے بزرگوں کا ورثہ یہی ہے۔ حضور کا یہ فرمانا تھا کہ میرے دل کی عجب حالت ہوگئی۔ جن باتوں کا مجھے خواب میں بھی خیال نہ آیا تھا وہ وارد ہونے لگیں۔ اپنی موت، قیامت، حساب، دوزخ، جنت، عذاب قبر وغیرہ گویا آج ہی مجھ پر واقع ہونے والے ہیں۔ جب اپنے مکان پر پہنچا تو کسی سے بولنے کو جی نہ چاہا۔ جنگل میں تنہا جا کر بیٹھ رہا اور اپنی ضائع کی ہوئی گزشتہ عمر پر افسوس کر کے خوب دل کھول کر رویا اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی کہ الہی میں کس مصیبت میں گرفتار ہوں۔ میں نے دنیا میں آکر کچھ بھی نہیں کیا۔ غرض اس وقت کی حالت جو مجھ پر طاری تھی ناقابل بیان ہے۔ دوسرے روز مجھے پشاور جانے کا حکم ہوا۔ میں نے اپنے دوسرے ہمراہیوں سے کہا کہ تم میرا سامان لے چلو

میں شہر سے ہو کر آتا ہوں۔ میں بیعت کے ارادہ سے حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت جناب عید گاہ میں رونق افروز تھے۔ میں نے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ جناب نے بیعت فرما کر ذکر تلقین کیا۔ اس وقت مجھے اس قدر جذبہ ہوا کہ تڑپ تڑپ کر میرا بدن زخمی ہو گیا۔ جناب نے ایک دوست کو میرے ہمراہ کر دیا۔ وہ مجھے ٹانگہ پر سوار کر کے چلا گیا۔ جب میں پشاور پہنچا تو وہاں ایک مرزائی کے ساتھ جو ہمارے عملہ کا بڑا ڈاکٹر تھا باہم ہونے کا اتفاق ہو گیا۔ وہ ہر وقت مرزا کی حقانیت کے متعلق مجھ سے گفتگو کرتا رہتا۔ اس کی باتوں سے میرے دل میں کچھ وسوسہ آ گیا۔ ایک روز اس نے مجھے استخارہ کے لئے کہا۔ میں نے اس کے کہنے پر تہجد کی نماز کے بعد استخارہ کیا اور دعا کی کہ خدایا مرزا کا حال مجھ پر سچ سچ واضح کر دے۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ بہت سے گدھے بوجھ سے لدے ہوئے جا رہے ہیں۔ ان کے آگے آگے ایک بڑا قد آور گدھا ہے اور اس پر سب سے بھاری بوجھ لدا ہوا ہے۔ اتنے میں کوئی آواز دینے والا آواز دے رہا ہے کہ یہ سب سے آگے مرزا ہے اور پیچھے اس کے مرید ہیں۔ جب صبح میں نے اس مرزائی ڈاکٹر سے خواب بیان کیا تو اس نے کہا کہ استخارہ میں غلطی ہوئی ہے۔ آج رات کو پھر استخارہ کرنا۔ دوسری رات پھر نماز تہجد کے بعد استخارہ کر کے سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ بہت سے سیاہ کوئے ایک گندی نالی سے پانی پی رہے ہیں۔ جب صبح میں نے اس سے بیان کیا تو وہ بہت شرمندہ ہوا اور مجھ پر مرزا کی حقیقت ظاہر ہو گئی۔ جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ ایک مرزائی شخص مجھے وسوسہ میں ڈالتا ہے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کے شر سے محفوظ رکھے۔ جناب نے بہت تسلی آمیز خط ارسال فرمایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کو تمہارے پاس سے دور کر دے گا۔ چنانچہ ہفتہ کے اندر ہی اندر وہ ڈاکٹر ہم سے دور تبدیل ہو گیا۔

سید سردار علی شاہ صاحب لوکیل و سیکرٹری انجمن اسلامیہ روپڑ ضلع انبالہ نہایت مخلص دوستوں میں سے ہیں۔ ایک مرزائی کی صحبت سے وہ راہِ راست سے بھٹک کر قادیان (قادیان) کے کید (دھوکا، فریب) میں پھنس گئے۔ جب کچھ عرصہ شاہ صاحب کی طرف

۱۔ مرزائیت سے تائب ہونے کے بعد سید سردار علی شاہ صاحب نے فی اللہ محبت اور خدایا دی میں بہت بڑی ترقی کی تھی اور دعوت الی الحق میں شب و روز معروف رہتے تھے۔

سے خط نہ آیا تو آپ کو فکر پیدا ہوا اور آپ نے دریافت کے لئے ادھر دوستوں کی طرف خط لکھے کہ حقیقت حال سے آگاہ کریں۔ جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ شاہ صاحب مرزائی ہو گئے ہیں تو آپ کو بہت رنج ہوا۔ دوستوں نے عرض کیا کہ ایسے مخلص دوست کا جدا ہو جانا درست نہیں۔ دعا فرمائیے کہ وہ راہِ راست پر آجائیں۔ آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں خود ہی پشیمان ہو کر ٹھیک ہو جائے گا۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد شاہ صاحب کا خط آ گیا جس میں مرزائی عقائد سے توبہ کی ہوئی تھی۔ دوستوں کو اس خوشخبری سے بہت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سب کو راہِ مستقیم پر چلائے۔ آمین

حضرت صاحب رحمہ اللہ کے اخلاق کریمانہ

حضرت صاحب رحمہ اللہ کے اخلاق کے متعلق مجھ جیسے مسکین کا کچھ لکھنا بعینہ روزِ روشن میں چراغِ جلانے کے مصداق ہے۔ آپ مجسمِ مکارمِ اخلاق تھے اور دوستوں کو بھی خوش خلقی کی نہایت تاکید فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن خوش خلقی اور مکارمِ اخلاق کے متعلق فرمایا کہ جناب سرورِ کائنات ﷺ کا ارشاد ہے کہ دو چیزیں کرنے میں نہایت آسان اور کل بروز محشر میزان میں بڑی وزنی ہوں گی۔ ایک حسنِ خلق اور دوسرے خاموشی۔ پاکیزہ اخلاق کے متعلق فرمایا کہ ایمان اور اخلاق ایسے باہم وابستہ ہیں کہ ایک کو دوسرے سے جدا کرنا ممکن نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام بغیر پاکیزگیِ اخلاق مکمل نہیں ہو سکتا۔ اسلام اور ایمان کی تکمیل حسنِ اخلاق پر موقوف فرمائی گئی ہے۔ الغرض سعادتِ انسانی مکارمِ اخلاق سے

وابستہ قرار دی گئی ہے اور سیدنا و مولانا حضرت سلطان الانبیاء ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں مکارم اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا ہوں۔

حضرت صاحب رحمہ اللہ کے یہ کلمات طیبات جب یاد آتے ہیں تو خیال آتا ہے کہ جس عظیم الشان ہستی کے یہ مبارک خیالات تھے وہ بذات خود کس قدر اعلیٰ و ارفع درجہ کے مکارم اخلاق سے متصف اور اخلاق نبوی ﷺ کے رنگ میں سر سے پاؤں تک رنگی ہوئی ہوگی۔ بھلا ایسے وجود پاک کے اخلاق کریمانہ مجھ جیسے بے مایہ و تہی دست سے کہاں تک بیان ہو سکتے ہیں وہی چھوٹا منہ اور بڑی بات والی مثل صادق آتی ہے۔ آپ نرم دل رحیم و کریم نہایت نخی بامروت تھے۔ جناب سید المرسلین ﷺ کی متابعت تامہ کی وجہ سے خالق نے ان تمام اخلاق حسنہ سے آپ کو شرف بخشا ہوا تھا کہ جن کے دیکھنے سے خود بخود ہی جناب نبی کریم ﷺ کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ آپ نہایت درجہ کے حلیم الطبع اور بردبار تھے۔ باوجود دینی و دنیاوی ظاہری و باطنی اقتدار اور عز و جاہ حاصل ہونے کے بھی اگر کوئی نا اہل ناشائستگی یا سخت کلامی سے پیش آتا تو آپ اول تو جواب ہی نہ دیتے اور اگر جواب دیتے بھی تو ایسے لب و لہجہ میں کہ مخالف خود بخود شرمندہ اور نادم ہو جاتا۔ اپنے معاملات میں باوجود قدرت کے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا اور نہ ہی کبھی کسی پر خفا ہوئے۔ جب کوئی شخص ملنے اور ملاقات کرنے کیلئے آتا تو نہایت خندہ پیشانی سے ملتے۔ ہر شخص کے ساتھ بڑی تواضع اور شیریں کلامی سے پیش آتے۔ امیر غریب ہر فرقہ اور مذہب کے لوگ حاضر خدمت ہوتے تھے۔ ہر ایک کو عزت کے ساتھ بٹھاتے اور للہیت و خلوصیت اور شفقت بھری گفتگو فرماتے کہ سننے والے سن کر ہمیشہ کیلئے گرویدہ ہو جاتے تھے۔ گفتگو ہمیشہ آہستگی سے صاف سادہ اور مختصر مگر پرمعانی الفاظ سے فرماتے۔ سادگی اور صفائی بہت رکھتے اور اسی کو پسند فرماتے تھے۔ دوستوں کے ساتھ انتہائی درجہ کی محبت رکھتے۔ ہر ایک دوست بزرگم خود بھی سمجھتا تھا کہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کو جتنی محبت اور شفقت میرے ساتھ ہے دوسرے سے نہیں۔ دوستوں کے ساتھ بلا تکلف گفتگو فرماتے۔ خود بھی تکلف نہ کرتے اور احباب کو بھی تکلف سے بچنے کی تلقین فرماتے۔ منکر المزاجی ایسی کہ بعد ختم شریف اگر کوئی دوست

شجرہ منظومہ پڑھتا تو اپنا اسم مبارک شجرہ شریف میں پڑھنے سے منع فرما دیتے۔ عرض کرنے پر کہ حضور ہمارے لیے حضور کا اسم پاک راحت کا موجب ہے۔ فرمایا کرتے ”من آنم کہ من دانم“ اپنے پاس بیٹھنے والے دوستوں کو فرماتے کہ میرے پاس کسی دوست کی برائی مت بیان کرو۔ کہ یہی غیبت ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے دوست اس کے مرتکب ہوں۔ بلکہ چاہتا ہوں کہ سب کی طرف سے میرے سینے میں صفائی اور ٹھنڈک ہو۔ کھانا باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ بیشمار عطا فرمایا ہوا تھا ہمیشہ سادہ اور ایک ہی قسم کا تناول فرماتے۔ اگر سالن پکا ہے تو تمام نے اسی سالن سے کھایا۔ اگر دال پکی ہے تو تمام نے دال ہی کھائی اور اگر سبزی ساگ وغیرہ سے کوئی چیز پکی تو تمام گھر میں وہی چیز کھائی گئی۔ تکلفانہ اور انواع و اقسام کا کھانا پسند نہ فرماتے۔ بلکہ اگر کوئی دوست دعوت کرتا تو اسے بھی فرما دیتے کہ تکلف نہ کرنا اور ایک ہی چیز پکانا۔ اگر اس معاملہ میں کوئی شخص کچھ زیادہ عرض کرتا بھی تو فرماتے کہ ہاں درست اور مباح تو ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ خالق نے انسان کو اس لیے نہیں پیدا کیا کہ وہ اس دنیائے دوں کی آسائش اور یہاں کی لذات میں سرمست اور محو رہے بلکہ یہ تو ایک مسافر خانہ ہے۔ یہاں پر صرف گزر اوقات کر لینا ہی غنیمت ہے۔ مقامی دوستوں میں سے اگر کوئی بیمار ہو جاتا تو اس کی عیادت کیلئے بذات خود قدم رنجہ فرماتے۔ اور جنازہ کیلئے تو راولپنڈی شریف کے علاوہ مضافات میں بھی نو نو دس دس میل کے فاصلہ پر بھی تشریف لے جاتے۔ بروز جمعہ اور علاہ ازیں بھی وقتاً فوقتاً آپ وعظ اور پند و نصائح سے مخطوظ فرمایا کرتے تھے جو نہایت موثر اور قساوت قلبی کو دور کرنے والے ہوتے تھے۔ آپ کی مجلس غیبت، بدگوئی، فحش و تفاخر کذب و لغویات سے قطعی اور بالکل مبرا و منزہ ہوتی تھی۔ بلکہ اسرار و معارف اور انوار و اذکار الہی سے مملو ہوتی تھی۔ نماز پنجگانہ ہمیشہ باجماعت پڑھتے۔ رات کو زیادہ جاگتے۔ نوافل اور تلاوت قرآن مجید و مناجات میں رات بسر کرتے۔ بعض اوقات صرف آپ کو دیکھنے والے کی حالت متغیر ہو جاتی تھی اور ذکر و فکر میں ان کو استقامت عطا ہو جاتی۔ بعض اوقات ایسے لوگ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے جو باوجود مسلمان ہونے کے شعار اسلام کے تارک اور تہذیب فرنگی کے فریفتہ و

دلدادہ ہوتے۔ ان سے بھی بڑی خوش خلقی سے پیش آتے۔ ایک دن ایسے ہی ایک صاحب تشریف لائے۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے بڑی تواضع اور مروت فرمائی۔ آدہ گھنٹہ کے بعد وہ شخص چلا گیا تو راقم الحروف نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ جناب ہر ایک کے حال پر شفقت فرماتے ہیں کیا اچھا ہو کہ اگر اس قسم کے لوگ کہ جن کی شکل و شباہت سے یہ بھی امتیاز نہیں ہو سکتا کہ اہل اسلام سے ہے یا کسی اور فرقہ سے۔ ایسی مروت و تواضع نہ فرمایا کریں۔ اس پر جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیٹا! دین کے معاملہ میں سختی منع ہے اور مذہبی و دینی تبلیغ ایسی نہیں ہونی چاہیے کہ جس سے لوگ گھبرا اٹھیں اور بجائے اس کے کہ نزدیک آویں دور بھاگ جائیں۔ بلکہ ارشاد الہی یونہی ہے: اُدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ کہ (اے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام) اللہ تعالیٰ کے رستہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے بحث عمدہ اور احسن طریق سے کرو۔ بلکہ حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ لوگوں کو دین کی طرف خوش خلقی سے بلاؤ۔ سختی مت کرو۔ بلکہ نرمی سے پیش آؤ۔ جب تم ان سے اللہ کی باتیں کرو تو ایسے پیرایہ میں کرو جس سے وہ گھبرانہ جائیں اور جو ان کو شاق نہ گزرے۔ اب بھلا تم ہی بتاؤ کہ یہ جو شخص آیا تھا آتے ہی اس کو درکار دیا جاتا تو اس کے دل پر کیا گزرتی۔ آج آیا ہے پھر ایک دو مرتبہ آنے تک انشاء اللہ تعالیٰ اس کی ظاہری حالت بھی بدل جائے گی۔ کبھی آپ کی زبان مبارک سے کوئی جھوٹا کلمہ نہیں نکلا بلکہ دوستوں کو بھی راستی کی تاکید فرمایا کرتے۔ اکثر شیخ سعدی رحمہ اللہ کا یہ مقولہ

راستی موجب رضائے خداست

کہا کرتے تھے۔ فرماتے ہمیشہ راستی پر قائم رہو اگر تم کو اس میں ہلاکت بھی نظر آئے تو فکر نہ کرو کہ فی الواقع اسی میں نجات ہے۔ اور جھوٹ سے بچو اگرچہ اس میں فائدہ اور نجات بھی نظر آئے۔ اس لئے کہ وہ فی نفسہ نقصان و ہلاکت ہے۔ راستی کی تاکید پر ایک دو حکایتیں بھی بیان فرمایا کرتے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص تھا جس میں تمام بری خصلتیں تھیں۔ وہ حاضر خدمت جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے

برے افعال سے تائب ہونے کی ترغیب و تلقین فرمائی۔ اس نے عرض کیا کہ مجھ سے یہ سب کام چھوٹے مشکل ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا صرف ایک کام چھوڑ دو باقی کے متعلق پھر دیکھا جائے گا۔ وہ ایک کام کے ترک پر قائل ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جھوٹ بولنا چھوڑ دے۔ اس نے پختہ اقرار کیا اور راستی پر قائم ہو گیا۔ صرف جھوٹ کے ترک کرنے اور راستی پر قائم ہونے کی برکت سے اس کے تمام برے افعال چھوٹ گئے۔

اور دوسری حکایت حضرت سیدنا غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے زمانہ طالب علمی کی جبکہ ان کی والدہ مکرمہ و معظّمہ نے راستی پر قائم رہنے اور جھوٹ سے بچنے کی وصیت فرما کر انہیں تحصیل علم کی خاطر روانہ کیا تھا۔ بیان فرمایا کرتے تھے۔ علاوہ ان اخلاق حسنہ کے آپ اعلیٰ درجہ کے امین بھی تھے۔ اکثر لوگ آپ کے پاس امانتیں رکھتے اور حسب ضرورت بلا کسی توقف لے جاتے۔ امانت میں اس قدر محتاط تھے کہ اوائل عمر یتیمی کی حالت اور اپنے چچا صاحب کی کفالت میں گزری اور جب ہوش سنبھالا اور نکاح بھی ہو گیا اور کاروبار دکان کا شروع کیا اخراجات خانگی اور دیگر ضروریات بشری کی احتیاج بھی لاحق ہوئی۔ اگر کوئی وقت تنگی یا ضرورت کا آ بھی گیا تو اس کو ایسے ہی بسر کر دیا۔ مگر کسی کی امانت میں تصرف اور دسترس نہ کیا۔ اکثر فرمایا کرتے کہ امانت عزت ہے خائن کبھی امین نہیں ہو سکتا اور نہ کبھی عزت پاسکتا ہے۔ جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ وفائے عہد کے پورے پورے عامل تھے۔ اور فرمایا کرتے کہ جس میں عہد کی وفا اور پابندی نہیں وہ دیندار نہیں۔ اور یہ بھی کہا کرتے کہ قیامت میں سب سے اچھے خداوند کریم کے وہ بندے ہوں گے جو پاک دلی سے اپنے عہد پورا کرتے ہیں۔ پرہیزگاری و تقویٰ اخلاق حسنہ میں سب سے افضل و اعلیٰ چیز ہے اور اسی کے طفیل تمام شرافت و بزرگی اور مقبولیت عبادت نصیب ہوتی ہے۔ یہ آپ کی ذات والا صفات میں اس قدر تھی کہ جو اظہر من الشمس تھی۔ بیان یا تحریر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ کا شجرہ نسب ظہیر الدین بابر بادشاہ سے ملتا ہے مگر حسب الارشاد باری تعالیٰ: ان اکرمکم عند اللہ اتقا کم اس پرہیزگاری اور تقویٰ کے طفیل خالق نے اتنی بزرگی عطا فرمائی کہ ایک دو نہیں بلکہ بیشتر

سادات نے بھی اس تقویٰ کی خاطر آپ کی غلامی کو باعث فخر جانا۔ اور آپ کے غلامان و خادمان کے زمرہ میں داخل ہو کر سعادت حقیقی کے مستحق بنے۔

آپ کا استقلال و استقامت ایسی تھی کہ گویا ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا ولا خوف علیہم ولا هم یحزنون کی مجسم تفسیر تھے۔ دوستوں کو بھی استقامت کیلئے بڑی تاکید فرمایا کرتے تھے اور کہا کرتے کہ استقامت بہ از کرامت ہے۔ راقم الحروف نے ایک کثیر زمانہ آپ کی خدمت میں بسر کیا اور واقعی دیکھا کہ ایسی استقامت و استقلال کہیں نظر نہیں آیا۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ کے فرزند اصغر مولانا مولوی عبدالرحیم صاحب اور فرزند اکبر حضرت مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ ہر دو حضرات کے وصال پر بندہ موجود و حاضر تھا۔ ایسے فرمانبردار تا بعد از سعادت مند ہونہار فرزندوں کی وفات حسرت آیات پر جس قدر ایک ضعیف العمر والد کو رنج و صدمہ ہو سکتا ہے وہ ہر ایک فرد بشر جو صاحب اولاد ہے جان سکتا اور اندازہ لگا سکتا ہے مگر سبحان اللہ و بحمدہ خداوند کریم کے برگزیدہ بندگان کے استقلال و ہمت اور استقامت۔ خود حضرت صاحب رحمہم اللہ نے ہر دو حضرات کا جنازہ پڑھایا۔ بدستور حسب معمول اپنے اوراد و وظائف جاری رکھے اور اوقات معینہ پر ادا فرماتے رہے۔ پیارے فرزندوں اور جگر پاروں کی مفارقت کے ہوموم و غموم کی وجہ سے ذرہ برابر فرق نہ آنے دیا۔ واقعی استقامت ہو تو ایسی ہو۔ یقین اپنے خالق کے ساتھ بڑا محکم رکھے تھے اور فرمایا کرتے کہ حق تعالیٰ نے رضا و یقین میں اپنی حکمت و جلال سے تازگی و فرحت رکھی ہے اور جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ہے کہ مجھے امت سے کسی بات کا فکر و اندیشہ سوائے ضعف یقین کے نہیں۔ انسان جس قدر خالق کے ساتھ محکم یقین رکھتا ہے اتنے ہی انعام و اکرام اس پر مزید ہوتے ہیں۔ خاص کر فہم کا کمال، علم کی زیادتی، عقل کی تازگی اور حلم کی شگفتگی جیسی نعمتیں اسی یقین سے وابستہ ہیں۔ اور یہ یقین ہی انسان کو زمین سے عرش بریں پر پہنچا سکتا ہے۔ کیا خوب کہا ہے شاعر اقبال خوش مقال نے۔

جب اس انگارہ خاکی میں ہوتا ہے یقین پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پر روح الایں پیدا

دوسری جگہ اس یقین کی تعریف بدیں الفاظ کرتا ہے۔

یقین محکم ، عمل پیہم ، محبت فاتح عالم

جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ درجہ کے متوکل علی اللہ تھے۔ مگر وہ توکل جس کو عوام الناس جہال نے توکل سمجھ رکھا ہے۔ کہ اپانج بن کر بیٹھ رہنا اور ہاتھ پاؤں نہ ہلانا اور مثل جمادات کے بیکار ہو کر پڑ رہنا ایسے توکل کے آپ سخت خلاف تھے اور دوستوں کو ایسے توکل سے بڑی سختی سے منع فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ فرماتے کہ توکل کے معنی یہ ہیں کہ دلی بھروسہ خالق پر رکھا جائے۔ یہ بھروسہ توحید پر مبنی ہے۔ اور یہ اس وقت حاصل ہو سکتا ہے جبکہ اس بات کا انسان کو پختہ یقین ہو جائے کہ فاعل حقیقی سوائے خداوند کریم کے کوئی نہیں۔ اور دنیا میں جو کچھ از قسم مخلوق و رزق عطا و حراماں حیات و موت، تو نگری و مفلسی موجود ہے وہ اس فاعل حقیقی خداوند کریم کا پیدا کیا ہوا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ جب انسان کی سمجھ میں یہ پوری طرح آ جائے گا تو پھر کوئی شبہ نہیں کہ اس کے خوف ورجا، اعتماد و اعتبار کا مرجع وہی ایک ذات وحدہ الاثر یک لہ بن جائے گی۔ کیونکہ وہی فاعل یگانہ ہے تو اس کے ماسوا جو کچھ کسی فعل میں موثر ہے وہ باستقلال موثر نہیں۔ بلکہ خداوند کریم کا مطیع اور اسی کے زیر فرمان ہے۔ توکل تدبیر کے منافی نہیں اور ان اسباب کو کام میں لانا جو یقینی طور پر ایک شے کے ہونے یا نہ ہونے میں اثر رکھتے ہیں۔ خلاف توکل نہیں۔ مثال کے طور پر بیان کرتا ہوں کہ اگر کسی شخص کے سامنے روٹی پکا کر رکھی جائے اور اس کو بھوک بھی ہو مگر وہ اس روٹی کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے اور کہے کہ میں متوکل ہوں۔ اور توکل میں کوشش کا ترک کرنا شرط ہے۔ تو اس کا یہ کہنا اور خیال جنون اور دیوانگی سے کم نہیں توکل سے اس کو کچھ مناسبت نہیں بلکہ اس نے خداوند کریم کی عادت و سنت کو نہیں پہچانا۔ اسی طرح اگر ایک شخص کھیت نہ جوتے نہ بوئے۔ اور منتظر بیٹھ جائے کہ اللہ ویسے ہی فصل پیدا کرے گا اور کاٹ لوں گا۔ تو یہ بھی سراسر جہالت اور عادت الہی سے لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ اکثر حضرت صاحب رحمۃ اللہ توکل کے معنی سمجھانے اور ذہن نشین کرنے کیلئے اس اعرابی کی حکایت بیان

فرمایا کرتے تھے جو کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھا اور آپ ﷺ کے استفسار پر کہا کہ اونٹنی کو تو کل پر چھوڑ آیا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے اس کے گھٹنے کو باندھ اور بعدہ تو کل پر چھوڑ کہ تو کل تدبیر کے بعد ہے۔ اسی مضمون کو مولانا روم رحمہ اللہ نے یوں ادا فرمایا ہے۔

گفت پیغمبر باواز بلند بر توکل زانوائے اشتربہ بند
غور و تدبر اور تا تل و تفکر میں بڑی دستگاہ تھی۔ اور دوستوں کو بھی فرمایا کرتے کہ دلوں کو غور و تدبر کا عادی بناؤ۔ اور اکثر غور کیا کرو۔ جو واقعات پیش آئیں ان سے عبرت حاصل کیا کرو اور نتیجہ اخذ کیا کرو۔ گھڑی بھر غور و تفکر رات بھر نوافل پڑھنے سے افضل ہے۔ مگر یاد رہے کہیں لغزش نہ کھانا۔ مخلوق کے حال میں غور و تفکر کرنا۔ خالق کی ذات میں غور نہ کرنا کہ انسانی ادراک اس کی ماہیت کو سمجھنے سے عاجز اور درماندہ ہے۔ اگر اس کی ذات میں غور و تفکر کرو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔

جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ میں اعلیٰ درجہ کا زہد تھا۔ زہد بھی جس کو حقیقی معنوں میں زہد کہا جاتا ہے نہ یہ کہ حلال کو اپنے اوپر حرام کر لینا اور خداداد مال کو ضائع کرنا۔ بلکہ اصلی زہد یہ ہے کہ جو چیز تیرے قبضہ میں ہے اس پر تیرا بھروسہ اور اعتماد اس چیز سے زائد نہ ہو۔ جو خداوند کریم کے پاس ہے اور جو کچھ تجھ کو ملا ہے تیرا قلب اس پر قناعت کرے۔ اگر تجھے اپنے سے اچھے اور متمول لوگ نظر آئیں تو اپنے سے کمتر لوگوں کی طرف خیال لیجانا چاہیے۔ اصل تو نگری دوسروں کے مال سے نگاہ ہٹا لینا اور طمع سے بچنا ہے۔ جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ بڑے قانع تھے اور فرمایا کرتے کہ غنا کی دولت بغیر قناعت میسر و حاصل نہیں ہو سکتی اور قناعت ایسی دولت ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔ جو شخص اپنے حصہ رزق پر قانع اور راضی نہیں اس کا عمل اللہ تک رسائی نہیں پاتا۔ اور ایسا شخص کل جب خداوند کریم کے حضور میں حاضر ہوگا تو خالق کو اپنے اوپر ناخوش پائے گا۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے قناعت حاصل کرو۔ آپ صابر ایسے تھے کہ بڑے بڑے مصائب اور مشکلات کے وقت نہایت اولوالعزمی سے ثابت قدم رہے یہ صبر کی حالت تنگ دلی اور گراں خاطری سے نہیں ہوا کرتی تھی بلکہ

رضا اور نہایت کشادہ دلی کے ساتھ رہتے اور اکثر ایسی حالت میں اللہم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیراً منہا پڑھا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے کہ تمام امور اسی ذات پاک وحدہ لاشریک لہ کی مرضی کے تابع ہیں۔ اور علاوہ ازیں صبر کا بدل معیت الہی ہے۔ وہ یہ کہ اِنَّ اللہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ جب اپنے خالق و مالک کی معیت حاصل ہووے تو پھر اور کیا چاہیے۔ علاوہ ازیں صابر جب اپنے صبر میں پورا اترتا ہے تو رحمت الہی کے دروازے اس کیلئے کھول دیئے جاتے ہیں۔ رحم اور حلم و عفو جیسے اوصاف جو حضرت صاحب رحمہ اللہ کی ذات والا صفات میں دیکھے گئے فی زمانہ کہیں نظر نہ آئے۔ آپ فرماتے کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے تم زمین والوں پر رحم کرو۔ خداوند کریم تم پر رحم کرے گا۔ حالی صاحب کا یہ شعر بھی فرمایا کرتے

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

جانوروں پر رحم

جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ میں یہ اخلاق حسنہ عملی طور پر دیکھے گئے۔ ایک مرتبہ جناب عید گاہ تشریف لے گئے۔ ایک کلنگ جس کی ایک ٹانگ ٹوٹی ہوئی تھی۔ دیکھا اس کو پکڑ کر آپ نے کپڑے کی پٹی بنا کر اور ٹانگ شکستہ کو راست کر کے باندھ دیا اور پانی وغیرہ بھی پلایا اور اڑا دیا۔ عرض کی گئی جناب مفت اور بے محنت شکار ہاتھ آیا تھا۔ ذبح کر کے کھا لیا جاتا۔ آپ نے فرمایا کہ مخلوق خدا پر رحم کرنا چاہیے۔ وہ پرندہ بیچارہ در ماندگی اور مصیبت کی حالت میں دیکھ کر دل کو رنج پہنچا۔ اور خالق نے اسے یہاں اسی لیے پہنچایا کہ اس پر رحم کر کے اس کا علاج کیا جائے۔ اس طرح ہمارے حضرت سیدنا خواجہ شاہ بہاؤ الدین نقشبند رحمہ اللہ ایک مرتبہ جنگل میں تشریف لیجا رہے تھے دیکھا کہ ایک کتیا چھوٹے چھوٹے بچوں کو لیے بے تاب پڑی ہے بچوں کی محبت کی ماری کہیں جا نہیں سکتی۔ بھوک و پیاس سے نقاہت اتنی ہو گئی کہ اٹھتی ہے تو گر پڑتی ہے۔ یہ واقعہ دیکھ کر حضرت خواجہ نقشبند رحمہ اللہ کو رحم آ گیا آپ واپس بازار تشریف لے گئے پاس نقدی نہ تھی اپنی چادر مبارک نانباتی کے پاس قیمت

کے عوض رکھ کر کچھ روٹی کباب اور ایک آنچورہ پانی کالائے اور کتیا کے آگے رکھ کر خود ادب کے ساتھ مراقب ہو گئے۔ بس اسی فعل پر اللہ تعالیٰ نے وہ نعمت عطا فرمائی جو برسوں کی عبادت سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک جاندار پر رحم کرنا چاہیے کہ بڑے ثواب کا کام ہے۔

آپ ﷺ کا عفو و حلم

عفو و حلم کا یہ حال تھا کہ راولپنڈی شریف کے مغربی جانب اپنی زمین ہے جہاں زراعت کاشت کی جاتی ہے۔ ربیع کی فصل تھی اور گندم خوب ہری بھری تھی۔ رات کو روزانہ چور کاٹ کر لے جاتے۔ اپنے دوست جو عید گاہ میں رہتے ہیں کچھ عرصہ رات کو وہاں حفاظت کیلئے جاتے رہے۔ آخر کار ایک دن چور کو جبکہ وہ خود (ہری گندم) کاٹ کر اور باندھ کر چلنے لگا۔ پکڑ لیا۔ اور وہ بوجھ اٹھوا کر اس کو مارتے مارتے آستانہ عالیہ کی جانب لے آئے۔ اور لا کر بٹھا دیا۔ تھوڑی دیر بعد جب حضرت صاحب ﷺ نوافل اشراق وغیرہ اور ادو وظائف سے فارغ ہو کر اپنے حجرہ شریف سے نکلے تو معاملہ آپ کی خدمت میں پیش ہوا۔ دوستوں کو ملامت کی۔ کہ اس غریب کو کیوں مارا۔ مارنا نہیں چاہیے تھا۔ اندر گھر سے روٹی منگائی اور اس چور کو کھلائی۔ چوری کرنے کی وجہ اور نام و سکونت دریافت فرمایا۔ اور روٹی کھلانے کے بعد اس کو کچھ نقد پیسے بھی دیئے۔ اور نصیحت فرمائی کہ بیٹا پھر چوری نہ کرنا یہ کام اللہ کے نزدیک بہت برا ہے۔ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو مانگ کر لینی چاہیے۔ ایسا برا فعل نہیں کرنا چاہیے۔ نصیحت کرنے کے بعد اس کو چھوڑ دیا۔ اسی طرح عید گاہ کے باغ میں سے رات کو گوبھی کی چوری ہونی شروع ہو گئی۔ دوستوں نے راقم الحروف سے ذکر کیا۔ کیونکہ ان دنوں میں جناب قبلہ حاجی الحرمین الشریفین حضرت مولانا و بالفضل اولینا قدوة السالکین و افتخار العارفین صاحبزادہ مولوی عبدالرحمن صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ راولپنڈی شریف برائے سیر و سیاحت کوئٹہ شریف لے گئے ہوئے تھے۔ بندہ نے عید گاہ کے دوستوں کو عرض کیا کہ رات کے وقت باری باری ذرا حفاظت رکھیں۔ بوقت سحر جب دوست تہجد ادا کرنے کیلئے اٹھے تو چور جس نے گوبھی کاٹ کر ایک بڑی بوری بھری ہوئی تھی۔ اور واپس جا رہا تھا۔ دوستوں نے اسے پکڑ لیا اور باندھ کر خوب مارا۔ اور بوقت صبح آ

کر راقم کو اطلاع دی۔ بندہ نے جا کر چور کو اپنے ہاتھ سے کھولا اور بمعہ مال مسروقہ تھانہ میں پہنچا دیا۔ واپس گھر آ کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تمام ماجرا بیان کیا۔ آپ نے اظہار ناراضگی فرمایا کہ وہ غریب اس فقیر کے ذریعہ تکلیف اٹھائے گا اور سزا پائے گا۔ یہ تم نے بہت برا کیا۔ جاؤ جا کر اسے چھڑا دو۔ بندہ نے عرض کی جناب مشکل ہے۔ چور موقع پر سے پکڑا ہوا اور مال موجود اور معاملہ پولیس میں جا چکا بھلا اب کیسے چھوٹ سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں تم جاؤ اور پولیس والوں کو کہہ دو چھوڑ دیں۔ بندہ نے دل میں خیال کیا کہ بھلا وہ کیسے اس معاملہ کو چھوڑ سکتے ہیں۔ خیر طوعاً و کرہاً تھانہ میں پہنچا اور تھانیدار سے سب تذکرہ کیا۔ اس نے کہا یہ تو بہت مشکل ہے۔ بندہ نے کہا کہ ہاں واقعی آپ کے قانون کے مطابق تو بہت مشکل ہے مگر اولیاء اللہ کے اور خیال ہوتے ہیں۔ حضرت صاحب اس معاملہ میں ناراض ہوئے اور بڑی تاکید سے بندہ کو بھیجا کہ تو نے اس غریب کو تھانہ میں پہنچایا اب تو ہی جا اور پولیس والوں سے چھڑا۔ تھانیدار بیچارہ خود اٹھا اور پہلے آ کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے فرمان کی تصدیق کر کے پھر تھانہ میں گیا۔ چور اور گوبھی کی بوری زیر نگرانی پولیس حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچائے گئے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چور سے پوچھا کہ تو کہاں کارہنے والا اور کیا کام کرتا ہے۔ اس نے بتایا کہ علاقہ کوہ مری کارہنے والا ہوں اور یہاں تالاب مائی ویرو سے تھوڑا آگے نانباتی کی دکان کرتا ہوں۔ کام کارنرم ہے جس کی وجہ سے ایسے فعل کا مرتکب ہوا ہوں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے گھر سے روٹی منگوا کر کھلائی اور نقد چار آنے بھی دیئے اور اس کے حق میں بہتری و برکت کی دعا فرمائی۔ اسے بھی نصیحت کی کہ نماز پڑھا کرو۔ اور ذکر الہی کیا کرو۔ خداوند کریم تمہارے کاروبار میں برکت بخشے گا۔ یہ چوری کا کام بہت برا ہے پھر ایسا نہ کرنا۔

توضیح میں یہ حال تھا کہ فرماتے جب جناب سید المرسلین علیہ السلام جیسی ہستی کہ ”بعد از خدا بزرگ توئی“ کی شان والے سید پیشرو کو ارشاد ہوتا ہے ”وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ“ تو بھلا ہماری کیا ہستی۔ جو شخص محض اللہ کے واسطے کسی کی تواضع کرتا ہے خداوند کریم اس کو

رفعت و بزرگی عطا فرماتا ہے اور جو اس کے خلاف کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی ذات بھی پست کرتی ہے۔ بندہ کا مشاہدہ ہے کہ ایک دفعہ بابو فیض احمد سٹیشن ماسٹر سرکاری طور پر آنکھوں کے معائنہ کیلئے ریلوے ہسپتال میں حاضر ہونے کیلئے آئے اور رات عید گاہ میں رہے۔ صبح کو 9 بجے انہوں نے ہسپتال میں حاضر ہونا تھا 8 بجے جبکہ حضرت صاحب نوافل اشراق وغیرہ سے فارغ ہوئے تو بابو صاحب موصوف بھی زیارت کیلئے حاضر ہو گئے۔ اور دعا بھی کرائی۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ ذرا ٹھہر جاؤ میں اندر سے ہو کر آتا ہوں۔ مگر بابو صاحب نے بات نہ سمجھی اور حضرت صاحب کے اندرون خانہ تشریف لیجانے کے بعد ہسپتال کی حاضری کیلئے روانہ ہو گئے۔ تین چار منٹ گزرنے کے بعد جناب روٹی لے کر اندر سے باہر تشریف لائے اور بابو فیض احمد صاحب کی نسبت دریافت فرمایا اور آواز دی بابو فیض احمد۔ عرض کی گئی کہ جناب وہ تو آپ کے تشریف لیجانے کے بعد جلدی ہی چلے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ بندہ خدا میں نے جو کہا تھا میرے آنے تک ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں۔ محمد زمان کو حکم فرمایا کہ سائیکل لے کر جاؤ اور ان کو بلا لاؤ روٹی تو کھا جائیں تمام دن بھوکے رہیں گے۔ محمد زمان گیا اور جامع مسجد سے تھوڑا آگے جا کر بابو صاحب موصوف کو ملا اور بتایا کہ حضور عالی روٹی لے کر انتظار فرما رہے ہیں۔ جب بابو فیض احمد واپس آئے تو دیکھا کہ حضور ویسے ہی روٹی اٹھائے کھڑے انتظار فرما رہے ہیں۔ بابو صاحب موصوف نے معذرت اور معافی چاہی کہ جناب بڑی غلطی ہوئی۔ میں آپ کا ارشاد نہ سمجھا اور حضور کو خواجواہ تکلیف ہوئی۔ آپ نے فرمایا خیر یہ تو کوئی تکلیف نہیں۔ ہاں یہ واقعی فقیر کیلئے تکلیف تھی کہ تم سارا دن بھوکے رہتے۔ مروت و مدارات کے متعلق تو بمصدق ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ بجائے کچھ لکھنے کے عملی طور پر ملاحظہ و معائنہ کیا جاسکتا ہے۔ عید گاہ کے فقرا و درویش جنہوں نے محض لوجہ اللہ اپنے گھر بار اور خویش واقربا کو خیر باد کہہ کر اصحاب صفہ کی یاد کو تازہ کیا ہوا ہے یہ تمام حضرت صاحب رحمہ اللہ کی مروت و مدارات کا نتیجہ ہے۔ خود قبلہ عالم حضرت صاحب رحمہ اللہ ارشاد فرمایا کرتے کہ فی اللہ دوستوں کی خدمت کرنے کا ایسا ثواب ملتا ہے جیسے فرائض کے ادا کرنے کا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں تشدید

فرماتے اور تمام عمر اس فریضہ خداوندی کے ایسے احسن طریق سے عامل رہے کہ آج تک جو عروج و کمال اور خوبی و شائستگی آپ کے سلسلہ کو حاصل ہے وہ تمام تر اسی کا نتیجہ و ثمرہ ہے اَللّٰهُمَّ زِدْ فِرْدُ۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ فرمایا کرتے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی جہاد ہے۔ اور امر حق کے اظہار کرنے میں کسی کے خوف کو خاطر میں نہ لاؤ۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ کے اخلاق کریمانہ سے یہ بھی تھا کہ باوجود ظاہری و باطنی دانائی و مدبری اور چشم بصیرت رکھنے کے کوئی کام ہوتا تو دوستوں سے مشورہ فرما لیتے۔ اگر عرض کیا جاتا کہ جناب آپ تو بہت بہتر جانتے ہیں بھلا ہمارے جیسے نااہلوں سے مشورہ کی کیا ضرورت تو آپ فرمایا کرتے کہ مشورہ مستحب امر ہے ہمارے آقائے نامدار جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم جو کام کرتے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ضرور مشورہ لیتے۔ قرآن مجید میں بھی اس طرح ارشاد ہے: وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ وَاَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ یعنی وہ لوگ جنہوں نے قبول کیا واسطے اپنے رب کے یا ایمان لائے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع بن گئے اور نمازیں پڑھیں ان کا کام آپس میں ہمیشہ مشورہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ ایسے عمدہ اور مستحسن امر کو کیوں چھوڑا جائے اور اس میں بہت بہتری ہوتی ہے۔ اس لئے جو کام کرنا ہو اس میں اپنے ہی خواہوں سے مشورہ ضرور لے لینا چاہیے۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ کا حیا و شرم دیکھ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ فرماتے کہ جو شخص انسانوں سے شرم نہیں کرتا وہ اللہ سے بھی شرم نہیں کرے گا۔ اور خداوند کریم سے شرم و حیا یہ ہے کہ باعفت رہو کوئی برا خیال بھی دل و دماغ میں پیدا نہ ہو۔ موت و فنا کو یاد رکھو آخرت کی طلب میں لگے رہو آرائش دنیائے دوں سے بچوں۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ شہرت کو پسند نہ فرماتے تھے۔ جس کے متعلق ایک مخلص و معتقد دوست کی چند سطور نقل کر دیتا ہوں۔ وہ صاحب لکھتے ہیں کہ میرا خیال تھا کہ جناب حضرت حافظ صاحب کے ان احسانات اور عنایات باطنی کا جو مجھ گنہگار پر باطنی طور پر فرما رہے ہیں کچھ ذکر کروں اور آپ کے ایام سفر حجاز کی عنایات باطنیہ کا حال لکھوں جو میں نے پچشم خود دیکھی ہیں یا مجھ پر گزری ہیں مگر میرے اس ارادہ سے حضرت قبلہ عالم نے آگاہ ہو کر فرمایا

کہ میری بابت کبھی کوئی ایسی بات نہ لکھنا جس سے میری ذات کی نسبت لوگوں کو کسی قسم کا خیال پیدا ہو یا میری شہرت کا موجب یا میرے نفس کی تازگی کا باعث ہو۔ بلکہ حضرت صاحب قبلہ نے فرمایا من آنم کہ من دامن اور جناب نے بتا کید یہ بھی فرمایا اگر تم ایسا کرو گے تو پھر میں تم سے ناراض ہوں گا۔ چنانچہ میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کی تعمیل کر کے ان تصرفات باطنیہ اور خوارق عادات و کرامات کے لکھنے اور بیان کرنے سے اپنی قلم کو روکتا ہوں اور زبان کو بند کرتا ہوں مگر یہ تو میں بلا تردد عرض کروں گا کہ حضرت قبلہ عالم حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات اس وقت بہت بڑی اور غیر مترقبہ نعمت ہے۔ میں نے منکسر المزاجی کے تحت میں بھی لکھا ہے اور یہی خمول (گنہامی) پسندی تھی کہ شجرہ شریف میں اسم گرامی نہیں پڑھنے دیتے تھے اور یہی خمول پسندی تھی کہ اپنی حیات میں اپنے سوانحات مرتب نہیں کرنے دیئے اگر کبھی تذکرہ ہوا بھی تو فرماتے میں جو کچھ ہوں جانتا ہوں اس کام کو رہنے دو۔ اگر عرض کی جاتی کہ حضور معتقدین اور طالبین کیلئے اور بالخصوص آئندہ نسلوں کیلئے بزرگان دین کے حالات مشعل راہ ہدایت ہوتے ہیں تو فرماتے میری زندگی میں تو رہنے دو۔ بعد میں اگر خداوند کریم کو منظور ہوا تو وہ خود ہی وقت پر یہ کام کرا لے گا۔

ایثار خالق نے آپ کی ذات میں کچھ ایسا ودیعت فرمایا ہوا تھا کہ ہمیشہ دوستوں کو اپنی ذات پر مقدم رکھتے۔ ایک دو مرتبہ نہیں۔ بلکہ ہمیشہ راقم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ روٹی جب تک تمام مہمان اور دوست و خادم نہ کھا لیتے خود تناول نہ فرماتے۔ بلکہ خود بنفس نفیس دوستوں اور تمام خادموں کو روٹی کھلاتے اور ان کے کھا لینے کے بعد خود ماحضر تناول فرماتے۔ بارہا ایسا ہوتا۔ کہ پہلے جو دوست موجود ہوتے اور گھر کیلئے روٹی تیار ہوتی۔ عین وقت تناول اور مہمان آ جاتے۔ گھر کیلئے جو روٹی ہوتی وہ مہمانوں کو کھلا دیتے۔ اور گھر والے جانیں اور ان کا انتظام جانے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ سب کو کھلا پلا کر جب فراغت پاتے اور خود روٹی تناول فرمانے لگتے تو کوئی ایسا دوست آ جاتا جس نے ریل گاڑی پر جلدی پہنچنا ہوتا تو خود تناول فرمانا چھوڑ دیتے اور اس دوست کو روٹی کھلا دیتے۔ خود ویسے

ہی گزارہ کر لیتے۔ فیاض ایسے تھے کہ کبھی کسی سائل کو محروم نہ رکھا۔ بلکہ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ کوئی سائل آیا اور اس کے متعلق آپ کی خدمت میں اگر کسی نے عرض بھی کر دی کہ جناب ان لوگوں نے در یوزہ گری کو پیشہ بنالیا ہے تو آپ فرماتے خداوند کریم ان پر اور ہم پر رحم فرمائے اور اس دنیا کی حقیقت آشکارا کر دے۔ کیا کروں وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ کا ارشاد سامنے آ جاتا ہے۔ جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ کے اخلاق کریمانہ کا بیان ایک بحر ناپیدا کنار نظر آ رہا ہے احاطہ تحریر میں لانے سے عاجز آ کر اب ایک مختصر سی بات پر ختم کرتا ہوں کہ جیسے حضرت صاحب رحمہ اللہ کے صحیفہ زندگی کا صفحہ صفحہ ہر قسم کے اخلاق حسنہ سے مملو و لبریز نظر آتا ہے ویسے ہی اس خالق کون و مکان نے آپ کی کتاب زندگی سے عجب و تکبر اور خود پسندی، تہمت، چغلی، زبان طراری، خصومت، مجادلہ، ثنات، مکر و فریب، غیبت، لعن، طعن، فحش، تملق و چاپلوسی، مزاحی، خوشامد پسندی، بخل و حسد، ظلم و تعدی، حرص و طمع، طول اہل اور فکر باطل، بدگمانی و تجسس، تکلف، افراط زیب و زینت کے تمام اخلاق ذمیمہ کو محو فرما کر بالکل پاک و صاف بنا دیا تھا۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ واقعی حقیقت ہے جو سب پر آشکارا و ظاہر ہے اور جس کو وہ تمام لوگ کہ جنہوں نے جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ کو دیکھا ہے بلا لحاظ مذہب و ملت تسلیم کرتے اور مانتے ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ذَالِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

بالخصوص تمام یاران طریقت اور بالعموم جملہ اہل اسلام کی خدمت میں مخلصانہ و مودبانہ گزارش ہے کہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمہ اللہ کی بزرگیوں اور اخلاق حسنہ کے بیان کرنے کی جیسا کہ حق ہے ہرگز طاقت اور یارا نہیں یہ جو کچھ آپ کے مکارم اخلاق اور مبارک عادات یا طریق عبادات کے متعلق لکھا گیا ہے محض اس لئے کہ ان حالات کے پڑھنے والے لوگ اولیاء اللہ اور بالخصوص سیدی و مولائی غوث صمدانی قطب ربانی جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ کی محبت کے پودے کو اپنے دل کے میدان میں لگائیں اور دل و جان سے اس طریق پر عمل پیرا ہو کر سعادت دارین کے مستحق بن جائیں۔ اولیاء

اللہ کی دوستی و محبت اور ان کی پیروی تمام نیکیوں کی سردار اور عالی درجات پر پہنچانے والی بلکہ اپنے خالق سے ملانے والی ہوتی ہے۔ اور یہی محبت و دوستی اور پیروی نادار مفلسوں کیلئے بڑا قیمتی سرمایہ اور تہی دستوں کیلئے اعلیٰ و اکمل متاع ہے اور خاص کر ہمارے طریقہ انبیہ نقشبندیہ مجددیہ میں طالب کا سلوک شیخ مقتدا کی تقلید اور پیروی پر منحصر ہے۔ پس ضروری ہے واسطے طالبان حق کے کہ ہمہ تن جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ کی محبت میں فانی ہو کر اور آپ کی پیروی پر کار بند رہ کر آپ کے اخلاق حمیدہ سے متصف اور آراستہ ہونے کی کوشش رکھیں انشاء اللہ تعالیٰ بفضل خداوند کریم اس محبت اور اتباع پیشوا کے طفیل دونوں جہان میں سعادت مند اور مقبول ہوں گے۔ اولیائے کرام کے حالات لکھنے اور شائع کرنے سے اصلی غرض و غایت یہی ہوا کرتی ہے کہ ناظرین وقارئین بغور و خوض پڑھ کر ان پر عمل کریں۔ نہ یہ کہ سرسری نگاہ سے دیکھ کر اپنا وقت بھی ضائع اور لکھنے والے کی محنت کو برباد کر ڈالیں۔ اس موضوع کو اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

دادیم تراز گنج مقصود نشان ماگر نہ رسیدیم تو شاید بری

کلمات طیبات

فرمایا: اعمال کی صحت و قبولیت اخلاص نیت پر منحصر ہے۔ ہر ایک آدمی اپنے عمل سے اسی نتیجہ کا حقدار ہوتا ہے جس کی اس نے نیت کی ہو۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کا ارشاد بھی نیت میں خلوص پیدا کرنے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ تمام اعمال میں نیت معتبر ہے اس لئے بڑا ضروری ہے کہ اخلاص نیت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے ورنہ بغیر اس کے اعمال حق تعالیٰ کے نزدیک ہرگز موجب ثواب نہیں ہو سکتے۔ غور و تدبیر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاص نیت ذرا مشکل سا کام ہے کیونکہ اس میں سب سے اول نفس کو قابو کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے کہ ہوائے نفسانی جو کہ اندرونی رہزن ہے اس سے چھٹکارا نفس کو قابو کیے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اکثر انسان کو بزم خود یقین ہوتا ہے کہ وہ ریا نہیں کرتا۔ مگر حق یہ ہے کہ بدوں فضل ایزدی اس غیر محسوس مرض سے پھنا محال ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ریا کی رفتار انسانی طبائع میں ایسی غیر محسوس شے ہے کہ ہر ایک شخص کو اس کا پتہ لگنا بھی بہت مشکل ہے۔ بہر حال ریا

اور اخلاص ہرگز یکجا جمع نہیں ہو سکتے۔ اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا ہر فعل اور عمل محض حق تعالیٰ کیلئے ہو۔ اس میں کسی قسم کی نمود، غرض، کسی پر دباؤ یا اور کوئی دنیاوی فائدہ بالواسطہ یا بلاواسطہ متصور نہ ہو۔ جب عمل اس ضروری شرط یعنی اخلاص نیت کے ساتھ پورا کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں بھی اس کی قدر و منزلت اور وقعت ہوتی ہے۔ دوستو! اپنی نیتوں کو خالصاً لوجہ اللہ بناؤ یعنی ایسی کہ جس میں کسی قسم کی آمیزش نہ ہو۔ ایسی نیت اللہ تعالیٰ کے خاص مقبول بندوں سے مخصوص ہوتی ہے۔ جو مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينِ کی جماعت میں داخل ہیں۔ انسان مخلص الایمان تب ہی ہو سکتا ہے جبکہ اسکے تمام معاملات اور عبادات حق تعالیٰ کی رضا مندی اور تقرب کی نیت پر مبنی ہوں۔ یہ پختہ بات ہے کہ جس عبادت میں اخلاص نیت نہیں وہ عبادت حقیقت میں عبادت ہی نہیں بلکہ محض ایک عادت ہے۔ اور وہ بھی بے سود ہے۔

فرمایا: شریعت حقہ کی بڑے ذوق و شوق اور احتیاط سے پابندی کرو۔ اور اس پر ہمیشہ ثابت قدم رہو۔ کیونکہ شریعت حقہ ہی حیات ابدی کا ذریعہ ہے۔ نیز اس شریعت حقہ کی پابندی امراض باطنی کا ازالہ کرتی ہے۔ آئینہ دل جب ماسوائے اللہ کے زنگار سے زنگ آلود ہو جائے تو اس زنگار کو دور کرنے والی بہترین چیز شریعت حقہ کی پابندی ہے۔ مبارک ہے وہ شخص جسے اس نعمت عظمیٰ کا شرف حاصل ہوا۔

فرمایا: (ایک دن جبکہ باوا ہیرا نند جگی جو راو پنڈی میں دہریوں کا سرگروہ ہے۔ اور باوجود دہریہ ہونے کے جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ کی بزرگی کا بھی قائل ہے اور اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا تھا۔ اس کی عادت ہے کہ جب حاضر ہوتا تو کوئی نہ کوئی مسئلہ دہریت کا چھیڑ دیتا تھا) خداوند تعالیٰ نے انسان کے دل کو اس طرح کا بنایا ہے کہ خود بخود اس کو معلوم ہوتا رہتا ہے کہ خدا ہے اور اکیلا وحدہ لا شریک لہ ہے۔ اس کیلئے نہ کسی دلیل کی ضرورت ہے اور نہ کسی سمجھانے کی حاجت۔ انسان کا سرا سکی قوت ملکی اور باطن آپ سے آپ گواہی دیتا ہے اور یہ خیال خود بخود اس کے دل سے پیدا ہوتا ہے۔ غرض انسان کی فطرت میں اللہ اور اس کی تمام صفات کا تسلیم کرنا داخل ہے۔ ان میں جو سعید ازلی

ہوتے ہیں وہ تو اشاروں ہی میں اپنے مقصود کو پا جاتے ہیں۔ اور شقی و بد بخت کچھ دن تو راہ پر لگ جاتے ہیں مگر ان پر کچھ ایسا شیطان مسلط اور سوار ہے کہ تھوڑے ہی دنوں بعد صراطِ مستقیم کو چھوڑ کر پھر ضلالت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

فرمایا: قلبی امراض بہت پر خطر اور مہلک ہوتے ہیں۔ جس قدر یہ زیادہ پر خطر ہیں اسی قدر اس کے مریض بھی زیادہ ہیں۔ چنانچہ جسمانی بیمار ہزار میں سے ایک آدھ ہوتا ہے لیکن قلبی بیمار ہزار میں سے نو سو ننانوے ہوتے ہیں۔ یاد رکھو کہ جس کا قلب سلیم ہوگا وہی نجات اور مخلصی پائے گا جس طرح جسمانی مرض کی علامت کھانے پینے کی رغبت کا کم ہونا ہے۔ اسی طرح دلی مرض کی علامت بھی اس کی غذا یعنی ذکر اللہ کی طرف کم مائل ہونا ہے۔ جس طرح خوراک اور غذا کے بغیر بدن قائم نہیں رہ سکتا ہے اسی طرح دل بھی حق تعالیٰ کی محبت و عشق اور ذکر بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اطمینان قلبی ذکر الہی سے حاصل ہوتا ہے اور اسی ذکر کے ساتھ ہی دل قلب سلیم ہو سکتا ہے جو شخص ذکر الہی میں زندگی بسر نہیں کرتا۔ اس کا دل مردہ ہے۔

فرمایا: طالب اللہ کیلئے ضروری ہے کہ وہ سعادت کے تین اصولوں پر ہمت و استقلال کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ اول ملازمت ذکر اللہ کی کہ کسی حال میں بھی ذکر الہی سے غافل نہ رہے۔ دوم نفس امارہ کی مخالفت رکھے تاکہ حرص و ہوا کم ہو جائے اور نفس امارہ مطیع بن جائے۔ یہاں تک کہ ذکر الہی سے باز نہ رکھ سکے۔ تیسرا اصول موافقت حدود شریعہ۔ ایسی موافقت کرے کہ تمام حرکات و سکنات ظاہری اور تمام خیالات اور افکار باطنی میں شرعی حدود اور سنن و آداب کو ملحوظ رکھے۔ جب ان تین اصولوں کی پابندی نصیب ہو جائے تو پھر بفضل خداوند کریم دل سراسر ذاکر ہو جاتا ہے اور تمام اعضا فرمانبردار اور نفسانی صفات مغلوب ہو جاتی ہیں اور ظاہر و باطن آباد ہو جاتے ہیں۔

فرمایا: دنیاوی کاروبار بقدر کفاف (نان و نفقہ، روز مرہ کا خرچ وغیرہ) کر لینا۔ کہ جس کی وجہ سے خود اپنے آپ اور اپنے اہل و عیال کو غیر کی احتیاج سے بچایا جائے۔ یہ بھی عبادت میں داخل ہے۔ مگر اس قدر دنیا کی محبت میں مت ڈوبو کہ آخرت اور اس کے

بادشاہ کو بھی بھول جاؤ۔ ایک دن مرنا ہے سب غرور و تکبر بیماری میں فنا ہو جاتا ہے۔ اور موت کے وقت تو سب امراء بھی مفلس و محتاج ہو کر مرتے ہیں۔ چند روز کا عیش دراصل عیش ہی نہیں۔ بلکہ غلبہ خیالات و توہمات سے اس چند روزہ دنیا کو دارالقرار سمجھ رکھا ہے۔ حقیقت میں یہ ایک مسافر خانہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی صفات اور کمالات کو ایسا ذہن نشین اور مضبوط کر لو کہ کسی وقت بھی اس سے غفلت نہ ہو۔ اس کا حکم سب احکام سے مقدم سمجھو اور سب سے پہلے اس کا کام کرو۔ تمام عالم میں وہی تو ہے اور سب اسی کے سہارے چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ اسی کی قدرت اسی کی قوت اسی کا انعام اسی کا فیض اسی کا سب کچھ پھر اس کو چھوڑ کر دوسری طرف جو جائے اس سے بڑھ کر کون نادان ہے۔

فرمایا: طالب کو چاہیے کہ جب ارباب جمعیت کی صحبت میں حاضر ہو اس وقت اراداً نہ کرنے کرے کیونکہ غرض ذکر سے اس نسبت کا حاصل ہونا ہے۔ فقیر کی دانست میں جب ان بزرگواروں کی خدمت میں جائے تو دل کو لفظی ذکر اور حدیث نفسی دونوں سے بچائے۔ سیدنا و مرشدنا جناب حضرت بابا جی صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ ان حضرات یعنی ارباب جمعیت کی صحبت میں خاموشی کلام کرنے سے نافع تر ہے کیونکہ ہر کلام سے حدیث نفسی حاصل ہوتی ہے اور فیض الہی ہرگز منقطع نہیں ہوتا۔ اس سے منقطع ہو جاتا ہے۔ علاوہ بریں جن لوگوں کو دوام حضور حاصل ہے۔ ان باتوں کو سن کر ان کا دل پریشان ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص مطالعہ کتاب میں مشغول ہے اور دوسرا شخص آ کر آواز سے اس کے آگے بولنے لگے تو ضرور اس کتاب پڑھنے والے کا دل پریشان ہوگا۔ پس ان کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیث نفسی سے محترز رہے۔ اور ابتدا میں ایسے شخصوں سے جہاں تک ہو سکے ملے جن پر یہ نسبت غالب ہو۔ ورنہ غیر نسبت والے خواہ کیسے ہی متقی، زاہد مولوی حافظ کیوں نہ ہوں ان سے سوائے نقصان کچھ حاصل نہیں۔ فقیر کی اس سے یہ مراد نہیں کہ زہد و تقویٰ وغیرہ بذات خود متقی و زاہد کیلئے فائدہ مند نہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں پر زہد و تقویٰ غالب ہے۔ یہ طالب بیچارہ مبتدی۔ اس کو ان کی صحبت میں وہی نسبت زہد و تقویٰ حاصل ہو سکتی ہے۔ اور اس مطلوبہ نسبت سے جو کہ سب نسبتوں سے شریف و

لطیف تر ہے رہ جائے گا۔

فرمایا: طریقہ خواجگان قدس اللہ اسرارہم میں بندگان خدا کی خدمت بجالانی اور ان کو راحت پہنچانی ذکر و مراقبہ پر مقدم ہے۔ عبادات و نوافل فی اللہ محبت اور خدمت خلق کے برابر نہیں ہو سکتے۔ اکثر لوگ راہ خدا میں بہت مجاہدہ کرنے سے بھی منزل مقصود تک پہنچ جاتے ہیں لیکن مجھے ایک راہ خدا تک پہنچنے کی بہت سہل معلوم ہوتی ہے اور وہ خلق کی خدمت ہے۔ اس میں کوشش کرنی چاہیے شاید کسی صاحب دل کے دل میں گھر ہو جائے اور اس دل سے کہ نظر گاہ حق ہے کچھ حاصل جائے۔

خود را بشکن کہ بت شکستن اینست
بگور ز خودی ز قید رستن اینست
در گوشہ خاطر عزیزاں جاکن
در مذہب ما گوشہ نشستن اینست

فرمایا: طالب صادق کیلئے ضروری اور لازمی ہے کہ ہر حال میں روئے دل اپنے شیخ و مرشد کی طرف رکھے اور جو کچھ کہیں سے بھی حاصل ہو۔ اپنے شیخ کی توجہ سے جانے۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمہ اللہ ایک روز ایک شخص کی طرف مخاطب ہو کر بر سبیل تمثیل فرمانے لگے کہ اگر خواجہ بہاؤ الدین قدس اللہ تعالیٰ کی صحبت میں تجھ کو نسبت حاصل ہو۔ اور پھر کسی اور بزرگ سے مل کر کچھ حاصل ہو تو تو کیا سمجھے گا۔ یہ سوال کرنے کے بعد خود ہی فرمایا: تجھ کو چاہیے کہ اس کو بھی خواجہ صاحب ہی کی نسبت سمجھے۔

ایک روز ایک مرید حضرت قطب الدین حیدر رحمہ اللہ کا شیخ شہاب الدین سہروردی کی خانقاہ میں چلا آیا۔ جب اس کو بھوک لگی تو اپنے پیشوا کے شہر کی طرف رخ کر کے کہنے لگا شہنشاہ قطب الدین حیدر۔ شیخ رحمہ اللہ سمجھ گئے۔ ایک مرید کو اشارہ کیا وہ کھانا لے کر گیا۔ جب کھا چکا پھر اسی طرف منہ کر کے کہا الحمد للہ قطب الدین حیدر آپ ہم کو ہر جگہ ہر حال میں یاد رکھتے ہیں۔ جب مرید حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا کیا کہتا تھا۔ کہنے لگا یہ عجب آدمی ہے۔ کھانا آپ کا کھاتا ہے شکر قطب الدین حیدر کا بجالاتا ہے۔ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا طریق مریدی کا کوئی اس سے سیکھے کہ ظاہر او باطن جہاں سے فیض اٹھاتا ہے اپنے ہی پیر کی طرف سے سمجھتا ہے الغرض اپنی ذات کو اپنے

شیخ کی محبت کے سوا ہر چیز سے خالی کر دے۔ اور اس کے فیض کا منتظر رہے۔ یہاں تک کہ فیض آنے لگے۔

فرمایا: لوگ درویشی کو کچھ اور سمجھتے ہیں مگر ہمارے نزدیک درویشی کی حقیقت یہ ہے۔

کمتر از کم شواگر داری خبر
ایں طریقہ کا ملان است اسے پسر

نیز فرمایا:

تو در و گم شو کمال اینست و بس
تو مشو اصلا وصال اینست و بس
فرمایا: جوانی کے دنوں میں ذکر و وعظ پر خوب دل لگتا تھا۔ اور سیر کرنے کو بھی جی چاہتا تھا کہ دور دور ملک میں جا کر اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کریں۔ لیکن اب ضعیفی آگئی جسم کمزور ہو گیا ہے سفر کی ہمت نہیں رہی لیکن دل میں وہی شوق اور ولولہ موجزن ہے اور خلق خدا کے حق میں یہاں تک شفقت و محبت آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو اپنا ولی بنا لے۔ مگر یہ اس کا اختیار ہے۔ باوجود جسمانی کمزوری کے روحانیت یہاں تک ترقی کر گئی ہے کہ اکثر اوقات زمین باوجود اس قدر فراخ ہونے کے ایک قدم دکھائی دیتی ہے۔ اور باطنی نظر تھوڑے عرصہ میں ہر جگہ کام کر آتی ہے۔ یہ کوئی فخر کی بات نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

فرمایا: ہم سے جہاں تک ہو سکا اپنی طاقت کے بموجب شریعت حقہ کی اتباع کا خیال رکھا ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ راولپنڈی میں ایک غیر شرع فقیر کا انتقال ہو گیا۔ اس کا جنازہ ہمارے گھر کے سامنے سے لے جا رہے تھے۔ جنازہ دیکھ کر خیال آیا کہ چل کر اس کا جنازہ پڑھیں مگر جب ان تمام آدمیوں کا دیکھا جو اس کے جنازہ کے ساتھ تھے تو وہ سب بھنگی چرسی غیر شرع تھے۔ اس واسطے ارادہ رہ گیا اور خیال آیا کہ اگر اس کا جنازہ پڑھا تو لوگ کچھ کی کچھ باتیں بنائیں گے۔ پھر دل میں آیا کہ نہیں ضرور جنازہ میں شامل ہونا چاہیے۔ پھر یہی خیال مانع ہوا۔ پاس ہی پیران پیر صاحب کے وعظ کی کتاب فیوض یزدانی موجود تھی خیال آیا کہ اس سے دلیل پکڑیں۔ جو پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرما دینگے عمل کیا جائیگا۔ جب کتاب کو کھولا اور سات ورق گن کر اس کی ساتویں سطر کو پڑھا تو اس پر یہ لکھا نظر آیا

کہ یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیے جاویں گے مگر اللہ تعالیٰ ان کی طرف مہربانی کی نظر نہ فرماویگا۔ یہ پڑھ کر اس کے جنازہ میں شامل نہ ہوئے۔

فرمایا: بعض لوگ اعتراض کے طور پر کہتے ہیں کہ فقیر کیا بناتے ہیں۔ بیشک ٹھیک ہے فقیر کچھ نہیں بناتے۔ بنانے والا اور ہدایت دینے والا وہی ہے۔ لیکن چونکہ یہ عالم اسباب ہے۔ اسباب کے ساتھ اس کی حکمت کام کرتی ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ رازق ہے مگر رزق کے اسباب پیدا کر دیئے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ روزی دیتا ہے۔ اسی طرح ہادی بھی وہی ہے مگر جس کو ہدایت دینا چاہتا ہے اہل اللہ کے ذریعہ دیتا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام واولیاء کرام کچھ اور بنانے کیلئے نہیں آئے۔ بلکہ ہدایت کیلئے آئے ہیں۔

ایک دفعہ دوستوں کی مجلس میں فرمایا: کہ رازق مطلق وہی واحد حقیقی ہے جو سب کو رزق پہنچا رہا ہے۔ اس کی تقسیم میں کسی قسم کا فرق نہیں آتا۔ اس کے حکم کے تابع کوئی گلی کوچوں میں پھر کر اور کوئی دکانوں میں بیٹھ کر کوئی کسی پیشے یا ملازمت کے ذریعے اپنا نصیب و مقدر لے لیتا ہے۔ ہر ایک اپنی اپنی دھن میں لگا رہتا ہے۔ کیا مجال کہ اس کے حکم سے سر پھیر سکے اور اس کے امر کے سوا کسی کو کچھ دے سکے۔

فرمایا: ایک شرک اور کفر ظاہر ہے۔ اور ایک خفی۔ ظاہر شرک و کفر کو ہر شخص جانتا ہے۔ باطنی اور خفی شرک و کفر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر پر بھروسہ رکھے اور اسباب پر ہی اعتماد رکھے اور مسبب الاسباب پر بھروسہ نہ کرے۔ ہاں اسباب کو اپنے مقصد کے حصول میں واسطہ غیر مقصود سمجھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرت اسباب کے پردہ میں اپنا کام کرتی ہے۔ اور اس سے نظام عالم قائم ہے۔ ورنہ وہ مالک حقیقی بغیر اسباب کے بھی جو کچھ چاہے کر سکتا ہے۔ خالص توحید یہی ہے کہ درمیان سے اسباب کا پردہ اٹھ جائے۔ اور فاعل حقیقی پر نظر ہو جائے۔ یہ مقام بلند انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور خاصان خدا و اولیاء عظام کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور انہی کا حصہ ہے۔ ان کے اتباع سے اور بھی جس کو اللہ تعالیٰ چاہے کچھ حصہ عطا فرما دیتا ہے۔ یہ محض اللہ کا فضل ہے۔

فرمایا: دشمن ہمیشہ اس گھات میں لگا رہتا ہے کہ اپنے حریف کی جان اور مال کو نقصان

پہنچائے۔ انسان کے دو بھاری دشمن نفس امارہ اور شیطان ہیں۔ وہ بھی اس گھات میں لگے رہتے ہیں کہ سالک مومن کے جان اور مال کو نقصان پہنچائیں۔ جان کا نقصان تو یہ ہے کہ اس کو ذکر اور عبادت سے غافل کر کے گناہوں میں مبتلا کریں۔ اور ایسے امور میں مشغول کریں جس سے اس کے ایمان کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو۔ اور مالی نقصان یہ ہے کہ اعمال صالح سے جو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا موجب ہیں اس کو خسر الدنیا والا خرہ بنا کر دنیا سے نامراد جانا پڑے۔ اس لئے ضروری ہے کہ نفس اور شیطان کے مکروں سے واقف ہوتا رہے۔ یہ بات سوائے اہل اللہ کی مجلس کے حاصل نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نفس اور شیطان کے مکروں سے بچائے۔

فرمایا: اب دل میں آتا ہے کہ ظاہری تعلقات بھی مخلوق اللہ سے منقطع کردوں اور حجرہ کے اندر خلوت میں بیٹھ رہوں اور کسی سے میل جول آمد و رفت نہ رکھوں مگر کیا کروں خالق کی مرضی نہیں۔ اس نے چند امور میرے حوالہ کیے ہیں جن کیلئے مجھے مجبوراً تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔ جس طرح خالق کی مرضی۔ اگر وہ راضی ہو جائے تو یہی سعادت دارین ہے۔ ورنہ کیا میں اور کیا میری طاقت۔ اللہ تعالیٰ جس سے کام لینا چاہتا ہے اس کو چن لیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

فرمایا: مرید کا رابطہ اپنے شیخ کے ساتھ جس قدر قوی ہوگا اسی قدر اس پر فیوض و برکات کا فیضان ہوگا اور معرفت زیادہ ہوگی۔ ذکر و عبادت میں سستی نہ آئے گی۔ فنا فی الشیخ ہونا ہی عین فنا فی الرسول فنا فی اللہ ہے۔ مگر یہ نعمت کسی قسمت والے کو ملتی ہے۔ اور جس قدر رابطہ اور محبت کم ہوگی اسی قدر مرید میں سستی اور بے لذتی پیدا ہوگی جو معرفت اور ترقی رابطہ سے ہوتی ہے۔ وہ کسی اور شے سے نہیں ہوتی۔ ظاہری علم سے خواہ کتنا ہی حاصل ہو۔ امراض قلبی دور نہیں ہو سکتے جب تک کسی شیخ سے رابطہ نہ ہو۔ جو لوگ رابطہ کو شرک کہتے ہیں غلطی پر ہیں۔ رابطہ مرید کیلئے زینہ ہے جس کے ذریعہ ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ جب تک مرید کامل و مکمل نہ ہو جائے۔ شیخ کی ضرورت سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ پس شیخ کے ساتھ رابطہ پیدا کرنا چاہیے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

رابطہ کیا ہے یہ عینک ہے پسر نور وحدت جس سے آتا ہے نظر
ایک بار حضور نے فرمایا: کہ اب قیامت کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ فسق و فجور اور
بداعتقادی کا زور ہے۔ علماء بداعتقاد اور بدعمل۔ اور فقر فاسق اور غیر شرع ہوہتے جاتے
ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ابھی نیک لوگ دنیا میں موجود ہیں مگر تھوڑے ہیں۔ اور وہ
بدن کی ہوتی جاتی ہے۔ جو نیک وجود دنیا سے گم ہو جاتا ہے اس کا نعم البدل مشکل سے میسر
ہوتا ہے۔ ڈر ہی لگتا ہے کہ دیکھے اللہ تعالیٰ خاتمہ کس طرح کرتا ہے۔ پھر حضور نے فرمایا کہ
اؤ سب دوست دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا اور تمام مسلمانوں کا خاتمہ ایمان کے ساتھ
کرے۔ پھر فرمایا کہ بعض لوگ خاص موقعوں اور خاص سفروں میں بھی مکر و فریب سے باز
نہیں آتے۔ پھر حضور نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ جب ہم حج کے سفر میں جہاز میں
بیٹھ گئے ہمارے پڑوس میں ایک شخص تھا جو مع اپنی بیوی کے حج کیلئے جا رہا تھا جہاز پر سوار
ہوتے وقت نہ اس نے اپنا ٹکٹ خریدا اور نہ اپنی بیوی کا۔ اپنی بیوی کو بسترے کی طرح
باندھ کر جہاز میں لے گیا اور اپنی نسبت کہا کہ میں ایک دوست کو ملنے اور رخصت کرنے
کیلئے جا رہا ہوں۔ پھر جہاز سے باہر نہ نکلا۔ جب جہاز سے اترنے کا وقت آیا اور ٹکٹ لینے
کیلئے افسر جہاز میں آگئے تو لٹرین میں چھپ گیا اور جہاز سے ویسے ہی باہر نکل گیا۔ اس کا
یہ حال دیکھ کر افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ بلکہ دوران سفر جہاز میں اس کا یہ حال رہا
کہ ہم نے ایک دن قیمہ اور ساگ پکایا اتنے میں نماز کا وقت آ گیا ہم نماز جماعت کے
ساتھ ادا کرتے رہے اور وہ ہمارا قیمہ اور ساگ چوری چوری کھاتا رہا۔ دیکھنے پر اس کو بہت
ملامت کی۔ جس پر وہ بہت شرمندہ ہوا اور معافی مانگی۔ ایسے لوگ حج سے کیا فائدہ اٹھاتے
ہیں۔

فرمایا: مدت سے دلی آرزو تھی کہ مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ
کا اردو ترجمہ ہو جائے۔ کیونکہ اس کی فارسی اور عربی بہت مشکل ہے۔ اور مضامین اس سے
بھی زیادہ دقیق اور عام فہم سے بالاتر ہیں۔ الحمد للہ کہ یہ آرزو پوری ہو گئی۔ اور حضرت مجدد
الف ثانی قدس سرہ کی روح خوش ہو گئی۔ اور مقامات و سلوک مجددی روز روشن کی طرح

واضح ہو گئے اور کسی قسم کا شک و شبہ نہیں رہا۔ پھر حضور نے فرمایا کہ ایک دفعہ واقعہ میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ رونق افروز ہیں اور حضور کے حلقہ میں اور بہت سے اولیاء اللہ حاضر ہیں۔ ان میں سے ایک شخص ایک کتاب سنا رہا ہے اور سب سن رہے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پاس سے ایک کتاب اس کو دی اور فرمایا یہ لو۔ اب ہماری کتاب کو پڑھ کر سناؤ۔ جب وہ پڑھنے لگا تو میں نے عرض کیا کہ حضور عالی یہ تو حضور ہی کے مکتوب شریف ہیں۔ حضور نے نہایت ہی خوشی کا اظہار فرمایا: اور بڑے سرور کے ساتھ سنتے رہے۔ حضور قدس سرہ کی روحانی قبولیت کا ہی اثر ہے کہ مکتوبات شریف کا اردو ترجمہ نہایت ہی مقبول عام و خاص ہو گیا ہے اور چاروں سلسلوں کے بزرگ ان سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔

ایک دن حضرت صاحب اپنے فرزند ارجمند مولوی عبدالرحیم صاحب مرحوم و مغفور کے صاحبزادہ منظور الہی سلمہ ربہ کو قرآن مجید کا سبق پڑھا رہے تھے چند دوست بھی مجلس میں حاضر تھے سبق سے فارغ ہو کر صاحبزادہ صاحب کو بطور نصیحت کے فرمایا کہ بیٹا جہاں تک ہو سکے بازاری لڑکوں سے الگ رہنا چاہیے۔ ان کا طریقہ ہر دم لڑائی جھگڑا گالی اور بکواس ہے۔ ان کی صحبت میں چال چلن خراب ہو جاتا ہے اور دل کی حالت بگڑ جاتی ہے۔ پھر حضور نے مثال کے طور پر ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک دن حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ دریائے دجلہ پر تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا لڑکا دریا کے کنارے بیٹھا رو رہا ہے سید الطائفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا کہ تو کیوں روتا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت دوزخ کے ڈر سے رو رہا ہوں۔ فرمایا کہ تو ابھی چھوٹا بچہ ہے۔ مکلف نہیں ہے۔ عرض کیا کہ حضرت جو کچھ آپ فرما رہے ہیں بیشک درست اور بجا ہے لیکن میں ہر روز دیکھتا ہوں کہ جب میری والدہ آگ جلاتی ہے تو پہلے چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کو آگ لگاتی ہے پھر بڑی لکڑیوں کو آگ لگتی ہے۔ تو ڈرتا ہوں کہ میں بھی دوزخ کی چھوٹی لکڑیوں سے نہ ہو جاؤں۔ پھر فرمایا کہ سابقہ زمانہ میں بچوں کا یہ حال تھا اور اس زمانہ میں یہ حال ہے کہ غم بھر دوزخ کے ڈر اور خوف خدا سے کبھی رونا نہیں آتا۔ دنیا کے مال سے اگر کوئی کوڑی

بھی گم ہو جائے تو اس کا افسوس کئی دن تک نہیں جاتا۔ اگر نماز و ذکر و عبادت وغیرہ دینی امور ضائع ہو جائیں اور قیمتی عمر بیہودہ لہو و لعب میں بسر ہو جائے تو کبھی افسوس نہیں ہوتا۔ یہی دل کی قساوت اور شقاوت کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے

فرمایا: مومن کو صرف دین کا غم کھانا چاہیے۔ کیونکہ دنیا کی چیز اگر ضائع ہو جائے تو اس جیسی یا اس سے بہتر یا اس سے ناقص چیز کا مل جانا ممکن ہے۔ مگر جو دین کا کام خواہ کس قدر ہی کم ہو اگر ضائع ہو جائے گا تو تمام عمر اس کی تلافی و تدارک مشکل ہے۔ کیونکہ گزرا ہوا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا۔ اسی واسطے رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو صرف ایک ہی غم یعنی دین کا غم لاحق اور غالب ہو۔ اللہ تعالیٰ دوسرے غموں سے اس کو کفایت کرے گا۔

فرمایا: جس طرح ہر ایک دنیا دار اپنے اپنے کام میں ترقی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ کل کی نسبت آج مجھے زیادہ نفع اور فائدہ ہو اسی طرح سالک کو بھی لازم ہے کہ کوشش کرتا رہے کہ کل کی نسبت آج اس کی زیادہ ترقی ہو۔ سالک کو کوئی وقت بھی غفلت میں بسر کرنا نہیں چاہیے ورنہ خسارہ اٹھائے گا اور قیامت کے دن پچھتائے گا۔ حدیث میں آیا ہے من استوی یوما فہو مغبون جس شخص کے دونوں دن یعنی آج کا اور کل کا برابر ہیں وہ گھائے میں ہے۔ نیز فرمایا کہ وہ بہت ہی مبارک آدمی ہے جس کی عمر تھوڑی ہے مگر اس کے اعمال صالحہ بکثرت ہیں اور بے نصیب وہ آدمی ہے جس کی عمر تو بہت ہے مگر اس کے اعمال صالحہ بہت کم ہیں۔ پس جہاں تک ہو سکے سالک کو غافل نہیں چاہیے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشم شاید کہ نگاہ کند آگاہ نباشم
فرمایا: مبتدی کو فرض نمازوں کے سوا باقی اوقات ذکر الہی میں بسر کرنا چاہیے۔ جب تک ذکر ملکہِ راسخہ اور سلطانِ الاذکار تک نہ پہنچ جائے۔ نوافل و مستحب میں مشغول نہ ہونا چاہیے۔

فرمایا: اس راہ میں تصنع اور بناوٹ نہیں چلتی اور نہ ہی کوئی حیلہ و بہانہ کام آتا ہے۔

جب تک ظاہر احکام شرعی سے اور باطن آداب طریقت سے آراستہ پیراستہ نہ ہو۔ اس راہ میں چلنا مشکل ہے۔

کار مرداں روشنی و گرمی است کار دوناں حیلہ و بے شرمی است
فرمایا: درویش کیلئے دولت مندوں، عورتوں، ائمہ دوں، غیر شرع فقیروں اور اہل سنت و جماعت علماء و فقراء کے مخالف اور بدعتی گروہوں کی مجلس اور صحبت زہر قاتل ہے۔ مرید کو فروعی مسائل میں بھی اپنے پیشوا کی تقلید کرنی چاہیے۔ اسی میں اس کی سعادت دارین اور ترقی ہے۔ خالق سب کو راہ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فرمایا: کہ دوستوں کو دنیا کے کام میں بھی نیت خالص لوجہ اللہ اور دینی غرض مد نظر رکھنی چاہیے مثلاً اگر کوئی دوست شہر میں کوئی سودا وغیرہ خریدنے کے لئے آئے تو اس کی یہ نیت ہونی چاہیے کہ کسی اللہ تعالیٰ کے مقبول اور برگزیدہ فی اللہ دوست یا اپنے پیشوا کی زیارت کروں گا۔ اس زیارت و ملاقات کے ضمن میں سودا تو خریدا ہی جائے گا۔ اور دینی سودا بھی بہت نفع کا حاصل ہوگا کہ جس وقت وہ اپنے گھر سے روانہ ہوگا۔ ایک ایک قدم کے بدلے اس کے عمل نامہ میں نیکی لکھی جائے گی اور ایک ایک برائی معاف ہوگی اور جب وہ آپس میں خوشی خوشی ملاقات کریں گے۔ اللہ تعالیٰ دونوں کے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ گویا دین کے حصول میں دنیا کا حصول وابستہ ہے۔ اسی مضمون پر ایک دفعہ ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک بزرگ اپنے کسی مرید کے ہاں تشریف لے گئے۔ مرید نے ان کے لئے ایک صاف اور ستھرا مکان تیار کیا ہوا تھا۔ اس میں انہوں نے قیام فرمایا۔ پھر اس مرید سے پوچھا کہ یہ مکان تو نے کیوں بنایا؟ اس نے عرض کیا کہ حضور اس لئے کہ حضور جیسے بزرگ لوگ آ کر یہاں قیام فرمائیں۔ اور مجھے ثواب ہو۔ فرمایا: یہ تمہاری نیت بہت اچھی ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ دریچہ اس طرف کیوں رکھا ہے۔ عرض کیا۔ اس لئے کہ روشنی اور ہوا آتی رہے۔ فرمایا: کہ یہ نیت تو نے اچھی نہیں کی۔ تمہیں یہ نیت کرنی چاہیے تھی کہ اس دریچہ سے اذان کی آواز سنا کروں گا اور روشنی اور ہوا تو خود بخود آ جاتی۔ غرض مومن کی ہر کام میں نیت خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہونی چاہیے۔

فرمایا: کہ طالب کو اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ اور حضور ایسا حاصل کرنا چاہیے کہ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اسی خیال کو ملحوظ رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہر حال میں میرے ہر فعل پر مطلع ہے۔ اس طریق سے طالب بہت جلدی ترقی کر جاتا ہے۔ فرمایا کہ جب میں ابتدا میں ابھی دکان پر کام کرتا تھا یہ حضور اور مشاہدہ بہت غالب ہو گیا تھا۔

فرمایا: کہ انسان عبادت اور ذکر الہی کو ایک فضول اور بیکاروں کا کام سمجھتا ہے اور دنیاوی کاروبار کو اصل مقصود جانتا ہے۔ حالانکہ معاملہ برعکس ہے۔ ماں کے پیٹ سے لے کر مرتے دم تک کی ضروریات انسانی کا اللہ تعالیٰ متکفل ہے اور حسب ضرورت اپنے وقت پر مہیا کرتا جاتا ہے۔ مگر آخرت کا معاملہ انسان کی اپنی سعی اور کوشش پر موقوف رکھا ہے۔ اور یہی انسانی پیدائش سے مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق رفیق فرمائے۔

فرمایا: کہ مبتدی کو اول اول عبادت و ذکر الہی کا بھی خوب مزہ آتا ہے اور بہت ذوق و شوق پیدا ہو جاتا ہے اور دنیاوی اسباب و زینت بھی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ پھر ان دونوں طرفوں میں سے جس طرف کی محبت غالب آجائے اسی طرف کھچا جاتا ہے۔

فرمایا: کہ جس شخص کا مقصد محض اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی رضا ہو ضرور اللہ تعالیٰ اس کے حال پر مہربانی فرماتا ہے اور اس کو ضائع نہیں چھوڑتا۔ جو شخص دروازہ کھڑکھڑاتا ہے ایک دن اس کیلئے دروازہ کھل جائے گا۔ من دق الباب فقد فتح کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد

اے خواجہ درویش و گرنہ طیب ہست

فرمایا: اے میرے دوستو! یہ نسبت اور محبت جو تمہارے سینوں میں ڈال دی گئی ہے اس کی حفاظت کرو تا کہ پھلے پھولے اور پھل دے۔ اور بعض دوست جو میلے کھیلے کپڑوں والے نظر آتے ہیں ان کو حقارت اور نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھو ان کے سینے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نور سے لبریز ہیں۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

خاکساران جہاں را حقارت مگر تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو راضی اور خوش کرنے کی کوشش کرو۔ یہی رضامندی دونوں جہاں میں سرخروئی اور عزت کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا اور خویش و اقارب اور دنیا داروں کو خوش کرنا دونوں جہاں میں ذلت اور خواری کا باعث ہے۔ نیز مخلوق تو کسی حال میں بھی راضی نہیں ہو سکتی۔

آپ نے ایک دفعہ ایک دوست کو ایک کتاب مطالعہ کیلئے عنایت فرمائی۔ اس دوست نے عرض کیا کہ جناب اس کا ہدیہ کیا ہے۔ فرمایا کہ دل۔ اس نے عرض کیا کہ جناب دل تو دے چکا ہوں۔ جناب نے فرمایا کہ ابھی نہیں۔ جب دل دو گے تو معلوم ہو جائے گا۔ ہم لوگ دل کے حکیم ہیں۔ دل کی نبض کو تاڑ جاتے ہیں۔ طریقت کا معاملہ دل پر ہی موقوف ہے۔ جب تم پورے طور پر دل دو گے ہمیں بھی معلوم ہو جائے گا اور تم کو بھی پتہ لگ جائے گا۔

فرمایا: کہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے دروازہ پر کھڑا ہو کر اس کی مخلوق کو اس کی طرف اور اس کی جنت کی طرف بلاتا ہوں مگر افسوس کہ لوگ اس سے دور بھاگتے ہیں اور سمجھتے نہیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔

فرمایا: کہ ہر شے پر خواہ اناج کی قسم ہو۔ خواہ میوہ کی قسم سے اس پر اس کے کھانے والے کا نام لکھا ہوتا ہے۔ خواہ وہ چیز کہاں پیدا ہو اور اس کا کھانے والا کہاں ہو۔ اپنے وقت پر خود وہ چیز کھانے والے تک پہنچ جائے گی یا کھانے والا وہاں پہنچ جائے گا۔ یہ راز اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

برسر ہر دانہ بنوشتہ عیاں ہست ایں رزق فلاں ابن فلاں

فرمایا: کہ عبادت کے دو پر ہیں جن سے عبادت آسمان کی طرف اڑتی ہے۔ ایک اکل حلال۔ دوسرا صدق مقال۔ یعنی حلال کھانا اور سچ بولنا۔ حلال کی باسی اور خشک روٹی میں وہ لذت اور مزا ہوتا ہے جو انسان کے دل کو عبادت پر آمادہ کر دیتا ہے۔ اور حرام میں سراسر ظلمت بلکہ ایمان کا زوال ہے۔ اور سچ بولنا ہر حال میں نجات کا باعث ہے اور جھوٹ ہلاک کر دیتا ہے۔ اکل حلال کے متعلق آپ نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ مولانا فضل الرحمن

مرحوم^۱ کے ایک خلیفہ صاحب سے میری ملاقات ہوئی۔ اس نے بیان کیا کہ مولانا صاحب کے مرید اکثر غریب اور مزدوری پیشہ لوگ ہی تھے۔ ایک مرید جنگل سے ایک گٹھ لکڑیوں کا لاتا اور بیچ کر اس سے گزارہ کرتا۔ ایک دن اس نے عرض کیا کہ جناب میں آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں مگر صرف جناب کی۔ یا جناب کے خلیفہ صاحب کی۔ اس سے زیادہ کی مجھ میں طاقت نہیں۔ مولانا صاحب نے منظور فرمائی۔ اس دن وہ دو گٹھے لکڑیوں کے لایا اور ایک سے دعوت کا سامان کیا۔ جب مولانا صاحب اور میں دعوت کھانے کو گئے۔ اس نے روٹی اور مسور کی دال پکائی تھی اور اس میں گھی اچھا ڈالا ہوا تھا۔ خلیفہ صاحب نے فرمایا حافظ صاحب اس سادہ اور حلال روٹی میں وہ لذت تھی کہ آج تک وہ لذت نہیں گئی۔ یہی دل چاہتا تھا کہ تمام رات ذکر و مراقبہ و عبادت میں گزاریں۔ ذکر کا نور ہر گھڑی زیادہ سے زیادہ ہو رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ رزق حلال نصیب کرے اور حرام سے بچائے۔

فرمایا: کہ نماز تہجد کی اچھی طرح حفاظت کیا کرو۔ اس نماز سے نفس راہ راست پر آ جاتا ہے۔ سلف صالحین اس نماز کو اصل اصول سمجھتے تھے۔ اور اگر کسی دن نماز تہجد میں سستی واقع ہوتی یا قضا ہو جاتی تو اس کا تدارک کرتے تاکہ پھر نفس سستی نہ کرے۔ فرمایا کہ ہمارے ایک دوست بہت شب بیدار تھے۔ جس رات نماز تہجد میں سستی واقع ہوتی یا قضا ہو جاتی تو اس روز روزہ رکھ لیتے۔ اور اس طرح نفس کی سستی دور کرتے کیونکہ نفس پر نماز تہجد کا پڑھنا آسان ہے اور روزہ رکھنا مشکل ہے اور نفس ہمیشہ آسان کام کی طرف جاتا ہے۔ فرمایا: انسان جتنی تواضع اور خدمت اور غلامی اپنے اہل و عیال اور خویش و اقارب کی کرتا ہے اگر اتنی اپنے خالق اور مولا کریم کی کرے تو کہیں کا کہیں پہنچ جائے۔ مگر کیا کیا جائے ہر شخص کا فکر یہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔

فرمایا: کہ طریقہ علیہ نقشبندیہ دوسرے طریقوں پر اس لئے فضیلت رکھتا ہے کہ اس میں سنت کا اتباع ہے اور بدعات سے اجتناب۔ اور اس کی بنا شیخ کی محبت اور صحبت ہے۔

۱۔ آپ گنج مراد آباد کے رہنے والے خاندان نقشبندیہ کے ایک ممتاز بزرگ اور جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کے مخلص دوست و معتقد تھے۔

محبت میں جس قدر محبوب کی محبت زیادہ ہوگی اتنے ہی زیادہ محبوب کے اخلاق ظاہری و باطنی اس میں بطریق جذب و انجذاب و انعکاس پیدا ہوں گے اور یہ طریق بعینہ اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا طریق ہے۔ اور تمام موصل الی اللہ راستوں سے زیادہ نزدیک اور آسان بھی ہے۔

فرمایا: کہ قرآن مجید کی تلاوت کا جب ہی لطف آتا ہے کہ اس کو ایسے تدبر اور تفکر سے پڑھا جائے کہ وعدہ کی آیت پر بقا اور وعید کی آیت پر فنا کی حالت طاری ہو جائے۔ یعنی قرآن مجید اس کی استعداد کے موافق اس کا حال بن جائے اور قال سے نکل جائے۔ لکھا ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک دوست سورہ منزل پڑھ رہا تھا جب اس آیت پر پہنچا ان لدینا انکالا وجحیمًا اذا غصۃ ^{ولمعا} وعذابا الیمًا (بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ اور گلے میں پھنستا کھانا اور دردناک عذاب) تو امام صاحب کا رنگ بدل گیا۔ سانس رک گیا۔ جیسے کسی نے گلا گھونٹ دیا۔ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ دیر کے بعد ہوش آئی۔ کبھی کبھی ہمارا بھی ایسا ہی حال ہوتا تھا۔ افسوس کہ اب بوڑھا ہو گیا ہوں۔ مگر قرآن مجید ویسے ہی جوان ہے۔

فرمایا: کہ جس طرح آفتاب کی گرمی آتش شیشے کے بغیر روئی کو جلا نہیں سکتی اسی طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت کی آگ شیخ کی محبت و عشق کے بغیر طالب کے دل میں شعلہ نہیں مارتی۔ جو لوگ ضرورت شیخ کے منکر ہیں۔ وہ کیا جانیں وہ اس بازار میں داخل ہی نہیں ہوئے۔ اگر وہ اس بازار کی سیر کریں تو ان کے دل کی آنکھیں روشن ہو جائیں۔

فرمایا: لَا صَلَوةَ إِلَّا بِحُضُورِ الْقَلْبِ۔ حضور قلب کے بغیر نماز کامل نہیں۔ جب اول اول نماز میں ذوق آنے لگتا ہے تو کبھی یہ حضور آتا ہے کبھی نہیں مگر جب یہ حضور اس کا حال بن جاتا ہے تو پھر حضور دائمی ہو جاتا ہے حتیٰ کہ جس وقت نماز میں اللہ تعالیٰ کو قلبی رویت سے اپنے سامنے دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی ہیبت اس کے دل پر غالب آ کر تمام خطرات کو دل سے نکال دیتی ہے اور نمازی کو دنیا و مافیہا سے نکال کر دوسرے عالم میں لے

جاتی ہے اور کمال استغراق اور بیخودی میں اس کو وہ لذت آتی ہے جس کا بیان وہی شخص جانتا ہے جو ایسی نماز ادا کرتا ہو۔ دوسرے کیا جانیں۔ اس کا حال اس شعر کے مصداق ہو جاتا ہے۔

شب مہتاب باد خوش لب دریا صنم دربر

کجا دانند حال ماغریقان تموجہا

فرمایا: کہ امراض قلبی میں سے دو مرضیں اس قسم کی ہیں جو تمام امراض کی جڑ ہیں۔ اگر ان کا علاج ہو جائے تو باقی تمام امراض دور ہو جاتے ہیں۔ ایک خود بینی۔ دوسرے بد بینی۔ جہاں تک ہو سکے ان کا علاج کرنا چاہیے۔ ان مرضوں کا علاج نہ تو جسمانی امراض کے حکیم و طبیب کر سکتے ہیں۔ نہ علماء ظاہر۔ کیونکہ وہ خود ان امراض میں گرفتار ہیں۔ بلکہ ان امراض کی شفا اللہ تعالیٰ نے علماء ربانی اور اہل اللہ اور شیوخ کامل و مکمل کے ہاتھوں میں اور ان کے نفوس پاک میں رکھی ہے۔ جو ان امراض سے شفا چاہتا ہے وہ روحانی حکیموں کو تلاش کرے اور ان کا غلام بنے۔

فرمایا: کہ الدُّعَاءُ مَغْزُ الْعِبَادَةِ۔ دعا عبادت کا مغز اور اصل ہے۔ مگر دعا کیلئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں وہ دل اور ہاتھ اور وجود پیش نہ کرو جو سراپا گناہوں میں لتھڑا ہوا ہو بلکہ پاک ہاتھ اور دل سے اس کے حضور میں دعا کرو تا کہ جلدی قبول ہو۔ اگر تم ایسے نہیں تو پھر ان لوگوں سے تو سل اور تعلق پیدا کرو جن کا بال بال اللہ تعالیٰ کے ذکر اور محبت سے پاک و صاف ہو چکا ہے اور ان کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب اور معیت حاصل ہے۔ ان کے دل کو اپنے اوپر مہربان کرو تا کہ وہ تمہارے لیے دعا کریں۔ کہ مقبول رارو نباشد سخن۔

فرمایا: کہ انسان فطرت میں مقلد پیدا کیا گیا ہے مگر افسوس کہ بروں کی صحبت میں بیٹھ کر ان کے برے افعال کی تقلید میں تمام عمر برباد کر کے دونوں جہان کی ذلت اور خواری مول لے لیتا ہے۔ کیوں نہیں نیک لوگوں کی اور ان کے نیک اعمال کی تقلید کرتا کہ دونوں جہان کی عزت اور آبرو حاصل ہو۔

فرمایا: طالب کو لازم ہے کہ اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ اور محاسبہ کرتا رہے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ غافل ہو جائے اور نفس موقع پا کر اس کو ہلاکت میں ڈال دے۔ نفس بڑا مکار ہے ہر دم گھات میں لگا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے۔

فرمایا: کہ دوستوں کو آپس میں فی اللہ محبت ہونی چاہیے۔ کوئی دنیاوی غرض درمیان میں نہ ہو اور اس محبت کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اپنے فی اللہ بھائی کے عیب ڈھانپے اور اس کے ہنر کو ظاہر کرے۔ بلکہ دوسرے کو سراپا ہنر اور اپنے آپ کو سراپا عیب و نقص تصور کرے۔

فرمایا: جب دوست خواجگان قدس سرہم کا شجرہ شریف پڑھتے ہیں اور اس میں میرا نام بھی لیتے ہیں تو اپنی حالت کو دیکھ کر شرمندہ ہونا پڑتا ہے کہ ایسے پاک و جودوں کے زمرہ میں کیا میری ہستی۔ مگر یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں سے جب ایک بوڑھی عورت کا حال یاد آ جاتا ہے تو دل کو تسلی آ جاتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ خریداروں کی صف میں تو ہیں۔ احب الصالحین ولست منهم۔ لعل اللہ یرزقنی صلہ تحم میں صالحین کو دوست رکھتا ہوں گو خود ان میں سے نہیں۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے طفیل مجھے بھی صلاحیت عطا فرمائے۔

فرمایا: کہ ابتداء حال میں اہل دل اور اہل حال بزرگوں کی کتابوں کا از حد شوق تھا۔ احیاء العلوم، مثنوی مولانا روم اور تحفۃ العاشقین ہر وقت مطالعہ میں رہتی تھیں۔ ان سے بہت فائدہ ہوا۔ احیاء العلوم سے نہایت ہی مستفید ہوا۔ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ میرے کتابی پیر ہیں۔ ان کی میں نے کئی دفعہ خواب میں بھی زیارت کی ہے۔ کمال شفقت فرماتے رہے۔ اور روحانی فیوض و برکات سے ممنون فرماتے رہے۔

فرمایا: بعض اوقات حد سے زیادہ مفلسی اور تنگدستی کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ کساد الفقران یكون کفرًا۔ مشہور ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے۔ اسی واسطے مبتدی کیلئے لازم ہے کہ وجہ معاش کے اسباب کا پابند رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا امر آ جائے۔

فرمایا: کہ صبح کی نماز کے بعد اشراق تک مراقبہ میں مشغول رہنا ترقیات کا موجب ہے۔ اس واسطے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد تنہا گوشہ میں

بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہے اور کوئی دنیا کی کلام نہ کرے پھر جب سورج اچھی طرح نکل آئے تو اشراق کے نفل ادا کرے۔ اس کو حج اور عمرہ قبول ہوئے ہوئے کا ثواب ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ اس قیمتی وقت کو ضائع نہیں کرتے اور اس کی بہت حفاظت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمارے دلوں کو ایسے عمدہ وقت میں مراقبہ و ذکر کی توفیق عنایت فرمائی ہے۔

فرمایا: کہ جس شخص کی صحبت میں تمہارے دل میں دنیا کی محبت اور خواہشات نفسانی خوب آئیں اس کی صحبت کو زہر قاتل سمجھو اور اس سے بچو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور جس کی مجلس میں اللہ یاد آئے دنیا کی محبت سے دل سرد ہو، آخرت کا شوق بڑھے اس کی مجلس کو لازم پکڑو۔ وہ اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ اس سے دونوں جہان کے فائدے حاصل ہوں گے۔ فرمایا: کہ نماز تہجد، تلاوت قرآن مجید، تنہائی میں ذکر کے وقت رونا اور زاری کرنا، عاشقان الہی کیلئے سرمایہ ہے۔ اس کی وہی لذت جانتا ہے جو اس درد میں مبتلا ہو۔ دوسرا کیا جانتا ہے۔ درد نہایت اعلیٰ چیز ہے۔ مولانا عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کفر کا فرار و دین دیندار را ذرہ دردے دل عطار را

فرمایا: کہ ظاہری باطنی انعام اور کمال جس کسی کو ملا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور ان کی محبت اور ان کے دروازہ سے ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اور سب دروازے بند کر دیئے ہیں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دروازہ کھلا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو ملنا چاہتا ہے اس کو اس دروازے سے گزرنا چاہیے۔ ورنہ محال ہے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

محال است سعدی کہ راہ صفا تو اں رفت جز در پئے مصطفیٰ

فرمایا: کہ یہ جو باوا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مشہور ہے کہ کچے دھاگے سے کنوئیں میں لٹکے رہے۔ اس کچے دھاگے سے پیشوا کی محبت مراد ہے۔ پیشوا کی محبت ہی سے سب کام درست ہوتے ہیں۔ اگر یہ ٹوٹ گئی تو پھر ایسے کنوئیں میں گرتا ہے جس سے نکلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگوں سے جو پیشوا کی طرف سے بدظن کریں دور بھاگنا چاہیے۔

فرمایا: کہ مومن کو دنیاوی مال و اسباب سے بڑھ کر اپنے ایمان کی حفاظت کرنی چاہیے

اور اس کو فانی دنیا کے بدلے بیچنا نہ چاہیے۔ ایمان بہت اعلیٰ اور باقی رہنے والی دولت ہے۔ اسی پر سارا دار و مدار ہے۔ اگر یہ دولت دشمن لوٹ کر لے گیا تو پھر کچھ بھی نہیں۔ سارے جہان کی بادشاہی کی قیمت ایک رائی کے دانہ جتنے ایمان کی قیمت بھی نہیں ہو سکتی۔

فرمایا: کہ دعا کا مانگنا اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ایک قوی رابطہ ہے۔ اس سے بہت فائدہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ اگر قبول ہوگئی تو بہتر ورنہ آخرت کا ذخیرہ بن جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے فضول اور بیہودہ امر کی دعا نہ کرے۔ اس کی عظمت اور جلالت اور کبریائی کو مد نظر رکھ کر اس کی شان کے شایان دعا کرے۔ اسکی بارگاہ میں کسی شے کی کمی نہیں ہے۔ مگر جس قدر کسی کو ضرورت ہو اور اس کے لیے بہتر ہو عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کی بہتری ان سے زیادہ جانتا ہے۔

فرمایا: اگر کسی دوست سے زیادہ نہیں ہو سکتا تو اتنا ہی کرے کہ تھوڑا سا وقت صبح کی نماز کے بعد اور تھوڑا سا وقت عصر یا شام کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کر لیا کرے اس طرح کرنے سے اللہ تعالیٰ درمیانی شب و روزی اوقات کو ذکر ہی میں شامل کر لیتا ہے اور اس کا نمازیوں میں داخل کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے۔

فرمایا: کہ ذاکر کو صرف اسی قدر کھانا چاہیے جس سے عبادت کرنے کی طاقت پیدا ہو۔ اتنا نہ کھائے کہ بوجھ کے مارے اٹھ بھی نہ سکے۔ کھانے کا مقصود طاقت اور طاقت سے مقصود عبادت الہی ہے جو انسان کی پیدائش سے غرض ہے۔

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است

تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

اور نہ ہی اتنا کم کھائے کہ ضعف کے مارے اٹھنا محال ہو جائے۔ اعتدال پر رہے۔

نہ چنداں بخور کزدہانت برآند

نہ چنداں کہ از ضعف جانت برآند

فرمایا: تمام رات سوتے رہنا اور کچھ وقت بھی نہ جاگنا عاشقان الہی کا کام نہیں۔

حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا داؤد من ادعی محبتی و نام

لیلۃ فقد کذب۔ اے داؤد (علیہ الصلوٰۃ والسلام)! جو شخص میری محبت کا دعویٰ کرے پھر تمام رات سوتا رہے۔ وہ جھوٹا ہے۔ تفسیر روح البیان میں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی والدہ ماجدہ نصیحت فرمایا کرتی تھیں کہ بیٹا رات کو زیادہ نہ سویا کرو۔ کیونکہ جو دنیا میں رات کو زیادہ سوئے گا قیامت کے دن مفلس اٹھے گا۔

فرمایا: کہ تو کل ظاہری اسباب کے ترک کر دینے کا نام نہیں۔ بلکہ دل سے اسباب کو نکال دینا ہے۔ یعنی ان کو مقصود اصلی نہ سمجھے۔ مقصود اللہ تعالیٰ ہی ہو۔ اور اسباب کو درمیان میں غیر مقصود جانے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرت اسباب کے پردوں کے پیچھے اپنا کام کرتی ہے۔ ہاں جب اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اسباب کو درمیان سے اٹھا دے۔ تو یہ اعلیٰ دولت ہے۔

فرمایا: کہ پہلے خود عمل کرو پھر دوسروں کو اس کے کرنے کی ترغیب دو۔ ورنہ کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ بھلا جو شخص خود بیمار ہو وہ دوسروں کا علاج کیا کرے گا۔ اور جو خود وعظ و نصیحت کا محتاج ہو وہ دوسروں کو کیا نصیحت کرے گا۔

فرمایا: دنیا کا ساز و سامان، آسائش و آرام اور اہل و عیال وغیرہ سب اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ مگر ان سب سے بڑھ کر اعلیٰ دولت جسمانی اور روحانی صحت ہے۔ ایک شخص کے پاس ہزار ہا نعمتیں موجود ہوں مگر وہ خود بیمار ہو تو اس کے کس کام۔ یہی حال دل کی بیماری کا ہے کہ عبادت و ذکر سے روک دیتی ہے۔

فرمایا: کشف یہ نہیں ہے کہ لوگوں کے دلوں کی باتیں معلوم کرے۔ یا ان کے عیوب کو ٹٹولتا رہے اور اگر بالفرض یہ بات حاصل ہو بھی جائے تو بھی کسی کے عیوب کا ظاہر کرنا منع ہے اور گناہ ہے۔ بلکہ کشف یہ ہے کہ طالب کا روح عالم ناسوت سے پرواز کر کے عالم ملکوت اور لاہوت کا سیر کرے اور وہاں کے مشاہدات کا بے حجاب معائنہ کرے۔

فرمایا: کہ فقیر وہ نہیں جو لوگوں کو غیب کی باتیں بتائے اور اس طرح لوگوں کا اعتقاد اپنے حق میں مضبوط کرے بلکہ فقیر وہ ہے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے اور اس کا کوئی کام شریعت حقہ اور سنت سنہ کے مخالف نہ ہو۔ اصل فقیر وہی ہے جو شریعت کا پابند

ہو۔ غیر شرع فقیر سراسر مسخرہ شیطان ہے ان سے بچنا چاہیے۔ یہ لوگ ایمان کے لیٹرے اور ڈاکو ہیں۔

فرمایا: اگر علماء کی مجلس میں جاؤ تو اپنی زبان کو نگاہ رکھو یعنی خاموش رہو اور عالم کی باتوں کو سنو اور اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ اور اگر اہل اللہ کی مجلس میں جاؤ تو اپنے دل کو نگاہ رکھو۔ یعنی اس میں غیر خیال نہ آنے دو۔ کیونکہ یہ لوگ دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں۔ ان کی وعظ حال سے ہوتی ہے نہ قال سے۔ ان کی خاموشی ہی سراسر وعظ ہوتی ہے۔

فرمایا: کہ ہمارے سیدنا و مرشدنا قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر مکھن کھانے سے دانت گھٹتے ہیں تو گھسنے دو۔ اگر اللہ اللہ کرنے پر لوگ ہنستے ہیں تو ہنسنے دو۔ یعنی لوگوں کے ہنسنے اور ٹھٹھا کرنے پر اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ چھوڑو۔ وہ اپنا کام کریں تم اپنا کام کرو۔

فرمایا: سفر تین قسم کا ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ محض دنیاوی بیوپار اور تجارت کیلئے سفر کریں۔ دوسرے یہ کہ تجارت بھی ہو اور خدا یاد دی بھی۔ تیسرے یہ کہ محض رضاء الہی کیلئے سفر کریں۔ یہ اہل اللہ کا سفر ہے اور اعلیٰ سفر ہے۔ اس سے اعلیٰ ایک اور باطنی سفر ہے اور وہ یہ ہے کہ اخلاق رذیلہ سے صفات حمیدہ کی طرف سیر کرے۔ اور دن رات زیادہ زیادہ ترقی کرے۔ کیونکہ لکھا ہے کہ من استوی یوماہ فہو کعبون۔ جس کے دونوں دن یعنی آج کا اور کل کا برابر ہیں وہ گھائے میں ہے۔

فرمایا: جو عمر گزر چکی وہ واپس آنے کی نہیں اور جو آئندہ آنے والی ہے اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ پس یہی وقت جو موجود ہے اسی میں جو کچھ کرنا ہے کرلو۔ حدیث شریف میں آیا ہے: الدنيا ساعة اجعلها طاعة۔ دنیا یہی ایک ساعت ہے جو گزر رہی ہے اس میں جس قدر ہو سکے عبادت کرلو۔

فرمایا: جو لوگ بیگانی عورتوں کی محبت کو عشق مجازی کہتے ہیں وہ غلطی پر ہیں بلکہ یہ فسق و فجور اور شیطانی کام ہے۔ اس سے کبھی عشق حقیقی حاصل نہیں ہوتا۔ عشق مجازی اپنے پیشوا کی محبت اور عشق ہے۔ اس میں جس قدر ترقی کرے گا اتنا ہی زیادہ اللہ تعالیٰ کا عشق حاصل ہوگا۔

فرمایا: امیروں اور دنیا داروں کی تعظیم و تکریم اس خیال سے کہ ان سے کوئی دنیاوی فائدہ یا مقصود حاصل ہو منع ہے اور شرک خفی ہے۔ ہاں ان سے میل جول اور محبت کرنا اس خیال سے کہ تمہاری محبت سے وہ لوگ خدایاد ہو جائیں اور نیک بن جائیں تو بہت ہی ثواب کا کام ہے۔

فرمایا: ذاکروں کا اصلی کھانا یہ ہے کہ حلال ہو اور وضو کے ساتھ پکا ہو۔ ذکر ہی کے ساتھ کھائیں اور ذکر کے ساتھ ہضم کریں۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اذ یسوا طعامکم بذکر اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ طعام کو ہضم کرو

فرمایا: بعض درویش گوشت کے ٹکڑے کو جو صنوبری شکل انسان کے بائیں پہلو میں ہے دل کہتے ہیں اور پھیپھڑے کی حرکت کو قلب کا جاری ہونا سمجھتے ہیں یہ ان کی غلطی اور بے علمی ہے۔ دل اصطلاح تصوف میں ایک جوہر روحانی ہے جو کثرت ذکر اور تصفیہ و تزکیہ سے پیدا ہوتا ہے اور وہ ایک ملکہ دراکہ ہے جس سے عجیب و غریب علوم و اسرار اور مکاشفات کا انکشاف ہوتا ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مثنوی میں اسی دل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ہے۔

دل چہ ہست آن جوہر روحانی است

دل نہ از جسم است و نہ جسمانی است

فرمایا: فقیر کو لازم ہے کہ جو کام کرے استقامت کے ساتھ کرے۔ جب اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف ہو تو کسی اور طرف متوجہ نہ ہو۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ فقیر جب اللہ کی یاد میں مصروف ہوتا ہے تو نفس خطرہ میں ڈالتا ہے کہ تو حجرہ میں پڑا جو اللہ کو یاد کرتا ہے بھلا تیری اس یاد خدا سے خلق خدا کو کیا فائدہ پہنچا۔ تو نے علم سیکھا۔ کیوں تو باہر نکل کر مخلوق کو بھی عبادت کی طرف راغب نہیں کرتا۔ غرض کہ وہ نفس کے دھوکہ میں آ کر باہر نکلتا ہے۔ امورات دنیا میں مشغول ہوتا ہے اور اللہ کی ذات سے جدا ہو جاتا ہے۔

فرمایا: ہمارا ایک نہایت ہی مخلص دوست تھا کچھ عرصہ اس کی طرف سے خطوط کا سلسلہ بند رہا۔ صبح کی نماز کے بعد جب توجہ کی جاتی تو وہ توجہ اکثر واپس آ جاتی۔ - - - فقیر

نے بذریعہ خط دریافت کیا کہ تمہارے ذکر اللہ سے غافل ہونے کی کیا وجہ ہے۔ اس نے لکھا کہ حضور خطرات نفس بہت آتے ہیں۔ ہر چند ہٹاتا ہوں مگر ہٹتے نہیں اس لئے ذکر بھی نہیں کرتا۔ کہ جب تک دل پاک نہ ہو ذکر کیسے کروں۔ فقیر نے اس کی طرف لکھا کہ دل کو پاک بھی اللہ کے ذکر سے ہی کیا جاتا ہے۔ جوں جوں ذکر کرو گے توں توں خطرات دور ہوتے جائیں گے۔ تم نے گداگروں کو دیکھا ہوگا کہ ایک ہاتھ میں کاسہ ہوتا ہے دوسرے ہاتھ میں لاٹھی بھیک لینے کی خاطر کاسہ کو بھیک دینے والے کی طرف بڑھاتے ہیں اور دوسرے لاٹھی والے ہاتھ سے کتوں کو ہٹاتے ہیں۔ کیونکہ اگر بھیک ہی کی طرف خیال رکھیں اور کتوں کو نہ ہٹائیں تو ان کے کاٹ کھانے کا اندیشہ ہوتا ہے اور اگر کتوں کو ہی ہٹاتے رہیں اور بھیک دینے والے کی طرف متوجہ نہ ہوں تو بھیک سے محروم رہنے کا خوف۔ غرض کہ ایک ہی وقت دونوں کام کرنے پڑتے ہیں۔ اسی طرح خالق کے ذکر میں مشغول رہو اور دل سے خطرات کو دور کرنے کے لئے ذکر کرو اس طرح خطرات دور ہو جائیں گے اور دل بھی اللہ کے ذکر سے پاک ہو جائے گا۔

فرمایا: حقیقی اور صادق طالب وہ ہوتا ہے جو کوشش اور کمال ہمت سے تمام نفسانی مرادوں کو مٹا دے اور حق تعالیٰ کی محبت میں تمام نفسانی خواہشوں اور آرزوؤں کو تباہ کر دے اور جو کچھ خداوند کریم چاہے اس پر راضی اور خوش رہے اور اس بات کی آرزو نہ کرے جو حق تعالیٰ سے حجاب کا باعث ہو۔

فرمایا: دنیا اہل دنیا کے واسطے دھوکہ اور سراسر غرور ہے۔ آخرت زاہدوں کیلئے سرور ہی سرور ہے اور اہل معرفت کیلئے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی نور ہی نور ہے۔

فرمایا: علم بڑی دولت ہے مگر اس شخص سے حاصل کرنا چاہیے جو علم سے معلوم کو پہنچ گیا ہو۔ لیکن جو شخص فخر حاصل کرنے کی خاطر علم حاصل کرتا ہے اور اس تحصیل علم سے اپنی بڑائی اور زینت چاہتا ہے تاکہ مخلوق خدا میں مقبول و پسندیدہ ہو وہ دن بدن حق تعالیٰ سے دور اور مبجور ہوتا جاتا ہے۔

فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کو جانتا ہے وہ اس کے سوا کسی اور کے ذکر میں زبان نہیں

کھول سکتا۔ سب سے کمتر چیز جو عارف کیلئے لازمی ہے یہ ہے کہ دنیاوی مال و متاع اور عز و جاہ و ملک سے بیزار ہو جائے۔ اصلی حق تو یہ ہے کہ اگر اس کی محبت و دوستی میں دونوں جہان ترک کر دیئے جائیں تو بھی تھوڑا ہے۔

فرمایا: تین چیزیں تمہاری محبت و دوستی کو تمہارے دوستوں کے دل میں زیادہ اور پختہ کرنے والی ہیں۔ جب ان سے ملو سلام مسنون کہنے میں پیش دستی کرو۔ ان کو عمدہ اور پسندیدہ نام سے بلاؤ۔ اور اپنی مجلس میں ان کیلئے جگہ کشادہ کرو۔

فرمایا: دوستو! جوانی کے وقت کو غنیمت جانو اور خوب کام کرو۔ اس سے پہلے کہ تمہیں بڑھاپا آ جائے اور کمزور ہو جاؤ اور پھر ایسی کمی میں رہ جاؤ جیسا کہ میں رہ گیا ہوں۔ یہ اس وقت آپ نے فرمایا جس وقت آپ باوجود پیرانہ سالی کے بھی ایسی عبادت کرتے تھے کہ جوان بھی آپ کی سی عبادت نہیں کر سکتا تھا۔

فرمایا: سب سے بڑی قوت یہ ہے کہ انسان اپنے نفس پر غالب آئے اور اس کو اپنا مطیع بنائے۔ جو شخص اپنے نفس کو ادب سکھانے سے عاجز رہا وہ دوسروں کے نفس کی کیا اصلاح کرے گا۔ یا ادب سکھائے گا۔

فرمایا: جو شخص لوگوں سے بہت زیادہ میل جول رکھتا ہے اس میں صدق بہت کم ہوتا ہے۔ سب سے اچھا خلق یہ ہے کہ اس کے ہاتھ سے مخلوق کو تکلیف نہ پہنچے بلکہ اگر لوگوں کی طرف سے اس کو تکلیف پہنچے تو برداشت کرے۔ بغیر اس کے کہ کینہ رکھے یا بدلہ لے۔

فرمایا: اللہ تعالیٰ کے دوستوں کا دل حق تعالیٰ کے سر کا مقام ہے اور جس دل میں دنیاوی محبت ہو اس میں اللہ تعالیٰ اپنا سر نہیں رکھتا۔ پس دلوں کی نگہبانی کرو کیونکہ جب تک دل کی حفاظت نہ کی جائے یہ نعمت حاصل نہیں ہو سکتی۔

فرمایا: کوئی شخص ایسا نہیں کہ معرفت طلب کرے اور پھر محروم رہے۔ اگر سارا نہیں ملے گا تو کچھ نہ کچھ ضرور مل رہے گا اور صادق فقراء کی یہ نشانی ہے کہ نہ وہ سوال کرتے ہیں اور نہ ہی کسی سے لڑتے جھگڑتے اور بحث مباحثہ کرتے ہیں۔ اگر کوئی ان سے لڑے جھگڑے تو وہ خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔

فرمایا: انسان کا ایمان اس وقت درست ہوتا ہے جبکہ انسان نفس و ہوا اور طبیعت اور تمام مخلوق سے آزاد ہو جائے۔ اپنے جیسی مخلوق پر بھروسہ نہ رکھے بلکہ خالق کے ساتھ یقین محکم رکھے کہ نفع و نقصان اور روزی کا مالک وہی وحدہ لاشریک لہ ہے اور ہمیشہ اسی کی اطاعت اور فرمانبرداری میں لگا رہے۔

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆

باب سوم

معمولات

جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ حسب ارشاد باری تعالیٰ: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ مَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ بِاللَّهِ كَثِيرًا۔ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اطاعت و فرمانبرداری پر دل و جان سے فدا رہے اور اکثر ارشاد فرماتے کہ جناب حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ سنت نبوی کی متابعت کیلئے بہت تاکید فرمایا کرتے تھے اور خود بھی اس متابعت پر تاحین حیات شدت کے ساتھ قائم رہے۔ فقیر کا بھی وہی معمول ہے اور اللہ سے دعا و التماس ہے کہ حق تعالیٰ تادم واپس اس نعمت عظمیٰ پر استقامت بخشے۔ کوئی شخص بغیر اتباع رسول اللہ ﷺ نجات نہیں حاصل کر سکتا۔ مسلمہ و متفقہ فیصلہ ہے۔ آپ کی اوائل عمر ہی سے یہ عادت مبارک تھی کہ نصف شب کے بعد بیدار ہوتے اور یہ دعاء مسنونہ پڑھتے: الحمد لله الذي احيانا بعدما اماتنا واليه البعث والنشور۔ اور یہ آیت بھی تلاوت فرماتے۔ الحمد لله الذي خلق السموات والارض وجعل الظلمات والنور ثم الذين كفروا بربهم يعدلون هو الذي خلقكم من طين ثم قضى اجلا واجل مسمى عنده ثم انتم تموتون وهو الله في السموات وفي الارض يعلم سركم وجهركم ويعلم ما تكسبون اس کے بعد قضائے حاجت کیلئے تشریف لے جاتے۔ پہلے بایاں پاؤں رکھتے پھر دایاں اور دعائے مسنونہ پڑھتے۔ اعوذ بالله من الخبث والخبائث اور بیٹھتے وقت بائیں پاؤں پر زور رکھتے۔ بعد فراغت طاق ڈھیلوں سے استنجا فرماتے اور دل میں یہ دعا پڑھتے اللھم

طہر قلبی من النفاق وحصن فرجی من الفواحش۔ جب بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو پہلے داہنا پاؤں باہر نکالتے اس کے بعد پانی سے استنجا کرتے اور بعدہ رو بقبلہ بیٹھ کر وضو فرماتے۔

طریق وضو

ہاتھ دھونے سے پیشتر یہ دعا پڑھتے: بسم الله الرحمن الرحيم۔ بسم الله العظيم والحمد لله على دين الاسلام۔ الاسلام حق والكفر باطل۔ ہاتھ دھونے کے وقت یہ دعا پڑھتے۔ اللهم انى اسئلك اليمن والبركة واعوذبك من الشوم والهلكة۔ پھر اول دائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے پھر بائیں پر پھر دونوں کو ملا کر دھوتے پھر مضمضہ (کلی) بطریق مسنون کرتے اور یہ دعا پڑھتے۔ اللهم اعنى على ذكرك وعلى تلاوة القرآن وعلى صلوة حبیبك عليه الصلوة والسلام۔ اور استنشاق (ناک میں پانی ڈالنا) بھی تین مرتبہ تازہ پانی سے جدا جدا کرتے اور یہ دعا پڑھتے۔ اللهم انى اعوذبك من النار ومن سوء الدار بحرمة النبى المختار واله الابرار عليه وعليهم الصلوة۔ بعد اس کے پیشانی پر آہستگی سے پانی ڈالتے اور منہ دھونے کے وقت دستار مبارک ذرا پیچھے ہٹا دیتے تاکہ چوتھائی سر برہنہ ہو جائے۔ منہ دھونے کے وقت بڑی احتیاط فرماتے کہ کپڑوں پر پانی کا قطرہ نہ پڑے۔ نہایت آہستگی سے پانی ڈالتے۔ منہ دھوتے وقت آپ یہ دعا پڑھتے۔ اللهم بیض وجهی بنورك يوم تبیض وجوه اولیائک ولا تسود وجهی بظلماتک يوم تسود وجوه اعدائک۔ اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له واشهد ان محمداً عبده ورسوله۔ ریش مبارک کا خلال بھی فرماتے۔ اس کے بعد دایاں و بایاں ہاتھ کہنیوں تک دھوتے اور تین تین مرتبہ خوب ہاتھ پھیرتے تاکہ کہیں سے خشک نہ رہ جائے۔ دائیں ہاتھ کے وقت یہ دعا پڑھتے اللهم انى اسئلك ان تعطینى کتابی بيمينی وحاسبنى حساباً یسیراً۔ اور بایاں ہاتھ دھوتے وقت یہ دعا پڑھتے۔ اللهم انى اعوذبك ان تعطینى کتابی بشمالی او من وراء ظہری۔ پھر آپ سر مبارک کا مسح فرماتے۔ اور یہ دعا پڑھتے۔ اللهم غشنى

برحمتك وانزل على من بركاتك واطلني تحت ظل عرشك يوم لا ظل الا ظلك اشهدان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهدان محمداً عبده ورسوله۔ پھر آپ دونوں کانوں کا مسح اندر باہر نئے پانی سے کرتے۔ اور یہ دعا پڑھتے۔
اللهم اجعلني من الذين يستمعون القول فيتبعون احسنه اللهم اسمعني منادى الجنة مع الابرار۔ اس کے بعد گردن کا مسح اسی پانی سے انگلیوں کی پشت سے کرتے اور یہ دعا پڑھتے۔ اللهم فك رقبتى من النار واعوذ بك من السلات والاعلال اشهدان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهدان محمداً عبده ورسوله۔ پھر آپ دایاں و بایاں پاؤں ٹخنوں سے اوپر تک دھوتے۔ دائیں ہاتھ سے پانی ڈالتے اور بائیں ہاتھ سے پاؤں کی انگلیوں کو نیچے کی طرف سے اوپر کو خلال کرتے اور خلال دائیں پاؤں کی چھینگی سے شروع کر کے بائیں پاؤں کی چھینگی پر ختم کرتے۔ پاؤں دھوتے وقت ہر مرتبہ اس طرح ہاتھ پھیرتے کہ گویا پاؤں خشک ہو جاتا۔ دایاں پاؤں دھوتے وقت یہ دعا پڑھتے۔ اللهم ثبت قدمى وقدمى والدى على صراط المستقيم يوم تنزل الاقدام فى النار اشهدان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهدان محمداً عبده ورسوله عليه الصلوة والسلام۔ اور بایاں پاؤں دھوتے وقت یہ دعا پڑھتے اللهم انى اعوذ بك ان تنزل قدمى على الصراط يوم تنزل اقدام المنافقين والكافرين فى النار اشهدان لا اله الا الله واشهدان محمداً عبده ورسوله عليه الصلوة والسلام۔ وضو سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھتے۔ اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين واجعلني من عبادك الصالحين واجعلني من ورثة الجنة النعيم واجعلني من الذين لا خوف عليهم ولا هم يحزنون۔ واجعلني عبداً شكوراً واجعلني ان اذكرك ذكراً كثيراً واسبحك بكرة واصيلاً۔ پھر اعوذ اور بسم اللہ اور سورہ الم نشرح و قدر پڑھتے اور پھر یہ دعا پڑھتے۔ اللهم اشفنى بشفائك وداونى بدوائك وعافنى من البلاء واعصمنى من الاهوال والامراض والاوجاع۔

نماز و اورادِ شباروزی

حضرت صاحب رحمۃ اللہ جب وضو سے فارغ ہوتے تو نماز کے واسطے رو بقبلہ بہ تمام ہمت متوجہ ہوتے۔ اپنے دونوں پاؤں کے درمیان چار انگشت سے زیادہ فاصلہ نہ فرماتے۔ کہ ائمہ اربعہ مجتہدین کے نزدیک یہی مستحب ہے۔ بوقت تکبیر تحریمہ اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں کی لو تک لے جاتے۔ آپ کی تمام انگشتیں رو بقبلہ ہوتیں۔ ہاتھ زیر ناف باندھتے اور دو رکعت نماز تحیۃ الوضوء ادا فرماتے۔ اس کے بعد نماز تہجد پڑھتے۔ تہجد کی نماز میں اکثر آپ سورہ یسین و سجدہ و ملک و منزل۔ واقعہ اور چار قل وغیرہ پڑھتے۔ گاہ بگاہ سورہ یوسف اور سورہ انبیاء بھی پڑھتے۔ کبھی کبھی بخودی اور محویت کے عالم میں ایک ہی رکعت میں دو اڑھائی پارے قرآن مجید پڑھ جاتے۔ تہجد کی نماز سے فارغ ہو کر دعائیں مانگتے۔ جن میں تمام احباب کو شامل فرما لیتے۔ کبھی کبھی تہجد کی نماز کے بعد تھوڑی دیر استراحت بھی فرما لیتے اور اکثر صبح تک ہی اپنے باطنی شغل میں شاغل رہتے۔ تہجد کی نماز آپ ہمیشہ بارہ رکعت پڑھتے تھے اخیر اسقام والام کے وقت کبھی آٹھ رکعت اور گاہ بگاہ چار رکعت بھی پڑھتے۔ دوستوں کو بھی نماز تہجد کیلئے بہت تاکید فرماتے۔ جن دوستوں کو قرآن مجید کی بڑی سورتیں حفظ نہ ہوتیں انہیں ہر رکعت میں سہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھنے کو فرماتے۔ نماز تہجد سے فارغ ہو کر گاہ بگاہ آپ نہایت خوش الحانی سے مصری قرأت میں سورہ نوح اور سورہ آل عمران کا آخری رکوع تلاوت فرمایا کرتے تھے جس سے خواب غفلت میں سرشار رہنے والے بھی بیدار ہو جاتے۔ سورہ مائدہ بھی گاہ بگاہ تلاوت فرمایا کرتے۔ جب آیت ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفرلہم فانک انت العزیز الحکیم پر پہنچتے تو بخودی کی حالت طاری ہو جاتی۔ ہاتھ پر ہاتھ مارتے اور اس آیت مجید کا بار بار تکرار فرماتے۔ سامعین پر بھی کچھ ایسی حالت طاری ہو جاتی جو بیان سے باہر ہے۔ سننے والا جسم لرزاں اور چشم رواں ہو جاتا۔ جب اس سے آگے قال اللہ ہذا یوم ینفع الصادقین صدقہم لہم جنات تجری من تحتہا الانہر خالدین فیہا ابداً رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذالک الفوز العظیم۔ تلاوت فرماتے تو رنگ بدل جاتا۔ بشرہ سے انبساط و بشارت ترشح ہوتے

اور کچھ ایسی حالت معلوم ہوتی کہ جیسے کوئی بہت بڑی دولت و نعمت عظمیٰ کے حصول کا وقت ہے۔ گاہے گاہے مناجات بہادر شاہ جو انہوں نے حکیم سنائی کے اشعار پر تفسیر فرمائی ہے خود پڑھتے یا کسی دوست سے سنتے جو کہ آپ کو بہت پسند و مرغوب تھی۔ اسی لیے اس کتاب میں کسی دوسری جگہ درج کر دی گئی ہے۔ تاکہ سب احباب اس کے مطالعہ سے بھی محظوظ ہو سکیں۔ اس کے بعد صبح کا ختم شریف جو کہ حضور سید المرسلین ﷺ نے بموقع سفر حج بیت اللہ شریف و زیارت روضہ اطہر ﷺ عالم رویا میں ارشاد فرمایا تھا۔ بمعہ دوستان پڑھتے۔ ختم شریف پڑھ چکنے کے بعد شجرہ شریف منظوم پڑھا جاتا۔ اگر وقت زیادہ ہوتا تو دوستوں کو مراقبہ کیلئے ارشاد فرماتے۔ ورنہ صبح کی سنتیں پڑھتے اور بعدہ فرضوں کی جماعت خود امام ہو کر ادا فرماتے۔ قرأت بہت طویل فرماتے۔ آپ کی خوش الحانی اور اس پر عربی لہجہ میں قرأت سبحان اللہ سامعین کے قلوب پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی۔ اکثر افراد غیر ازیاران طریقت بھی جب کبھی آپ کے پیچھے نماز ادا کرتے تو کہتے کہ سبحان اللہ قرآن مجید کا پڑھنا آپ پر ختم ہے۔ آپ کی قرأت حضور دل سے ہے جو سننے والوں کے دل کو بھی موثر کیے بغیر نہیں رہتی۔ سامعین کی آنکھیں اللہ کے خوف سے آنسوؤں سے لبریز اور دل میں بے اختیار رقت پیدا ہو جاتی۔ سنت نبوی کے مطابق آپ بالعموم صبح کی نماز میں طوال مفصل پڑھا کرتے۔ ہر ایک نماز اول وقت ہی ادا فرمایا کرتے۔ بعد فراغت فریضہ صبح چند مرتبہ آپ کلمہ طیبہ پڑھتے۔ دوست بھی ساتھ شامل ہوتے اور نہایت خوش الحانی سے آواز بلند پڑھتے۔ اس کے بعد آپ آیت مبارک فسیحن اللہ حین تمسون و حین تصبحون پڑھتے اور 33 مرتبہ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ پھر ولہ الحمد فی السموات والارض و عشیا و حین تظہرون پڑھتے اور 33 مرتبہ الحمد للہ الحمد للہ پڑھتے۔ اس کے بعد ان الصلوٰۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر ول ذکر اللہ اکبر اور 34 مرتبہ اللہ اکبر اللہ اکبر پڑھتے اور پھر لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملك ولہ الحمد یحیی و یمیت و هو حی لا یموت بیدہ الخیر و هو علی کل شی قدیر۔ اس کے بعد ان اللہ و ملتکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ

وسلموا تسليما۔ پڑھتے اور تمام دوستوں کے ساتھ با واذ بلند خوش الحانی سے جناب سرور کائنات ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے۔ اس کے بعد احباب کی طرف متوجہ ہو کر دست بدعا ہوتے۔ بعد فراغت نماز تمام احباب رخصت ہو جاتے۔ اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ خلوت میں تشریف رکھتے اور بمقتضائے حال تا اشراق اپنے شغل باطنی میں مصروف رہتے۔ اس وقت کسی شخص کو خلوت خانہ میں جانے کی اجازت نہ ہوتی تا وقتیکہ حضور عالی اشراق سے فارغ ہو کر خود دروازہ نہ کھولتے۔

بعد فراغت نماز صبح تنہائی میں پہلے تین مرتبہ حزب البحر پڑھتے۔ اس کے بعد ایک گھنٹہ مراقبہ واستغراق میں رہتے۔ اور بعد ازاں قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ قرآن مجید کی تلاوت کے بعد چار رکعت نماز اشراق ادا کرتے اور دعا فرماتے۔ اس کے بعد آپ اندرون خانہ تشریف لے جاتے اور صرف تھوڑی دیر میں ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر تشریف لاتے۔ تمام احباب واصحاب حاضر ہوتے۔ ہر ایک سے آپ بڑی شفقت و مہربانی سے حالات پوچھتے اور اپنی توجہ مبذول فرماتے مجلس قائم ہو جاتی اور مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ یا فیوض یزدانی مصنفہ جناب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ یا کیمیائے سعادت یا حکایات الصالحین میں سے کوئی ایک کتاب پڑھی جاتی۔ اس وقت آپ کی نظر کیمیاء اثر سے حاضرین کو کچھ ایسی کشش روحی اور جذب پیدا ہوتا کہ جس کا بیان کرنا محال ہے۔ جس شخص پر آپ کی نظر پڑتی وہ آپ کی جلالت سے آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اور آپ کی نظر کچھ ایسا کام کر جاتی کہ غافل سے غافل بھی ڈا کر ہو جاتا تھا۔ بعض دفعہ کتب مذکورہ کے سماع کے وقت ایسے ایسے نکات واسرار بیان فرماتے کہ مخالفین بھی سن کر حلقہ غلامی میں داخل ہو جاتے اور آپ کو استاد العارفین تسلیم کر کے اٹھتے اور اپنی زبان سے ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم کہتے ہوئے روانہ ہوتے۔ اس مجلس کے ختم ہونے پر آپ گھر تشریف لے جاتے اور مہمانوں اور درویشوں کو روٹی تقسیم فرماتے۔ جب سب دوست کھانا کھانے سے فارغ ہو جاتے تو بعد ازاں خود ماحضر تناول فرماتے۔ حضرت صاحب کے گھر کا کھانا نہایت لذیذ ہوتا ہے۔ یہ کوئی مبالغہ نہیں

بلکہ حقیقت ہے۔ آپ کے غلاموں سے یقیناً ایسا کوئی شخص نہ ہوگا جو اس لذت سے بے بہرہ رہا ہو۔ آپ ہمیشہ مسنون طریقہ پر کھانا تناول فرماتے اور دوستوں کو بھی تاکید فرمایا کرتے کہ حتی الامکان اتباع سنت کا خیال رکھا کریں۔ کہ اس میں دین و دنیا کی سعادتیں ہیں۔ کھانا شروع کرتے وقت یہ دعا پڑھتے۔ بسم الله الرحمن الرحيم . بسم الله الذي لا يضر مع اسمه شيء في الارض ولا في السماء وهو السميع العليم . فالله خير حافظا وهو ارحم الراحمين ۔ سورہ لایلاف بھی احیاناً تلاوت فرمالیتے۔ بعد از فراغ طعام یہ دعا پڑھتے۔ الحمد لله الذي اطعمنا واسقانا واشبعه واروانا وجعلنا من المسلمين ۔ اس کے جناب قیلولہ فرماتے۔ دوستوں کو بھی اس سنت کی ادائیگی کی ترغیب و تشویق فرماتے۔ سبحان الله جناب سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کی اتباع میں سونا بھی عبادت ہے۔ خلاف سنت ہزاروں مجاہدے اور ریاضتیں کسی کام کی نہیں۔ اور سونا محض اتباع سنت کی خاطر اللہ کریم کو اتنا مرغوب و پسند ہے کہ جس کی قدر و قیمت کل قیامت کو معلوم ہوگی۔

ظہر کے وقت اٹھتے اور تازہ وضو کرتے اور عبادت خانہ میں تشریف لاتے۔ دو رکعت تحیۃ الوضو ادا فرماتے۔ بعدہ چار رکعت نماز سنت گزارتے۔ تھوڑی دیر دوستوں کا انتظار فرماتے۔ مقامی دوست اور باہر سے آمدہ مہمان سب جمع ہو جاتے اور نماز فریضہ خود امام ہو کر باجماعت ادا کرتے۔ اس کے بعد دو رکعت سنت دو رکعت نفل ادا کرتے اور مقتدیوں کی طرف رجوع فرما کر دعا فرماتے اور پھر حلقہ ذکر ہوتا۔ حضرات خواجگان رحمہم اللہ تعالیٰ و اولیائے عظام کا ذکر خیر ہوتا۔ طالبان خدا سے فرداً فرداً احوال پوچھتے۔ ہر ایک کے حسب حال و خواہش سلوک ہوتا اور موافق حال ارشاد فرماتے۔ دوستوں کو انتہائی محبت و الفت و شفقت سے دیکھتے۔ بارہا ایسا ہوتا کہ احباب کا مافی الضمیر خود ہی بیان فرمادیتے اور اس پر نہایت اختصار سے ایسے پر معانی الفاظ اپنی زبان معارف بیان سے فرماتے کہ طالبوں کے مقصد خود بخود ہی حل ہو جاتے۔ گاہے گاہے وقت ملتا تو اس وقت بھی تلاوت قرآن مجید فرماتے۔ اس کے بعد آپ عید گاہ تشریف لے جاتے۔ وہاں پر تازہ وضو فرماتے۔ اور جناب قبلہ صاحبزادہ صاحب مد فیوضہ کی امامت میں تمام احباب کے ساتھ فریضہ عصر ادا

فرماتے۔ اس کے بعد تنہا بیٹھ کر استغراق و تفکر میں مشغول رہتے۔ شام تک اسی حالت میں گزارتے۔ ہاں اگر کوئی فی اللہ دوست دور دراز سے آیا ہوا ہوتا تو اس کی طرف کچھ دیر توجہ فرماتے۔ ورنہ بہت کم گفتگو فرماتے۔ اور اس وقت کو ہاتھ سے ہرگز نہ جانے دیتے۔ جب شام کی اذان ہوتی تو مسجد میں تشریف لاتے۔ جناب صاحبزادہ صاحب امامت فرماتے اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ تمام دوستوں کے ساتھ اقتدا فرماتے۔ اکثر نماز فریضہ کے بعد دعائے مسنونہ فرما کر معاً سنت کیلئے اٹھ کھڑے ہوتے۔ اور دو رکعت نماز سنت اور پھر دو رکعت نفل پڑھتے۔ اور پھر چھ رکعت نفل اوابین ادا فرماتے۔ تمام دوستوں کو بھی اوابین کیلئے بہت تاکید فرماتے۔ اور نوافل اوابین کے بہت بڑے فضائل بھی بیان فرمایا کرتے۔ تمام احباب کو اول رکعت میں آیۃ الکرسی اور دوسری میں تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھنے کو فرماتے۔ جن کو سورہ واقعہ یاد ہوتی۔ انہیں اوابین میں واقعہ بھی پڑھنے کی اجازت فرماتے۔ نوافل اوابین ادا فرما کر دعائے حزب البحر پڑھتے۔ ختم شریف کے بعد شجرہ شریف منظوم کسی خوش الحان دوست کو پڑھنے کیلئے فرماتے اور پھر قرآن مجید کی تفسیر کا درس شروع ہو جاتا۔ کوئی ایک دوست قرآن مجید کی تلاوت شروع کرتا۔ جس پر جناب قبلہ صاحبزادہ صاحب مد فیوضہم تفسیر روح البیان سے تمام سامعین کو بہرہ ور اور مستفیض و مستفید فرماتے۔ اثناء تفسیر میں قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی زبان حقائق و معارف بیان سے نہایت پر اثر نکات و کلمات طیبات اور اسرار کا انکشاف فرماتے۔ بارہا آپ نے تفسیر روح البیان کا سماع فرمایا: اور علاوہ ازیں متعدد تفاسیر مثلاً روئی، قادری، خلاصۃ التفاسیر و تفسیر حقانی و کتب تصوف مذاق العارفین و کیمیائے سعادت و مثنوی مولانا روم، حکایات الصالحین وغیرہ کو تو اتنا مطالعہ فرمایا کہ قرآن مجید کی طرح یہ بھی گویا حفظ تھیں۔ بلکہ تفسیر روح البیان بھی اسی طرح یاد تھی۔ جہاں کبھی کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو آپ فی الفور حوالہ دیتے کہ فلاں تفسیر میں فلاں آیت کے تحت یوں لکھا ہے اور فلاں مفسر صاحب نے یوں لکھا ہے۔ تفسیر روح البیان کو آپ بہت پسند فرماتے تھے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا عطیہ تھا۔ اور آپ کو کچھ ایسا فہم و ذہانت عطا ہوئی تھی کہ جو کتاب ایک مرتبہ سن لیتے وہ ایسی یاد رہتی کہ گویا حفظ کر لی ہوئی

ہے۔ اکثر مجالس میں مثنوی مولانا روم یا اس کا انتخاب موسوم بہ شجرہ معرفت یا فیوض یزدانی و اکسیر ہدایت اور مثنوی تحفۃ العاشقین اور حکایات الصالحین پڑھی جاتی تھیں۔ پڑھنے والا دوست جہاں کہیں پڑھتے پڑھتے کتابت کی غلطی یا کسی اور وجہ سے جھجکا فوراً بلا توقف آپ تصحیح فرما دیتے۔ تفسیر قرآن مجید کے درس کے بعد دعائے خیر فرماتے اور نماز عشاء آپ اول وقت حسب معمول حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پڑھتے۔ جناب حاجی الحرمین حضرت صاحبزادہ صاحب مد فیوضہم امامت فرماتے۔ اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بمعیت تمام دوستان جماعت کے ساتھ فریضہ عشاء ادا کرتے۔ اس کے بعد دو رکعت سنت موکدہ ادا فرماتے۔ بعدہ وتر بھی پڑھ لیتے۔ اور نوافل سے فارغ ہو کر پھر عید گاہ سے گھر تشریف لاتے۔ گرمیوں میں بعد عشاء عید گاہ سے تشریف لاتے اور موسم سرما میں مغرب و عشاء اپنے گھر پر عبادت خانہ میں بمعہ تمام دوستوں کے ادا فرماتے۔ عشاء کی نماز کے بعد جلد ہی آپ استراحت فرمایا کرتے۔ اور سونے سے پیشتر سورہ المجدہ اور تبارک و چہار قل وغیرہ پڑھ لیتے۔ سوہ فاتحہ آیت الکرسی اور آخری رکوع سورہ بقرہ کا بھی اور علاوہ ان کے اور بھی کچھ آیات مجید تلاوت فرمایا کرتے۔

لیٹتے وقت مسنون طریق پر لیٹتے۔ دائیں پہلو پر لیٹتے اور دایاں ہاتھ دائیں رخسار مبارک کے نیچے رکھتے اور ذکر الہی میں شاغل ہو جاتے۔ (یعنی ذکر قلبی سری میں) دوستوں کو بھی ارشاد فرمایا کرتے کہ سوتے وقت ذکر الہی میں سویا کریں۔ غفلت کی مذمت اور یاد الہی کی تعریف میں اکثر آپ یہ اشعار بھی دوستوں کو سنایا کرتے تھے۔

غفلت از دے یک زماں صد مرگ و اں
زندگی یاد است نزد عارفان
حق چہ باشد یاد آں یزدان پاک
کے بدانند قدر او ایں مشیت خاک
ایں جہان و آں جہاں فانی بود
غیر یادش جملہ نادانی بود

یاد او سرمایہ ایماں بود
ہر گدا از یاد او سلطان بود
چیت سلطانی و درویشی بداں
یاد آں جاں آفرین انس و جاں
یاد اوگر مونس جانت بود
ہر دو عالم زیر فرمانت بود

رات کا کھانا اکثر آپ عشاء کی نماز کے بعد تناول فرمایا کرتے۔ یعنی شام سے عشاء تک عبادت الہی میں مشغول رہتے۔ اور دوستوں کو بھی مشغول رکھتے۔

جمعہ کی نماز

جمعۃ المبارک والے دن آپ سب سے پیشتر غسل فرماتے اور پاکیزہ لباس زیب بدن مبارک فرماتے۔ ادائے سنت کی خاطر خوشبو یعنی عطر وغیرہ بھی استعمال فرماتے مگر بہت قلیل مقدار میں اور تیل بھی لگاتے اور نماز جمعہ سیدنا و مولانا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر ادا فرماتے۔ اور صلوٰۃ ظہر بہ نیت آخر ظہر بعد ادائے فریضہ جمعہ فرداً ادا کر لیتے۔ نماز جمعہ کیلئے آپ دوستوں کو تاکید فرمایا کرتے۔ اور اس کی فضیلت کے متعلق ارشاد فرماتے کہ یہ دن بڑی عظمت والا ہے۔ حق تعالیٰ نے اس مبارک دن سے اسلام کو عظمت بخشی ہے اور مسلمانوں کیلئے اس کو مختص فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آیت جمعہ میں ان تمام دنیاوی امور کو جو جمعہ ادا کرنے میں مانع ہوں۔ حرام فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں جناب سید الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ امی و ابی) کا ارشاد پاک بھی ہے کہ اللہ کریم نے تم پر جمعہ فرض فرمایا: اور تارک جمعہ کیلئے وعید سنائی کہ جو شخص دیدہ دانستہ بغیر کسی عذر کے تین جمعے چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر کر دیتا ہے۔ ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ جس شخص نے تین جمعے بلا عذر چھوڑ دیئے تو گویا اس نے دین اسلام کو پس پشت ڈال دیا۔ نیز فرمایا کہ ایک شخص فوت ہو گیا تھا دوسرے ایک شخص نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر متوفی شخص کے متعلق بیان کیا کہ وہ شخص جمعہ اور جماعت

میں حاضر نہ ہوا کرتا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ دوزخ میں ہے۔ سائل اس کے متعلق متواتر ایک ماہ دریافت کرتا رہا اور یہی جواب پاتا کہ وہ دوزخی ہے بوجہ جمعہ اور جماعت کے تارک ہونے کے۔ اب خیال کرنا چاہیے کہ کس قدر سخت اور شدید وعید ہے۔ اس مبارک دن کی عبادات و اعمال اور فضائل دینی کتابوں میں منقول۔ اور حضرات مشائخ رحمہم اللہ سے ادعیہ معمول ہیں اور احکام فقہ کی کتابوں میں درج ہیں۔ تمام دوستوں کو معلوم کرنے چاہئیں۔ کہ دل میں زیادہ شوق پیدا ہو۔ مشکوٰۃ شریف میں بروایت حضرت ابوودراء رضی اللہ عنہ منقول ہے کہ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مجھ پر جمعہ کے دن درود شریف زیادہ پڑھا کرو۔ بے شک وہ درود شریف اس دن مجھ پر حاضر و پیش کیا جاتا ہے۔ اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور کوئی شخص درود شریف نہیں پڑھتا مگر مجھ پر پیش کیا جاتا ہے اس کا درود شریف یہاں تک کہ فارغ ہو جائے۔ ابوودراء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ حضور بعد انتقال کے بھی۔ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک۔ اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے۔ کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام کو کھائے۔ پس نبی اللہ زندہ ہیں۔ اور رزق دیئے جاتے ہیں۔ قصہ کوتاہ یہ کہ بہت بڑی برکتوں والا دن ہے۔ اس دن میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ اس میں جو دعائیں قبول ہوتی ہے۔ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اسی دن بہشت میں داخل ہوئے۔ اسی دن زمین پر تشریف لائے۔ اسی دن انتقال فرمایا: اسی دن قیامت ہوگی۔ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کو عید المومنین فرمایا: لہذا چاہیے کہ اس کو حقیقی معنوں میں عید بنایا جائے۔ اور حق تعالیٰ کی رضا کی نعمت عظمیٰ کے حصول میں حتی الامکان کوشاں رہنا چاہیے۔ اللہ کریم اس فقیر اور فقیر کے تمام دوستوں کو اس دولت سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین۔ یہ چند کلمات طیبات جو کہ ایک مرتبہ استفسار پر حضور نے فرمائے تھے۔ جمعۃ المبارک کے ذکر میں آگئے۔ پھر اصلی مقصود کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ جمعہ کے دن آپ غسل وغیرہ اور تیل و خوشبو اور پاکیزہ لباس پہننے سے فراغت پا کر اول وقت شہر کی پرانی جامع مسجد میں تشریف لے جاتے پہلے تحیۃ المسجد پڑھتے۔ پھر چار رکعت سنت قبل جمعہ ادا فرماتے۔ جمعہ کے دن بعد زوال نماز جمعہ سے اول نماز تسبیح بھی پڑھا کرتے اور دوستوں کو بھی پڑھنے کی ترغیب و تاکید فرماتے۔ 1333ھ تک خود امام ہو

کر نماز جمعہ پڑھاتے رہے۔ 1333ھ میں جب قبلہ حضرت صاحبزادہ صاحب تحصیل علوم سے فارغ ہو کر واپس راولپنڈی شریف پہنچے تو پھر ہمیشہ جمعہ کی امامت جناب صاحبزادہ صاحب کے سپرد فرمائی۔ بعد فراغت جمعہ تمام دوست عبادت خانہ میں جمع ہو جاتے اور حلقہ ذکر ہوتا۔ آپ تمام مجمع کو توجہ دیتے اور حضرت سیدنا و مولانا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار بھی بوقت حلقہ ذکر پڑھتے۔

ہر روز باشی صائما ہر لیل باشی قائما
در ذکر باشی دائما مشغول شودر ذکر ہو
گر عیش خواہی جاوداں عزت بخواہی در جہاں
ایں ذکر ہو ہر آں بخواں مشغول شودر ذکر ہو
سودے ندارد خفتنت ناچار باید رفتنت
در گور تنہا ماندنت مشغول شودر ذکر ہو
ہو ہو بذکرش سازکن نام خدا آغاز کن
قفلے ز سینہ بازکن مشغول شودر ذکر ہو
علمی بخوانی با عمل فردا نباشی تا نخل
در پیش قادرلم یزل مشغول شودر ذکر ہو
ہر دم خدا را یاد کن دلہائے غمگین شاد کن
بلبل صفت فریاد کن مشغول شودر ذکر ہو
مسکین احمد مرد شوز جملہ عالم فرد شو
در راہ حق چوں گردش مشغول شودر ذکر ہو

علاوہ ازیں جمعہ کی شب اور اتوار کا دن بھی حلقہ ذکر کیلئے مقرر فرمائے ہوئے تھے۔

جن کا ذکر اپنے موقع اور محل پر ہوگا۔

درود شریف

جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے کی بھی تاکید فرماتے اور علاوہ اس کے دلائل الخیرات

جو درود و صلوٰۃ اور تحیات و مناجات کی مشہور و معروف کتاب ہے۔ خاص خاص احباب کو بطور وظیفہ کے پڑھنے کیلئے ارشاد فرماتے اور اس کے فیوض و برکات کی بے حد تعریف فرماتے۔ بلکہ دہلی سے کئی سو جلدیں دلائل الخیرات کی منگوا کر جس جس دوست کو اس لائق سمجھا عطا فرما کر پڑھنے کی اجازت فرمائی۔ ایک روز آپ سے عرض کیا گیا کہ جناب کیا جمعہ کے دن کی تخصیص ہے تو فرمانے لگے کہ ہاں جناب سید الانبیاء ﷺ نے اس دن کو سید الايام فرمایا: اور یہ بھی فرمایا کہ جمعہ کے دن درود شریف مجھ پر کثرت سے پڑھا کرو یہی تخصیص کافی ہے۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا** جب اللہ تعالیٰ خالق کون و مکان اور اس کے ملائکہ درود شریف پڑھتے ہیں اور پھر ساتھ ہی مومنین کو بھی ارشاد ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی اور درود شریف کے پڑھنے سے جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خوشنودی کا اندازہ اس بات سے لگاؤ کہ جس دن یہ آیت مجید نازل ہوئی تو آپ کے رخسار مبارک مارے خوشی کے چمک اٹھے اور خود حضور ﷺ نے لوگوں کو فرمایا کہ آج تم لوگ مجھے بشارت اور مبارکباد دو کہ ایسی آیت مجھ پر نازل فرمائی گئی ہے جو دنیا و مافیہا سے مجھے عزیز تر ہے۔ درود شریف پڑھنے والوں کیلئے بڑی فضیلت ہے۔ ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے والے پر دس مرتبہ خالق کی طرف سے رحمت و سلام بھیجا جاتا ہے اور اس کی دس برائیاں مٹا کر دس نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں درج کی جاتی ہیں۔ اور درود شریف پڑھنے والا جنت میں جناب سرور کائنات ﷺ کے قریب تر ہوگا۔ جب تک کوئی شخص درود شریف پڑھنے میں مصروف رہتا ہے ستر ہزار فرشتے اس درود خواں پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ اور درود شریف پڑھنے والوں کیلئے خوشخبری یہ ہے کہ جناب شفیع المذنبین ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص مجھ پر درود شریف بکثرت پڑھے گا بالخصوص شب جمعہ اور بروز جمعہ۔ میں کل بروز قیامت اس کا گواہ اور شفیع ہوں گا۔

درود شریف کی بڑی مجرب خاصیت یہ ہے کہ دیگر تمام عبادتیں کسی قصور یا لغزش کی وجہ سے رد ہو سکتی ہیں مگر درود شریف کسی حالت میں رد نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا خاص طور پر

جب دعا مانگو تو اول و آخر ضرور درود شریف پڑھ لیا کرو۔ یقینی امر ہے کہ درود شریف کی برکت سے مجیب الدعوات دعا قبول و منظور فرمائے گا۔ خداوند کریم و رحیم ایسا بزرگ و برتر ہے اور یہ اس کے شایان شان نہیں کہ دعا کا اول و آخر منظور و قبول کر لے۔ اور درمیان سے رد کر دے۔ بلکہ ایسی دعا کو حق تعالیٰ لامحالہ منظور و مقبول فرمائے گا۔ درود شریف پڑھنے والے پل صراط پر بھی درود شریف کے نور کی روشنی میں بآسانی گزر جائیں گے۔ اور جو پل صراط سے گزرا وہ جنتی ہوا۔ ہاں یہ ضروری امر ہے کہ درود شریف حضور دل اور محبت اور اشتیاق سے پڑھا جائے۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ محبت سے درود شریف پڑھنے والے کا درود شریف براہ راست میرے پیش ہوتا ہے اور میں بذات خود سنتا اور جواب دیتا ہوں۔ اور بغیر محبت جو درود شریف پڑھے وہ بذریعہ ملائکہ آتا ہے۔ لکھنے والوں کیلئے فرمایا کہ جو شخص میرا نام لکھتے وقت ساتھ درود شریف لکھے جب تک کتاب میں میرا نام اور درود شریف رہے گا اللہ تعالیٰ کے ملائکہ لکھنے والے پر درود و رحمت بھیجتے رہیں گے۔ اللہ کریم فقیر کے دوستوں کو ایسے بزرگ و برتر عمل کی زیادہ ہمت و توفیق بخشے۔ کہ درود شریف کا ورد رکھنے والا جمیع آفات و بلیات اور فتن و ابتلا سے اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتا ہے۔ اگر کسی شخص کا عقیدہ کسی بزرگ پر نہ ٹھہرے تو محبت کے ساتھ درود شریف کی کثرت رکھے۔ اس کو اس درود شریف کی برکت سے خود رسول اللہ صلی علیہ وسلم اپنی پرورش میں لے لیتے ہیں۔ اور جس بزرگ سے منظور ہو اس کی طبیعت کا رجحان و میلان اس کی طرف کر دیتے ہیں۔ خود حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر درود ہزارہ پڑھا کرتے تھے اور دوستوں کو اکثر یہ درود شریف پڑھنے کو فرمایا کرتے تھے۔ صلی اللہ علیٰ حبیبہ محمد وآلہ واصحابہ وسلم۔ اکثر حل مشکلات کیلئے یہ درود شریف بعد نماز عشاء 313 مرتبہ پڑھنے کو بھی فرمایا کرتے تھے۔

اللهم صل علی سیدنا و مولانا محمد و باریک وسلم صلوٰۃ تنجینا
بها من جمیع الاهیال و الافات و تقضی لنا بها جمیع الحاجات
و تطهرنا بها من جمیع السیئات و ترفعنا بها عندك اعلی الدرجات
و تبلغنا بها اقصى الغایات من جمیع الخیرات فی الحیات
و بعد الممات انك علی كل شیء قدير۔

جمعرات اور اتوار کا حلقہ ذکر

پیشتر اس کے کہ حلقہ ذکر کی کیفیت لکھی جائے۔ بہتر و مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذکر اللہ کی فضیلت جو حضرت صاحب رحمہ اللہ اپنی زبان معارف بیان سے سنایا کرتے تھے۔ فی اللہ دوستوں کے افادہ کی خاطر کہ اس سے ذکر اللہ کی رغبت و شوق پیدا ہو لکھی جائے۔ اور وہ یہ ہے۔ فرمایا جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ نے کہ جب کسی شخص کو کہا جائے کہ تم کو ڈپٹی کمشنر یا اعلیٰ افسر نے یاد کیا ہے تو وہ صرف اسی بات پر اتنا فخر کرتا ہے کہ جو حد بیان سے باہر ہے۔ حالانکہ وہ ہمارے ہی جیسے ضعیف و ناتواں اور محتاج بندے ہیں۔ تاہم خوشی سے انسان پھولا نہیں سماتا۔ کس قدر بزرگی اور خوشی و باعث فخر یہ بات ہے کہ وہ خالق انس و جان اس ضعیف و ناتواں انسان کو یاد فرمائے۔ اگر یہ چاہتے ہو تو ذکر اللہ میں شاغل رہو۔ کہ خداوند کریم تم کو یاد کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ**۔ یعنی پس یاد کرو مجھے میں یاد رکھوں گا تم کو۔ اور ہماری یاد سے اس کی یاد اتنی ہی فوقیت رکھتی ہے۔ جیسا ہمارے مخلوق ہونے پر اس کا خالق ہونا۔ حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ میرا پروردگار مجھے کس وقت یاد فرماتا ہے۔ ان کی اس کلام سے لوگ ڈرے اور دریافت کیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب میں اپنے پروردگار کو یاد کرتا ہوں تو وہ مجھ کو یاد کرتا ہے۔ اور یہ آیت مجید جو اوپر لکھی گئی ہے پڑھ کر سنائی۔

پھر فرمایا حضرت صاحب رحمہ اللہ نے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے ذکر کو بہت پسند فرماتے ہیں۔ اور یہ اسی ذات وحدہ لا شریک لہ کو لائق و سزاوار ہے۔ حکم ہوتا ہے **اُذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا**۔ ذکر کرو اللہ کا بہت اور بے شمار ذکر۔ قرآن مجید میں ذرا تذکر کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ذکر اللہ کو اس خالق نے کیا فضیلت و بزرگی بخشی ہے۔ ہاں یہ امر ضروری ہے کہ جن کو ذکر کرنے کی ترکیب نہ معلوم ہو وہ سیکھیں اور معلوم کریں کہ ذکر کیسے کیا جاتا ہے۔ اسی لیے خالق نے فرمادیا۔ **اُذْكُرُوهُ كَمَا هَذَا كُمْ** کہ ذکر اللہ کا کرو جیسے کہ تم کو سکھایا۔ اب کس نے سکھایا سکھانے والے تو وہی آقائے نامدار جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں۔ اور ان کے بعد علمائے ربانی۔ جن کو آنحضرت ﷺ نے اپنا وارث اور نائب فرمایا: اسی لیے اللہ کریم نے ایک جگہ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے: فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ یعنی علمائے ربانی سے دریافت کرو۔ جو تم نہیں جانتے۔ لہذا ذکر کیلئے ضروری ہے کہ وہ پہلے ذکر کرنے کی ترکیب کسی واقف کار اور کامل مرد یعنی مرشد حق نما سے سیکھے اور بعد اس کے ذکر کثیر میں شاغل ہو۔ پھر دیکھے کہ کیا لطف اور حظ آتا ہے۔

فرمایا جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ نے کہ بعض نا فہم اور اس طریق سے ناواقف لوگ کہتے ہیں کہ ذکر سے مراد محض قرآن مجید اور نماز ہے۔ میں مانتا ہوں کہ قرآن مجید کو بھی ذکر کہا گیا ہے۔ چونکہ اس میں تمام ذکر ہی کا بیان ہے۔ اور قرآن مجید پر عمل کرنا انسان کو ذاکر بنا دیتا ہے۔ جہاں اللہ کریم نے ذاکرین کا ذکر فرمایا ہے: الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ۔ کہ وہ لوگ جو ذکر اللہ کا کرتے ہیں کھڑے ہو کر۔ بیٹھ کر اور اپنی کروٹوں پر۔ انسان ان تین حالتوں سے خارج نہیں ہو سکتا۔ مقصود اس آیت کریمہ سے یہ ہے کہ اللہ کے بندے اپنے اللہ کو ہر وقت یاد کرتے ہیں۔ نماز یا دیگر عبادات اپنے اپنے وقت پر موقوف ہیں لیکن ذکر دائمی جو بغیر قلب کے نہیں ہو سکتا۔ اس آیت کریمہ سے وہی مقصود ہے اور اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا۔ کہ رسول اللہ ﷺ یذکر اللہ فی کل اوانہ۔ کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم اپنے اللہ کو ہر حال میں یاد کیا کرتے تھے۔ بلکہ ذاکرین حالت نوم میں بھی اپنے اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے کہ آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں: فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَادْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ پس جب ادا کر چکو نماز پھر ذکر اللہ کا کرو چلتے پھرتے کھڑے بیٹھے اور لیٹے اب صاف اور صریح معلوم ہوا۔ کہ یہ ذکر اللہ غیر از نماز ہے۔ اور یہ وہی ذکر اللہ ہے جو جناب رسول اللہ ﷺ سے لے کر آج تک حضرات صوفیائے کرام رضوان اللہ علیہم کا معمول ہے۔ اور یہ ایسی دولت ہے جس کو خود اللہ تعالیٰ نے وَلَدِکُمْ اللہ اکبر فرمایا: کہ البتہ ذکر اللہ کا بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِی فَإِنَّ لَهُ

مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ اَعْمٰی۔ یعنی جس نے میرے ذکر سے منہ پھیرا اور غفلت کی۔ بیشک اس کیلئے زندگی میں تنگی ہے۔ اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ یہ قیامت کے دن اندھا اٹھانے کی وعید شدید محض ذکر الہی سے اعراض کی وجہ سے ہے۔ تو صاف معلوم ہوا کہ جو ذکر الہی میں شب و روز مصروف و شاغل رہتے ہیں وہ دنیا کی زندگی میں بھی مطمئن رہتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: فَادْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَاءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا۔ پس کرو ذکر اللہ کا جس طرح تم اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کرتے ہو۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ تر۔ ایام جاہلیت میں عربوں کا قاعدہ تھا کہ بعد اختتام حج اپنے اپنے آباؤ اجداد کی یاد میں قصائد پڑھتے۔ جن میں ان کی رفعت شان و بڑائی وغیرہ کا بیان ہوتا۔ خالق نے ارشاد فرمایا ہے۔ اس آباؤ اجداد کے تذکرہ کو ترک کرو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔

ذکر اللہ کو اتنی فضیلت بخشی کہ اس پر دارین کی فلاح کا انحصار ہے۔ جیسے کہ سورہ جمعہ کے آخری رکوع میں ارشاد فرمایا: فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ کہ جب نماز ادا ہو چکے۔ تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ کریم کا فضل تلاش کرو۔ اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تا کہ تم فلاح و خلاصی پاؤ۔ اس آیت مجید کے معانی پر غور و فکر کرنے سے روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ ذکر اللہ سے مراد وہی ذکر ہے جو پیران طریقت نفی اثبات یا ذکر اسم ذات کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور جس کے متعلق ان حضرات کا فرمان واجب الاذعان ہے کہ چلتے پھرتے کھڑے لیٹے کاروبار میں شاغل رہتے وقت ایک لمحہ بھی اللہ کے ذکر سے غافل نہ رہو۔ اور بمصداق ”دست با کار دل بایار“ ظاہر خواہ کسی صورت یا حالت میں ہو باطن کو اپنے خالق کی یاد سے معمور و مسرور رکھو۔

ایک اور آیت مجید ہے: اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِاِسْلَامٍ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ نّٰٓهِ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ اور وہ شخص کہ کھولا اللہ کریم نے سینے اس کے کو واسطے دین اسلام کے پس وہ اوپر نور و روشنی کے ہے اپنے حرب

کی طرف سے اور ہلاکت ہے واسطے ان لوگوں کے جو سخت دل ہو گئے ہیں۔ اللہ کے ذکر سے اور وہی ذکر الہی سے غافل لوگ بچ گمراہی صریح کے ہیں۔ یہاں ذکر اللہ سے غافل لوگوں کو قاسیۃ القلوب اور فی ضلال مبین اور ان کیلئے ویل فرمایا: اس کے مقابلہ میں ذاکرین کیلئے شرح صدر اور فہو علی نور من ربہ فرمایا: اب ذاکر کی فضیلت معلوم کرو کہ ذکر ایسی بے بہا دولت ہے جس کے طفیل شرح صدر لاسلام اور نور اپنے رب کی طرف سے عطا فرمایا جاتا ہے اور فقیر کا پختہ یقین ہے کہ یہ نعمتیں بغیر ذکر الہی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتیں۔

حق تعالیٰ کو اپنا ذکر جتنا پسند و مرغوب ہے اتنی اور کوئی چیز نہیں۔ انسان کیلئے دنیاوی رسم و رواج کے مطابق مال و اولاد بڑی مرغوب چیزیں ہیں اور ہیں بھی عطیات الہیہ سے اپنے بس کی چیزیں نہیں ہیں۔ وہی دینے اور عطا کرنے والا ہے۔ اور انسان اپنی کوتاہ فہمی سے اکثر انہی کی محبت کے باعث یاد حق سے غافل ہوتا ہے۔ اسی لیے صاف اور کھلے لفظوں میں ارشاد فرمایا: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ یعنی اے ایمان والو تمہارے مال و اولاد تم کو غفلت میں نہ ڈالیں اللہ کے ذکر سے۔ اور جو ایسا کرے گا وہ زیان پانے والوں سے ہوگا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مال و عیال ہر حال میں ذکر الہی سے غافل کرنے والے نہیں ہوتے ورنہ صلہ رحمی و پرورش عیال کی تاکید نہ ہوتی۔ ہاں زیادہ مشغول اور حد سے تجاوز نہ ہو۔ کہ یاد حق کی فراموشی تک نوبت پہنچ جائے۔ جو سخت مبغوض ہے۔

نیز فرمایا کہ حق تعالیٰ اپنے ذاکر بندوں کی تعریف میں فرماتے ہیں: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهُ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۔ یعنی ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈریں اور جب قرآن مجید پڑھا جائے۔ ان کا ایمان و ایقان زیادہ ہو یعنی تصدیق کریں اور عمل پر آمادہ ہوں اور اپنے اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ دوستو! تم نے بارہا دیکھا کہ جب اللہ تعالیٰ کے ذکر کا حلقہ ہوتا ہے اکثر دوستوں کو جذبہ ہو جاتا ہے اور یہی وجہ

ہے۔ اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ جیسے خرے کی ٹہنی یا پتہ جلانے سے تھر تھراتا ہے اسی کو وجل کہا جاتا ہے۔ تو حلقہ ذکر میں جو دوستوں کی حالت ہوتی ہے اس پر غور و خوض کرو گے تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ وجل کیا ہے۔ یہی خوف یا محبت اور عشق الہی سے تھر تھراتا ہے۔ جو سوائے ذاکرین کے کسی کو نصیب نہیں ہوتا۔ جنہوں نے کبھی ذکر ہی نہیں کیا اور نہ ہی حلقہ ذکر میں شمولیت کی ہو بھلا وہ اس حالت کی کیفیت کیسے جان سکتے ہیں اور اس ذکر اللہ کی لذت اور قدر و قیمت سے کب بہرہ مند ہو سکتے ہیں۔ انما کالفظ جو شروع آیت میں موجود ہے صاف بتا رہا ہے کہ وہ مومن نہیں جو ذکر اللہ سے متاثر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم تم سب کو زمرہ ذاکرین میں شامل کرے۔ ذکر اللہ کی محبت کے طفیل جو مراتب و درجات حاصل ہوتے ہیں وہ انہی حضرات کو علم ہے جن کو یہ دولت عطا فرمائی گئی۔ ان کو سوائے اپنے اللہ کے کسی سے علاقہ نہیں ہوتا۔ اگرچہ ظاہری طور پر دنیاوی کاروبار میں شغل دکھائی دیں۔

تمام قرآن مجید میں جگہ جگہ ذکر کی تاکید اور جا بجا ذاکرین کے اوصاف حمیدہ کا بیان ہے جیسا کہ ارشاد ہے: رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ۔ ایسے جو انہر آں اور ہر حال میں ذکر الہی میں مصروف رہتے ہیں جن کو خرید و فروخت لہو میں نہیں ڈالتی۔ مشاغل دنیاوی و مہمات ذاتی انہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہرگز غافل نہیں کرتے۔ وہ ایسے اللہ کے بندے ہوتے ہیں جو باہمہ و بے ہمہ بہر حال بمصداق دست با کار دل بایار رہتے ہیں۔ نہ مشاغل ان کے مزاحم نہ تعلقات خارج۔ انتظام دنیاوی و مقتضیات بشری سب کچھ ہیں بھی اور کچھ بھی نہیں۔ بس اللہ تعالیٰ کے ذکر میں لگے ہیں۔ پس ایسے ہی لوگ بازی لے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَادْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا۔ یعنی اپنے رب پروردگار مالک و خالق کے اسم پاک کا ذکر صبح و شام کرو۔ یہاں جو صبح و شام کے اوقات کا ذکر ہے۔ عموم احوال و اوقات مراد ہے۔ نہ کہ تعین و تخصیص وقت۔ پس معلوم کرو کہ مراد کیا ہے۔ یعنی صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک اپنے پروردگار کے پاک نام کا ذکر کرتے رہو۔ اگر تعین وقت بھی معنی لیے جائیں۔ تو چونکہ صبح و شام ابتدا و انتہائے اوقات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں جو اس حیات کی تازگی کا باعث و موجب ہوئی ہیں۔ میسر

ہوتی ہیں۔ اس لیے بھی ذکر اللہ کے زیادہ مستحق ہوئے۔ اور یہ بھی اس بیان میں لطافت ہے کہ جب اطراف اوقات ذکر میں بسر ہوئے تو درمیان کے وقتوں میں اس کے فیوض و برکات ضرور میسر ہوں گے اور تمام اوقات ذکر اللہ کی مصروفیت میں شمار ہوں گے۔ بہر حال اللہ کا ذکر کسی وقت اور کسی حال پر موقوف نہیں۔ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے برابر کرنا چاہیے۔ یہی خاصہ ہے حضرات مشائخ طریقت کا اور اسی کو ذکر کثیر فرمایا گیا ہے۔ تمام احباب کو اس پر عمل کرنا چاہیے اور اپنی سب عبادات سے سوائے اس کی رضا و خوشنودی کے اور نیت نہ رکھے۔ رضائے باری تعالیٰ اور وصال ذات الہی جو منجھائے سلوک ہے۔ اسی ذکر الہی سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ بغیر اس کے ہرگز یہ نعمت نہیں ملتی۔ سو ذکر الہی سے کسی وقت اور کسی حالت میں بھی غافل نہ ہونا چاہیے۔

ذکر کے متعلق ایک دن کچھ گفتگو ہو رہی تھی اتنے میں جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمہ اللہ بھی تشریف لائے۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ عرض کیا گیا کہ جناب ذکر کے متعلق باتیں ہو رہی ہیں کہ قرآن پاک میں کہاں کہاں ذکر کیلئے ارشاد ہوا ہے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کیا اس میں کچھ شک و شبہ ہے۔ عرض کیا گیا کہ جناب شک و شبہ تو ہرگز نہیں۔ مگر بعض لوگ بوجہ اپنی کوتاہ فہمی کے سوال کیا کرتے ہیں کہ بھائی قرآن مجید میں بتاؤ جو یہ تم ذکر کرتے ہو اس کے متعلق کوئی سند ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا واہ سبحان اللہ۔ قرآن مجید تو شروع سے آخر تک ذکر اللہ کے متعلق علی الاعلان ارشاد فرما رہا ہے۔ اور سارے کا سارا ہی سند ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ معترضین نے قرآن مجید پڑھا ہی نہیں۔ ورنہ ایسا اعتراض اور سوال نہ کرتے۔ لو ایک آیت مجید بتاتا ہوں۔ جس میں بڑے بڑے نکات اور ذکر اللہ کے متعلق فضیلت ظاہر ہے۔ ساری آیت بھی نہیں بلکہ وہی حصہ جو ذکر کے متعلق ہے۔ وہ یہ ہے۔ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد اور بکثرت ذکر کرنے والی عورتیں تیار کر رکھی ہے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ان کی خاطر بخشش اور بہت بڑا ثواب۔

اب فضیلت تو ذکر اللہ کی اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا کو لے کر لکھنے لگو تو پوری ایک کتاب بن جائے گی بلکہ کتاب کیا چیز ہے ختم ہونے میں نہ آئے گی اور جو ذکر ہیں انہیں شک بھی نہیں۔ لہذا فضیلت تو ذکرین کی اللہ تعالیٰ کی ذات والا صفات ہی جانتی ہے اسی کے سپرد کرو۔ باقی رہا اس ذکر کے متعلق تو اس پوری آیت مجید میں پیچھے تمام اوصاف بیان کیے گئے۔ مسلمان ہونا، مومن ہونا، نماز پڑھنا، راست بازی، صبر، خشوع، صدقہ دینا، روزہ رکھنا، پاکدامنی و عصمت وغیرہ۔ اب صاف لفظ ذکر اور اس پر بکثرت ذکر کرنا کیسی کھلی اور صریح و بین دلیل ہے جس میں کسی قسم کے شک و شبہ کا شائبہ نہیں۔ اس میں بہت سے نکات ہیں۔ ایک تو یہ کہ جیسے مرد ذکر اللہ کا بکثرت کر کے مَغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا کے انعام و اکرام کا مستحق ہو سکتا ہے۔ عورتیں بھی ذکر کثیر کی برکت سے اس انعام کی مستحق ہو سکتی ہیں۔ علاوہ اس کے نماز اور قرآن مجید کی تلاوت مستورات کو ایام معینہ میں معاف ہوتی ہے۔ مگر یہ ذکر جو مشائخ طریقت میں مروج ہے ان دنوں میں بھی منع نہیں آیا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ذکر کثیر اسی کو فرمایا گیا کہ کسی حال میں بھی ذکر اللہ سے غافل نہ رہو جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد ہوا کہ ہم نے تجھے اپنا برگزیدہ و مقبول بنایا اور تم بمعہ اپنے بھائی کے ہماری آیات بینات لے کر فرعون کے پاس جاؤ اور اسے اچھی و نرم کلام سے سمجھاؤ شاید وہ سوچ سمجھ کر راہ راست پر آجائے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے مولا میں تنہا اور تیرا ایک فقیر بندہ۔ وہ فرعون سرکش اور بڑی افواج والا بادشاہ۔ تو اللہ کریم نے فرمایا: وَلَا تَنِيْفِي ذِكْرِي۔ یعنی تم اور ہارون دونوں میرے ذکر میں سستی و غفلت نہ کرنا۔ لَا تَخَافَا اِنِّيْ مَعَكُمْ اَسْمَعُ وَاَرَى۔ نہ ڈرو تم میں تمہارے ساتھ ہوں۔ سنتا ہوں تمہاری باتوں کو اور دیکھتا ہوں تمہاری حالت کو۔ تو یہاں ذکر میں ہوشیار رہنے کا ارشاد فرمایا: اس میں نکتہ یہی ہے کہ ذکر کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے۔ تو جس کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہو جائے اس کے مقابلہ میں ایک فرعون نہیں بلکہ بیسیوں فرعون جیسے اور فرعون بھی ہوں تو کیا کر سکتے ہیں۔ یہ معیت بغیر ذکر الہی حاصل نہیں ہوتی۔ اسی طرح جب آقائے نامدار جناب رسالت مآب ﷺ بوقت ہجرت بمعیت

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مکہ شریف سے چل کر غار ثور میں قیام پذیر ہوئے اور کفار مکہ خاص غار کے منہ پر پہنچ گئے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی کہ اگر یہ کفار اپنے پاؤں پر بیٹھ کر غار کے اندر نگاہ کریں تو ہمیں دیکھ لیں گے۔ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: لَا تَحْزَنَنَّ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ یعنی اے پیارے فدائی و شیدائی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فکر نہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ تو یہ معیت الہی محض ذکر اللہ کے باعث تھی۔ اے دوستو اگر تم چاہتے ہو کہ یہ معیت الہی تمہیں بھی میسر ہو تو ہمہ تن بکمال ہمت ذکر الہی میں مشغول و مصروف رہا کرو۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے کہ ذاکر کو مذکور کی معیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نعمت سے محروم نہ چھوڑے۔

نیز فرمایا کہ حق تعالیٰ ذاکرین کو خوشخبری اور بشارت دیتا ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے۔ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ۔ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ بشارت دو ان نرم دل لوگوں کو کہ جب وہ ذکر اللہ کرتے ہیں تو ان کے قلوب اشتیاق اور فرط محبت سے تھر تھراتے ہیں۔ کہ یہ ذکر الہی ان کیلئے دارین میں باعث خیر و برکت ہے۔ ایک دوسری آیت مجید میں بھی ذکر کی فضیلت آئی ہے۔ یہاں تک کہ ذاکر کو ہدایت یافتہ کہا گیا اور علی الاعلان فرمایا کہ یہی ذاکر اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر ہیں۔ ارشاد ہوا ثُمَّ تَلِينَ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ۔ ذَالِكَ هُدًى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ۔ یعنی ان کے اجسام و قلوب ذکر اللہ پر نرم ہوتے ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے۔ یونہی ہدایت کرتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ معلوم ہوا کہ دراصل ہدایت اسی پر ہے۔ کہ انسان اپنے خالق کے ذکر میں ہر گھڑی اور ہر لمحہ مصروف رہے۔ اللہ تعالیٰ کو ذکر نہایت ہی پسند و مرغوب ہے۔ اسی لیے بار بار بتا کید ذکر کیلئے ارشاد فرمایا گیا ہے۔ جیسے وَادْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبْتَئِلْ إِلَيْهِ تَتَيَّلًا۔ یعنی تمام ماسوا سے دل کو فارغ کر اور اپنے خالق کے اسم پاک کا ذکر کر۔ ذکر کے فضائل بی شمار ہیں۔ اسی لیے ارشاد ہوتا ہے کہ تم ان مخالفین ذکر اللہ اور دنیائے دوں میں مستغرق لوگوں کو لہو و لعب میں رہنے دو۔ اور اللہ اللہ کے ذکر میں مصروف

ربو۔ قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ زَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ۔ اس کی برکت سے خواہ کیسا ہی گنہگار اور ظالم انسان ہو۔ جب ذکر اللہ میں مصروف ہو کر خداوند کریم سے بخشش چاہے وہ خداوند کریم و رحیم ذکر اللہ کے طفیل تمام قصور اور گناہ بخش دیتا ہے۔ جس پر قرآن مجید کی یہ آیت مجید شاہد و دال ہے: وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذَنْوِبِهِمْ ۖ (یہاں تک وہ فضائل جو حضرت صاحب رحمۃ کی زبان معارف بیان سے بحوالہ قرآن مجید سماع میں آئے تحریر کیے گئے ہیں۔ اب وہ فضائل جو حضور عالی کی زبان حقائق بیان سے بحوالہ احادیث یا بحوالہ اقوال اولیائے امت مرحومہ سماع میں آئے ہیں۔ تحریر کرتا ہوں۔)

حضرت صاحب رحمۃ نے فرمایا کہ ہر ایک عبادت محدود ہے اور بامر مجبوری بعدر مسموع۔ مگر ذکر اللہ تعالیٰ کا نہ محدود نہ بعدر مسموع۔ بلکہ ہر حال ہر وقت ہر لمحہ ہر آن میں مطلوب و محمود ہے۔ ترغیب میں آیا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھے پانچ باتوں کا حکم دیا گیا ہے ان میں سے ایک ذکر کثیر ہے۔

ذکر کے فضائل میں حضرت صاحب نے فرمایا: کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ آں حضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ اذکروا اللہ حتیٰ یقال انکم مجنونون۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر اس کثرت سے کرو کہ لوگ تم کو مجنون کہیں۔ نیز آنحضرت ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ سے فرمایا: کہ حق تعالیٰ کے حضور میں تو ذکر سے افضل و محبوب تر اور کوئی شے پیش نہیں کر سکتی۔ اور بہشت میں جنتیوں کو کسی بات کی حسرت نہ ہوگی۔ مگر دنیا میں جو وقت بغیر ذکر گزرا ہوگا اس کی انہیں وہاں جنت میں بھی حسرت ہوگی۔

فرمایا حضرت صاحب رحمۃ نے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے روایت کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: فرماتا ہے اللہ تعالیٰ میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں۔ اور میں اس کے ساتھ ہوں۔ جب وہ میرا ذکر کرتا ہے۔ اگر وہ ذکر اپنے دل میں کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے جی میں یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ مجلس میں بیٹھ کر ذکر کرتا ہے تو میں اس کی مجلس سے بہتر مجلس میں اس کو یاد کرتا ہوں۔ اگر بندہ میری طرف ایک بالشت

نزدیک ہوتا ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔ اگر وہ ایک ہاتھ میری طرف آتا ہے تو میں ایک گز اس کے قریب ہوتا ہوں۔ اگر وہ چل کر میری طرف آتا ہے تو میں دوڑ کر اس کی طرف جاتا ہوں۔ اس حدیث کو مسلم، بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ سب نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث سے علاوہ فضیلت ذکر کئی اور فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ سب سے اول اور بڑا فائدہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہ ذاکر کے ہمراہ رہتا ہے۔ یہی مضمون ایک دوسری حدیث میں بھی آیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میں اپنے بندے کے ہمراہ ہوں۔ جب تک وہ میرا ذکر کرتا ہے اور اس کے دونوں ہونٹ میری یاد میں ملتے ہیں۔ اس کو ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ اور ابن حبان نے صحیح کہا۔ پس جب اللہ تعالیٰ ساتھ ہوا تو اور کیا چاہیے۔ سارے کام دین و دنیا کے بن گئے۔ اور جو شخص خداوند کریم کا ذکر نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اس سے دور رہتا ہے۔ بھلا بتاؤ پھر کون اس کا یار و مددگار بن سکتا ہے۔ اسی حدیث سے یہ فائدہ بھی مستفاد ہوا۔ کہ ذکر اللہ دو طرح کا ہوتا ہے۔ ذکر قلبی اور ذکر لسانی۔ یہ مسلمہ امر ہے یاد رکھو۔ کہ ذکر قلبی کا اثر بہت قوی اور بزرگترین ہے۔ اسی کو ذکر خفی بھی کہتے ہیں۔ یہ بھی حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ ذکر لسانی سے ذکر خفی ستر درجہ افضل ہے۔ یہ ایسا ذکر ہے جس کو فرشتے اعمال نویس بھی نہیں سن سکتے۔ جب قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ مخلوق کو جمع کرے گا اس وقت اعمال لکھنے والے فرشتے اعمال نامے لائیں گے۔ انہوں نے جو کچھ دیکھا یا سنا ہوگا وہ اعمال ناموں میں لکھا ہوگا اور حضور خداوندی میں پیش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا۔ کہ اس کے واسطے کچھ باقی رہا ہے یعنی کوئی ایسا عمل رہ تو نہیں گیا جو بندہ نے کیا اور لکھا نہ گیا ہو۔ فرشتے عرض کریں گے بارالہ ہم نے جو کچھ دیکھا اور سنا سب اس اعمال نامہ میں درج کیا۔ کچھ باقی نہیں چھوڑا۔ اس وقت حق تعالیٰ بندے کو مخاطب کر کے فرمائے گا کہ تحقیق تیرے لیے میرے پاس ایک نیکی ہے جس کو تو نہیں جانتا اور میں تجھ کو اس کا بدلہ دوں گا۔ وہ ذکر خفی ہے۔ ذکر کیا اس کو علامہ جلال الدین سیوطی اور حضرت ملا علی قاری صاحبان نے۔ اور یہی ہمارے مشائخ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم کیلئے ایک بڑی حجت و دلیل ہے۔

نیز اسی ذکر کی تعلیم کیلئے اللہ کریم نے فرمایا حضرت ﷺ کو اذکر ربك فسی
نفسك۔ یعنی ذکر کرو اللہ تعالیٰ کا اپنے دل میں۔ تیسرا فائدہ جو اس حدیث شریف مذکورہ
سے نکلا وہ یہ ہے کہ لوگوں میں بیٹھ کر ذکر کرنا بھی موجب اجر عظیم ہے۔ ذکر زبانی کا یہ
فائدہ ہے کہ جب کوئی گناہ سامنے آتا ہے تو بندہ خداوند کریم سے ڈر کر اس کو یاد کر کے اس
سے کنارہ کرتا ہے اور باز رہتا ہے۔ ایسے ذکر کی زبان سے کوئی بری بات نہیں نکلتی۔ اس کو
اس بات کا خیال ہوتا ہے کہ جس منہ سے میں اللہ کا نام لیتا ہوں اسی منہ اور زبان سے فحش
کلام اور بے حیائی و سخن ناہموار کیسے نکالوں۔ وہ اس بات سے بھی شرم کرتا ہے کہ میں اب
کسی شخص کی غیبت کیوں اور کیسے کروں کس طرح جھوٹ بولوں۔ سو یہ ذکر ہر مصیبت
ظاہری و باطنی سے بچاتا ہے اور آخرت میں نجات دلاتا ہے۔ وہ شخص بڑا ہی خوش نصیب
اور سعادت مند ہے جس کو حق تعالیٰ نے اپنے ذکر و فکر کی توفیق عنایت فرمائی ہو اور اس سے
بڑھ کر بد بخت اور روسیہ کوئی نہیں جس کا تمام وقت و اہیات باتوں اور نکلے کاموں میں گزر
جاتا ہو۔ نہ کبھی ذکر کیا ہو نہ فکر۔ ایسے شخص کے خاتمہ کا اللہ ہی حافظ ہے۔ فرمایا جناب قبلہ
عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ عبداللہ بن بشر روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت
ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ احکام اسلام اور قسم نوافل
اس قدر ہیں کہ ان کے ادا کرنے سے عاجز ہوں۔ مجھے کوئی ایسا ورد یا عمل فرمائیے کہ کرنے
میں آسان ہو اور اجر و ثواب میں بہت ہو اور کسی وقت یا جگہ اور کسی حالت پر موقوف بھی نہ
ہوتا کہ میں اس پر عمل پیرا ہوں۔ جناب سید المرسلین ﷺ نے فرمایا کہ ذکر اللہ سے ہر دم اور
ہر آن اپنی زبان کو تروتازہ رکھ اور ہمیشہ اس میں شاغل رہ۔ اس حدیث میں جو زبان کا لفظ
ہے مضمون اس بات پر صاف دلالت کرتا ہے کہ زبان و قلب ہر دو سے مراد ہے۔ کیونکہ یہ
ہر آن اور ہمیشہ کا عمل بغیر قلب ناممکن ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ آخری
بات جو میں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کی وہ یہ تھی کہ کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب
و مرغوب ہے۔ تو ارشاد فرمایا کہ تیرا مرنا اس حالت میں ہو کہ تیری زبان ذکر اللہ سے تر ہو۔
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں۔ کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: لِكُلِّ شَيْءٍ

صِقَالَة و صِقَالَة الْقُلُوب ذِکْرُ اللَّهِ - یعنی ہر چیز کی صفائی کیلئے ایک صقالہ ہوتا ہے۔ دلوں کی صفائی کیلئے اللہ تعالیٰ کا ذکر صقالہ ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے عذاب اور قہر سے نجات دینے والی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بڑھ کر نہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا فی سبیل اللہ جہاد بھی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔ اگرچہ مجاہد فی سبیل اللہ اتنا لڑے کہ اس کی تلوار ٹوٹ جائے۔ مکرر فرمایا کہ اگر غازی اپنی تلوار یہاں تک کفار اور مشرکین پر چلائے کہ ٹوٹ جائے۔ اور خون سے لتھڑ جائے۔ تو بھی ذاکر درجہ میں افضل و ارفع و اعلیٰ ہیں۔

فرمایا جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ نے کہ وہ ہی حدیث جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس میں ذکر کے متعلق آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ خداوند تعالیٰ کا ذکر اس کثرت سے کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہیں۔ اسی حدیث کو حضرات احمد و ابو یعلیٰ و ابن حبان و حاکم رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی صحیح اسناد سے بیان کیا ہے۔ پس دوستو ضروری اور لازمی جانو ذکر اللہ کو۔ اور لوگوں کے کہنے اور طعنہ زنی پر نہ جاؤ۔ اپنے مالک و خالق کے ذکر میں بذوق و شوق مصروف رہو۔ لوگ دیوانہ کہیں تو کہنے دو۔ ریاکار کہیں تو کہنے دو۔ تم اپنی نیت کو خالص رکھو۔ اور کسی کے کہنے کی پروا نہ جانو۔ اس میں شک نہیں کہ ذاکرین کے ساتھ اکثر ایسے لوگ رہے۔ اور آئندہ بھی تا قیامت یہ فرقہ ساتھ ہی رہے گا۔ ان کی باتوں سے دل تنگ نہ ہو۔ اور ذکر اللہ کو نہ چھوڑو۔ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی اس قسم کے لوگ موجود تھے جو ذاکرین اللہ کو مضحکہ و استہزا سے پیش آیا کرتے اور ان کو ریاکار کہا کرتے تھے۔ اس امر کا ثبوت یہ حدیث شریف دے رہی ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہ فرمایا جناب رسالت مآب ﷺ نے اذکروا اللہ ذکراً حتیٰ یقول المنافقون انکم راؤن۔ یعنی تم اللہ تعالیٰ کا ایسا ذکر کرو کہ منافق لوگ تم کو ریاکار کہیں۔ اس حدیث کو طبرانی اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ طبرانی کی ایک روایت میں حضرت ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ سے اس طرح بھی آیا ہے۔ کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ اگر ایک شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں درہم بانٹتا ہو اور دوسرا ذکر میں لگا ہو تو وہ ذاکر جو ذکر الہی میں مصروف

ہے اس درہم بائٹے والے اسے بہتر و افضل ہے۔ بہر حال ذکر اللہ تعالیٰ کا تمام عبادتوں سے بہت بڑا ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں۔ کہ فرمایا جناب سرور کائنات ﷺ نے بغیر اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بہت کلام نہ کیا کرو۔ کیونکہ بہت کلام کرنا بغیر ذکر اللہ کے دل کی سختی اور قساوت کا سبب ہے۔ اور ایسا شخص اللہ تعالیٰ سے بہت دور ہے۔ ترمذی میں بھی یونہی آیا ہے۔

اس ارشاد نبوی میں واہیات اور بیہودہ باتوں سے منع کیا گیا ہے۔ اور ذکر اللہ کی ترغیب فرمائی گئی۔

فرمایا جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ نے کہ فقہ ابو الیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تنبیہ الغافلین میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت لائے ہیں جو بوجہ طوالت تمام چھوڑ کر صرف ذکر کی فضیلت کے متعلق جو حصہ ہے سنا تا ہوں۔ کہ جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث فرمایا تو ان کو جن پانچ امور کے بجالانے کا حکم ہوا تھا ان میں سے ایک ذکر اللہ تھا۔ حکم ہوا کہ ذکر اللہ بہت کثرت سے کیا کرو۔ اور اس پر یہ مثال بیان فرمائی کہ جیسے ایک قوم کے واسطے ایک قلعہ ہو اور ان کے قریب ہی ان کا دشمن ہو۔ پس دشمن حملہ کرنے کو آجائے تو وہ قوم اپنے قلعہ میں داخل ہو کر دروازے بند کر لے۔ پس جس طرح یہ قوم اپنے دشمن سے بچ گئی اسی طرح ذکر اپنے دشمن شیطان لعین سے بچ جاتا ہے۔ ذکر گویا ذکر اللہ کے قلعہ میں آ جاتا ہے جہاں نہ شیطان کی پیش جاتی ہے نہ کسی اور کی۔ سبحان اللہ و بحمدہ ذکر کے فضائل لاتعد ولا تحصى ہیں۔ یہ ایک ایسی چیز ہے کہ اگر انسان سوتے وقت ذکر کرتے سو جائے تو جب تک سویا ہوا ہے ذکر کروں میں شمار کیا جائے گا۔ اس کا ایسی حالت میں سونا بھی ذکر ہی ہو جائے گا۔ حدیث قدسی میں بھی ایسے ہی آیا ہے۔ مامن عبد یضع جنبہ علی الفراش فیذکر اللہ تعالیٰ فیدرکہ النوم وهو کذا لک الاکتب اللہ لہ ذاکراً الی ان یتقیظ۔ یعنی اگر کوئی بندہ بستر پر سوتے وقت اللہ کے ذکر میں سو جائے تو جاگنے تک اللہ تعالیٰ اس کو ذکر لکھتا ہے۔ کس قدر اس خالق کی مہربانی و شفقت ہے کہ بندہ تو سو رہا ہے مگر مولا کریم اس کو ذکر کرنے والوں میں شمار فرما رہا ہے۔ حضرت

فضیل ابن عیاض رحمہ اللہ فرمایا کرتے کہ تم جہاں کہیں بھی ہو اور جس حال میں بھی ہو بکثرت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہا کرو تا کہ ہر قسم کی برائیوں سے بچے رہو۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمہ اللہ کا ذکر ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ دنیا کی باتیں کر رہا ہے ٹھہر گئے اور فرمایا کہ کیا تو اس بات سے بے خوف ہے کہ اس کلام کے سبب تجھ پر عذاب ہو۔ اس شخص نے عرض کیا کہ نہیں۔ پھر فرمایا کہ تو ایسی کلام کیوں کرتا ہے جس میں ثواب کی امید بھی نہیں اور عذاب سے بے خوفی بھی نہیں علیک بذکر اللہ یعنی تجھ پر اللہ کا ذکر کرنا واجب ہے۔ کسی اللہ والے نے انہی حضرت ابراہیم ابن ادھم رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا اور عرض کی کہ اے معلم خیر۔ مجھے کچھ نیک ہدایت فرمائیے۔ حضرت ابراہیم ابن ادھم رحمہ اللہ نے فرمایا: الخیر کلہ فی ذکر مولاک والشکر کلہ فی حب دنیاک۔ یعنی سب بھلائی اور نیکی تیرے مولائے کریم کے ذکر میں ہے۔ اور تمام برائی و بدی دنیا کی محبت میں۔ اللہ تعالیٰ فقیر کو بمعہ تمام یاران طریقت اپنے ذکر و فکر میں شاغل رہنے کی توفیق رفیق کرے اور حب دنیا اور اس کی تمام برائیوں سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین۔

ذکر کی فضیلت میں یہ بھی فرمایا جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ نے کہ ذکر کو اللہ تعالیٰ بغیر طلب اور بن مانگے وہ نعمتیں عطا فرماتا ہے جو سائلین سے بہت بڑھ کر ہوتی ہیں۔ من شغلہ ذکر عن مسئلتی اعطیتہ فوق ما اعطی السائلین۔ یعنی جس شخص کو میرے ذکر نے اس بات سے روک رکھا کہ وہ مجھ سے کچھ سوال کرے تو میں اس کو سائلوں سے بڑھ کر عطا کرتا ہوں۔ الغرض ذکر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑی اور اعلیٰ اور افضل عبادت ہے۔ باقی تمام عبادات کا وقت اور مقدار مقرر ہے مگر ذکر اللہ کا نہ تو کوئی وقت مقرر ہے اور نہ ہی مقدار۔ ذکر اللہ میں ہر آن مصروف رہنا اور بکثرت ذکر کرنا قرآن مجید میں متعدد جگہ آیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فاذا قضیتہ الصلوۃ فاذا ذکر اللہ قیامًا وقعودًا وعلی جنوبکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ رات دن خشکی میں سمندر میں سفر میں حضر میں اور غنا و فقر میں بیماری و صحت اور پوشیدہ و ظاہر۔ الغرض ہر حال ہر آن ہر جگہ جیسے بھی اور جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں لگے رہو۔ مسلم و بخاری میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

فرمایا جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مثل الذی یذکر ربہ والذی لا یذکر مثل الحی والمیت۔ مثال اس شخص کی جو اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور اس شخص کی جو اپنے رب کا ذکر نہیں کرتا زندہ اور مردہ کی ہے۔ یعنی ذاکر بمنزلہ زندہ کے ہے اور غافل ذکا الہی سے بمنزلہ میت ہے۔ اگرچہ دنیاوی رسم و رواج کے مطابق دونوں زندہ معلوم ہوتے ہیں مگر وہ زندگی جو حیات ابدی و حقیقی ہے۔ بغیر ذکر الہی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور ذکر ہی وہ چیز ہے جو مردہ اور غافل دلوں کو زندہ و بیدار کر سکتی ہے اور معرفت حق سبحانہ کا سبب ہے۔ اور ذکر ہی میں یہ اثر ہے کہ جنت کی ابدی و دائمی حیاتی کے لائق بنا سکتا ہے۔ کسی نے کیا عمدہ کہا ہے۔

زندگانی نتوان گفت حیاتے کہ مراست

زندہ آن است کہ بادوست دعا لے وارد

فرمایا جناب قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ انسان کی بزرگی اور شرافت و فضیلت کہ جس کی وجہ سے یہ حضرت انسان تمام مخلوق پر فائق ہے۔ معرفت الہی ہے۔ معرفت الہی کی استعداد کا تعلق دل سے ہے۔ دوسرے اعضا کے ساتھ اس کا کچھ تعلق نہیں۔ دیگر تمام اعضا دل کے تابع ہیں اور دل بمنزلہ بادشاہ اور دیگر تمام اعضا رعیت کی حیثیت رکھتے ہیں اور دل کا اطمینان و تسکین اور استعداد معرفت الہی تمام تر ذکر اللہ پر منحصر ہے۔ اس میں کچھ شک و شبہ نہیں۔ قرآن پاک اس پر شاہد ہے۔ پس جو شخص اس شرافت و فضیلت انسانی کا خواہشمند ہے اس کیلئے نہایت ضروری و لا بدی امر ہے کہ ذکر اللہ میں کوتاہی نہ کرے اور ہر وقت اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگائے رکھے۔

اوقات ہماں بود کہ بایار بسر رفت

باقی ہمہ بے حاصلی و بے خردی بود

مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ ﷺ کا گزر جمدان پہاڑ پر ہوا جو مدینہ منورہ سے تھوڑے فاصلہ پر واقع ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تیز تیز چلو جمدان پہاڑ نزدیک آ گیا

ہے۔ سبق المفردون قالوا وما المفردون يا رسول الله . قال الذاكرون الله كثيراً والذاكرات۔ یعنی آدمیوں میں سے اپنے آپ کو جدا کرنے والے اور اکیلے چلنے والے آگے بڑھ گئے۔ یاروں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ لوگ کون ہیں اور مفردون سے کیا مراد ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ مرد اور عورتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر بکثرت کرتے ہیں۔ یعنی لوگ جنہوں نے اپنے آپ کو خاص اللہ ہی کی عبادت اور ذکر کے واسطے خالص کر لیا ہے اور خداوند کریم کی یاد کیلئے لوگوں سے خلوت اور تنہائی اختیار کر لی ہے اور خلق سے گوشہ پکڑ لیا اور ماسوائے حق کو چھوڑ دیا ہے۔ دوستوں اور خویش و اقارب کی محبت اور شہوت کے تمام اسباب چھوڑ کر ذکر الہی میں مشغول ہو گئے ہیں۔ یہ ہی مقام تفرید ہے۔ اس کے متعلق خالق کا ارشاد ہے: وَتَبْتَئِلُ إِلَيْهِ تَتِيلاً۔ از ہمہ بکسل و باد پیوند۔ سب سے منہ موڑ اور اپنے خالق سے رشتہ جوڑ۔ مگر افسوس ہماری حالتوں پر کہ بات بات میں نفس و شیطان کے مکر و فریب میں جکڑے ہوئے اور نفس کی رضا مندی حاصل کرنے کے واسطے اللہ کریم کے ذکر و فکر سے منہ موڑ کر خواب غفلت میں ایسے سوئے ہیں کہ جگانے پر جاگتے ہی نہیں۔ کسی بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

قول دشمنے پیمان دوست بشکستی

بہیں کہ از کہ بریدی و با کہ پیوستی

یعنی شیطان اور نفس کے کہنے پر عمل کر کے تو نے اپنے حقیقی دوست یعنی حق تعالیٰ کے وعدہ حق کو توڑ دیا۔ اے انسان نادان ذرا دیکھ اور سوچ تو سہی کہ کس سے تو نے تعلق توڑا۔ اور کس کے ساتھ جا دوستی گانٹھی۔ بعض کہتے ہیں کہ مفردون وہ ہیں جو غیر اللہ کو مانتے ہی نہیں ایک ہی کہتے ایک ہی جانتے ایک ہی دیکھتے ہیں۔ ہمہ تن ذکر ہی کیلئے خالص ہوتے ہیں۔ ”مشارق“ میں لکھا ہے کہ فردا الرجل اس وقت بولتے ہیں جب آدمی اپنے تمام مال و اسباب اور جائیداد کو راہ خدا میں خرچ کر دے اور پھر مخلوق سے گوشہ خلوت اختیار کر لے اور ذکر الہی میں مشغول ہو جائے۔ قاموس میں بھی یہی معنی لکھے ہیں۔ ترمذی کی روایت میں المفردون کی جگہ المستہترون يضع الذکر عنهم اثقالهم فیاتون یوم القيامة خفافاً

- آیا ہے۔ یعنی وہ لوگ جو ذکر اللہ میں فریضہ و شیدا اور عاشق ہیں۔ اس کی یاد کے سوا بات نہیں کرتے اور نہ کسی اور کو سوا اس کے یاد کرتے ہیں۔ ذکر الہی ان کے گناہوں کے بھاری بوجھوں کو ان کے جسم سے اتار دیتا ہے۔ اور قیامت کے روز وہ لوگ گناہوں سے پاک و صاف ہلکے پھلکے اور بے تعلق ہو کر آویں گے۔

فرمایا جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمہ اللہ نے کہ ذکر کی فضیلت میں حضرت امام مالک و احمد و ترمذی و ابن ماجہ وغیرہ نے ایک حدیث ابی درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ فرمایا جناب نبی کریم ﷺ نے کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جو تمام اعمال سے اچھا اور افضل ہو۔ اور تمہارے شہنشاہ خداوند کریم جل و علی کے نزدیک تمہارے تمام عملوں سے زیادہ پاکیزہ تر اور پسندیدہ و مرغوب ہے۔ اور تمہارے درجات کو تمام اعمال سے زیادہ بلند کرنے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے رستہ میں سونا چاندی خرچ کرنے سے بھی بہتر و اچھا ہے۔ اور وہ بہتر ہے تمہارے لیے اس سے بھی کہ جہاد فی سبیل اللہ میں تم دشمنوں کا مقابلہ کرو۔ پھر تم ان کی گردنیں مارو۔ اور وہ تمہاری گردنیں ماریں۔ اصحاب رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ایسا عمل ہمیں ضرور بتلائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہ عمل اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ اب اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ذکر اللہ کی فضیلت اتنی ہے جو صدقہ اور جہاد فی سبیل اللہ اور دیگر تمام عبادات پر فوقیت رکھتی ہے۔ غور و خوض کرو دوستو۔ اور اس وقت و فرصت کو غنیمت جانو اور لوحہ اپنا۔ مسند احمد و ترمذی میں عبد اللہ ابن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی جناب سید المرسلین ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ لوگوں میں سے کون اچھا آدمی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا خوشخبری اور مبارک ہے اس آدمی کیلئے جس کی عمر طویل اور اعمال صالحہ کیے ہوئے۔ اعرابی نے پھر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ سب عملوں سے زیادہ بہتر اور افضل کونسا عمل ہے۔ تو فرمایا جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ اچھا عمل یہ ہے کہ اس دنیائے دوں سے جدا ہوتے وقت تو ایسے حال میں جائے کہ تیری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر ہو۔ یعنی ایسا ذکر جاری ہو جو مرتے دم تک غفلت پاس نہ پھلے۔ اور تو یاد الہی میں ہنستے ہنستے

کوچ کرے۔ اور بخوشی عالم عقبیٰ کا راہ لے۔ کسی نے کیا عمدہ کہا ہے۔

یاد داری کہ وقت زادن تو

ہمہ خنداں بد تدو تو گریاں

آنچناں زی کہ وقت مردن تو

ہمہ گریاں بوند و تو خنداں

یعنی جب تو پیدا ہوا تھا تو تمام خوش تھے مگر تو نالاں و گریاں تھا۔ اب زندگی ایسے حال میں گزار کہ مرتے وقت تو خنداں جائے اور سب تجھے روویں۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں ام حبیبہ سے روایت ہے۔ کہ فرمایا جناب آنحضرت ﷺ نے آدمی کی ہر ایک کلام جو اس کے منہ سے نکلتی ہے سوائے امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور ذکر اللہ کے اس کے واسطے وبال اور عذاب و موجب ندامت و حسرت ہوگی۔ لہذا بڑا ضروری اور لازمی امر ہے کہ انسان اپنی قیمتی اور تھوڑی سی عمر کو بیہودہ امور میں ضائع و برباد نہ کرے۔ فرمایا جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ نے کہ ثوبان رضی اللہ عنہ سے احمد و ترمذی و ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا کہ کہا انہوں نے ہم ایک مرتبہ سفر میں جناب سید الکونین ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آیت مجید: وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ اِنْ نَّازِلْ هُوَی۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یہ آیت سونے اور چاندی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ کاش کہ ہمیں معلوم ہوتا کہ کونسا مال افضل اور بہتر ہے۔ تاکہ ہم اس کو لیتے اور ایسی وعید کے مستحق نہ بنے۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب مالوں سے اچھا مال زبانِ ذاکر اور دلِ شاکر اور ایماندار بیوی ہے۔ جو اپنے خاوند کو ایمان اور خدا یادی میں مدد دے۔

بخاری شریف میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے شیطان انسان کے دل پر بیٹھنے اور اس کے ساتھ چمٹنے والا ہے۔ جس وقت انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان دور بھاگ جاتا ہے اور نزدیک نہیں آ سکتا۔ جس وقت انسان ذکر الہی سے غافل ہوتا ہے تو اس کے دل میں برے برے وساوس ڈالتا ہے۔ اس لئے جو شخص شیطان اور اس کے وساوس سے بچنا اور محفوظ رہنا چاہے وہ ہر وقت ذکر الہی میں ہوشیار و

بیدار رہنے کی کوشش میں لگا رہے۔ ذکر اللہ کی فضیلت میں ایک اور بہت عمدہ حدیث شریف آئی ہے۔ حضرت مالک رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث مجھے پہنچی ہے کہ جناب سید المرسلین ﷺ نے فرمایا: کہ غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہوتا ہے جیسے کہ جہاد فی سبیل اللہ میں کچھ جمعیت بھاگ جائے۔ مگر بعض دلیر اور شجاع نہایت دلیرانہ مقابلہ میں ڈٹے رہیں۔ اور غافلوں میں ذکر کرنے والا خشک درخت میں سرسبز اور شاداب شاخ کی مانند ہے۔ بلکہ ایک روایت میں آیا ہے بہت سے خشک درختوں میں ایک سبز اور بار آور درخت کی طرح ہے۔ اور غافلوں میں ذکر کرنے والا اندھیرے گھر میں چراغ کی طرح ہے۔ غافلوں میں ذکر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اس کی زندگی میں اس کی جگہ جنت میں دکھا دیتا ہے۔ غافلوں میں ذکر کرنے والے کے گناہ ہر بولنے والے اور نہ بولنے والے جاندار کے شمار جتنے بخشے جاتے ہیں۔ اس حدیث میں ذکر کی بے شمار فضیلتیں آئی ہیں۔

ایک تو مجاہد فی سبیل اللہ کا درجہ۔ دوسرے سرسبز اور بار آور درخت کی مثال کہ ہر وقت خوش و خرم رہتا ہے۔ تیسرے اس کا قلب نور معرفت سے روشن اور لبریز رہتا ہے۔ چوتھے یہ کہ ذکر اپنی جگہ جنت میں اس دنیاوی زندگی کے اندر ہی دیکھ لیتا ہے۔ پانچویں یہ کہ اس کے گناہ انسانوں اور حیوانوں جتنے بھی ہوں تو بخشے جاتے ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جناب رسول خدا ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ذکر ایمان کی نشانی ہے۔ اور نفاق سے برأت ہے۔ شیطان سے بچنے کیلئے قلعہ ہے۔ اور دوزخ کی آگ سے بچاؤ ہے۔ سبحان اللہ وہ دل کیا ہی خوش نصیب ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری ہے۔ اور کیا ہی نیک بخت وہ آنکھ ہے جو شوق لقا و دیدار میں گریاں ہے۔

بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ سات آدمی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بروز قیامت عرش مجید کے سایہ میں جگہ دے گا۔ اول امام عادل دوم وہ جو ان جس نے اپنی جوانی اطاعت و عبادت الہی میں بسر کی ہو سوم وہ شخص جس کا دل ہر وقت مسجدوں میں لگا رہے چہارم وہ جنہوں نے محض اللہ ہی کے واسطے ایک دوسرے سے محبت اختیار کی ہو اسی محبت میں جمع ہو دیں اور اسی پر الگ ہو جائیں پنجم وہ آدمی جسے

کوئی خوبصورت و مالدار عورت اپنی طرف زنا کیلئے راغب کرے اور وہ آدمی کہہ دے کہ میں خالق سے ڈرتا ہوں اور اس فعل بد سے بچ جائے، ششم وہ آدمی جو پوشیدہ صدقہ دے ہفتم وہ مرد خدا جس نے خلوت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور پھر وفور محبت یا غلبہ خوف کے باعث رویا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوہ عرفات پر تشریف فرما تھے۔ میں بھی ان کی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو گانہ نماز ادا کی اور رو بقبلہ بیٹھ گئے اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر جاری تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر دو چشم سے سیل اشک رواں۔ ایسے کہ ریش اور سینہ مبارک سے ہوتے ہوئے زانوے مبارک پر گر کر زمین پر جاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی حالت میں دیکھ کر مجھ سے بھی نہ رہا گیا اور میں بھی زار زار رونے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے اور میری طرف دیکھ کر فرمایا: اے انس رضی اللہ عنہ میں تیری آنکھوں کو تر دیکھتا ہوں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا رونا دیکھ کر مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور میں بھی بے اختیار رونے لگا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا انس طوبی لمن تحرك لسانه بذكر الله وفاضت عيناه۔ مبارکبادی اور خوشخبری ہے واسطے اس شخص کے جس کی زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے حرکت کرے اور اس کی آنکھوں سے اشک رواں رہیں۔ ذکر کی حالت میں رونا دو ہی وجہ سے ہوتا ہے اول تو غلبہ شوق دیدار الہی دل میں جوش مارتا ہے اور ذاکر کے آنسو رواں ہو جاتے ہیں یا بوجہ خوف الہی گریہ کی حالت غالب ہو جاتی ہے جیسے کہ ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ذکر کی حالت میں رو رہے تھے یاروں نے عرض کیا اور سب رونے کا پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس خوف کے مارے روتا ہوں کہ واللہ اعلم درگاہ الہی میں میرے اس ذکر کی کچھ قدر بھی ہے یا نہیں۔ علاوہ ازیں دل کی غفلت پر روتا ہوں کہ زبان تو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف و شاعل ہے اور دل خواب غفلت میں محو اور غافل ہے۔ ایسے شخص کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے۔ ویل لمن ذکر الله بلسانه وقلبه غافل عما قال۔ یعنی ہلاکت ہے اس آدمی کیلئے جس کی زبان تو ذکر کرے اور دل غافل ہو اس سے جس کا ذکر کر رہا ہے۔ اللہ کریم ایسے غافلوں

سے بچنے کیلئے تاکید فرماتا ہے۔ وَلَا تُطِيعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا۔ یعنی ایسے آدمی کی اطاعت مت کرو اور اس کے پاس مت بیٹھو جس کا دل ہمارے ذکر سے غافل ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ڈرنے والوں کا ذکر بیقراری و بے چینی پیدا کرتا ہے اور رجوع کرنے والوں کا ذکر طلب شوق اور دیدار کو بڑھاتا ہے۔ مجنون اور عاشق کا ذکر طرب و خوشی پیدا کرتا ہے۔ انسان کو لازم ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنے قلب کو اللہ کی یاد سے ہر دم تروتازہ رکھے تاکہ سرور جاودانی اور حیات ابدی حاصل ہو جائے۔

ذکر کی فضیلت میں فرمایا جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ نے کہ ”ترغیب“ میں ذکر آیا ہے کہ کسی شخص نے جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ای المجاہدین اعظم اجراً۔ یعنی مجاہدین میں سے بڑے اجر والا کون ہے۔ تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: اکثرہم للہ تبارک وتعالیٰ ذکراً۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرنے والا ہے۔ پھر سائل نے پوچھا ای الصالحین اعظم اجراً۔ جواب ملا۔ اکثرہم للہ تبارک وتعالیٰ ذکراً۔ اس کے بعد سائل نے نماز پڑھنے والوں، زکوٰۃ دینے والوں، حج کرنے والوں، صدقہ و خیرات دینے والوں کے متعلق بتدریج سوال کیے۔ تمام کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے یہی فرمایا اکثرہم للہ تبارک وتعالیٰ ذکراً۔ یعنی ان میں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر بکثرت کرنے والا ہے وہی بڑے اجر والا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا یا ابا حفص ذہب الذاکرین بکل خیر۔ یعنی اے ابا حفص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے سب کی سب بھلائی و بہتری یعنی ہر کار خیر میں انہی کو فضیلت ہوئی۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا بے شک انہی یعنی ذاکرین کو فضیلت ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بکثرت ذکر اللہ کرنے والا بڑے اجر کا مستحق ہوا۔

ذکر کے فضائل کے متعلق فرمایا جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ نے کہ حضرت فضیل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے اے ابن آدم تو مجھے ایک ساعت صبح اور ایک ساعت عصر کے بعد یاد کر لیا کر میں تجھے ان دونوں کے درمیان کفایت کروں گا۔ اور

بعض علمائے ربانی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس بندے کے دل پر مطلع ہو کہ میں دیکھ لیتا ہوں کہ میرے ذکر سے تمسک کرنا اس پر غالب ہے۔ تو میں اس کے تمام انتظام و اہتمام کا کفیل ہوتا ہوں۔ اس کا ہمکلام اور انیس و ہم جلیس ہوتا ہوں۔ یہ بھی آیا ہے کہ اس دنیائے دوں سے تمام نفوس پیاسے اور تشنہ لب نکلیں گے۔ بغیر ذاکرین اللہ کے۔ سو دوستو قبل اس وقت کے کہ تم یہاں سے کوچ کرو ایسے عمل میں کوشاں رہو کہ تم پیاس اور تشنگی کی حالت میں نہ جاؤ بلکہ تروتازہ اور خوش بخوش و خنداں کوچ کرو اور اللہ تعالیٰ تمہارا جلیس و انیس اور دوست ہو۔ جس پر انا جلیس من ذکر نی۔ یعنی جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا ہم نشین ہوں اور من اکثر ذکر اللہ فقد احبہ اللہ۔ جو شخص بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے حق تعالیٰ اس کو دوست رکھتا ہے۔ احادیث قدسی نبوی ﷺ شاہد ہیں اس سے بڑھ کر اور کوئی فضیلت نہیں۔ اسی ذکر سے یہ انسان کا گندا وجود پاک ہوتا ہے۔

ذکر گو ذکر کرتا ترا جان است

پاکِ دل رز ذکر رحمن است

فرمایا جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دربارہ فضیلت ذکر اللہ۔ کہ ایک بزرگ مخلص بخاقانی ہوئے ہیں۔ انہوں نے صرف چند لفظوں میں کیا عمدہ بات کہی ہے اور وہ یہ ہے۔

پس ازسی سال ایں معنی محقق شد بخاقانی

کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

علاوہ ازیں حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب نصیحت فرمائی ہے اور ذکر کی ترغیب دی ہے کہ یہ تیرا گندا وجود کسی کام کا نہیں۔ اگر اس کو کام کا بنانا ہے تو حق تعالیٰ کے ذکر کی مشک و خوشبو اپنے دل کو لگا یعنی ذکر اللہ میں مشغول رہو۔ سبحان اللہ و بحمدہ کہ مولانا صاحب کیسی حکمت اور دانائی سے سمجھاتے ہیں۔

کار خود کن کار بیگانہ مکن

کز برائے اوست غمناکئی تو

جوہر جاں رانہ بنی فرہی

در زمین دیگران خانہ مکن

کیست بیگانہ تن خاکئی تو

تا تو تن را چرب و شیریں میدہی

گر میان مشک تن راجا شود
روز مردن گندہا پیدا شود
مشک را بر تن مزین بردل بمال
مشک چہ بود اسم پاک ذوالجلال
حقیقت ہی یہی ہے اور یہ مسلمہ و متفقہ امر ہے کہ تزکیہ نفس بغیر ذکر اللہ تعالیٰ کے ہرگز
نہیں ہو سکتا۔ ذکر کی فضیلت میں حضرت مولانا عبدالصمد صاحب خلیفہ جناب حضرت شاہ
نامدار رحمہ اللہ نے کیا خوب لکھا ہے۔

یاد کر تو یاد کر تو یاد کر
دیکھ فرماتے ہیں کیا وہ اہل شوق
حق چہ باشد یاد آں یزدان پاک
سب عباداتوں سے بہتر ذکر حق
دیکھ کیا لکھتے ہیں وہ اے نیک نام
یاد او سرمایہ ایمان بود
چیت سلطانی و درویشی بداں
یاد اوگر مونس جانت بود
دی فضیلت حق نے ذاکر کو تمام
مدح ذاکر خود کرے وہ ذوالجلال
اولیا سب کرتے ہیں یہ التجا
ہر کسے کو مائل یاد خداست
انبیاء کرتے ہیں غبطہ اے پیر
جستجو کرتے ہیں ان کی سب ملک
ہر کہ باذاکر نشیند یک دم
عمر باخواہان ایں دولت شدند
صحبت ذاکر اگر باشد نصیب
صحبت شاں خاک را اکسیر کرد
غفلت اپنی یاد سے آزاد کر
ذکر سے حاصل ہے جن کے دل کو ذوق
کے بدانند قدر او ایں مشیت خاک
یہ حدیث مصطفیٰ ﷺ سے پڑھ سبق
جو کہ گزرے دین میں عالی مقام
ہر گدا از یاد او سلطان بود
یاد آں جاں آفرین انس و جاں
ہر دو عالم زیر فرمانت بود
یہ حدیث مصطفیٰ ﷺ ہے نیک نام
انبیا بھی سب کریں اے خوشحال
مولوی یہ دل سے دیتے ہیں ندا
خاک را ہش طوطیائے چشم ماست
رتبہ ذاکر سے سن تو یہ خبر
ذاکروں کی بر زمین و بر فلک
روز فردا او کجا وارد غم
سالہا مشتاق ایں صحبت شدند
دولت جاوید یابی اے حبیب
لطف شاں در ہر دے تاثیر کرد

بوے می بخشند رنگ مشک را
معصیت نیکی سے بدلے ہے خدا
جس طرح کرتے ہیں ذاکر اے جواں
یہ ہے رتبہ دیکھ تو اے باکمال
ذاکروں کی روشنی افلاک پر
مولوی کے قول پر کر تو نظر
یادِ او کن یادِ او کن یادِ او
یہ حقیقت ذاکروں کی بیگماں
کیوں بنا جاتا ہے خود تو زشت خو
آشیانہ ہے ترا عرش بریں
ڈھونڈتے پھرتے ہیں تجھ کو سب ملک
وہ سگ دنیائے دوں ہے اے پسر
جو کہ غافل حق سے ہواے مرد دیں
خانہ شیطان ہے وہ دل بیگماں
دشمن ذاکر ہیں یہ سب سر بسر
صحبت شاغل تجھے شاغل کرے
جو ہے شاغل وہ ہے زندہ بیگماں
یہ ہے زندہ نام حق سے اے کرام
زندگی ہے موت تیری بیگماں
کیونکہ حاصل اس سے ہے شرمندگی
ہے بتر سو موت سے وہ بیگماں
مثنوی میں اس طرح پر اے انی
زندگی یادست نزد عارفاں

سبزے سازند چوب خشک را
ذاکران حق کا یہ ہے مرتبہ
خود خدا کرتا ہے ذکر ذاکراں
ذاکروں کیساتھ رب ذوالجلال
شمس کی ہے روشنی اس خاک پر
ذکر حق سے یہ فضیلت اے پسر
بس بزرگی ہاست اندر یادِ او
تطمئن کو پڑھ ذرا دل سے جواں
لفظ کرنا کو پڑھ اے خوبرو
تُو تو وہ شہباز ہے سدرہ نشیں
دیتے ہیں تجھ کو صفیرین برفلک
علم پڑھ کر حق سے غافل جو بشر
کیونکہ شیطان ساتھ اس کے بالیقین
دل جو خالی یاد حق سے اے جواں
پُر حذر ہو غافلوں سے اے پسر
صحبت غافل تجھے غافل کرے
جو ہے غافل وہ ہے مردہ اے جواں
وہ مرا ہے دست شیطان سے حرام
یاد حق سے گر ہے غافل اے جواں
بلکہ بدتر موت سے یہ زندگی
اک نفس گر یاد سے جاوے جواں
دیکھ فرماتے ہیں ذاکر مولوی
غفلت از دے یک زماں صدمرگ داں

لیک جو ہیں کورو کر اور خود پسند وہ ہیں غافل ذکر حق سے ہوشمند
ورنہ ذاکر ہیں زمین و آسماں دمبدم ہیں ذکر سے یہ تر زباں
لیک سنتے ہیں انہوں سے اہل دل وہ نہیں سنتے جو خود ہیں آب و گل
فرمایا حضرت صاحب رحمۃ اللہ نے کہ ذکر ایسی نعمت ہے کہ اس کے فضائل کا حقہ بیان
کرنا طاقت بشری سے باہر ہیں۔ مختصر یہ کہ ہر صاحب بصیرت اور اہل دل نے یہی نصیحت
فرمائی کہ غفلت میں زندگی نہ بسر کرو۔ ذکر میں شاغل رہو۔ حضرت بابا سعدی شیرازی رحمۃ اللہ
کیا عمدہ فرماتے ہیں کہ اگر مردگان کو طاقت گویائی حاصل ہوتی تو وہ دوہائیاں دے دے کر
کہتے کہ اے پسماندگان جب تک زندہ رہو ذکر الہی میں مصروف رہو۔ مردوں کی طرح لب
بند نہ رکھو۔ وہو ہذا۔

اگر مردہ مسکین زباں داشتے بفریاد زاری فغاں داشتے
کہ اے زندہ چوں ہستت امکان گفت لب از ذکر چوں مردہ برہم محفت
چو مار بغفلت بے روزگار تو بارے دے چند فرصت شمار
ذکر کے فضائل جو اکثر حضرت صاحب رحمۃ اللہ سے سننے میں آئے تمام تحریر میں نہیں
آ سکے۔ طوالت کتاب کا بھی خیال ہے اور علاوہ ازیں سعید الطبع اور ماننے والوں کیلئے یہی
کافی اور وافی ہیں۔ و فی الطبع قاسیۃ القلوب اور منکرین کیلئے دفاتر بھی بیکار ہیں۔

ضروری نوٹ

ہمارے طریقہ انیقہ نقشبندیہ علیہ کے آداب کی رعایت کو جو مشائخ کرام کے تمام
طریق سے بوجوہات کثیرہ نہایت اعلیٰ و ارفع اور ممتاز ہے۔ ہاتھ سے نہیں دینا چاہیے۔ اس
برزگ اور افضل ترین طریق کے سر حلقہ جناب حضرت صدیق اکبر رحمۃ اللہ ہیں۔ جو بعد از
انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام بنی نوع آدم میں سے افضل البشر ہیں اور جن کی نسبت خاص
حضور و آگاہی ہے۔ جو تمام نسبتوں سے افضل ترین ہے۔ نیز اس طریقہ علیہ میں نہایت کو
ابتدا میں رکھا ہے اور ابتدا سلوک کی جذبہ سے کی ہے۔ اور سیر کی ابتدا عالم امر سے کی ہے۔
بخلاف اکثر دوسرے طریقوں کے کہ ان کی سیر عالم خلق سے شروع ہوتی ہے۔ اس طریق

میں سلوک کی تمام منزلیں جذبہ کے مراتب طے کرنے کے ضمن میں ہی قطع ہو جاتی ہیں اور عالم خلق کا سیر عالم امر کے سیر میں ہی بالتبع میسر ہو جاتا ہے۔ اس طریق میں زیادہ تر افادہ خاموشی میں ہے۔ اور ان حضرات کی توجہ ابتدا ہی سے احدیت مجردہ کی طرف سے ہے۔ چونکہ ذکر خفی کو ذکر جہر پر ستر درجہ زیادہ فضیلت ہے۔ مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر ہمارے خاندان عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے مشائخ کرام نے مجرد اثبات یعنی اسم ذات کے ذکر کو اختیار فرمایا: کیونکہ یہ جذبہ کیلئے نہایت ہی مفید بلکہ بمنزلہ اکسیر ہے۔ اور یہی انتہا ہے۔ اسی لیے اس کو مقدم رکھا گیا ہے۔ اور اس کے کرنے کا طریق اس طرح ہے کہ منہ بند کر کے زبان تالو سے لگائے آنکھیں بند کر لے اور قلب کی طرف متوجہ ہو کر نہایت شد و مد کے ساتھ زیر تاف سے اسم اللہ کو کھینچ کر دماغ تک لے جائے اور جو سانس باہر آتا ہے اس سے خوب زور کے ساتھ ”ھو“ کی ضرب دل پر لگائے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بیچون و بے مانند و بے مثال کا حضور ملحوظ رکھے۔ اور اپنے شیخ مقتدا کا تصور رکھے۔ ذکر کرتے وقت سانس کا روکنا نہایت لطف پیدا کرتا ہے۔ اور شرح صدر کیلئے بہت مفید ہے۔ اس طریق سے بہت جلد اطمینان قلبی حاصل ہوتا ہے۔ اور تمام خطرات و وساوس دل سے محو ہو جاتے ہیں۔ اور اسی پر مداومت و مواظبت کرنے سے تمام منازل بآسانی طے ہو جاتے ہیں۔ یہی وہ طریقہ ہے جس کے متعلق حضرت غوث صمدانی قطب ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس طریقہ علیہ میں ایک قدم چلنا دوسرے طریقوں میں ہزار قدم چلنے کے برابر ہے۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ تمام یاران طریقت کو اسی طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے مطابق تلقین فرمایا کرتے تھے۔ اور یہی طریق مروج ہے۔

بعض مشائخ نقشبندیہ نے نفی اثبات اور مجرد اثبات ہر دو طرح کا ذکر اختیار کیا ہے۔ بلکہ خود جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو راقم نے دیکھا کہ ہر دو طرح کے اذکار پر کار بند تھے۔ مگر طالبین کو وہی طریق بتلایا اور تلقین فرمایا کرتے جو اوپر درج کیا گیا ہے۔ اور اسی کو سب سے افضل و اقرب اور سہل فرمایا کرتے تھے۔ ایک وقت تھا کہ کچھ لوگ وہابی اور مخالفین و مانعین ذکر اللہ پیدا و ظاہر ہو گئے تھے۔ جو یا رسول اللہ کہنے والے کو مشرک اور

یا رسول اللہ کہنا شرک کہتے اور ذکر اللہ کو بدعت بتلاتے۔ اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کو آواز سے پڑھنا تو گویا ان کو توپ کا گولہ لگ جانے کے مترادف تھا۔ مصلحت وقت کی بنا پر حضرت صاحب رحمہ اللہ گاہ بگاہ کلمہ طیبہ کے فضائل بیان فرمایا کرتے تھے۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے جبکہ جناب قبلہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ نے رسالہ ”تجویز الرحمن ان تذکرہ بالترجل والاعلان“ ذکر جہر کے جواز میں مرتب فرمایا تھا۔

چونکہ یہ فضائل کلمہ طیبہ کے حضرت صاحب رحمہ اللہ کی زبان معارف بیان سے نکلے ہوئے تھے اس لئے مجھے بہت محبوب و مرغوب ہیں۔ اس میں کوئی شک اور کلام نہیں کہ جو ذکر زبان سے ہو اور دل کا بھی اس میں تعلق اور موافقت ہو۔ بڑی فضیلت رکھتا ہے اور اس میں کسی قسم کا نزاع اور خلاف نہیں۔ اور محض دوستوں کو معلوم کرانے کی خاطر درج ذیل کیے جاتے ہیں۔ ان کے پڑھنے سے دوست یہ نہ سمجھ لیں کہ قبلہ عالم حضرت صاحب رحمہ اللہ نے اسم ذات کے شغل باطنی کی تلقین کو ترک فرما کر اس کو اختیار کر لیا تھا اتنا جتلانے اور ظاہر کرنے کے بعد اب میں وہ فضائل جو وقتاً فوقتاً آپ سے سنے تحریر کرتا ہوں۔

ذکر فی اثبات یعنی کلمہ طیبہ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

کے فضائل جو حضرت صاحب رحمہ اللہ برائے ترغیب و تشویق یا ران طریقت بیان فرمایا کرتے تھے۔

فرمایا جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ نے کہ ذکر الہی کی فضیلت میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں۔ لا الہ الا اللہ بھی ذکر ہے۔ لیکن بعض وہ لوگ جو بموجب ارشاد باری تعالیٰ اذا ذکر اللہ وحده اشمازت قلوب الذین لا یؤمنون بالآخرۃ واذا ذکر الذین من دونہ اذا هم یستبشرون۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ کا ذکر وحدت کے ساتھ یعنی اکیلے کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل متنفر ہو جاتے ہیں۔ جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے۔ اور جب ذکر کیا جائے اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کا تبھی وہ لوگ خوش ہوتے ہیں۔ جن کے دلوں میں اس قسم کی بیماری اور مرض ہے وہ ہمیشہ معترض اور متنفر ہی رہتے ہیں لہذا چند خصوصی فضائل کلمہ

شریف کے بھی بیان کرتا ہوں تاکہ معترضین اور مخالفین کیلئے اتمام حجت کا موجب ہو۔
حدیث شریف میں آیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بارگاہ رب العالمین میں شرف تکلم حاصل تھا۔ ایک دن عرض کی کہ اے میرے مولا مجھے کوئی ایسا وظیفہ عطا فرمایا جائے جس کے ساتھ میں تیرا ذکر کروں اور تجھ سے دعا مانگوں۔ ارشاد ہوا قل لا الہ الا اللہ یعنی لا الہ الا اللہ کا ورد کیا کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے مالک کل عبادک یقولون هذا۔ یعنی تیرے بندے یہ وظیفہ پڑھتے ہیں۔ پھر دوبارہ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ پڑھ لا الہ الا اللہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کی۔ کہ اے میرے مالک میں تو چاہتا ہوں کہ مجھے کوئی خاص الخاص وظیفہ عنایت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ (علیہ السلام)! اگر ساتوں آسمان اور زمین ترازو کے ایک پلہ میں رکھے جائیں اور کلمہ لا الہ الا اللہ دوسرے پلہ میں تو لا الہ الا اللہ والا پلہ بھاری ہوگا۔ اس حدیث کو محدثین نے صحیح فرمایا ہے۔

علاوہ ازیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے۔ افضل الذکر لا الہ الا اللہ۔ کہ تمام ذکروں سے افضل ذکر کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ ہے۔ اس حدیث کو ابن ماجہ، ترمذی، ابن حبان اور نسائی وغیرہم نے روایت کیا ہے۔ اسی طرح دوسری روایت میں آیا ہے کہ فرمایا جناب نبی کریم ﷺ نے کہ افضل الذکر لا الہ الا اللہ وافضل الدعاء الحمد للہ یعنی سب ذکروں سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے اور سب دعاؤں سے افضل دعا الحمد للہ ہے۔

جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے جددوا ایمانکم بقول لا الہ الا اللہ یعنی تم ہر وقت اور ہر دم کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے پڑھنے سے اپنے ایمانوں کو تازہ کرتے رہو۔ تو معلوم ہوا کہ اس افضل الذکر لا الہ الا اللہ کے پڑھنے سے ایمان تازہ اور قلب روشن ہوتا ہے۔ ترمذی میں روایت ہے کہ جناب سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی آدمی لا الہ الا اللہ نہیں کہتا مگر اس کیلئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ عرش تک پہنچ جاتا ہے۔ جب تک کہ کبار سے بچا رہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جو شخص ملت رات
نہیں سوتا اور اللہ تعالیٰ کے کائنات کی مخلوق پر غور و فکر سے تمام
کائنات پر غور و فکر کرے۔ اللہ تعالیٰ کی شان و کرامت سے مستحضر رہے اور اللہ تعالیٰ کی
پسند و ناپسند سے ڈرے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو جنت میں داخل فرمایا۔
یہ روایت صحیح ہے۔ حضرت عوفی نے کرام و ارباب حریت
میں سے یہ روایت منقول فرمائی ہے۔ جیسے کہ روایت شمس الدین اوس قرظیب میں آیا
ہے۔ ایک دن ہم رسول کریم ﷺ کی خدمت میں تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا
تمہارے درمیان کوئی کتاب ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ نہیں۔ تو آپ ﷺ نے دروازہ
بند کرنے کا حکم فرمایا اور دروازہ بند کیا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے تمام صحابہ کرام کو فرمایا
ہاتھ اٹھاؤ اور بولنا۔ اللہ۔ صحابہ کرام نے کہ ہم نے ایک ساعت ہاتھ اٹھائے اور
لا الہ الا اللہ کہتے رہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا الحمد للہ۔ اللہم انک بعثی لہذہ
الکلمۃ وامرتنی بہا وعلتنی علیہا الجنة وانت لا تخلف المعیاد۔ پھر فرمایا
ابشر وافان اللہ قد غفر لکم۔ یعنی اے اللہ تو نے مجھے اس کلمہ طیبہ کے ساتھ مبعوث فرمایا
اور مجھے اس کا امر کیا اور اس پر جنت کا میرے ساتھ وعدہ کیا اور تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔
اے لوگو! خوش ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا۔ اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا
ہے۔

چونکہ قرآن کریم اور احادیث رسول عظیم ﷺ میں ذکر الہی کی بالعموم اور کلمہ طیبہ لا الہ
الا اللہ کی بالخصوص بہت فضیلت آئی ہے۔ لہذا مقبولان بارگاہ رب العالمین ہمیشہ یاد الہی
میں مستغرق و مشغول رہتے ہیں۔ انہیں تجارت خرید و فروخت وغیرہ امور دنیوی حق تعالیٰ کی
یاد سے غافل نہیں کرتے۔ انہوں نے اپنی زندگی کا اصل مدعا اور مقصد اعلیٰ اسی ذکر الہی کو
سمجھا ہوا ہے اور اسی میں لگے رہتے ہیں۔ خاموش بیٹھتے ہیں تو اسی کے ذکر و فکر میں۔ بات
کرتے ہیں تو اسی کی دھن میں۔ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے خلوت و جلوت سفر
و حضر بروبحر شام و سحر اسی کی یاد اور ذکر میں مست اور سرشار رہتے ہیں۔ کسی کی مدح و ذم کی

پر و انہیں کرتے۔ ان کا مقصود و مطلوب رضائے خالق ہوتا ہے۔

فقیر کو بعض اوقات تعجب اور افسوس ان مدعیان عمل بالحدیث و ذی علم و فضل اشخاص پر آتا ہے جو بزم خود علمائے کرام کے زمرہ میں داخل ہیں اور جس ذکر کو جناب رسول اللہ ﷺ افضل فرمائیں۔ جس ذکر کو پروردگار عالم اپنے خاص برگزیدہ پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی استدعا و عرض اور طلب ذکر خصوصی پر کمال مہربانی اور شفقت سے پڑھنے کو ارشاد فرمائیں۔ اور اس کی فضیلت بیان کریں۔ آج اسی ذکر کو یہ حضرات سننا گوارا نہیں کرتے بلکہ بدعت اور شرک کہتے ہیں۔ حق تعالیٰ ایسے لوگوں کو سمجھ عطا فرمائے اور حقیقت و اصلیت ان پر ظاہر کر دے۔ آمین۔ مانعین ذکر لا الہ الا اللہ کیلئے وعید شدید ہے کہ حکم الہی سے روکتے ہیں۔ شرح مصفا میں مذکور ہے کہ حضرت سیدنا امام الہمام نعمان بن ثابت امام اعظم رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا ان لوگوں کے متعلق جو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے باواز بلند پڑھنے سے منع اور بند کرتے ہیں بعد ادائے نماز کے۔ پس فرمایا سیدنا امام اعظم رحمہ اللہ نے کہ وہ رافضی ہیں اس لئے کہ اس قول میں مخالفت ہے۔ فعل جناب نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ مع صحابہ بعد ادائے نماز فریضہ ساتھ کلمہ طیبہ کے جہر فرمایا کرتے تھے یعنی باواز بلند کلمہ طیبہ پڑھا کرتے تھے۔ اس سے ذکر جہر کا جواز اور ثبوت بھی ظاہر ہو گیا۔

فرمایا جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ نے کہ نسیان کثیر کے حجاب اور اس مرض کے تمام آفات ذکر کثیر ہی کے علاج سے دور ہو سکتے ہیں۔ لا الہ الا اللہ کے ذکر کا اختصاص ظاہری تو ارشاد نبوی افضل الذکر لا الہ الا اللہ سے ہے۔ مگر باطنی طور پر بھی اس میں ایک حکمت ہے۔ ایک دن فقیر قرآن مجید تلاوت کر رہا تھا جب آیت الیہ یصعد الکلم الطیب پر پہنچا تو اس میں کچھ غور و فکر کیا کہ وہ کلمات طیبات جو اس کی طرف صعود کرتے ہیں۔ کیا ہیں؟ تھوڑی دیر غور و تدبر اور تفکر کرنے کے بعد ظاہر ہوا کہ وہ کلمہ طیب لا الہ الا اللہ ہے۔ اسی کلمہ طیبہ کو بارگاہ الہی کی طرف راہ حاصل ہے۔ نسیان عن ذکر اللہ کی مرض اور بیماری کو بغیر معجون نفی اثبات اور کوئی دوائی دور نہیں کر سکتی۔

لا الہ الا اللہ کی فضیلت میں فرمایا جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کہ جس نے خلوص قلب اور صدق نیت سے لا الہ الا اللہ پڑھا وہ جنت میں جائے گا۔ اگر اس کے گناہ زمین کی خاک کے برابر کثرت سے ہوں تو بھی جب وہ صدق و خلوص سے لا الہ الا اللہ پڑھے گا بخش دیا جائے گا۔

کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے متعلق جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ الم تر کیف ضرب اللہ مثلاً کلمۃ طیبۃ کشجرة طيبة اصلها ثابت و فرعها فی السما توئی اکلها کل حین باذن ربها الخ بوساطت جناب رسالت مآب ﷺ امت کو خطاب ہے کہ کیا نہیں دیکھا کہ حق تعالیٰ جل شانہ کیسی عمدہ مثال بیان فرماتا ہے۔ کلمہ طیبہ کی مثال ایک ایسے ہونہار درخت کی ہے جس کی جڑ مضبوط اور قائم ہے ایسی کہ ہرگز اکھڑ نہیں سکتی۔ یہ کلمہ طیبہ ایک ایسی حق مسلم اور مدلل شے ہے کہ کسی کے ہٹائے ہٹ نہیں سکتی۔ کسی کے مٹائے مٹ نہیں سکتی۔ شاخیں اس کی آسمان پر ہیں۔ ہر جگہ اس کی شان بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ ہمیشہ حق کا سر بلند اور دلیل غالب ہوا کرتی ہے۔ اس کی مثال اس درخت کی طرح ہے جو ہر موسم اور ہر فصل بلکہ ہر وقت پھل دے۔ ویسے ہی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کا فائدہ بھی ہر لمحہ و ہر آن جاری و ساری ہے۔ دنیا میں بھی اور قبر میں بھی۔ آخرت میں بھی۔ ایک دفعہ ایک شخص نے جناب رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی کہ جناب مالدار اور اغنیاء بہت ثواب لے گئے کیونکہ صدقات و خیرات بہت کچھ کرتے رہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بھلا بتا تو سہی کہ اگر تمام دنیا کا مال و اسباب اوپر تلے رکھا جائے تو آسمان تک پہنچ جائے گا۔ خود ہی آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ میں تجھے ایسا عمل بتا دوں جس کی جڑ زمین میں اور شاخیں آسمان پر ہیں۔ اور پھر فرمایا کہو۔ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔

فرمایا کہ درمنثور میں من جاء بالحسنة فله عشر امثالها کی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا بہترین حسنہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کا کہنا ہے۔ ایک نیکی میں ویسی ہی دس نیکیوں کا تو عام وعدہ ہے۔ باتفاق مسلم ہے۔ کہ کوئی نیکی رضا و محبت الہی سے افضل

نہیں۔ پھر جو اپنے آپ کو فانی اور حق تعالیٰ کو باقی سمجھ چکے ہیں اور خالق کی رضا پر نثار اور اس کی لقا پر فدا ہو رہے ہیں انہیں یقیناً امیدوار رہنا چاہیے کہ حضرت رب العالمین محبوب بے نیاز کم از کم دس چھ ان سے زیادہ ان کی لقا اور خوشنودی کا مشتاق ہے۔ پس کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کہنے والے کو بدرجہ اولیٰ یہ یقین ہوتا ہے کہ اسی ذات وحدہ لا شریک لہ کو بقا ہے اور اسی کی لقا و رضا مقصود و مطلوب ہوتی ہے۔ کتاب ہدیۃ الحرمین میں بحوالہ عمدہ الا برار فتاویٰ سمرقندی اور شرح نوادر البرہانی باب الاذکار میں آیا ہے کہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے متعلق متصل بعد ادائے نماز فریضہ پڑھنے کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب نماز پڑھنے کے بعد متصل ایک بار کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ نمازی کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ دوسری مرتبہ پڑھنے پر ثواب ملائکہ کا عطا فرماتا ہے۔ یہاں سے علاوہ فضائل کلمہ طیبہ کے جواز بالجہر بھی ثابت ہے۔ بعض مفسرین نے آیۃ قل امر ربی بالقسط و اقیموا وجوہکم عند کل مسجد و ادعوا مخلصین لہ الدین کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اے نبی کریم ﷺ آپ رضی اللہ عنہ تمام مخلوق کو کہہ دیجئے کہ مجھے میرے رب نے فرما دیا ہے کہ انصاف کرو۔ یعنی توحید کرو جو کہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کا کہنا ہے اور اپنا منہ سیدھا قبلہ رو کرو یعنی دل اللہ تعالیٰ سے لگاؤ۔ اور پکارو اللہ تعالیٰ کو۔ اس طرح کہ سوائے اس کے دوسرا ملحوظ و مقصود نہ ہو۔ دین خالص اسی کیلئے ہو اور یہ بھی اسی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ سے مفہوم ہوتا ہے۔ ضحاک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قسط بمعنی توحید ہے۔ اس لئے کہ انصاف یہی ہے کہ حق کہیں۔ اور کلمۃ الحق یہی توحید کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ ہے۔ ایسے ہی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مراد لا الہ الا اللہ ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا شہد اللہ انہ لا الہ الاہو والملئکہ واولو العلم قائماً بالقسط۔ یعنی یہاں پر بھی اللہ تعالیٰ اور فرشتے اور صاحبان علم کی شہادت اسی توحید کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے متعلق ہے۔

نیز آیت میں ادعوا مخلصین لہ الدین جو آیا ہے تو خلوص ضروری امر ہے۔ خلوص اور اس کے درجات و مراتب متفاوت ہیں۔ خلوص در عمل تمام افعال غیر مشروع کے

لگاؤ سے پاک شرک کفر بدعت و معاصی سے دور رہنا ہے۔ اور یہ مقام تقویٰ ہے۔ خلوص اہل یعنی سوائے خداوند کریم کے نہ کسی سے نفع کی امید نہ ضرر کا خوف۔ یہ مقام طالبین ہے۔ خلوص قصد نفس باغی ہو یا منقاد۔ مگر غیر خدا نہ مقصود ہو۔ نہ مراد۔ یہ شیوہ مجاہدین ہے۔ خلوص قلب یہ کہ دل ہی کسی طرف نہ جھکے یہ شان عاشقین ہے۔ خلوص محض غیر کا ذکر و لحاظ ہی نہ آئے۔ اثر سے بحث نہ قبول سے غرض نہ اس کے عدم سے تعلق نہ وجود سے کام۔ بمصدق۔

بیدار جاں ز جاں مشغول
بذکر حبیب از جہاں مشغول
نہ پرواے کس شاں نہ سوداے کس
نہ در کج توحید شاں جائے کس

اور یہ مقام خاص الخاص صدیقین کا ہے۔ خیر ذکر تو کلمہ طیبہ کے فضائل کے متعلق تھا۔ اسی ضمن میں کچھ خلوص کا بھی بیان آ گیا۔ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی فضیلت کے متعلق ترمذی میں بروایت عمرو بن شعیب آیا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: افضل ما قلت انا والنبیون من قبلی یعنی جو کچھ میں نے اور مجھ سے پیشتر انبیاء علیہم السلام نے کہا ہے۔ اس میں سے افضل یہ قول لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ ہے۔ نیز فرمایا کہ جو کوئی ہر روز سو بار لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ لہ المملک ولہ الحمد وهو علی کل شیء قدير کہے گا۔ اس کیلئے دس بردے (غلام) آزاد کرنے کے برابر ثواب ہوگا۔ اور سونکیاں اس کے واسطے لکھی جائیں گی۔ سو برائیاں اس کی دور کی جائیں گی۔ اور اس روز شام تک وہ شیطان سے پناہ میں رہے گا۔ اور اس کے عمل سے بڑھ کر اور کسی کا عمل نہ ہوگا۔ ابو یعلیٰ و طبرانی اور بیہقی میں بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہما آیا۔ کہ فرمایا جناب آنحضرت ﷺ نے کہ لا الہ الا اللہ کہنے والے کو نہ قبر میں وحشت ہوگی اور نہ قبر سے اٹھتے وقت۔ گویا کہ میں ان کو دیکھ رہا ہوں کہ نفخ صور کے وقت اپنے سروں سے مٹی جھاڑ رہے اور منہ سر صاف کر رہے ہیں اور یہ کہتے ہیں الحمد للہ الذی اذهب عنا الحزن ان ربنا لغفور

شکور یعنی حق تعالیٰ کا حمد و احسان اور شکر ہے کہ جس نے ہم سے حزن و غم دور کیا۔ بیشک ہمارا رب بخشنے والا اور قبول کرنے والا ہے۔ علاوہ اس کے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی فضیلت کے بارہ میں بروایت ابوسعید رضی اللہ عنہ مروی ہے۔ کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہ اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو نیکی تم کرو گے وہ قیامت کے دن میزان میں وزن کی جائے گی۔ مگر کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کہ اس کیلئے ترازو نہیں رکھی جائے گی۔ بدیں وجہ کہ اگر یہ کلمہ طیبہ ترازو کے ایک پہلو میں رکھا جائے اور دوسرے پہلو میں ساتوں آسمان و زمینیں اور مافیہا رکھے جائیں تب بھی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ والا پہلو بھاری رہے گا۔ کس قدر فضیلت اور بزرگی ہے۔ ایک حدیث شریف ابومنصور از مسند فردوس اور ابویعلیٰ بروایت حضرت انس لائے ہیں۔ کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ جو شخص قریب المرگ ہو اور اس پر نزع کے آثار طاری ہوں اس کو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔ کہ وہ گناہوں سے پاک کرتا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ مرنے والوں کیلئے ہے۔ زندوں کیلئے کیا صورت ہے۔ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ان کے حق میں یعنی زندوں کیلئے زیادہ تر پاک کرنے والا ہے گناہوں اور برائیوں سے۔ ایک اور حدیث شریف جس کو بخاری نے بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حاکم نے بروایت ابو امامہ بیان کیا ہے اس میں بھی فضیلت کلمہ طیبہ کی بہت آئی ہے۔ اور مانعین و غافلین کیلئے وعید بھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ فرمایا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ بیشک تم سب جنت میں جاؤ گے۔ مگر جو شخص بانکار پیش آوے اور اللہ تعالیٰ سے ایسا بدلے جیسے اونٹ اپنے مالک سے بدل جاتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اللہ تعالیٰ سے بیکار کون پیش آتا ہے۔ فرمایا کہ جو لا الہ الا اللہ نہ کہے۔ پس تم لا الہ الا اللہ کہنے کی کثرت کرو پیشتر اس سے کہ تم میں اور اس کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ میں آڑ کر دی جائے۔ کیونکہ یہی کلمہ توحید اور کلمہ اخلاص اور کلمہ تقویٰ اور کلمہ طیبہ اور دعوة الحق اور عروۃ الوثقیٰ ہے۔ اور جنت کی قیمت اور دام بھی یہی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔

ایک دن فرمایا جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ ہمارے سید و آقا حضرت غوث

صدانی قطب ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ سب سے بڑھ کر عبادت کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ یعنی ذکر نفی و اثبات ہے۔ کیونکہ افضل و راجح نہ ہو۔ جبکہ اس کا ایک کلمہ تمام ماسوائے حق یعنی آسمانوں زمینوں اور عرش و کرسی و لوح و قلم اور عالم و آدم کی نفی کرتا ہے۔ اور اس کا دوسرا کلمہ معبود برحق کا اثبات کرتا ہے جو زمین و آسمان و مافیہا کے پیدا کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے غضب کو دور اور رفع کرنے کیلئے اس کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ سے بڑھ کر زیادہ فائدہ مند اور کوئی چیز نہیں۔ خیال کرو اور سوچو کہ جب یہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ دوزخ میں داخل ہونے کے غضب کو تسکین کر دیتا ہے تو اور تمام غصے اس سے کم درجہ کے ہیں۔ ان کے متعلق بطریق اولیٰ و انسب تسکین کر دیتا ہے اور پھر تسکین کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کیوں نہ کرے۔ جب بندہ اس کلمہ طیبہ کے تکرار سے ماسوائے حق کی نفی کرتا ہے اور تمام اطراف سے منہ پھیر کر اپنی توجہ کا قبلہ معبود حقیقی کو گردانتا ہے تو خالق کا غضب مبدل بہ رحمت و شفقت ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مختلف تعلقات اور توجہات ہی غضب کا باعث ہوتے ہیں۔ جن میں بند و مبتلا ہوتا ہے۔ جب وہ نہ رہیں تو غضب بھی نہ رہا۔ مثلاً جب مالک و آقا اپنے بندہ و غلام پر ناراض و غضبناک ہو جائے تو غلام اپنی حسن فطرت سے اپنی تمام توجہ کو سب اطراف سے پھیر کر پورے طور پر اپنے آپ کو مالک و آقا کی طرف متوجہ کر لے اور اس کے در پر گرا رہے تو مالک کو اپنے اس غلام و بندہ پر ضرور بالضرور شفقت و مرحمت آ جائیگی اور غضب و غصہ دور ہو جائے گا۔ ایسے ہی اس کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کو کہنے والا حق تعالیٰ جل شانہ کے غضب و غصہ سے دور اور اس کی رحمت و شفقت کے قریب ہو جاتا ہے۔ سیدنا و مولانا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کو رحمت کے ننانوے حصوں کے خزانہ کی کنجی جانتا ہوں اور جو آخرت کیلئے ذخیرہ فرمائے ہیں اور یقین رکھتا ہوں کہ کفر کی تمام ظلمتوں اور شرک کی کدورتوں کو دور کرنے کیلئے اس کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ سے بڑھ کر زیادہ اور کوئی کلمہ شفیع نہیں ہے۔ جس شخص نے اس کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی تصدیق کی اور ذرہ بھر بھی ایمان حاصل کر لیا اور پھر منہیات و معاصی میں بھی مبتلا ہوا تو امید ہے کہ اس کلمہ طیبہ کی شفاعت سے اس کا عذاب دور ہو جائے گا اور

دوزخ کے دائمی عذاب سے اس کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے طفیل نجات پائے گا۔ اس کلمہ کی شفاعت ایسے ہی سودمند ہوگی جیسے کہ اس امت مرحومہ کے تمام کبیرہ گناہوں کے عذاب دور کرنے میں آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نافع اور فائدہ مند ہوگی۔

حضرت صاحب رحمہ اللہ کلمہ طیبہ کی فضیلت بیان فرما رہے تھے کہ ایک شخص معترض ہوا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنة۔ تو پھر جس نے ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہہ لیا وہ تو جنت میں داخل ہو جائے گا۔ باقی یہ اعمال نماز روزہ اور ذکر و مراقبہ وغیرہ کی کیا ضرورت ہے۔ اس پر حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تصدیق قلبی اور خلوص سے کہنے والا بیشک داخل جنت ہوگا اور جو شخص خلوص اور تصدیق قلبی سے کہے گا تو اس کے کہنے کا نتیجہ بھی یہی برآمد ہوگا کہ وہ مکمل طور پر پابند شریعت بن جائے گا۔ افسوس ہے کہ اکثر کوتاہ نظر اور کج فہم لوگ تعجب کرتے ہیں کہ ایک بار کلمہ طیبہ کہنے سے جنت میں داخل ہونا کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ آنکھوں کے اندھے اس کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے فیوض و برکات سے واقف نہیں۔ اسی پر حضرت سیدنا و مولانا مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ مجھے ایسا محسوس ہوا ہے کہ اگر تمام جہان کو اس کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے ایک بار کہنے سے بخش دیں تو بھی ممکن ہے۔ نیز یہ بھی مشہود ہوتا ہے کہ اگر اس کلمہ پاک لا الہ الا اللہ کے برکات کو تمام جہان میں تقسیم کریں تو ہمیشہ کیلئے سب کو کفایت کرے اور سب کو سیراب کر دے۔ اے مولا۔ اے خالق تو ہم کو اس کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے فیوض و برکات اور اسرار و نکات سے محروم نہ رکھ اور ہم کو اس پر اور اس کی تصدیق پر ثابت قدم رکھ اور ہم کو کل بروز قیامت اس کی تصدیق کرنے والوں کے ساتھ اٹھا اور اس کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ اور اس کے پہنچانے والوں کی سفارش ہمارے حق میں قبول فرما اور ان کے طفیل ہم سب کو جنت میں داخل کر کے اپنے لقا کی نعمت نصیب فرما۔ آمین۔ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی فضیلت میں جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب ولی اللہ کی نظر سیر فی اللہ میں رہ جاتی ہے اور ہمت کے پروبال جواب دے بیٹھتے ہیں غیب کے ساتھ معاملہ پڑتا ہے تو اس منزل و مقام

پر یہی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ رہنمائی کر سکتا ہے۔ یہ منزل سوائے اس کلمہ طیبہ کے پاؤں کے طے نہیں ہو سکتی۔ وہاں اسی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی امداد و اعانت سے مسافت قطع کی جاتی ہے۔ یہی حضرات سلف صالحین کا بتایا ہوا علاج ہے بلکہ اس کلمہ طیبہ کی فضیلت اس سے معلوم کرو کہ سیدنا و مولانا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں اب اس آرزو کے بغیر اور کوئی خواہش نہیں کہ کنج تنہائی میں بیٹھ کر کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے ذکر سے محظوظ اور متلذذ ہوتا رہوں۔ مگر کیا کروں کہ تمام خواہشیں پوری نہیں ہو سکتیں۔ اور خلقت کے غلط ملط سے چارہ نہیں۔ خیال کرو کہ ایسی برگزیدہ خدا و پسندیدہ رسول خدا عظیم الشان ہستی جس ذکر کے متعلق اتنی فضیلت جانے۔ وہاں ہم جیسے ضعیف و عاجز انسانوں کو کہاں یارا۔ کہ اس کی فضیلت کا حقہ بیان کر سکیں۔ المختصر یہ کہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ شریعت طریقت و حقیقت کا جامع ہے۔ اسی سے نفس امارہ نفس مطمئنہ ہو کر پاک و صاف بنتا ہے۔ اور ولایت کے تمام کمالات اسی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ لہذا انسان کو لازم ہے کہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے ذکر سے اپنے اوقات کو آباد رکھے اور کسی سے کچھ تعلق نہ رکھے۔ اس کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے تکرار سے تمام خواہشات کو سینہ کے میدان سے نکال کر صاف کر دے تاکہ سوائے ایک کے اور کچھ مقصود و مطلوب اور محبوب نہ ہو۔ اگر دل ذکر کرنے سے تھک جائے تو زبان کے ساتھ پوشیدہ طور پر شروع کر دے اور ذکر میں لگا رہے۔ غافل نہیں ہونا چاہیے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے جو دم غافل سو دم کافر۔

کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی فضیلت میں فرمایا حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ سالک کیلئے اس سے بہتر اور کوئی ذکر نہیں۔ سوائے اس کے اور کسی ذکر سے قلب کی صفائی تمام خطرات کا رفع ہونا۔ حضور قلب اور ذوق و شوق میں اضافہ حاصل نہیں ہوتا۔ سالک کیلئے بڑا ضروری بلکہ لازم ہے کہ شب و روز لا الہ الا اللہ کے ذکر میں شاغل رہے تاکہ اس کے تکرار اور بار بار پڑھنے سے توحید کی صورت دل میں جم جائے اور ماسوا و غیر اللہ کی گرفت سے آزادی حاصل ہو جائے۔ مندرجہ ذیل حدیث شریف کے ترجمہ سے ہوش رسا اور سننے والے کان رکھنے والے احباب اس ذکر کی فضیلت کا اندازہ لگائیں۔ وہ یہ ہے کہ حضرت علی

کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا طریقہ عمل ارشاد فرمائیے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک و قریب کرنے والا ہو۔ اور اس کے حضور میں بہت ہی بزرگ ہو۔ اور بندوں کیلئے زیادہ آسان ہو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے علی (رضی اللہ عنہ) آپ کو خبر ہے کہ کس چیز کے ذریعہ سے میں اللہ تک پہنچا ہوں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیک وسلم! فضیلت ذکر فی الحقیقت ایسی ہی ہے۔ حالانکہ سب لوگ ذکر ہی کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: روئے زمین پر جب تک کوئی اللہ اللہ کرنے والا رہے گا قیامت برپا نہ ہوگی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں کیونکر ذکر کروں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مجھ سے سن۔ یہاں تک کہ میں متواتر اس کو تین مرتبہ پڑھوں۔ پھر تم اس کو تین مرتبہ پڑھو۔ اور میں سنوں۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے پڑھا۔ لا الہ الا اللہ۔ لا الہ الا اللہ۔ اس کے بعد اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آنحضرت ﷺ کو سنایا۔

یہ اسی کلمہ طیبہ کی برکت و فضیلت ہے کہ ہزار برس کا کافر ایک بار بصدق دل پڑھنے سے دوزخ کی آگ سے نجات پا جاتا ہے اور بہشت کا مستحق بن جاتا ہے۔ یہی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ دردمندوں کے زخموں کی مرہم اور مسکینوں کے دکھ کی دوا ہے۔ اور یہی عاشقان صادقان کا شغل اور مشتاقوں کا غمگسار ہے۔ یہی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ ہے جو اپنے پڑھنے والوں کیلئے فرش زمین سے لے کر عرش بریں تک نور علی نور کر دیتا ہے اور ان کو مقام اعلیٰ علیین تک پہنچا دیتا ہے۔ مگر دوستو یاد رکھو ہر ایک عمل میں جس قدر صدق اخلاص اور محبت ہوں گے اسی قدر اس پر ثمرات و درجات مترتب ہوں گے۔ جتنا زیادہ اخلاص ہوگا اسی قدر زیادہ قبولیت ہوگی اور اس قدر زیادہ روحانی سرور اور غیبی فتوحات میں اضافہ ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا کہ حق تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کے کون سے فعل و عمل کو سب سے زیادہ پسند فرمایا: جس کے طفیل آپ علیہ السلام کو غیبی علوم سے واقف کیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا میں نے جو عمل کیا اس کے اجر کا طمع نہیں

رکھا۔ آخر کار اس بے مثل و بے نیاز نے اتنی نعمت عطا فرمائی کہ وہ ہرگز ہرگز گنتی میں نہیں آ سکتی۔ سو دوستو! اخلاص و محبت کو اپنا وتیرہ بناؤ۔ اب فضائل ذکر کو بوجہ طوالت ختم کرتا ہوں۔ قبلہ عالم حضرت صاحب رحمہ اللہ کی زبان معارف بیان سے جو فضائل ذکر سننے میں وقتاً فوقتاً آتے رہے وہ تمام لکھنے سے یہی باب فضائل ذکر ایک کتاب بن جائے گی اور اصلی مطلب بہت دور جا پڑے گا۔ ان فضائل کے درج کرنے کے بہت سے فائدے تھے جن کی بنا پر ایسا کیا گیا۔ اول تو یہ کہ سیدی و مولائی جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمہ اللہ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ہیں۔ اگرچہ قرآن مجید کی آیات اور احادیث و اقوال بزرگان ہی ہیں۔ جن کے متعلق خود ہی حضور فرمایا کرتے تھے۔ بھائی میں خود اپنے پاس سے کچھ نہیں کہتا جو کچھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے فرمایا: یا بزرگان دین نے کہا وہی کہتا ہوں۔ پیشوا کے فرمائے ہوئے کلمات طیبات پڑھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بالمشافہ فرما رہے ہیں۔

دوسرے جب ذکر کی فضیلت معلوم ہوگی تو طالب کے دل میں ذوق و شوق اور ولولہ و جذبہ پیدا ہوں گے۔ جو اس راہ میں عمدہ ترین معاون ہیں۔ اور ذکر فضیلت معلوم کر کے قوی ہمت ہو جائیں گے اور ان کی طلب و محبت میں اضافہ و زیادتی ہوگی۔ بدیں وجہ تمام مومنین و مسلمین بالعموم اور یاران طریقت۔ بالخصوص اس بیان کو ہفتہ عشرہ میں ایک مرتبہ ضرور پڑھ لیا کریں تاکہ ذوق و شوق اور رغبت ذکر الہی کی ہر دم تازہ رہیں۔

گا ہے گا ہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

فضائل حلقہ ذکر اور اس مبارک مجلس کے اور ختم خواجگان رحمہم اللہ کے متعلق جو حضرت صاحب رحمہ اللہ بیان فرمایا کرتے تھے وہ کیفیت حلقہ ذکر کے بعد درج کیے جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اب کیفیت حلقہ ذکر درج کی جاتی ہے۔ وہ ہذا۔

کیفیت حلقہ ذکر

جب تمام یاران طریقت و احباب مخلصین مجلس مبارک میں حاضر و جمع ہوتے۔ تو خود جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمہ اللہ بحیثیت صدر مجلس جیسے کہ مشائخ عظام کا قاعدہ ہے۔

تشریف فرما ہوتے اور تمام معتقدین و مریدین اور حاضرین کو باادب دوزانو بیٹھ جانے کو ارشاد فرماتے۔ پھر قرآن مجید کی آیات طیبات ام الکتاب تلاوت فرماتے۔ اور درود شریف و استغفار خود بھی پڑھتے۔ دوستوں کو بھی پڑھنے کا حکم فرماتے۔ اور تمام حاضرین و سامعین کو مخاطب کر کے فرماتے۔ اپنی ارادت کو صادق بناؤ۔ اپنے قلوب کو وساوس اور خطرات غیر سے صاف کرو۔ اور حضور قلب سے ذکر الہی میں شاغل ہو۔ گزشتہ گناہوں اور غفلت پر بتضرع و زاری کناں عفو و کرم طلب کرو۔ اور آئندہ گناہوں اور غفلت سے بچنے کی ہمت و توفیق طلب کرو۔ دنیائے دوں اور اس کے عوالم و علاق کو دلوں سے نکال کر ہمہ تن خالق کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اور غور و خوض سے سنو۔ اس کے بعد جس دوست کو آپ ارشاد فرماتے۔ وہ حکایات الصالحین یا فیوض یزدانی سے حضرت سیدنا غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ حسنہ یا کسی اور تصوف کی کتاب سے بآواز بلند پڑھتا تا کہ تمام مجلس سن کر مستفیض و مستفید ہو سکے۔ جہاں جہاں مدقق عبارت اور حال ہوتا وہ خود شرح فرماتے جاتے۔ ایک گھنٹہ یا ڈیڑھ گھنٹہ تک یہ درس جاری رہتا۔ تو پھر حلقہ ذکر ہوتا۔ دوستوں کو ارشاد فرماتے۔ دل کی طرف متوجہ ہو کر ذکر الہی میں مشغول ہو جاؤ۔ موت اور قبر کو یاد کرو۔ دنیائے دوں سے متنفر کرنے اور خالق کی یاد و محبت پر ابھارنے والے اشعار اور کلمات طیبات موقع بہ موقع ارشاد فرماتے جاتے۔ اور ایسی توجہ حاضرین پر مبذول فرماتے کہ جس کے اثر سے اہل مجلس تو درکنار ایسا معلوم و محسوس ہوتا کہ درود یواری بھی جذبہ اور وجل کی حالت میں ہیں۔ حاضرین مجلس پر ایسا اثر ہوتا کہ جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ کیفیت قلبی اور حال کو احاطہ تحریر میں لانا اور کما حقہ بیان کرنا ناممکن نہ ہو تو محال ضرور ہے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا۔ کہ مخالفین و معترضین امتحاناً آئے اور سچے دل سے معتقد ہو کر گئے۔ اور بزبان و دل مقرر ہوئے کہ واقعی اہل دل کی نظر اکسیر ہے کہ جس پر پڑتی ہے کام کر جاتی ہے۔ مردہ دل آ کر بیٹھے اور زندہ دل ہو کر اٹھے۔ بقول شاعر۔

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس انکی

الہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

بحالت حلقہ ذکر اکثر آپ حضرت سیدنا مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے یہ اشعار پڑھتے۔

ہر روز باشی صائما ہر لیل باشی قائما
در ذکر باشی دائما مشغول شو در ذکر ہو

چونکہ یہ اشعار جمعہ المبارک کے بعد حلقہ ذکر کی کیفیت میں درج ہو چکے ہیں لہذا یہاں دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

جب جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ توجہ دیتے۔ سبحان اللہ و بحمدہ۔ آپ کی توجہ میں کیا برقی تاثیر تھی کہ حاضرین مجلس کے قلوب سے ماسوائے اللہ کے نقوش کو ایک ہی توجہ میں صاف و پاک کر دیتی تھی۔ اور حاضرین مجلس نسبت باطنی کے کوائف اور فیوض و فوائد حاصل کر کے جاتے تھے۔ جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ کے وہ برجستہ کلمات طیبات اور باموقع اشعار سن کر باطنی صفائی اور اطمینان قلبی کی نعمتیں میسر ہو جاتی تھیں۔ آپ کے پُر از محبت اور ولولہ انگیز مذکورات باطنی تغیر کا موجب ہو کر آنکھوں سے ذوق و شوق کے آنسو بے اختیار رواں اور جاری کر دیا کرتے تھے۔ آپ کی مجلس اس قدر برکات و فیوض سے پر ہوتی تھی کہ ایک مرتبہ کی حاضری سے بھی تصفیہ و تزکیہ قلب ہو جاتا اور طاعت الہی میں لذت و حلاوت اور بدعات و عصیاں سے نفرت پیدا ہو جاتی تھی۔ بہت سے سعادت مند لوگ جو قادر یہ و چشتیہ خاندانوں (سلسلوں) سے تعلق رکھنے والے آپ کی مجلس مبارک میں آ کر حاصر ہوتے تھے۔ وہ علی الاعلان کہتے کہ جو ظاہری و باطنی آداب و انوار برکات و تہذیب اور تزکیہ نفوس جناب حضرت صاحب کی صحبت اور مجلس میں حاصل اور نصیب ہوتے ہیں فی زمانہ اور کہیں نظر نہیں آتے۔

جب حلقہ ذکر ختم ہوتا دعا فرماتے۔ پھر کوئی ایک دوست اٹھ کر حمد و نعتیہ اشعار پڑھتا۔ اس کے بعد حافظ صاحب کو ارشاد ہوتا وہ قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ اور بعد تلاوت قرآن مجید دعائے خیر ہوتی۔ اور تمام دوستوں کو رخصت کی اجازت فرماتے۔ اور دوست روانہ ہو جاتے۔ خداوند کریم و علیم نے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمہ اللہ کو نسبت باطنی کے القا و ارشاد کی قوت بدرجہ اتم و اکمل عنایت فرمائی ہوئی تھی۔ طالبان راہ سلوک دور دراز

رہنے والے آپ کی غائبانہ توجہات سے بھی مستفیض و مستفید ہو کر ترقی کر کے درجہ کمال کو پہنچے ہیں۔ اور جیسے فیوضات حاضرین خدمت کو جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ کی خدمت میں رہ کر حاصل ہوتے تھے انہیں دور دراز فاصلے پر رہ کر ہی حاصل ہو جاتے تھے۔ جیسا کہ برما اور شان ریاست کے چند احباب جو بوجہ نہایت بعد مسافت حاضر خدمت نہیں ہو سکے آپ کی توجہات باطنیہ سے وہاں فائز المرام ہوئے ہیں۔ بالخصوص حاجی رحمت اللہ صاحب جو بوجہ بہت دور رہنے کے اکثر آپ کی توجہات سے بہرہ ور ہو کر بامراد ہوئے ہیں۔ الغرض آپ کی ہمت عالی اور بلیغ سعی سعید اسی امر میں مصروف رہی۔ کہ ہر وقت طریقہ انیقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو جہان میں ترقی و فروغ ہو۔ اور اس کے انوار سے جہان کو منور کر دیا جائے۔

سوالحمد للہ کہ بفضل خداوند کریم و رحیم جس طرف بھی نگاہ اٹھا کر دیکھا جائے ادھر ہی جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ کے وابستگان دامن کے انوار ہی انوار نظر آرہے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ثُمَّ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَتَمَّ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُمَّ زِدْ فِزْد۔ اب میں وہ فضائل مجلس اہل اللہ و محبت فی اللہ اور حلقہ ذکر تحریر کرتا ہوں۔ جو جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ برائے ترغیب و تحریص دوستان گاہ بگاہ بیان فرمایا کرتے تھے۔

فرمایا کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُونُوا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ یعنی اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے یعنی پرہیزگار اور نیکوکار بن جاؤ۔ اور صادقین سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ ان کی معیت و صحبت اختیار کرو۔ مفسرین نے اس آیت مجید کے نکات میں بیان فرمایا ہے کہ اس میں اشارہ ہے۔ کہ شیخ کامل اور اہل اللہ کی مجالست و موانست اور صحبت کو اختیار کرو اور ان کی محبت و تعشق اور ان پر جان نثاری کو لازم پکڑو تا کہ حق تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے بھی فیوض اور انعامات و کرامات مزید مبذول ہوتے رہیں۔ اس میں اس قدر فوائد ہیں کہ کچھ شمار نہیں۔ فی اللہ دوستوں پیر بھائیوں اور یاران طریقت کا آپس میں ملنا جمع ہونا موجب از و یاد محبت الہی اور اضافہ ذوق و شوق ہوتا ہے۔ جو لوگ اپنی آرام طلبی کو بالائے طاق رکھ کر جسمانی اور مالی مشقت

اور تکلیف برداشت کر کے فقراء و اہل اللہ کے بزرگ و سترگ گروہ کی مجالس میں حاضر ہوتے ہیں دراصل وہی لوگ فَادْخُلْیَ فِیْ عِبَادِیْ وَاَدْخُلْیَ جَنَّتِیْ کے ارشاد پاک اور مژدہ و مبارکباد کے مستحق ہوں گے۔ اور یہ کوئی معمولی مرتبہ نہیں بلکہ مرتبہ عبودیت و عبدیت آخر مراتب اور اعلیٰ ترین مرتبہ ہے جو کہ بعد حصول اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اور اطمینان بغیر محبت و عقیدت اور بالخصوص صحبت و مجلس اہل اللہ کے ہرگز میسر نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے بعد حصول اطمینان حکم دخول عبودیت فرمایا گیا۔

لفظ ”کُونُوا“ دیکھ لے قرآن میں

حق نے فرمایا ہے ان کی شان میں

فرمایا جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ نے کہ مفسرین نے ”کونوا مع الصادقین“ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اصبحوا مع اللہ فان لم تطيقوا فمع من یصحب مع اللہ۔ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھو اگر یہ طاقت نہیں تو پھر ان لوگوں سے صحبت رکھو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھتے ہیں۔ یعنی ان کو معیت اللہ حاصل ہے۔ مفسرین و شارحین رحمہم اللہ نے تشریح فرمائی ہے۔ کہ یہاں اہل اللہ کی صحبت و مجلس کی طرف اشارہ ہے۔ میرے پیارے دوستو۔ اگر اس بات کے خواہشمند ہو کہ اہل دل بن جاؤ تو اہل دل درویشوں اور اہل ذکر فقراء کی مجالس میں بیٹھو تا کہ وہ اپنے انوار باطنی سے تمہیں بھی اہل دل بنادیں۔ سوائے اس برگزیدہ گروہ کی مجلس و صحبت اور ہم نشینی کے صاحب دل ہونا بہت دشوار ہے۔ یقین جانو کہ کوئی علم و عمل اور ریاضت و مجاہدہ اور خلوت اللہ تعالیٰ کے مقبول و برگزیدہ بندوں کی صحبت و مجلس سے بہتر نہیں۔ ان کی مجلس و صحبت کے متعلق حضرت مولانا صاحب نے کیا عمدہ فرمایا ہے۔

ہر کہ باادشاں نشیند یک دے	روز فردا او کجا دارد غم
عمر باخواہان ایں دولت شدند	سالہا مشتاق ایں صحبت شدند
صحبت نیکاں اگر باشد نصیب	دولت جاوید یابی اے حبیب
صحبت شاں خاک را اکیر کرد	لطف شاں درہر دے تاثیر کرد
سبزے سازند چو بے خشک را	بوئے مے بخشد رنگ مشک را

فرمایا جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ ایک مرتبہ کچھ اصحاب رسول اللہ ﷺ اکٹھے بیٹھ کر حلقہ ذکر کر رہے تھے کہ اسی اثنا میں آنحضرت ﷺ کا گزر وہاں پر ہوا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم لوگ یہاں کس لیے بیٹھے ہو؟ اصحاب کرام نے عرض کیا کہ ہم ذکر اللہ کر رہے ہیں اور اس کی تعریف کر رہے ہیں اور اس خالق کون و مکان کا شکریہ کر رہے ہیں کہ ہم کو اسلام کیلئے ہدایت بخشی اور ہم پر اس کے ساتھ بہت بڑا انعام فرمایا: آنحضرت ﷺ نے قسم دیکر دوبارہ فرمایا کہ کیا تم کو اسی بات نے بٹھایا یعنی ذکر اللہ اور خداوند کریم کی حمد و ثنائے۔ انہوں نے عرض کیا اللہ کی قسم ہم کو نہیں بٹھایا مگر اسی نے۔ یعنی جو کچھ پہلے عرض و بیان کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: خبردار خیال رہے میں نے تم کو از روئے تہمت اور جھوٹ کے قسم نہیں دی۔ بلکہ میرے پاس حضرت جبرائیل امین آئے اور انہوں نے مجھے خبر دی کہ تحقیق اللہ تعالیٰ تمہیں فرشتوں میں فخر سے یاد فرماتا ہے۔ اس حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور مجلس ذکر کی شمولیت کی فضیلت جو بیان ہوئی ہے کس قدر ہے۔ خیال کرو اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے۔ ایک اور حدیث شریف میں جس کو حضرت ابی ہریرہ والی سعید رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے اس طرح آیا ہے۔ کہ جب کوئی جماعت اللہ تعالیٰ کے ذکر کیلئے جمع ہو کر بیٹھتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے اس جماعت کے گرد احاطہ کر لیتے ہیں اور ان کو گھیر لیتے ہیں۔ اللہ کی رحمت کے آثار و انوار اس جماعت کو ڈھانپ لیتے ہیں اور ان پر تسکین اور حضور کا نزول ہوتا ہے۔ اس وقت جو نورانیت اور اطمینان قلبی اور حضور و دجتماعی اور ذوق و شوق ان کو حاصل ہوتا ہے یہ اسی کا اثر ہے۔ حق تعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنے ملائکہ میں یاد کرتا ہے۔ اور اپنے بندگان کی بڑائی و بزرگی اور فخر بیان فرماتا ہے اور اپنے بندوں کا فضل و کرامت فرشتوں پر ظاہر کرتا ہے۔ جو اپنے واسطے پرہیزگاری، پاکیزگی اور تسبیح و تقدیس کے مدعی تھے۔ اور انسانوں پر فتنہ و فساد اور خونریزی کا الزام دھرتے تھے۔ ایک اور حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے کہ حق تعالیٰ نے کچھ فرشتے مقرر فرمائے ہوئے ہیں۔ کہ اہل ذکر کی مجالس کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ جب کسی اللہ والوں کی مجلس کو دیکھتے ہیں کہ

وواقع ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں ہلموا الی حاجتکم
- کہ جہدنی اپنی حاجت کی طرف آؤ۔ کون کی حاجت ہے۔ معصوم ہو کہ ذکر کرنے والوں کی
ملاقات اور ذکر کا سنا ان کی حاجت ہوتی ہے۔ پھر فرشتے آ کر اپنے پروں سے ان کو حیر
سیتے ہیں۔ جب ان مجلس متفرق ہو جاتے ہیں۔ فرشتے آسمان پر جڑھ جاتے ہیں۔ حق
سبحانہ و تعالیٰ ان فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ میرے بندے کیا کہتے تھے۔ عرض کرتے ہیں
خدا یا وہ تیری تسبیح و تہلیل اور بزرگی و بڑائی بیان کرتے تھے۔ تیرا ذکر کرتے تھے۔ اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو پھر کیا کریں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں۔ اگر وہ دیکھ لیں
تو تیری عبادت اور تسبیح و تہلیل اور ذکر میں کثرت کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وہ کیا
مانگتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ تجھ سے جنت مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا
انہوں نے جنت کو دیکھا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں۔ اگر وہ جنت کو دیکھ لیں تو
اس کی حرص و طلب اور رغبت میں لگے رہیں۔ پھر اللہ کریم فرشتوں سے دریافت فرماتا
ہے۔ وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ دوزخ سے۔ ارشاد ہوتا
ہے کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے۔ عرض کرتے ہیں کہ نہیں۔ اگر تیرے بندے دوزخ
کو دیکھ لیتے تو اس سے بہت بھاگتے اور ڈرتے۔ ارشاد الہی ہوتا ہے۔ کہ میں تمہیں گواہ
رکھتا ہوں۔ کہ میں نے ان کو بخش دیا۔ تو ایک فرشتہ ان میں سے عرض کرتا ہے۔ کہ فلاں
شخص ان میں سے نہیں وہ کسی اور غرض و حاجت کیلئے آیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔
وہ تو ایسی قوم یعنی مجلس ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی برا نہیں ہے۔ یعنی میں نے ان
کے طفیل اس کو بھی بخش دیا ہے۔ اس حدیث شریف میں مجلس ذکر اور ذاکرین کی کس قدر
فضیلت ہے کہ ان کی صحبت میں بیٹھنے والا بھی اگرچہ ذکر میں شرکت کی نیت سے نہیں آیا۔
مگر اللہ کریم کے فضل و کرم اور ذاکرین کی صحبت کی برکت سے بخشش کا مستحق ہو گیا۔

فرمایا جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا
جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جو قوم محض اللہ کا ذکر کرنے کیلئے ایک جگہ جمع ہو

اور بجز رضا الہی ان کا اور کوئی مقصد و مطلب نہ ہو۔ تو ان کیلئے ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے۔ کہ اٹھو تمہارے گناہ بخشے گئے۔ اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل گئیں۔ اسی حدیث کو امام احمد صاحب نے بھی روایت کیا ہے۔ الحمد للہ کہ جیسے اس فقیر کے دوست محض حق تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کیلئے اتوار و جمعہ کے دن حلقہ ذکر کی شمولیت کیلئے دور دور سے آجاتے ہیں۔ اس حدیث سے اس قسم کے یاران طریقت کے ایک جگہ اکٹھے ہو کر ذکر الہی میں مشغول ہونے کا ثواب بیان کیا گیا ہے۔ کہ اللہ کریم ان کی تمام خطائیں معاف فرماتا ہے۔ اور جب ذکر کی مجلس سے اٹھتے ہیں تو گناہوں سے پاک ہو کر اٹھتے ہیں۔ یہ خاص کر صوفیائے کرام اور فقراء عظام کیلئے ہی اللہ کریم کا فضل و احسان ہے۔ کہ انہی کے ملنے والے ذکر الہی کی خاطر جمع ہوتے ہیں اور یہی گروہ ذکر کے حلقے کرتا ہے اور یہی ارباب طریقت کا گروہ ہے۔ کہ ہمیشہ ان کی مجالس ذکر الہی کی مجالس ہوتی ہیں۔ خداوند کریم فقیر کے دوستوں کو زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے کہ اس قسم کی مجالس کی برکات و فیوضات سے بہرہ ور ہوتے رہیں۔ مجلس ذکر میں شرکت و شمولیت کی فضیلت کا اندازہ اس سے لگاؤ کہ صرف ان کا ہم نشین بھی بفضل خدا کبھی بد بخت نہیں ہوتا۔ لایشفی جلیسہم۔

جناب قبلہ عالم سیدی و مولائی جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فی اللہ محبت کے متعلق فرمایا: کہ استاذ المفسرین حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ دہر کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حدیث قدسی میں یوں آیا ہے المتحابون فی اللہ لہم منابر من نور یغبطہم النبیون والشہدا۔ کہ جو لوگ اس دنیا میں محض لوجہ اللہ آپس میں دوستی اور محبت رکھتے ہیں ان کیلئے کل بروز قیامت نور کے منبر ہوں گے جن پر وہ جلوہ افروز ہوں گے۔ وہ منابر ایسی عظمت اور بزرگی والے ہوں گے کہ انبیاء و شہداء بھی دیکھ کر غبطہ فرمائیں گے۔ اس روز انبیاء و شہداء کو امت پر گواہی دیکر ان کو موقف سے اور اس دن کے ہول سے رہا کرانے کی فکر ہوگی۔ اور المتحابون فی اللہ کو اس سے کوئی علاقہ نہ ہونے کی وجہ سے فراغت کلی ہوگی۔ یہ تمام بزرگی اور عظمت فی اللہ محبت کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔ ایک اور حدیث شریف جس کے راوی حضرت ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ ہیں اس مضمون کی تائید اور تصدیق کرتی ہے۔ وہ

یہ ہے لیسن الله اقواماً يوم القيامة في وجوههم النور على منابر اللؤلؤ
يغبطهم الناس ليسوا بانباء ولا شهداء قال فجثا اعرابی علی رکتیہ فقال
یا رسول الله حلہم لنا نعرفہم قال ہم المتحابون فی الله من قبائل شبتی وبلا
دشتی یجتمعون علی ذکر الله یدکرونہ۔ یعنی حق تعالیٰ قیامت کے دن ایسی قومیں
پیدا و ظاہر فرمائے گا جن کے منہ اور چہروں پر نور ہوگا۔ موتیوں کے منبروں پر ہوں گے۔
لوگ ان کا غبطہ کریں گے۔ وہ نہ نبی ہوں گے نہ شہید۔ راوی بیان کرتا ہے کہ ایک بدوی
نے اپنے گھٹنوں کے بل ہو کر عرض گزاری۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! بیان فرمائیے
تاکہ ہم ان کو پہچان لیں۔ فرمایا وہ لوگ محض اللہ کی راہ میں محبت کرنے والے ہوں گے۔
جو مختلف قبائل و اقوام اور شہروں سے محض حق تعالیٰ کے ذکر کی خاطر ایک جگہ جمع ہو کر اللہ
کریم کا ذکر کرتے ہیں۔ اس حدیث شریف میں غور و خوض کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ
تمام فضیلت بھی فقراء اور اہل اللہ اور ان کے محبین و مخلصین ہی کا خاص حصہ ہے۔ کیونکہ اس
طریق پر جیسا کہ حدیث شریف میں بیان ہوا۔ سوائے صوفیائے کرام کے اور کبھی کسی فرقہ
میں ایسی مجلس نظر نہیں آئی۔ اللہ کریم کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ اس فقیر ضعیف کے
دوستوں کو اس فضیلت کا شرف حاصل ہے۔ مقامی یاران طریقت روزانہ اور قرب و جوار و
مضافات کے دوست ہفتہ میں ایک دو مرتبہ اور دور دراز کے فی اللہ مخلص دوست کم از کم
سال میں ایک مرتبہ عرس شریف کے موقع پر اس مبارک مجلس کی شمولیت سے فیوض و
برکات حاصل کرتے اور اس بڑی بھاری فضیلت سے مشرف ہوتے رہتے ہیں۔ ذَالِکَ
فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔

فرمایا جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ نے کہ مجلس ذکر کے بے انتہا فضائل ہیں۔ حضرت
انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے۔ اذا مردتم
برياض الجنة فارتعوا قالوا وما رياض الجنة قال حلق الذكر۔ یعنی جب تم جنت
کے باغوں میں پہنچو تو چرو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے عرض کی۔ کہ جنت کے باغ کیا
ہیں۔ فرمایا ذکر کے حلقے۔ فقیر کہتا ہے۔ کہ ذکر کا حلقہ یا ذکر کی مجلس ایک ہی چیز ہے۔ اس

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ذکر کی مجالس جنت میں پہنچانے والی ہیں۔ اور ذکر اللہ کی مجالس میں جو ذوق حاصل ہوتا ہے وہ بھی جنت کی نعمتوں کے ذوق کا نمونہ ہے۔ ایک حکیم نے کہا کہ خداوند کریم نے اس دنیا میں ایک جنت بنایا ہوا ہے۔ جو کوئی اس میں داخل ہو گیا اس کی دو جہان کی زندگی پاک و صاف ہو گئی۔ لوگوں نے پوچھا وہ بہشت کونسی ہے۔ اس نے کہا ذکر کی مجلس۔ جس مجلس کی یہ فضیلت ہو۔ اس سے محروم رہنا بڑی بدنصیبی اور سیاہ بختی اور نادانی ہے۔ ذاکرین کی مجلس و صحبت کے متعلق جناب سید الاولیٰین والاخرین علیہ السلام فرماتے ہیں: انه قال مجلس للصالح يكفر عن المومن الفی الف مجلس من مجالس السوء۔ یعنی کہ ایک نیک مجلس یا نیک آدمی کی مجلس مومن سے بیس لاکھ بری مجلس کا کفارہ ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی مومن بیس لاکھ بری مجالس میں بیٹھا ہو اور اس کے بعد ایک دفعہ کسی صالح بزرگ آدمی کی مجلس میں بیٹھے تو وہ تمام برائیاں دور ہو جاتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نیک اور صالح ہمنشین کی مثال کستوری رکھنے والے کی طرح ہے۔ اگر وہ کستوری نہ بھی دے تو اس کی خوشبو سے ضرور تیری طبیعت فائدہ اٹھاٹھے گی۔ اور برا ہمنشین مانند لوہار کی بھٹی کے ہے۔ کہ اگر چہ تیرے کپڑے نہ بھی جلیں پھر بھی اس کے دھوئیں سے تکلیف ضرور پہنچے گی۔ ایسے ہی حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی تھی۔ کہ جب تو کسی جگہ لوگوں کو اللہ کا ذکر کرتے دیکھے تو ٹوٹو بھی ان میں ضرور شامل ہو جا۔ اگر تو عالم ہوگا تو تیرا علم تجھے نفع دے گا اور اگر تو جاہل ہوگا تو وہ اہل مجلس کی صحبت تجھے علم سکھا دے گی۔ جب اللہ کریم اپنی رحمت سے ذاکرین کی طرف متوجہ ہوگا تو ان کی مجلس کے طفیل تجھ کو بھی اپنی رحمت وسیع میں ڈھانپ لے گا۔ اور جب تو ایسے لوگوں کو دیکھے جو ذکر نہیں کرتے تو ان میں مت بیٹھ۔ کیونکہ اگر تو عالم ہوگا تو تجھے علم نفع نہ دے گا۔ اور اگر تو جاہل ہوگا تو تیری جہالت و گمراہی اور زیادہ بڑھ جائے گی۔ اور شاید کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنا غضب اور قہر نازل کرے اور ان کی صحبت کی وجہ سے تو بھی غضب الہی میں گرفتار ہو جائے۔ کعب احبار رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے بھی اللہ والوں کی مجلس و صحبت کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ فرمایا کہ تحقیق حق تعالیٰ

نے خلقت کے پیدا کرنے سے پہلے عرش کے نیچے دو کلمے یعنی دو امر لکھے ہیں۔ جن کا علم فرشتوں کو بھی نہیں۔ اور میں ان کو جانتا ہوں۔ پوچھا گیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ دو باتیں کونسی ہیں۔ فرمایا اے ابواسحاق ایک تو یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے۔ کہ اگر کوئی آدمی تمام صالحین کے کام کرے اور اس کی صحبت و مجلس فاجروں اور بدکاروں سے ہو اس کو کل قیامت کے دن فاجروں اور بدکاروں کے ساتھ اٹھاؤنگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی تمام بدکاروں کے اعمال کرے اور پھر اس کی صحبت و مجلس صالحین اور نیک آدمیوں سے ہو اور ان کو دوست رکھتا ہو تو میں ان کی صحبت و مجلس کے باعث اس کے گناہوں کو بھی نیکیاں بنا دیتا ہوں۔ اور قیامت کے دن میں اس کو نیکوں اور ابرار کے ساتھ اٹھاؤنگا۔ اس حدیث شریف میں اہل اللہ اور ان کی صحبت و مجلس کی نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

آنچه زرے شود از پرتو آں قلب سیاہ
کیمیاست کہ در صحبت درویشان است

جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا پاک زمانہ تھا کہ کچھ لوگ مسجد شریف میں بیٹھے ذکر الہی میں مصروف تھے۔ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بازار کی طرف جانکے اور لوگوں کو کہا کہ تم اس جگہ بیٹھے ہو اور مسجد میں جناب آنحضرت ﷺ کی میراث تقسیم ہو رہی ہے۔ یہ سنتے ہی لوگوں نے مسجد کا رخ کیا اور بازار کو چھوڑ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آگئے اور کہنے لگے اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہم نے تو کوئی میراث مسجد میں تقسیم ہوتی نہیں دیکھی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر وہاں مسجد میں کیا دیکھا۔ لوگوں نے کہا ہم نے کچھ لوگ وہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے دیکھے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پس یہی جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے۔ حضرت فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ جو کوئی آٹھ قسم کے آدمیوں کے ساتھ صحبت و مجالست رکھے اس کو خداوند کریم آٹھ چیزیں زیادہ کرتا ہے۔ (1) دولت مندوں کی صحبت سے دنیا کی محبت و رغبت (2) فقراء کی صحبت سے شکر و رضا (3) بادشاہوں اور

امراء کی صحبت سے تکبر اور قساوت قلبی (4) عورتوں کی صحبت سے جہالت اور شہوت (5) لڑکوں کی صحبت سے کھیل و کود کی رغبت (6) فاسقوں کی صحبت سے گناہوں پر دلیری اور توبہ کرنے میں دیری (7) صالحین کی صحبت سے طاعت کی رغبت اور محبت (8) علمائے ربانی کی صحبت سے علم و پرہیزگاری اللہ تعالیٰ زیادہ کرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جو شخص علمائے ربانی کی صحبت میں جا کر بیٹھے اور کوئی علم کی بات محفوظ اور یاد نہ رکھ سکے اس کو بھی بفضل خداوند کریم سات کرامتیں عطا ہوتی ہیں۔ (1) یہ کہ وہ متعلموں اور شاگردوں کا رتبہ پاتا ہے (2) جب تک ان کی صحبت میں رہے گا خطاؤں اور گناہوں سے بچا رہے گا (3) جب گھر سے نکل کر علمائے ربانی کی طرف جاتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے (4) جتنی دیر علمائے ربانی یعنی کسی صاحب دل کی خدمت میں بیٹھا رہے تو جب اللہ تعالیٰ کی رحمت اس بزرگ پر نازل ہوتی ہے۔ تو اس بزرگ ہستی کی صحبت کے سبب سے اس کو بھی اللہ کی رحمت گھیر لیتی ہے۔ (5) جب تک اس کی کلام کو سنتا رہے گا۔ نیکیاں اس کے نام لکھی جائیں گی (6) رحمت کے فرشتے پروں کے نیچے اس بزرگ کو اور اس کے طفیل صحبت و مجلس میں بیٹھنے والے کو بھی ڈھانپ لیتے ہیں (7) جو قدم اس راہ میں اٹھاتا ہے وہ گناہوں کا کفارہ اور نیکیوں کو زیادہ کرنے والا ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد حق تعالیٰ چھ کرامتیں اور عطا فرماتا ہے۔ اول یہ کہ علمائے ربانی یعنی فقراء و اہل اللہ کی مجلس میں حاضر ہونے کی وجہ سے عزت و حرمت بڑھ جاتی ہے۔ دوم جتنے لوگ اس کی پیروی کریں گے اس کے نام میں ان سب کے اجر و جتنے اجر لکھے جائیں گے۔ بغیر اس امر کے کہ ان کے اجر کچھ کم ہوں۔ سوم یہ کہ اگر ان سے ایک بھی بخشا گیا تو وہ باقیوں کے واسطے شفاعت کرے گا۔ چہارم یہ کہ اس کا دل فاسقوں اور بدکاروں کی صحبت و مجلس سے سرد ہو جاتا ہے۔ پنجم یہ کہ وہ متعلمین اور صالحین کے طریق میں داخل ہو جاتا ہے۔ ششم یہ کہ اللہ تعالیٰ کے امر کو قائم رکھنے والا ہو جاتا ہے۔ یہ کرامتیں اور بخششیں تو اس کے واسطے ہیں جس کو علم کی باتیں یاد نہ رہ سکیں۔ لیکن وہ آدمی جو یاد رکھ کر اس پر عمل کرے اور دوسروں کو بتائے اس کو کئی گنا زیادہ فضائل حاصل ہوتے ہیں اور بڑا ثواب ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں جمع ہو کر ذکر

کی مجلس کرنے والوں پر شیطان اور دنیا کا ہرگز قابو نہیں چل سکتا۔ یہ مسلمہ اور متفقہ فیصلہ ہے۔ یہ تمام انعام و اکرام انہی کیلئے ہیں جو فی اللہ محبت اور محض لوجہ اللہ مخلص دوست ہوں۔ اور جن میں صرف اللہ ہی کیلئے برادری کا تعلق ہو۔ میرے دوستو اس وقت کو ہاتھ سے نہ دو اور اللہ دوستی اور برادری اختیار کرو۔ کہ بہترین عبادت اور بزرگ ترین درجات سے ہے۔ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ارشاد پاک ہے۔ کہ خالق جس پر مہربانی فرماتا اور جس کی بھلائی چاہتا ہے اس کو اچھے اور مخلص دوست عنایت فرماتا ہے۔ سو فی زمانہ سوائے صوفیائے کرام اور اہل اللہ بزرگوں کے اور کون اچھا دوست ہو سکتا ہے۔ یہی وہ اعلیٰ گروہ ہے جن کے محبین و مصاحبین کے متعلق خوشخبری آئی ہے کہ جو لوگ اللہ کے واسطے باہم محبت مجالست اور موانست رکھتے ہیں ان کی خاطر یا قوت سرخ کا ایک ستون کھڑا کریں گے۔ اس کی چوٹی پر ستر ہزار درختے ہوں گے ان پر سے وہ اہل جنت کا نظارہ کریں گے اور ان کے چہروں کا نور اہل جنت پر اس طرح پڑے گا جیسے آفتاب کا نور اس دنیا پر ہے۔ اہل جنت کہیں گے کہ چلو ان کو دیکھیں۔ ان لوگوں کے بدن میں سندس کا سبز لباس ہوگا اور ان کی پیشانیوں پر لکھا ہوگا۔

المتحابون فی اللہ

یہ وہ لوگ ہیں جو محض خداوند کریم کیلئے ایک دوسرے سے دوستی رکھتے تھے۔ ایک بزرگ نے کہا ہے۔ کہ فی اللہ دوستی کرنے والے جب ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں تو محض فی اللہ دوستی کے طفیل ان سے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے موسم خزاں میں درخت سے پتے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ صرف فی اللہ دوست کو محبت اور خوشی سے دیکھنے سے ہی تمام گناہوں کی بخشش اور معافی ہوگئی اور صحبت و مجلس اور جمع ہو کر ذکر الہی کرنا ابھی بعد میں آئے گا۔ جب صرف دیکھنے پر اتنی کرامت ہوئی تو مجالست و موانست پر کیا کیا انعام ہوں گے۔ اور خاص کر ہمارے اس طریقہ انیقہ نقشبندیہ مجددیہ کے بزرگواروں کا اکثر مدار صحبت اور مجلس پر ہے۔ صرف کہنے اور سننے سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ایسے تو طلب میں سستی اور کاہلی پیدا ہو جاتی ہے۔ ہمارے سلسلہ کے

بزرگوں کا ارشاد ہے۔ کہ اول اول مرید میں کم ہمتی اور جست (کمی) کے باعث حق تعالیٰ کی جناب پاک کے ساتھ بہت کم مناسبت ہوتی ہے اس لئے دونوں طرفوں کے درمیان ایک واسطہ کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ اور وہ شیخ و مقتدا کامل مکمل کی ذات گرامی ہے۔ اور مبتدی کو اوائل میں اپنے شیخ کی صحبت بمنزلہ اکسیر ہوتی ہے۔ ہمارے طریقہ عالیہ کی بزرگی و فضیلت جو مسلمہ ہے اس کی وجہ بھی یہی صحبت و مجلس ہے۔ بعینہ اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریق ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں نے آنحضرت ﷺ کی مجلس و صحبت کو اپنے اوپر مقدم کر لیا ہوا تھا۔ اور ان حضرات کو آنحضرت ﷺ کی مبارک اور پُر منفعت صحبت کی برکات سے وہ کچھ حاصل تھا کہ آج اس زمانہ میں امت مرحومہ کے اولیاء کو اس کمال سے تھوڑا سا حصہ بھی بمشکل حاصل ہوتا ہے۔ مجلس اور صحبت کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل وحشی اسلام لانے کے بعد صرف ایک ہی دفعہ جناب سید المرسلین ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ جو خیر التابین میں سے افضل و بزرگ ہیں مگر آنحضرت ﷺ کی صحبت و مجلس سے مشرف نہ ہو سکے۔ وحشی کو صرف ایک مرتبہ آپ ﷺ کی مجلس مبارک کی شمولیت کے باعث وہ خصوصیت اور فضیلت حاصل ہو گئی جو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو میسر نہ ہو سکی۔ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے دریافت کیا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیز۔ تو انہوں نے جواب میں فرمایا: کہ وہ غبار جو جناب سرور کائنات ﷺ کی معیت میں امیر معاویہ کے گھوڑے کے ناک میں داخل ہوا وہ بھی عمر بن عبدالعزیز سے کئی درجے بہتر ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اس کو آنحضرت ﷺ کی مجالست و صحبت میسر تھی۔ یہی وجہ فضیلت ہے اور کچھ نہیں۔ دوستو! ارباب جمعیت کی صحبت اور مجلس کے برابر کوئی نعمت نہیں۔ یہ ایک بڑا بھاری اور ضروری امر ہے۔ اپنی چند روزہ حیات مستعار کو اور اس تھوڑی سی فرصت کو اہل اللہ کی مجلس و صحبت میں بسر کر کے اپنے مقصود کے حاصل کرنے میں ہمہ تن کوشاں رہو۔

ایک دن فرمایا جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ نے کہ اللہ والوں کی صحبت و مجلس بڑی

نعمت ہے اور خالق نے اس میں بڑا اثر رکھا ہے۔ طالب صادق اور مخلص کو اپنے شیخ و مقتدا کے دیکھنے سے ہی وہ کچھ حاصل ہو جاتا ہے جو برسوں کی ریاضت و مجاہدہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ ایسی مجلس میں وہی لوگ حاضر ہو سکتے ہیں کہ اللہ کی رحمت جن کے شامل حال ہو۔

سکندر رائے بخشند آ رہے بزور و زر میسر نیست ایں کار

فرمایا کہ دولتمندوں اور اہل دنیا کی مجالس سے بچو کہ اس کا نتیجہ خسر الدنیا والا آخرہ ہے۔ فقراء و اہل اللہ اور صوفیائے کرام کی صحبت و مجلس اختیار کرو۔ ان کے در کی خاکروبی دولتمندوں کی صدر نشینی سے ہزار ہا درجہ ارفع و اعلیٰ اور افضل ہے۔ آج اگر کسی کی سمجھ میں یہ بات نہ آوے تو آخر ایک دن ضرور سمجھ آ جاوے گی۔ مگر وقت گزر جانے پر سمجھ آئی تو پھر کس کام اور کیا فائدہ۔ دانا اور سعادتمند وہی ہے جو آج ہی اپنے مقصد کا فکر کرے اور جو کچھ حق تعالیٰ کی راہ میں مانع ہو اس سے کوسوں دور بھاگے۔ اور جو خالق کی طرف راغب کرنے والا ہو اس کے دامن کو مضبوط و مستحکم پکڑے۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ صوفیائے کرام اور ارباب طریقت کی صحبت و محبت اور مجلس ہی کے نتائج اور اثرات ہیں جو انسان کو اپنے خالق کی طرف راغب و راجع کرنے والے ہیں۔ حق تعالیٰ فقیر کو اور فقیر کے جملہ فی اللہ دوستوں کو اہل اللہ و اولیائے کرام کی صحبت و عقیدت پر بحرمت جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ثابت قدم رکھے۔ اور اس باقی رہنے والی نعمت عظمیٰ کو دن بدن زیادہ کرے۔ ان حضرات کی نسبت نیاز مندی کو ہمارے لیے سرمایہ روزگار بنائے۔ یہ اللہ والوں کا ایسا بزرگ گروہ ہے کہ ان کا محبت و مصاحب اور مجلسی بفضل خداوند کریم کبھی بد بخت نہیں ہوتا۔ یاد رکھنے کی بات ہے کہ اجسام کے قرب کو قلوب کے قرب پر بڑی تاثیر ہے۔ یہی وجہ اور سبب ہے کہ کوئی ولی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا کہ ان حضرات کو آنحضرت ﷺ کا قرب جسمی حاصل تھا۔ صحبت اور مجلس میں بڑی تاثیر ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمہ اللہ نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے کہ ہمارے طریق کا دار و مدار صحبت اور مجلس پر ہے۔ جناب سید المرسلین ﷺ کے اصحاب کرام کی فضیلت تمام امت پر صرف آنحضرت ﷺ کی مجلس و صحبت کے باعث ہے۔ اسی وجہ سے بعض بزرگ حق تعالیٰ سے ہمیشہ ذاکرین اللہ و اولیائے

کرام اہل اللہ اور ارباب جمعیت کی صحبت و مجلس کی شمولیت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے فرمایا کہ ہم چند درویش ایک مرتبہ ایک جگہ جمع ہوئے۔ اس ساعت کی نسبت جو جمعہ کے روز میں دعا کی قبولیت کیلئے مقرر ہے۔ آپس میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ اگر میسر ہو جائے تو اس وقت حق تعالیٰ سے کیا طلب کرنا چاہیے کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ۔ جب میری باری آئی تو میں نے کہا کہ ارباب جمعیت یعنی اہل اللہ کی صحبت و مجلس طلب کرنی چاہیے۔ کیونکہ اس میں دین و دنیا کی تمام سعادتیں حاصل ہوتی ہیں۔ واقعی اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ کہ ان حضرات کی مجالس دنیا و عقبیٰ کی سعادتوں کا سرمایہ ہیں اور انہی حضرات کی محبت و صحبت کا نتیجہ ہے کہ احکام شرعیہ کے بجالانے کی توفیق و ہمت حاصل ہو جاتی ہے۔ نیز باطنی جمعیت حاصل کرنے کا اس سے بڑھ کر اور کوئی آسان طریق نہیں کہ ان حضرات کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی صحبت و مجلس سے اکتساب فیض کیا جائے۔ ہمارے سید و سردار آقائے نامدار حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ اگر تمام جہان جتنی ظلمتیں اور کدورتیں باطن میں گرا دیں لیکن اس فی اللہ محبت اور اللہ والوں کی صحبت سے محروم نہ رکھیں تو ایک ذرہ برابر غم نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ اس محبت و صحبت کے طفیل امیدوار رہنا چاہیے۔ اور اگر تمام پہاڑوں کے برابر انوار و احوال کو باطن میں زیادہ کر دیں لیکن اس فی اللہ محبت سے اور اللہ والوں کی صحبت سے بال برابر بھی دور کر دیں تو سوائے خرابی کے اور کچھ نہ جاننا چاہیے۔ اور اس کو استدراج شمار کرنا اور اس سے پناہ مانگنا چاہیے۔ دوستو یہ تو ان حضرات کا حال ہے کہ جن کے ہم آج نام لیوا ہیں۔ وہ کیسی مقتدر اور خدا رسیدہ ہستیاں تھیں۔ آج اس زمانہ میں ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ دو چیزوں کی محافظت بڑی لازمی اور اشد ضروری ہے۔ اول شریعت حقہ کی پابندی اور دوسرے اپنے شیخ و مقتدا کی عقیدت محبت اخلاص اور صحبت۔ ان دو امور کے ساتھ جو کچھ دیدیں تمام نعمت ہی نعمت ہے۔ اور اگر کچھ بھی نہ دیں۔ لیکن یہ دو چیزیں راسخ اور مضبوط ہوں تو پھر کچھ غم نہیں۔ آخر ایک دن دینگے۔ اور اگر نعوذ باللہ ان ہر دو میں سے کسی ایک میں بھی خلل واقع ہو جائے تو پھر سراسر ہلاکت و بربادی اور خرابی و نامرادی سمجھنی چاہیے۔

حقیقت میں استقامت کا طریق یہی ہے کہ جو لوگ دینی علوم سے کما حقہ تعلق رکھتے یعنی شریعت مصطفوی ﷺ کے پورے طور پر پابند ہیں اور جنہوں نے اپنے ظاہر و باطن کو نیک و صالحہ اعمال سے آراستہ و پیراستہ کر لیا ہوا ہے ان کو صحبت و مجلس کو دو جہان کی سعادت جان کر کبھی ہاتھ سے نہیں دینا چاہیے۔ ان کی صحبت و مجلس کا اتنا اثر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دوستی کی رغبت اور حق تعالیٰ کے ذکر کا ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے۔ دل نیک بختی کے راستہ کا مشتاق ہو جاتا ہے۔ گویا کہ ان کی مجلس و صحبت کے طفیل دل میں شوق و محبت کا بیج بویا جاتا ہے۔ نفسانی عیبوں اور اللہ تعالیٰ کے راستہ کے منازل و مقامات سے واقفیت ہو جاتی ہے۔ دل ماسوائے اللہ کی محبت سے پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ ذاکرین کی مجالس اور ارباب جمعیت کی صحبت کی برکت سے تمام بشری کدورتیں اور نفسانی خواہشیں اور قلبی قساوتیں دور ہو جاتی ہیں۔ ذکر کی مجلس میں جب ذاکرین اللہ کے قلوب پر فیض وارد ہوتا ہے تو تمام اہل مجلس اور ہمنشین لوگ بھی اپنی اپنی عقیدت و محبت کے موافق اس فیض الہی سے حصہ پاتے ہیں۔ جیسے کہ تیل کو خوشبودار پھولوں کی صحبت سے یہ شرف حاصل ہو جاتا ہے۔ کہ پھولوں کی خوشبو تیل میں آمیز ہو کر اپنے جیسا بنا دیتی ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کی مجلس اپنے ہمنشیوں کی جان کے مغز (دماغ) کو ذکر اللہ کی خوشبو سے معطر بنا دیتی ہے۔

ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا گویش اندر حضور اولیا
ہمنشینی مقبلاں خود کیمیاست چوں نظر شاں کیمیاے خود کجاست

در حقیقت اولیائے کرام اور ذاکرین اللہ العظام کی ہم نشینی اور محبت اللہ تعالیٰ کی ہم نشینی اور محبت ہے۔ جو ان سے دور رہا وہ گویا اللہ سے دور رہا۔ خاص کر مبتدیوں اور دوستوں کیلئے اپنے شیخ اور مخلص یاران طریقت کی صحبت و مجلس از بس ضروری ہے۔ بلکہ یہ مجلس مبتدی کیلئے نوافل سے افضل و بہتر ہے۔ کیونکہ ان کی مجلس و صحبت میں طریقت کے آداب سے واقفیت ہو جاتی ہے۔ بعض دوست مجلس و صحبت کے آداب سے قطعی ناواقف ہوتے ہیں۔ اگرچہ مجلس میں شمولیت کے باعث ثواب کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ مگر جو انعام و اکرام و مراتب مودب شخص پاسکتا ہے۔ وہ غیر مودب کو حاصل نہیں ہو سکتے۔ اور طریقت

میں بمصداق ”الطریقۃ کلمہ ادب“۔ تمام ادب ہی ادب ہے۔ مولانا روم کیا خوش فرماتے ہیں:

از خدا خواہیم توفیق ادب بے ادب محروم ماند از لطف رب

بڑا ضروری امر ہے کہ مجلس و صحبت میں آداب کو بڑی احتیاط سے مد نظر رکھا جائے۔ مجلس کے آداب تو بہت ہیں۔ جن میں سے چند ایک جو بہت ضروری ہیں وہ یہ ہیں کہ نہایت ادب سے بیٹھے اپنی حیثیت سے برتر جگہ بیٹھنے کا قصد نہ کرے اپنے آپ کو سب سے کمترین و عاجز جانے دیگر دوستوں میں سے کسی کو بھی حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھے اور نہ ہی کسی سے تکبر کے ساتھ پیش آوے اور ایسی مبارک و پاک مجلس میں لغو و بیہودہ کلام نہ کرے اور کسی ایسی حرکت کا ہرگز مرتکب نہ ہو کہ جو دوسروں کی ناپسندیدگی کا موجب ہو مجلس میں بغیر وضو نہ جائے اور نہ ہی اہل مجلس پر فوقیت و بڑائی چاہے فروتنی و شکستگی کی حالت کا اظہار چاہیے جب صاحب صدر مجلس کچھ فرمائے تو نہایت غور اور دل سے کان لگا کر سنے کیونکہ اللہ والوں کی باتیں اور کلمات طیبات فائدہ اور حکمت سے پُر و لبریز ہوتے ہیں اور بالخصوص اہل اللہ کی زبان تو گویا اللہ کریم کے اسرار کا مخزن ہوا کرتی ہے اور ان ہی بزرگواروں کا فیضان صحبت اپنے ہم نشینوں کو بھی اللہ کی طرف لے جاتا ہے اور انہی کے فیضان صحبت سے اللہ تعالیٰ کی محبت غالب آتی ہے اور یہی اصلی مقصود و مطلوب ہے۔ اگر حاصل و میسر ہو جائے تو زہے نصیب و خوش قسمت۔ فضائل جو اس قسم کی مبارک مجالس کے متعلق جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمہ اللہ کی زبان حقیقت بیان سے وقتاً فوقتاً سننے میں آیا کرتے تھے۔ اگر تمام لکھے جائیں تو صرف انہی فضائل کی ایک ضخیم کتاب بن جائے گی۔ یہاں اختصار مد نظر ہے لہذا صرف ایک بات لکھ کر اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور وہ یہ ہے۔ کہ فرمایا جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ نے کہ ذکر کی مجلس میں دور سے چل کر آنا بھی بہت ثواب کا موجب ہے۔ اس کے ایک ایک قدم پر جو خالق نے ثواب رکھا ہے اسی کا حساب و شمار نہیں۔ آپ نے وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ کی آیت مجید پڑھ کر فرمایا کہ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاک

زمانہ میں بنو سلمہ ایک قبیلہ تھا جو مدینہ منورہ کے اطراف میں مسجد نبوی سے بہت فاصلہ پر رہتے تھے اور اپنی جگہ منتقل کر کے مسجد کے قریب آنا چاہتے تھے تو یہ آیت مجید نازل ہوئی۔ کہ تمہارے نشان قدم جو مسجد نبوی تک آنے میں پڑتے ہیں سب لکھے جاتے ہیں۔ جس قدر دور سے آؤ گے اسی قدر زیادہ ثواب کے مستحق ہو گے۔ سو فقیر کہتا ہے کہ ذکر کی مجلس میں دور سے آ کر شامل ہونا بھی اسی قبیل سے ہے۔ کوشش کرو تا کہ تمہارا شمار ان لوگوں سے ہو جن کے متعلق حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری محبت ان لوگوں کیلئے ثابت ہے جو محض میری خاطر ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے ہیں۔ میری محبت ان لوگوں کیلئے واجب ہے جو محض میرے واسطے ایک دوسرے سے محبت و الفت کرتے ہیں۔ میری محبت ان لوگوں کیلئے مقرر ہے جو میرے لیے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں اور میری محبت ان لوگوں کیلئے ہے جو ایک دوسرے کی محض میری خاطر مدد کرتے ہیں۔ دوستو یہ وقت ہے کوشش اور ہمت کرو تا کہ تمہارا شمار اس مبارک زمرہ میں ہو کہ جس کی زیارت کے شوق اور دیدار کی رغبت میں حق تعالیٰ کے ملائکہ پھرتے ہیں۔ اور ایسا تبھی ہو سکتا ہے کہ محض رضائے الہی کی خاطر ذکر کی مجالس میں شمولیت کرو۔ اب میں فضائل مجلس کو ختم کرتا ہوں۔ مخلصین و محبین کیلئے اتنا ہی کافی ہے اور بس۔

اس کے بعد تلاوت قرآن مجید و ختم خواجگان قدس سرہم اور عرس شریف یعنی ذکر الہی کی سالانہ مجلس جو آپ کے معمولات سے ہیں۔ بالا اختصار ذکر کرتے ہوئے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ ورنہ آپ محرم الحرام، صفر اور ربیع الاول اور رجب، شعبان وغیرہ ہر ایک ماہ کے خاص خاص ایام میں بطریق مسنونہ عمل فرماتے ابھی بہت ہیں۔ جو کچھ آپ کے معمولات سے لکھا گیا اگر عامل اسی پر کار بند ہو جائے تو بڑی بہادری اور مردی ہے۔

تلاوت قرآن مجید

جناب قبلہ عالم خواجہ خواجگان مقبول نبی رحمن حضرت صاحب رحمۃ اللہ کی قرآن خوانی اور تلاوت کا مختصر حاصل لکھنے سے قبل چند ایک فضائل جو خود حضرت صاحب رحمۃ اللہ کی زبان فیض ترجمان سے سننے میں آئے تحریر کرتا ہوں۔ وہ یہ ہیں۔

فرمایا کہ جناب رسالت مآب ﷺ اور قرآن مجید کی محبت ہر مومن کی جان و ایمان ہے۔ اگر بندوں کو اپنے مولائے کریم سے ہمکلامی اور تقرب کا ذریعہ ہے تو یہی قرآن مجید ہے۔ راہبر حق نما اور مشیر صائب الرائے ہے تو یہی کتاب اللہ ہے۔ جب کوئی مشکل آ پڑے تو اس کا حل اسی قرآن مجید سے ڈھونڈو۔ فقیر کا اپنا تجربہ ہے بفضل خدا کوئی امر ایسا نہیں جس کا حل تم کو قرآن مجید سے نہ مل سکے۔ جمیع علوم کا مخزن و منبع ہے۔ اخلاق، تصوف، معارف، تفقہ، معاذ، معاش، سیاست و تمدن جس کی ضرورت ہو اس کتاب اللہ کی طرف رجوع کرو اور اس میں پاؤ گے۔ خود یہی کتاب اس امر کی مدعی ہے کہ لا رطب ولا یابس الافی کتاب۔ یہ خاص قرآن پاک کا اعجاز و انداز ہے کہ ہر زمانہ ہر وقت ہر شہر ہر ملک ہر طبیعت اور ہر فن کا آدمی اپنے ذوق و سمجھ کے موافق مستفیض و مستفید ہو سکتا ہے۔ اس پر طرفہ اور لطف یہ کہ جس ایک آیت پاک کو لے لیجئے دنیا و دین کی بہتری و بہبودی کیلئے صرف اسی قدر بس اور کافی ہے۔ کسی نے کیا عمدہ فرمایا ہے۔

زفرق تا بقدم ہر کجاش سے نگرم

کرشمہ دامن دل مے کشد کہ جا اینجاست

یہ جو کچھ ہے قرآن پاک کا بین معجزہ ہے۔ جو اور کسی کتاب کو حاصل نہیں۔ قرآن پاک کی فضیلت کے متعلق جناب حضرت صاحب ﷺ نے فرمایا: کہ قرآن شریف اللہ کریم کو زمین و آسمان و مافیہا سے پیارا و عزیز ہے۔ اور اس کو تمام کلاموں پر ایسی ہی فضیلت و بزرگی اور فوقیت ہے جیسے حق تعالیٰ کو اپنی تمام مخلوق پر فوقیت و بزرگی ہے اور اس سے بڑھ کر فضیلت کیا ہو سکتی ہے۔ اور پھر ایسی کلام پاک کی فضیلت تحریر یا بیان کرنے کی چنداں ضرورت بھی نہ تھی لیکن بقول مالا یدرک کله لا یتدرک کله۔ کچھ نہ کچھ بیان کرنا ضروری ہے۔

حضرت صاحب ﷺ نے بیان فرمایا کہ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اسحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تلاوت قرآن مجید کی بڑی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ فقیر کی بھی دلی خواہش ہے کہ فقیر کے جملہ دوست اسی ارشاد نبوی ﷺ کی تعمیل کر کے اس نعمت عظمیٰ سے

بہرہ ور ہوں۔ کیونکہ قرآن مجید کی تلاوت تمہارے لیے زمین میں اور آسمان پر ذخیرہ ہے۔ فقیر اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ ہمارے سردار و آقائے نامدار آنحضرت ﷺ کا یونہی ارشاد ہے۔ کہ میری امت کی افضل ترین عبادت قرآن پاک کا پڑھنا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ظاہر پڑھنے والا گویا کھلے طور پر صدقہ دینے والا ہے۔ اور خفیہ پڑھنے والا پوشیدہ طور پر صدقہ دینے والا ہے۔

جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ قرآن مجید کے پڑھنے پڑھانے کی بڑی شدت کے ساتھ رغبت دیا کرتے تھے۔ اور خود بھی اس پر عمل فرماتے۔ اور قرآن مجید پڑھنے پڑھانے کے متعلق جناب نبی کریم ﷺ کے ارشاد بشارت آمیز سنایا کرتے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ کہ قرآن مجید کی ایک آیت پڑھنی سو رکعت نفل پڑھنے سے بہتر ہے جب ایک آیت پڑھنے کا اتنا ثواب ہے تو زیادہ پڑھنے کا اندازہ اسی سے لگا لو۔ فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے بیٹے کو قرآن مجید کا حافظ بناتا ہے اسے جنت میں ایک تاج پہنایا جائے گا۔ راقم الحروف نے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ کو آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کا ایسا عامل دیکھا کہ جناب مولانا مولوی عبدالعزیز رحمۃ اللہ جو حضرت صاحب کے فرزند اکبر تھے۔ قرآن مجید اور اس کے مطالب و حقائق میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے اور تفسیر کے درس کے وقت اکثر حقائق و معارف اور نکات بیان فرمایا کرتے تھے۔ حضرت مولانا مولوی عبدالرحیم رحمۃ اللہ جو آپ جناب کے فرزند اصغر تھے۔ بہت اچھی طرز سے قرأت پڑھا کرتے تھے۔ بالخصوص زبدۃ العارفین و قدوة السالکین حاجی الحرمین الشریفین حضرت مولانا و بالفضل اولینا جناب صاحبزادہ مولوی عبدالرحمن صاحب سجادہ نشین فی زمان الحاضر اطلال اللہ عمرہ و دامت برکاتہ و فیوضہ جو ظاہری و باطنی علوم میں اکمل ہیں اور ہمیشہ قرآن مجید کی تفسیر کا درس دیتے ہیں اور اسرار قرآنی و حقائق و معارف کلام ربانی میں وہ خوش بیانی فرماتے ہیں۔ جس کے اظہار کیلئے مجھ جیسے مسکین کو الفاظ نہیں مل سکتے۔ اکثر احباب نے دیکھا اور اپنے کانوں سے بارہا سنا ہوگا۔ علاوہ اس کے صاحبزادہ صاحب مذکور کی دختر مرحومہ مسماة ممتاز بیگم صاحبہ جو بہر چودہ برس اس دار فانی

سے رحلت کر گئیں قرآن مجید بامعنی بارہا پڑھا اور روزانہ بلا ناغہ اپنی منزل قرآن مجید بہت اشتیاق و محبت سے پڑھا کرتی تھیں۔

صاحبزادہ منظور الہی صاحب جن کی عمر اس وقت سولہ سال ہے اور چھوٹے حضرت محبوب الرحمن صاحب جن کی عمر اس وقت دس سال ہے قرآن مجید بہت اچھی طرح پڑھتے ہیں۔

یہ تمام واقعات آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد پر جان و دل سے عمل پیرا ہونے کا بین ثبوت ہے کہ جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ کو قرآن مجید پڑھنے پڑھانے کا کتنا شوق تھا۔ یہ تو اپنی اولاد کو قرآن مجید سکھانے کا حال تھا۔ علاوہ اس کے تمام دوست جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے محض لوجہ اللہ ان کو قرآن مجید کا درس دیا جاتا اور تفسیر بیان کی جاتی۔ اب میں اس پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور جناب حضرت صاحب رحمہ اللہ کی زبان سے فرمائے ہوئے کلمات کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ فرمایا حضرت صاحب نے کہ جو شخص محض اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کیلئے قرآن مجید پڑھتا ہے اسے فزع اکبر سے کوئی خوف نہ ہوگا۔ اور اس کی بڑی تعظیم و تکریم کی جائے گی۔ اور جس شخص نے اپنی اولاد کو قرآن مجید کا حافظ بنایا کل بروز قیامت اس کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی چمک و روشنی سورج کی چمک و روشنی پر فائق ہوگی۔

فرمایا حضرت صاحب رحمہ اللہ نے کہ فقیر کو بڑا افسوس آتا ہے کہ آج ہم مسلمان بدنام کنندہ نکونامے چند کے مصداق ہیں۔ قرآن مجید گھروں میں طاقوں پر رکھے ہیں۔ مدتیں گزر جاتی ہیں اور ان پر گرد و غبار بے شمار جمع ہو جاتا ہے۔ کبھی ہمت نہیں پڑتی کہ تھوڑا بہت پڑھ لیں۔ ایسے بند کر کے قرآن مجید رکھنا کچھ نفع نہ دے گا۔

حضرت صاحب رحمہ اللہ کو تلاوت قرآن مجید سے بڑی محبت تھی اور اس قدر شغف اور اشتیاق تھا کہ آخری وقت تک دن بدن ترقی پر رہا۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ کوئی اور کتاب ایک مرتبہ پڑھ لی جائے تو دوبارہ پڑھنے کو جی نہیں چاہتا مگر یہ قرآن مجید جیسے جیسے پڑھو ایک سا ہی لطف اور حظ پیدا ہوتا چلا جاتا ہے اور جب پڑھو نئے نئے اسرار و معارف کا

انکشاف ہوتا ہے۔ ایسا بحرنا پیدا کنار ہے کہ جب پڑھتا ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اب ہی پڑھا ہے۔ جب تلاوت شروع فرماتے با وضو انتہائی رجوع قلبی کے ساتھ رو قبلہ ہو کر بیٹھتے اور بوقت تلاوت خشوع و خضوع اور خوف ورجا اور گریہ و بکا اور تدبر و تامل سے ایسے متمتع ہوتے کہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ تلاوت قرآن پاک فرماتے وقت اور کسی جانب ہرگز التفات نہ فرماتے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے جو اس راقم الحروف کی موجودگی میں پیش آیا۔ وہ یہ کہ ملک التجار حاجی محمد افضل خان کابلی جو سفر حج میں جناب صاحب صابزادہ صاحب مد فیوضہ کے ہمراہ چند روز رہے۔ اور پھر کابل سے یہاں ملاقات کیلئے آئے تھے۔ دو تین یوم رہے۔ حسب معمول ان کی خوب تواضع کی۔ ایک دن حضرت صاحب رحمہ اللہ تلاوت فرما رہے تھے وہ تین چار مرتبہ اوپر آئے اور پھر نیچے اتر گئے۔ راقم نے اس کو بوجہ ایک مہمان ہونے کے آہستگی سے سمجھایا بھی کہ آپ تلاوت فرما رہے ہیں ذرا آہستگی سے اور صبر سے کام لو کہ مبادا آپ خفا ہی نہ ہو جائیں مگر وہ صاحب رہ نہ سکے اور دروازہ کھول کر تلاوت میں خلل انداز ہوئے۔ جس پر آپ نے بہت سا اظہار ناراضگی فرمایا: اور بزبان فارسی اس کو ایسا ڈانٹا کہ وہ بیچارہ بہت پشیمان و حیران ہوا۔ آپ نے فرمایا تجھے اتنا شعور نہیں کہ تلاوت قرآن مجید کیا مرتبہ رکھتی ہے۔ گویا انسان اپنے مولا کریم سے ہمکلام ہوتا ہے۔ تو نے میری تمام لذت گنوا دی۔ راقم نے اس بیچارے کیلئے عرض کی کہ جناب نوازد اور ناواقف ہونے کی وجہ سے ایسا ہو گیا۔ للہ اس کو معاف فرمائیں۔ خیر آپ نے اس کو کچھ تلاوت قرآن مجید کے متعلق ہدایات فرما کر اس کی دلداری کر دی۔ اور اٹھ کر پھر از سر نو وضو تازہ فرما کر باقی منزل پوری فرمائی۔ بعد فراغت راقم الحروف نے حضرت صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ حضور نے وضو پھر تازہ فرمایا اس میں کیا نکتہ تھا۔ آپ نے فرمایا: نکتہ وغیرہ کیا تھا۔ فقیر کی توجہ و التفات کو حاجی محمد افضل صاحب نے منتشر کر دیا جس کی وجہ سے کچھ رنج و ملال بھی آ گیا۔ تازہ وضو سے یہ بھی رفع ہو جاتا ہے۔ اور علاوہ ازیں کتاب اللہ کی عظمت و بزرگی کیلئے ایک ظاہری ادب بھی ہے کہ بوقت تلاوت توجہ و التفات دوسری جانب ہو گئی تھی۔

چونکہ اس شہنشاہ حقیقی کے دربار کی حضوری کا ادب حقیقی تو کچھ اور ہی ہے۔ کہ دل سے تمام خیالات ماسوائے دور ہوں اور قاری ہمہ تن کمال عبودیت میں مستغرق ہو۔ اور انتہائی محبت سے قلب لبریز ہو۔

حضرت صاحب رحمہ اللہ کو اس خالق حقیقی نے لحن داؤدی عطا فرمایا ہوا تھا۔ اور قرآن مجید ایک ایسے لب و لہجہ اور خوش الحانی سے بالترتیل تلاوت فرماتے۔ کہ حرف بحرف صاف صاف اور واضح جس میں سامعین کو بھی ذرہ برابر شک و شبہ نہ رہتا تھا۔ اور حضور کی آواز ایسی دلکش تھی کہ سامعین کے قلوب متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے تھے۔ بعض اوقات اوائل میں بحالت نماز مقتدیوں کو آپ کی قرآن خوانی سے جذبہ ہو جاتا تھا۔ قرآن مجید کو صاف اور واضح پڑھنے کی بہت تاکید فرماتے تھے۔ اور کہتے کہ ایک سورۃ صاف حرف بحرف سوچ سمجھ کر پڑھنی جلدی جلدی سارا قرآن پڑھ جانے سے بہتر ہے۔

حضرت صاحب رحمہ اللہ تلاوت قرآن پاک کے وقت جن آیات میں اسرار و مظاہر قدرت کا بیان ہوتا توقف فرماتے اور بعض وقت اس کو مکرر سہ کر پڑھتے۔ جب ایک آیت سے فراغت نہ ہوتی۔ آگے نہ بڑھتے۔ کمال عجز و عبودیت و شوق حضور کا استغراق ہوتا۔ لذت تلاوت و قرأت میں از خود رنگی قابل دید ہوتی۔ جس کی کیفیت احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ زبان مبارک قرأت سے گوش مبارک سماعت سے آنکھیں مشاہدہ سے قلب مبارک فیضان حقیقی سے لذت پذیر ہوتے۔ ہر آیت زجر پر جسم مبارک لرز جاتا۔ ہر انعام پر بتضرع دعا اور اس کی اجابت کے امیدوار اور عہد عبودیت پر قائم رہنے کی توفیق اور دوام ثبات و استقامت کیلئے التجا و دعا فرماتے۔ قصص و امثال کے نتائج سے بڑی عبرت حاصل کرتے۔ کمال قدرت و صنائع کا بیان آتا تو آپ پر ایک حیرت و ہیبت طاری ہو جاتی۔ قصہ کوتاہ کہ آپ کو بوقت تلاوت بارہا دیکھا کہ چشم مبارک سے اشک رواں چہرہ مبارک پر ایک خوف طاری جسم مبارک کے رونگٹے کھڑے ہیں رگ رگ میں جوش۔ علاوہ اس کے کبھی خوف کبھی رجا اور اس پر عذر اور پھر دعا۔ الغرض مجسم عبدیت کے مظہر ہوتے۔

ایک مرتبہ حضرت صاحب نے فرمایا: قرآن مجید کی تلاوت کا لطف اور حظ جب ہی

میسر ہو سکتا ہے کہ انسان اس میں غور و خوض اور تدبر کرے۔ قرآن مجید کی تلاوت پر بڑا ثواب ہے کہ ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں۔ خواہ انسان معافی سمجھے یا نہ۔ مگر خالق کا ارشاد ہے کہ تم اس میں تدبر کیا کرو۔ اسی لیے حق تعالیٰ نے فرمایا: أَفَلَا يَتَذَبَّرُونَ الْقُرْآنَ۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ کو دوسروں سے بھی قرآن مجید سننے کا بڑا اشتیاق تھا۔ ہمیشہ..... قرآن مجید کی تلاوت کے بعد شروع ہوتا۔ اور اختتام پر بھی قرآن مجید سنتے۔ بلکہ نہایت ضعف و پیرانہ سالی میں حافظ محمد عبداللہ صاحب سے نوافل میں ایک شب کے اندر سارا قرآن مجید سماعت فرمایا اور تمام دوستوں کے ساتھ مقتدیوں کی صف میں رات بھر قیام کیا۔

حضرت صاحب رحمہ اللہ تلاوت قرآن پاک میں اس قدر کثرت فرماتے کہ حیرانی آتی تھی۔ ایک دفعہ آپ سے پوچھا گیا کہ جناب قرآن مجید کی کتنی منزل روزانہ پڑھنی چاہیے۔ آپ نے فرمایا تم نے مسئلہ پوچھا ہے جس پر سب کیلئے ایک اندازہ مقرر نہیں کیا جاسکتا۔ کسی کو اتنی فراغت ہوتی ہے کہ مہینہ میں دو مرتبہ قرآن مجید ختم کر سکتا ہے۔ کوئی مہینہ میں ایک مرتبہ۔ اور کسی کو زیادہ فراغت و محبت ہوتی ہے۔ وہ روزانہ ایک منزل تلاوت کر کے سات دن میں ختم کر لیتے ہیں۔ اور اس پر اکثر صلحائے عظام اور اولیائے کرام کار بند رہے ہیں۔ بندہ نے عرض کیا کہ حضور اکثر تلاوت قرآن مجید میں مصروف رہتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اندازہ مقرر نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ فقیر کا اللہ اور رسول ﷺ کے سوا کوئی مقصود نہیں۔ اور اس کتاب اللہ کے بغیر کوئی انیس نہیں۔ میں اولیائے کرام کا ایک ادنیٰ غلام ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی حالتیں مختلف ہوتی ہیں۔ ان کو ملکہ روحانی کی حرکت اور توفیق رحمانی کی اعانت سخت مضطر و بیقرار رکھتی ہے۔ ورنہ بشر کی یہ کہاں طاقت کہ ایک دن میں ایک ختم بلکہ بعض اوقات اس سے بھی زیادہ تلاوت کر سکے۔ اس میں ایک اور بھی لطف ہے۔ وہ یہ کہ عوام الناس بوجہ عجلت تلاوت جن محذورات سے بچ نہیں سکتے حضرات اولیاء اللہ ان تمام سے بری ہوتے ہیں۔ ان حضرات کیلئے حجاب رفع اور انوار مشاہدہ ہو جاتے ہیں۔ ان کی زبان کی حرکت بمقتضائے حرکت قلب ہوتی ہے۔ اور تلفظ

صدور معانی کا عکس۔ یہ حالت اولیاء اللہ کی ہوتی ہے۔ میں اگرچہ اپنے آپ کو اس بزرگ گروہ و زمرہ کا ایک ادنیٰ غلام جانتا ہوں۔ تاہم ان کی متابعت کی وجہ سے ایسا ہو جاتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب اللہ سے بڑھ کر اور کوئی انیس بھی نہیں۔ لہذا جب موقع پاتا ہوں تلاوت میں مصروف ہو جاتا ہوں۔ پہلے پہلے ایک منزل روز پڑھ لیتا تھا۔ بعد میں جیسے جیسے اشتیاق بڑھتا گیا وہ ترتیب رہ گئی۔ اور تلاوت کا کام بغیر تقرر و حساب ہو گیا۔ ہر جمعہ کو سورہ کہف تلاوت فرمایا کرتے۔ اور دن رات میں سورہ یسین کو کئی مرتبہ تلاوت فرماتے۔ اور سورہ مزمل کو بھی اور ان کے متعلق بہت فضائل بیان فرمایا کرتے۔ روزانہ بوقت سحر بغیر مصحف تلاوت فرماتے۔ اور فجر کی نماز کے بعد سورہ یسین و مزمل اور درود و وظائف۔ مراقبہ و نوافل اشراق کے بعد مصحف لے کر تلاوت فرماتے۔ ظہر کی نماز کے بعد پھر مصحف لے کر تلاوت فرماتے۔ اور ہمیشہ بعد نماز عشاء تفسیر کا درس سنتے۔ اور حسب ضرورت بعض جگہ معارف و اسرار بیان فرماتے۔ یہ حال تو علاوہ نماز کے تھا۔ آپ کی نماز بھی ایسی تھی جس سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کو قرآن مجید سے کس قدر شغف اور تلاوت کا اشتیاق تھا۔ صبح کی نماز میں آپ کم از کم پانچ چھ رکوع پڑھا کرتے۔ اول رکعت میں سورہ توبہ کے تیرہویں رکوع اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنْ لَّهُمُ الْجَنَّةَ۔ سے لے کر اخیر سورت تک اکثر پڑھا کرتے۔ اور دوسری رکعت میں سورہ نمل کے دوسرے رکوع

وَلَقَدْ اٰتٰیْنَا دَاوُدَ وَسُلَیْمٰنَ عِلْمًا وَّقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی کَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ سے شروع فرماتے۔ اور چوتھے رکوع تک پڑھ جاتے۔ مذکورہ بالا حوالہ دینے سے دراصل غرض یہ ہے کہ ان سورتوں سے حضرت صاحب رحمہ اللہ کو کچھ ایسی دلچسپی تھی اور آپ کو ایسا حظ و لطف حاصل ہوتا تھا کہ ہفتہ میں دو مرتبہ ضرور خود بھی نماز میں ان کی قرأت سے محظوظ ہوتے اور سامعین کو بھی مستفید فرماتے۔

دوستوں کو بھی قرآن مجید کی تلاوت روزانہ مقرر کرنے کو فرماتے۔ کسی کسی کو اڑبائی پارے روز کسی کو سوا پارہ۔ اور جو تکلف کے ساتھ پڑھنے والے دوست ہوتے ان کو ایک پاؤ

پارہ پڑھنے کو فرماتے۔ اور تاکید کرتے کہ ناغہ نہ ہو۔ اگر زیادہ نہ ہو سکے تو تھوڑا ہی سہی۔ بلکہ یہاں تک فرماتے کہ قرآن مجید کے حروف پر نگاہ ڈالنا بھی عبادت ہے۔ نیز فرمایا کہ قرآن مجید کی تلاوت چھوڑ دینے پر بڑی سخت وعید ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا۔ کہ جناب سید المرسلین حضور رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ قیامت میں شکایتاً بارگاہ رب العالمین میں عرض کریں گے۔ کہ اے میرے رب میری قوم یعنی امت نے اس قرآن مجید کو چھوڑ دیا تھا۔ یہ ایک عجیب اور خاص امر قابل غور و تفکر ہے۔ کہ جس وجود باجود سراپا رحمت و ہمہ تن زبان سفارش کا ہی سہارا و ڈھارس ہو۔ جب وہی شاکی ہوں گے تو بھلا پھر بتاؤ ٹھکانہ کہاں ہوگا۔ حالانکہ آپ ﷺ سے کسی گناہ پر بھی شکایت منقول نہیں۔ مگر قرآن مجید کے ترک پر صاف قرآن مجید ہی میں آیا ہے۔ کہ آپ ﷺ شکایت فرمائیں گے۔ بہر حال اہتمام شان قرآن اور اس کی تلاوت اور اس پر عمل اور نظر و فکر و غور و تدبر اہم ضروریات دین سے ہیں۔ اس میں کوشش کرنی چاہیے۔ بلکہ آنحضرت ﷺ کا آخری ارشاد بھی ہے۔ کہ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ ایک قرآن مجید۔ دوسری اپنی آل۔ اگر ان سے تمسک کیے رہو گے۔ تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ ہمارے تنزل و ادبار کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں۔ کہ آج ہم نے قرآن کو چھوڑ دیا۔ اور اس کے چھوڑنے سے مورد آلام و مصائب ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل بالقرآن عطا فرمائے۔ آمین۔

قرآن مجید کی عزت و عظمت

قرآن مجید کی آپ نہایت تعظیم و توقیر فرماتے۔ تلاوت کیلئے قرآن مجید ہمیشہ آپ جہاں تشریف فرما ہوتے تھے پاس رکھا رہتا۔ ایک مرتبہ کسی دوست نے حضرت صاحب ﷺ کی عدم موجودگی میں تصوف کی کوئی دوسری کتاب پڑھ کر قرآن مجید کے اوپر رکھ دی۔ آپ جب تشریف لائے تو آتے ہی کتاب اٹھا کر دوسری جگہ رکھی اور دریافت فرمانے لگے کہ یہ کتاب یہاں کس نے رکھی ہے۔ راقم موجود تھا۔ عرض کیا حضور پتہ نہیں شاپو کسی

دوست نے رکھی ہوگی۔ فرمایا بڑی غلطی کی۔ یہ قرآن مجید ہے اس خالق کون و مکان کا کلام ہے۔ جس نے تمام مخلوق کو پیدا کیا۔ ایسا کرنا سخت بے ادبی ہے۔ ہمیشہ قرآن مجید کو دوسری تمام کتابوں کے اوپر رکھا کرو۔

الا اے آنکہ از غفلت ز قرآن بے خبرماندی
ہمہ عمرت بعلم رسمیاں بگذشت و نادانی
علوم رسمیاں با علم قرآن تاچہ مے ارزد
کزیں حیرت بیفزاید و زان عرفان ربانی
چہ جائے علم رسمی پیش علم احمد مرسل
خرے خروار جو خواہد کریے خوان بورانی
بخورشید درخشاں کرک شب تاب بنمائی
تفو برداشت اے ناسزاوار مسلمانی
مرنج از حرف تلخ من اگر صبر است و گر حنظل
خوشانیش رگ جانے کہ نوشش کرد درمانی
بنور حکمت قرآن حریم دل منور کن
کہ محتاجی بتاریکی سوئے شمع شبستانی
کے کز حضرت قرآن بروں افتد بروافتد
بگیرندش بنعل واژگوں روز پشیمانی
زبام چرخ مے آید صلا درگوش جاں ہر دم
کہ خوان پہن گستر دیم عالم را بہمانی
حصار استوار احمد مرسل کہ یزدانش
بکیتی برفشاندش برسریر قطع برہانی
سعادت از شقاوت بازداں بارے چہ می سجد
دم باد سر بو جہل با انفاس سلمانی

منور شد در و بام جہاں از آفتاب ما

اگر شہر نہ بیرون شو از زندان ظلمانی

اب آپ کا ایک ارشاد قرآن مجید کے متعلق لکھ کر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ فرمایا کہ قرآن مجید کی تلاوت موجب صفائی قلب اور کمال عرفان کے حصول کا باعث اور باب مقصود کی کنجی ہے۔ اس کی تلاوت میں کوتاہی و تساہل نہ کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ حضور عالی ﷺ کے اس ارشاد پاک پر عمل پیرا ہونے کی ہم تمام وابستگان دامن کو بالخصوص اور تمام مومنین و مسلمین کو بالعموم دائمی توفیق و ہمت عطا فرمائے۔ آمین۔

ختم خواجگان قدس اللہ اسرار ہم

جب سے جناب حضرت بابا جی صاحب ﷺ نے آپ کو خلعت خلافت سے مشرف فرمایا: ساتھ ہی ختم خواجگان رحمہم اللہ تعالیٰ کے پڑھنے کا بھی ارشاد ہوا۔ اور جناب حضرت صاحب ﷺ نے اس پر ایسی مداومت و مواظبت فرمائی۔ کہ آج تک کبھی سفر و حضر رنج و راحت غرضیکہ کسی حالت میں بھی بفضل خداوند کریم ناغہ نہیں ہوا۔ بلکہ حضرت صاحب ﷺ کے تمام خلفائے عظام میں بھی اس ختم خواجگان قدس سرہم کا معمول جاری و ساری ہے۔ حضرت صاحب ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ خواجگان و بزرگان سلف رحمہم اللہ تعالیٰ سے منقول ہے۔ کہ جو شخص ہر رات کو ہزار بار سورۃ اخلاص پڑھے۔ اس کی برکت سے امید رکھ کہ عالم خواب میں حق تعالیٰ کی رویت سے مشرف ہو نیز خواجگان سے صعب ترین دشمن سے حفظ و امن نصیب ہوتا ہے۔ نفس امارہ اور شیطان سے بڑھ کر انسان کیلئے اور کوئی صعب ترین دشمن نہیں۔ اگر ان ہر دو دشمنوں سے پناہ مل جائے تو پھر کچھ خوف و خطر نہیں۔ نیز فرمایا کرتے۔ کہ سورۃ اخلاص کے فضائل و خواص میں سے ہے۔ کہ جو شخص اسے دس مرتبہ پڑھے۔ حق تعالیٰ اس کے تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ جبکہ ختم شریف میں ایک ہزار مرتبہ پڑھی جاتی ہے تو بہت زیادہ بخشش الہی کی امید رکھنی چاہیے۔ اور ختم خواجگان قدس سرہم کی برکت سے اللہ کریم سوائے اپنے ہر کسی کی محتاجی سے بچاتا ہے۔ الغرض برائے رفع حاجات و مہمات کلی و جزئی و برائے دفع کرنے دشمن و بلا اور قحط و وبا اور بالخصوص برائے

کشائش باطنی نہایت مؤثر ہے۔ اور ہزار ہا حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ مشکل سے مشکل مہمات و حاجات کیلئے تین روز متواتر ختم خواجگان پڑھ کر دعا کرنے سے اللہ تعالیٰ مشکلات و مہمات کو حل فرماتے ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ ختم شریف پڑھنے کے بعد ان کا ثواب حضرات خواجگان قدس سرہم کی ارواح مقدسہ کو بخشے اور ان کے توسل سے امداد و اعانت اللہ تعالیٰ سے چاہے نہایت مفید اور مؤثر ہے۔ جو بار بار کا مجرب و آزمودہ ہے۔

صبح کا ختم

ختم خواجگان قدس اللہ اسرارہم کے علاوہ بعد ادائے تہجد قبل از نماز صبح جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہ ختم شریف بلا ناغہ پڑھا کرتے تھے۔ جو حاضری و زیارت مدینہ منورہ روضہ اطہر کے وقت جناب سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو پڑھنے کیلئے ارشاد فرمایا تھا۔ خداوند کریم کا ہزار ہزار اور بے شمار شکر اور حمد و احسان ہے کہ مدینہ منورہ کے قیام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک سے آج تک یہ ختم شریف بھی بفضلہ جاری و ساری ہے۔ اور کبھی سفر و حضر میں ناغہ نہیں ہوا۔ ختم خواجگان قدس اللہ اسرارہم تو مشہور و معروف ہے۔ اور یہ صبح والا ختم شریف بھی ”ہدایت الانسان الی سبیل العرفان“ میں درج ہے۔ جس کو ضرورت ہو وہاں سے دیکھ سکتا ہے۔ اس ختم شریف کے فضائل و خواص بے شمار ہیں جو کہ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبان معارف بیان سے سننے میں آئے ان میں سے چند یہاں درج کرتا ہوں۔ تاکہ فی اللہ دوستوں کی رغبت و شوق کے اضافہ و زیادتی کا موجب ہوں۔ اور وہ یہ ہیں۔ کہ اس ختم شریف کا جو وقت ہے۔ اسی کے متعلق اکثر آپ فرمایا کرتے۔ کہ دن اور رات کے تمام اوقات پر اس سحری کے وقت کو اسی طرح بزرگی اور شرف حاصل ہے جیسے کہ تمام سال کے ایام میں سے یوم عرفہ کو۔ مہینوں میں رمضان شریف کو اور ہفتہ کے دنوں میں سے یوم جمعۃ المبارک کو عظمت و بزرگی ہے۔ نیز فرماتے کہ حدیث شریف میں جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر شب کو رات کے آخری حصہ میں آسمان دنیا پر نزول اجلال فرما کر ارشاد فرماتا ہے۔ کہ کوئی ہے جو مجھ سے دعا مانگے تاکہ میں قبول کروں۔ اور کوئی ہے جو مجھ سے طلب کرے میں اس کو عطا کروں۔

کوئی ہے جو مجھ سے مغفرت چاہے تاکہ میں اس کو بخش دوں۔ وغیرہ۔ جب اس مبارک وقت کے متعلق خود منعم حقیقی غفار الذنوب و ستار العیوب ارشاد فرمائے تو اس وقت خاص کیلئے یقین رکھنا چاہیے کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ معلیٰ سے بے حد عنایات و کرامات حاصل ہوتے ہیں اور اس وقت کے کلمات بارگاہ الہی میں یقیناً قبولیت کے خلعت سے مشرف فرمائے جاتے ہیں۔ اس ختم شریف میں پہلے چونکہ تسبیح و تحمید اور استغفار شریف پڑھا جاتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کیلئے حق تعالیٰ بھی تعریف فرماتے ہیں۔ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ۔ یعنی سحر کے وقت طلب استغفار کرتے ہیں۔ یہ آیت مجید انہی لوگوں پر صادق آتی ہے۔ جو سعی و جہد کر کے اس وقت خاص کو طلب مغفرت میں گزاریں۔ اس وقت خاص میں اور بھی بہت سے نکات ہیں۔ ایک یہ کہ ملائکہ شب و ملائکہ روز کے جمع ہونے کا وقت ہے۔ دوسرا یہ کہ شب کا اختتام ختم شریف کی مصروفیت میں اور دن کا افتتاح بھی ختم شریف کی مشغولیت میں ہو۔ تیسرا یہ کہ شب وقت سکون اور دن وقت معاش ہے۔ ہر دو اوقات ذکر الہی سے آباد اور معمور و مسرور رہیں۔ یہ ختم شریف خاص شب بیداروں کا حصہ ہے۔ اور شب بیداری مردان حق کا کام ہے۔ اور محبان مطلق کا میدان ہے۔ یہ وقت بہت بڑی فضیلت اس لئے رکھتا ہے کہ گرم اور نرم بستر کو جو کہ نفس کو بڑا پسند و مرغوب ہوتا ہے چھوڑ کر محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے عملی طور پر بامید رضا و قرب و لقاء ثواب میدان عمل میں آنا پڑتا ہے۔ جو کہ نفس کیلئے بہت دشوار اور گراں ہوتا ہے۔ اس ختم شریف کے فضائل کا بیان کرنا محال ہے۔ جو کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا۔ یعنی وہ لوگ کہ علیحدہ رہتی ہیں کروٹیں ان کی خوابگاہ سے پکارتے ہیں رب اپنے کو خوف اور امید میں۔ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ یعنی پس نہیں جانتا کوئی نفس اسے کہ مخفی رکھا گیا ان کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک سے یعنی اجر و ثواب بدلہ ہے اس کا کہ وہ عمل کرتے تھے۔ جبکہ خود خالق کون و مکان کا ارشاد پاک ہے کہ ان کے اعمال خیر کے عوض جو نعمتیں آنکھوں کو ٹھنڈی کرنے والی مخفی رکھی گئی ہیں ان کو کوئی نہیں جان سکتا۔ کیونکہ وہ انسانی شعور و ادراک سے

بہت بلند و بالا تر ہیں۔ تو پھر بھلا انسان ضعیف البدیان کی کیا ہمت و بساط ہے۔ کہ وہ اس وقتِ اوّل میں ختم شریف کے فضائل کو بیان کر سکے۔ یہ کس قدر عظیم الشان بشارت ہے جو کلامِ الہی سے ثابت ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا کامیابی اور فضیلت ہو سکتی ہے۔

شجرہ شریف حضرات خواجگان رحمہم اللہ تعالیٰ

جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہمیشہ معمول رہا کہ صبح ختم شریف کے بعد اور شام کو ختم خواجگان رحمہم اللہ کے بعد دونوں وقت شجرہ طیبہ خاندانِ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ پڑھا جاتا اور دوستوں میں سے کسی خوش الحان دوست کو پڑھنے کیلئے ارشاد فرماتے۔ اس میں کبھی تاغ نہ فرماتے۔ بلکہ اکثر دوستوں کو تاکید فرماتے کہ شجرہ شریف ضرور ایک مرتبہ پڑھ لیا کریں تاکہ ان انعام و اکرام سے کہ جو حضرت سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکار سے عطا ہوں۔ درجہ بدرجہ پیرانِ عظام کے توسل سے مستفیض و مستفید ہوتے رہیں۔ شجرہ شریف کی خاصیت ہے کہ مانند زنجیر کے اس کے ایک سرے کی حرکت دوسرے سرے تک پہنچتی ہے۔ شجرہ شریف کے پڑھنے سے بھی اپنے شیخ و مقتدا سے لے کر جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تمام حضرات کی توجہ باطنی شامل حال ہو جاتی ہے۔ سلسلہ کے بزرگوں کو نام بنام یاد کرنے سے ہر ایک ظاہری و باطنی مشکل و مصیبت رفع ہو جاتی ہے۔ ان حضرات کو وسیلہ و واسطہ گردانے سے جو مراد مانگی جائے قبولیت حاصل کرتی ہے۔ روزمرہ بلا ناغہ شجرہ شریف پڑھنے کی برکت سے دل روشن اور گناہ معاف ہوتے ہیں۔ طبیعت میں ذوق و شوق اور تازگی رہتی ہے۔ ایمان کو قوت پہنچتی ہے۔ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ حاصل ہوتی ہے۔ بزرگوں کی ارواح طیبہ متوجہ ہوتی ہیں۔ رزق، عمر، اولاد میں برکت، اعمالِ صالحہ میں ترقی ہوتی ہے۔ بلا و مصیبت سے نجات اور اعداء ظاہری و باطنی پر فتح نصیب ہوتی ہے۔ الغرض کہ مرید صادق کیلئے اپنے پیرانِ عظام کا شجرہ شریف پڑھنے یا سننے میں بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ جن کی کوئی حد اور انتہا نہیں۔ لہذا دوستوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ بھی جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس معمول پر قائم رہ کر ہمیشہ مستفیض ہوتے رہیں۔

عرس شریف

جناب حضرت بابا قی صاحب رحمۃ اللہ کے ارشاد کے بموجب جناب نبی کریم ﷺ کے عرس شریف کا انعقاد بھی عید گاہ میں تجویز فرمایا۔ جو اب بھی ہر سال 8 جون کے روز جو حضرت ﷺ کے وصال مبارک کی ششماہی تاریخ ہے بڑی رونق کے ساتھ ہوتا ہے۔ جس میں ہزاروں سے زائد عوام و عوامی کرام و فضلاء عظام کا اجتماع ہوتا ہے۔ قرآن مجید بہت سے ختم کیے جاتے ہیں۔ درود شریف پڑھا جاتا ہے۔ شب و روز ذکر الہی میں بسر ہوتے ہیں۔ معدوم عمدہ اور نفیس پکایا جاتا ہے اور ان سب کا ثواب جناب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک اور آپ کے طفیل جمیع انبیاء علیہم السلام و جملہ اولیائے کرام و مشائخ و علماء و قدامتہ و اہل بیت کے ارواح طیبہ کو بطور ہدیہ بخشا جاتا ہے۔ رات دن وعظ و نصیحت اور نیراز و توبہ میں گزارتے ہیں اور کسی قسم کا کوئی غیر شرعی کام اور بدعت جیسے کہ دوسرے میلوں اور عرسوں پر ہوتے ہیں ظہور میں نہیں آتے۔ ہر حیثیت سے حقیقی مجلس ذکر الہی کی جو سال بعد دوستوں کو نصیب ہوتی ہے۔ اس کی شان ظاہر ہوتی ہے۔ الحمد للہ کہ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ نے اپنے شیخ و مقتدا کے ارشاد پاک کو کما حقہ اپنا معمول بنا کر خوب نباہا۔ اب کچھ فوائد عرس شریف کی مجلس کے دوستوں کی خاطر لکھ کر اس مضمون معمولات کو ختم کرتا ہوں۔

عرس شریف کے فوائد

عرس شریف عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے لغوی معنی شادی کے ہیں۔ دراصل اس کی ابتدا یوں ہوئی کہ پرانے زمانہ میں ذرائع آمد و رفت بہت محدود اور دشوار گزار تھے پیشوایان دین اور پیران طریقت بڑی بڑی جانکاہ مصائب کے بعد اپنے مسٹرشدین مخلصین کے پاس پہنچ کر ان کو روحانی تربیت اور مذہبی تعلیم دیا کرتے تھے۔ اس طرح ان بزرگواروں کو دشوار گزار راستوں میں بڑی صعوبتیں اٹھانی پڑتی تھیں۔ آخر کار مخلص اور عقیدتمند جان نثار مریدوں نے مشورہ کیا کہ ان پیشوایان دین کی اس تکلیف کو رفع کرنے کیلئے ہم خود ان حضرات کی خدمت میں حاضر ہوا کریں۔ اس طریقہ سے فرداً فرداً عقیدت مندوں کا اپنے پیران طریقت کی خدمت میں حاضر ہونا بھی تمام سال مہمان نوازی کی

تکلیف ثابت ہوا۔ بالآخر یہ تجویز نکالی گئی کہ سال میں ایک مرتبہ کسی خاص مقررہ جگہ و مقام اور کسی خاص مقررہ تاریخ پر حاضر ہوا کریں۔ اور پسند و نصائح سے شرفیابی حاصل کیا کریں۔ ایک وقت تمام فی اللہ پیر بھائیوں کا جمع ہونا محبت فی اللہ میں ترقی و عروج کا موجب ہوتا ہے۔ دوست ایک دوسرے کے دیدار و زیارت سے مسرت اندوز ہو سکتے ہیں۔ منشاء قدرت بھی فی اللہ اجتماع کا حامی ہے۔ مذہبی تقریبوں کا مل کر ادا کرنا بھی اس امر کی تائید کرتا ہے۔ یک جا جمع ہونے سے تبادلہ خیالات ہو جاتا ہے۔ اور باہمی مشاورت سے بہت سے بہترین امور حل ہو سکتے ہیں۔ اور اس اجتماع کیلئے ایک خاص دن معین کیا جانا ضروری امر ہے۔ انبیاء علیہم السلام و اولیائے عظام کا اپنے خالق سے جا ملنا اور اس دار بلیات سے دار سرور کی طرف انتقال کرنا ان کیلئے ایک خاص خوشی کا وقت ہوتا ہے۔ اور حضور سرور کائنات ﷺ کا ارشاد کہ مومن کو قبر میں ارشاد کیا جاتا ہے۔ ”نم کنومة العروس“ دلہن کی مانند خوشی سے سو جاؤ۔ اس بنا پر اس دن کے اجتماع کو عرس سے موسوم کیا گیا۔ الغرض کہ انسانی مدارج کو اوج بلندی پر پہنچانے کا نہایت بہترین ذریعہ ہے۔ فی اللہ دوستوں کی ملاقات سے جذبہ ایثار بدرجہ کمال پیدا ہوتا ہے۔ روحانی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ سفر کر کے عرس شریف میں حاضر ہونے سے سفر کی تکالیف سے آشنائی ہوتی ہے۔ مسافروں کو آرام پہنچانے کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ مہمان نوازی کا شوق بڑھتا ہے۔ بہت سے ظفر کے وسائل حاصل ہوتے ہیں۔ نیک مجلس سے نیک خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ قصہ کوتاہ کہ فی اللہ پیر بھائیوں کی سالانہ عید ہو جاتی ہے۔ اور جو شخص محض لوجہ اللہ ایسی مبارک مجلس کی شمولیت کی غرض سے آئے جتنا دور دراز سے آئے گا زیادہ اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔ اور اس کا یہ آنا کبھی ضائع نہ جائے گا۔ جس پر وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ کی نص صریح شاہد اور بین دلیل و ثبوت ہے۔ آخر میں دعا ہے۔ کہ حق تعالیٰ فی اللہ اور مخلص احباب کو ایسی مبارک مجلس کی شمولیت اور اس کے فیوض و برکات ظاہری و باطنی سے مدام متمتع ہونے کی ہمت و توفیق بخشے۔ آمین۔ فقط

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ

انتقال

مئی ۱۹۳۲ء کا واقعہ ہے کہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ حسب معمول نماز تہجد کے لئے اٹھے۔ جب سقف مکان سے نیچے اترنے لگے تو کسی زہریلے جانور نے پاؤں مبارک پر نیش زنی کی اندھیری رات تھی۔ نظر کچھ نہ آیا۔ معمولی درد ہوتا رہا۔ مگر آپ نے گھر میں کسی سے بھی ذکر نہ کیا۔ وضو فرما کر تہجد کے نوافل ادا کر چکے۔ اور بعد مراقبہ کے صبح کا ختم شریف مقامی دوستوں کی معیت میں پڑھا گیا۔ ختم شریف پڑھ لینے کے بعد آپ نے دوستوں میں اس واقع کا ذکر فرمایا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ مجھے اب غنودگی زیادہ آرہی ہے صبح کی نماز آپ نے پڑھائی۔ بعد فراغت نماز دوستوں کو بھی آپ کی حالت دیکھ کر فکر لاحق ہوا۔ اور گمان غالب ہوا کہ مبادا سانپ نے کاٹا ہو۔ کہ غنودگی کا آنا اسی کے زہر کے اثر سے معلوم ہوتا ہے۔ بھلا وہ جو کسی درخت کا نہایت زہریلا پھل ہوتا ہے۔ اور سانپ کے زہر کو زائل کرنے میں تریاق کا حکم رکھتا ہے۔ آپ کے پاؤں مبارک پر جہاں کسی چیز نے کاٹا تھا لگایا گیا۔ جس کے لگانے سے آپ کے پاؤں مبارک پر بڑا ورم ہو گیا۔ اور جلن و سوزش پیدا ہو گئی۔ ساق اور ران پر بھی ورم کا اثر جا پہنچا۔ چار پانچ ماہ تک اس عارضہ سے آپ کو تکلیف رہی۔ مناسب علاج بھی ساتھ ساتھ ہوتے رہے۔ اللہ تعالیٰ شافی مطلق نے اپنے فضل و کرم سے صحت عطا فرمائی اور آہستہ آہستہ ورم اور سوزش وغیرہ دور ہو گئے۔ اور بالکل آرام آ گیا۔

مذکورہ بالا واقعہ گزرنے کے بعد پھر اسی موسم یعنی ماہ مئی ۱۹۳۳ء میں آپ کو ازسرنو تکلیف شروع ہو گئی۔۔ اور پیشاب کے ساتھ آپ کو خون آنا شروع ہو گیا۔ حتیٰ کہ عرس

شریف کا موقعہ آگیا۔ باوجود علاج جاری رکھنے کے کچھ آرام نہ آیا۔ بلکہ مرض میں اضافہ ہوتا گیا۔ بار بار پیشاب کی حاجت محسوس ہوتی۔ آپ نے بڑی ہمت و استقلال سے اس تکلیف کو برداشت کیا۔ اور عرس شریف کی مبارک مجلس میں حاضر و شامل رہے۔ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد بار بار پیشاب کی حاجت ہوتی بجائے پیشاب کے خون خارج ہوتا۔ اور آپ تازہ وضو فرماتے۔ آپ کی یہ حالت دیکھ کر مخلص دوستوں کو بھی بڑی نیچنی تھی۔ مولانا حاجی محمد شریف و حاجی حکیم خادم علی صاحبان اور حافظ حکیم نور محمد صاحب نے مشورہ کر کے دوائی تجویز کی جس کے استعمال سے فائدہ اور آرام ہو گیا۔ اس کے بعد کچھ عرصہ آرام رہا۔ چار پانچ ماہ گزرنے کے بعد پھر عارضہ شروع ہو گیا۔ پھر وہی دوائی استعمال کرائی گئی۔ عارضی طور پر چندے آرام اور صحت ہوتی۔ اور کچھ دن گزرنے کے بعد مرض عود کر آتا۔ گویا کہ مرض نے ایک دورہ کی صورت اختیار کر لی چونکہ بجائے پیشاب کے خالص خون خارج ہوتا تھا۔ اس وجہ سے آپ کی طبیعت مبارک دن بدن کمزور ہوتی گئی۔

۱۹۳۴ء کے آغاز میں ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ آپ کی طبیعت اسی عارضہ کے باعث ناساز تھی۔ باہر ڈیوڑھی میں آپ پلنگ پر تشریف فرما تھے۔ حاجی محمد زمان صاحب اور حاجی لعب دین صاحب حاضر خدمت تھے۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹا میں نے اسی عارضہ میں اس دار فانی سے جانا ہے۔ یہ بات سن کر حاجی لعب دین صاحب رونے لگے۔ اور کہنے لگے۔ حضور خالق آپ کا غم نہ دکھائے۔ اور آپ کی موجودگی میں ہمارا خاتمہ بالخیر کرے۔ تا کہ ہمیں زندگی میں آپ کی مفارقت کا داغ نصیب نہ ہو۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ کہ خالق کو یونہی منظور ہے۔ کل نفس ذائقة الموت۔ کسی نفس کو موت بغیر چارہ نہیں۔ صبر و استقلال سے رہنا ضروری ہے۔ مولوی صاحب (یعنی قبلہ عالم جناب حاجی الحرمین الشریفین حضرت مولانا و بالفضل اولینا صاحب زادہ عبدالرحمن سلمہ المنان الی یوم المیزان) کی خدمت کو میری خدمت اور ان کے وجود کو میرا وجود تصور کرنا۔ اور سمجھنا۔ اور دوستوں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور سلوک رکھنا۔ نیز فرمایا کہ حضرت صاحب مدظلہ تم سب کے بھائی ہیں۔ (یہ از روئے شفقت و مہربانی تھا۔ ورنہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک) ہر

معاملہ میں ان کے ساتھ شامل و شریک رہنا۔ اور ان کی فرمانبرداری و تابعداری کو میری فرمانبرداری و تابعداری جاننا۔ یہی سعادت دارین کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اور اس پر نہایت ہمت اور استقلال سے ثابت قدم اور قائم رہنا یہ گفتگو ہو رہی تھی۔ کہ اتنے میں اندر سے جناب قبلہ صاحبزادہ مدظلہ تشریف لے آئے۔ اور ان کو دیکھ کر سلسلہ گفتگو جو شروع تھا۔ بند کر کے دیگر باتیں شروع کر دی گئیں۔ تاکہ جناب صاحبزادہ صاحب کو جو پیشتر باتیں ہو رہی تھیں ان کا احساس نہ ہو۔ خیر اس عرصہ میں آپ کو صحت مستقل طور پر نہ ہوئی۔ عارضی طور پر چند یوم آرام سے گزرتے اور پھر چند یوم بعد تکلیف ہو جاتی۔ جون ۱۹۳۴ء کے عرس شریف پر بھی تکلیف بدستور تھی۔ مگر باوجود تکلیف اور کمزوری طبع مبارک کے آپ شب و روز مجلس مبارک میں شامل و حاضر رہے۔ اور اللہ دوستوں کی خاطر جو محض لوجہ اللہ تھی۔ آپ نے اپنی جسمانی تکلیف کی کچھ پروا نہ کی۔ اس کے بعد پھر شافی مطلق نے آرام و صحت عطا فرمائی۔ اور کسی قسم کی شکایت نہ رہی۔

موسم سرما آگیا۔ اور آپ کی طبیعت بھی اچھی ہو گئی۔ دوستوں نے سیر و سیاحت کے لئے بڑا اصرار کیا۔ آپ نے معذرت فرمائی۔ کہ اب پیرا نہ سالی ہے۔ اور اس پر اس طویل علالت کی وجہ سے طبیعت بڑی کمزور ہو گئی ہے۔ فقیر اس لائق نہیں کہ سفر کی تکلیف برداشت کر سکے۔ مگر دوستوں کو بڑا اشتیاق تھا۔ بار بار عرضیں کرتے۔ کہ جناب فی اللہ دوست بڑے خواہشمند ہیں۔ اور منتظر و چشم براہ ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ آپ کی طبیعت مبارک بوجہ لمبی بیماری کے بہت کمزور ہے، مگر اب حالت رو بصحت ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ سفر میں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ بہت سے غریب اور مفلس دوست یہاں نہیں پہنچ سکتے۔ حضور تشریف لے چلیں گے۔ تو سب دوستوں کو آپ کی زیارت و ملاقات سے مشرف ہونے کا موقع مل جائے گا۔ دوستوں کے بار بار اصرار و تکرار اور منت و زاری نے آپ کو سفر پر آمادہ کر ہی لیا۔ یہ آپ کا آخری سفر تھا۔ انشاء سفر میں حسب معمول ہر مقام پر دوست ملاقات و زیارت کے لئے حاضر خدمت ہو کر مستفیض و مستفید ہوتے تھے۔ جب آپ امرتسر رونق افروز ہوئے۔ تو پھر وہی سابقہ مرض کا عارضہ لاحق ہوا۔ بدیں وجہ آپ امرتسر سے ہی براہ

راست راولپنڈی شریف واپس تشریف لے آئے۔ اب سلسلہ علالت مستقل طور پر قائم ہو گیا۔ کبھی دو چار دن عارضی طور پر آرام ہوا بھی تو پھر تکلیف بدستور شروع ہو گئی۔ پیرانہ سالی اور اس پر مزید یہ کہ اس عارضہ کے باعث خون کا اخراج بکثرت۔ جس کی وجہ سے ضعف قلب کا مرض قائم ہو گیا۔ یہ کیفیت مندرجہ بالا ۱۹۳۴ کے اخیر اور ۱۹۳۵ کے آغاز کی تھی۔ اس علالت کے علاوہ ۳۰ مئی ۱۹۳۵ء کوئٹہ کے حادثہ فاجعہ اور بالخصوص سید غلام شبیر صاحب بی۔ اے، ای۔ اے۔ سی کی اچانک شہادت کے صدمہ عظیمہ نے آپ کی طبیعت پر بہت بڑا اثر کیا چونکہ سید صاحب مرحوم و مغفور آپ کے بڑے مخلص اور شیدائی دوستوں میں سے تھے۔ آپ کی بھی ان پر بڑی نظر شفقت تھی۔ اور ان سے کمال محبت تھی۔ جس دن کوئٹہ کے حادثہ کے متعلق اطلاع ملی تو پہلے تار دی گئی۔ مگر تار کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔ کوئی جواب نہ ملا۔ خطوط بھی لکھے گئے۔ آخر کار تیسرے دن اخباروں کے ذریعہ سے معلوم ہوا۔ کہ سید غلام شبیر صاحب اسی حادثہ فاجعہ میں جام شہادت نوش فرما کر عالم جاودانی کو رحلت کر گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ سید غلام شبیر صاحب جیسے حقیقی عاشق اور تحقیقی صادق کی وفات حسرت آیات کے صدمہ اور رنج و غم و الم کی وجہ سے آپ کے قلب پر ضعف کا گہرا اثر پڑا۔ عرس شریف بھی قریب آ گیا تھا۔ اور آپ کی طبیعت بہت کمزور اور نڈھال ہو چکی تھی۔ ۸ جون ۱۹۳۵ عرس شریف کے دن صبح خاص ختم شریف کی مجلس میں آپ بصد مشکل شامل ہوئے۔ اور رات کی مجلس میں شامل نہ ہو سکے۔ مرض میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا گیا۔ عرس شریف کے بعد بھی آپ بدستور بیمار رہے۔ ساتھ ہی آپ کی پوتی حضرت ممتاز بیگم صاحبہ مرحومہ و مغفورہ بھی بعارضہ بخار بیمار ہو گئیں۔ اولاد قدرتا و فطرتاً بھی بڑی پیاری ہوتی ہے۔ مگر خاص کر ایسی نیک اور فرمانبردار سعادت شعار اولاد ہو۔ تو پھر اس کی محبت کا کیا کہنا۔ عزیزہ مرحومہ و مغفورہ کے ساتھ خاص کر اس کے دینی شغف اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس کا اپنے والد ماجد سے قرآن مجید کے ترجمہ اور اس کی تفسیر میں حیرت انگیز کمال حاصل کرنے کی وجہ سے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو انتہائی محبت و پیار تھا۔ علاوہ ازیں آپ کی بہت سی خوش افزا امیدیں مرحومہ کی ذات سے آئندہ کے لئے وابستہ تھیں۔

مگر رضا و قضا الہی پر صابر و شاکر رہے بغیر چارہ ہی کیا ہے۔ عزیزہ مرحومہ و مغفورہ کچھ عرصہ بیمار رہ کر مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۳۵ء کو اس دارِ فانی سے عالم بقا کو رحلت کر گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحومہ کی اس بے وقت وفات حسرت آیات نے تمام دلی امیدوں اور آرزوؤں کو یکسر فنا کر کے آپ کے قلب پر ایک ایسی ناقابل برداشت چوٹ لگائی کہ جس کا بیان کرنا محال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقبول و برگزیدہ بندگان ہمیشہ قضائے الہی پر صابر و شاکر رہے۔ مگر وہ محبت جو نیک دیندار اور خوش اطوار فرمانبردار اور ہونہار اولاد کی خالق نے والدین کے قلوب میں ودیعت کر رکھی ہے وہ اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس واقعہ جانکاہ کے اثر سے ضعف قلب کا مرض مستقل طور پر قائم ہو گیا۔ پیشتر ازیں موسم سرما میں صحت رہتی تھی۔ مگر اس سال ۱۹۳۵ء کے اخیر میں تکلیف بہت زیادہ ہوتی اور بڑھتی گئی۔ باوجود اس قدر طویل علالت اور تکلیف کے بھی فرائض پنجگانہ اور نوافل تہجد و اوابین اور دیگر اوراد و وظائف میں بھی بفضل خداوند کریم بدستور مصروف رہے۔ اور کبھی ناغہ نہ فرمایا۔ ہاں کبھی کبھی اتنا زبان مبارک سے فرماتے۔ کہ اب وہ لطف و حظ نہیں رہا۔ بوجہ علالت اور پیرانہ سالی دیر تک مراقبہ میں نہیں بیٹھا جاسکتا اور بوجہ کمزوری عبادت خانہ کی سیڑھیوں پر آنے جانے میں بھی تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ دوستوں نے عرض کیا۔ کہ جناب ایسی حالت میں فرائض بھی اگر ادا ہوتے رہیں تو غنیمت ہے۔ آپ کی اس تکلیف کو دیکھ کر بڑا رنج پہنچتا ہے۔ اپنے بس اور اختیار کی بات نہیں۔ ورنہ یہ آپ کی تکلیف ہم آپ کے غلام لے لیں۔ آپ باوجود اتنی تکلیف کے پھر اتنی ہمت فرماتے ہیں۔ کہ نوافل تک ادا کرنے کا خیال رکھتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ فکر نہ کرو۔ جتنی تکلیف کا تم کو گمان ہے۔ اتنی تکلیف مجھے نہیں۔ اور اگر ہو بھی تو دنیا کی لذت و الم دو قسم ہیں۔ جسمانی و روحانی جس چیز میں جسم کی لذت ہے۔ اس میں روح کا رنج ہے۔ اور جس چیز سے جسم کو رنج پہنچے۔ اس میں روح کی لذت ہوتی ہے۔ مگر عوام الناس کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اللہ کے بندوں پر لازم ہے۔ کہ وہ جسمانی رنج و مصائب میں بھی اپنے خالق و مالک کے ساتھ خوش و خورم زندگانی بسر کریں۔ کسی صاحب دل نے کیا خوب کہا ہے۔

از برائے عیش و عشرت ساختن صد ہزاراں جان باید باختن
میرے دوستو جاودانی آسائش و راحت کا حاصل ہونا آسان نہیں ہے۔ فقرا کے لئے
اس قسم کا دکھ درد اکثر لازم رہا ہے۔ اور یہ محبت کے لوازم سے ہے۔ اس میں نکتہ یہ ہوتا
ہے۔ کہ ماسوائے اللہ سے پورے اور کلی طور پر انقطاع حاصل ہو جائے۔ یہ راہ ہی عجیب و
غریب ہے۔ اس راہ میں آرام بے آرامی میں ہے۔ اور قرار بیقراری میں اس مقام میں
آرام و راحت طلب کرنا اپنے آپ کو رنج و دکھ میں ڈالنا ہے۔ بہر حال اپنے آپ کو محبوب
کے سپرد کر دینا ضروری ہوتا ہے۔ جو کچھ اس کی طرف سے آئے۔ برضا و رغبت نہایت خوشی
سے قبول و منظور کرنا چاہئے۔ اور ہر گز گھبرانا یا سر پھیرنا نہیں چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سے اس پر
ثبات و استقامت طلب کرنی چاہئے۔

شعبان المعظم ۱۳۵۴ھ کی پندرہویں شب مبارک تھی۔ آپ عید گاہ میں رونق افروز
تھے۔ مقامی دوست جیسے کہ ہمیشہ اس رات کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے جمع
ہو گئے۔ کہ شب بیداری میں گزاریں گے۔ آپ تو بفضل خدا کسی لمحہ ذکر الہی سے خالی نہ
رہتے تھے۔ باوجود علیل ہونے کے اس مبارک شب میں بھی نوافل پڑھے۔ صبح ہوئی۔
تو چند دوست آپ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ آپ فرمانے لگے۔ کہ کوئی آرزو ایسی
نہیں جو خالق نے پوری نہ فرمائی ہو۔ مگر عید گاہ کے وسیع کرنے کا مدت سے خیال تھا
خواہش تھی کہ یہ کام بھی فقیر ہی کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ کرا دیتا۔ اس کے متعلق کوشش بھی بڑی
کی گئی۔ اور امید بھی پختہ تھی۔ مگر کوئی صورت نہ بنی۔ یہ ایک آرزو رہ گئی ہے۔ اگر وہ مسبب
الاسباب کوئی سبب بنا دیتا۔ تو یہ آرزو بھی پوری ہو جاتی۔ نماز کے بعد دوست رخصت
ہو گئے۔

اب دیکھئے اللہ تعالیٰ اپنے ایک برگزیدہ ولی کی آرزو پوری کرنے کی خاطر کیا اسباب
پیدا کر دیتا ہے۔ اور کتنی جلدی یہ آرزو پوری کر دی جاتی ہے۔ عید گاہ کے مغرب میں جن کی
زمین تھی۔ باوجود کوشش بلیغ کے اور ان کی منہ مانگی قیمت دینے پر بھی وہ زمین دینے پر آمادہ
نہیں ہوتے تھے۔ مندرجہ بالا آرزو کے اظہار پر ایک دو یوم ہی گزرے تھے۔ کہ مالک

زمین نے ایک آدمی کو بھیجا۔ جو یہ پیغام لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہ عید گاہ کے ساتھ ملحقہ زمین اگر لینی ہے تو لے لو۔ مالک زمین کو روپیہ کی سخت ضرورت پڑ گئی قیمت کا تصفیہ ہو گیا۔ اور سودا حضرت قبلہ عالم کی منشاء کے مطابق طے ہو گیا۔ اور آٹھ ہزار روپیہ میں زمین کی رجسٹری کرا لی گئی۔ جناب صاحبزادہ مدظلہم نے رجسٹری کرانے کے بعد دوسرے دن ہی تعمیر کا کام شروع کرادیا۔ اور پندرہ رمضان المبارک کو عید گاہ کی تعمیر مکمل طور پر ہو گئی۔ عید الفطر کے دن خود حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ موٹر پر بیٹھ کر عید گاہ میں تشریف لے گئے۔ اور عید گاہ کی توسیع کا کام بحسن و خوبی سرانجام ہوا دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر یہ بجالائے۔ لوگ جو عید الفطر کی نماز پڑھنے کے لئے آئے تھے۔ عید گاہ کی وسعت دیکھ کر حیران ہوئے۔ کہ ابھی چند دن ہوئے پہلے عید گاہ کی اور صورت تھی۔ اب کچھ اور نقشہ بنا ہوا ہے شہر کے چند معززین نے جملہ مسلمانوں کی طرف سے آپ کا شکر یہ ادا کیا۔ جس پر آپ نے فرمایا۔ کہ فقیر اس اظہار کو پسند نہیں کرتا۔ شکر یہ اس خالق و مالک کا چاہئے۔ جس کے فضل و کرم سے یہ کام بھی حسب منشا ہو گیا ہے۔

ان ایام علالت میں باوجود اس قدر تکلیف جسمانی اور انتہائی کمزوری اور ضعف قلب کے بھی آپ نے اپنا معمول اوراد و وظائف نہ چھوڑے تہجد کے لئے جیسے ہمیشہ سب دوستوں سے اول اٹھتے تھے۔ اسی طرح ان ایام میں بھی تمام دوستوں سے پہلے ہی تشریف فرما ہوتے تھے۔ بعد نوافل ختم شریف میں بھی شمولیت فرماتے۔ اور اتوار کی مجلس میں بھی رونق افروز ہو کر اپنے دیدار فیض آثار اور کلمات طیبات و واعظ حسنہ سے محبین و مخلصین کو مسرور اور اپنی توجہات سے حاضرین کے قلب کو معمور فرماتے رہے۔

آخری چند ماہ کی علالت

آغاز علالت سے ہی اپنے مخلص دوستوں نے جو حکیم و ڈاکٹر ہیں علاج میں اپنی استعداد کے مطابق کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ عارضی طور پر قدرے فائدہ و آرام ہو جاتا۔ رات کو آرام رہا۔ تو دن کو تکلیف ہو گئی۔ اور دن آرام سے گزرا تو رات کو تکلیف ہو گئی۔ اس حالت میں اکثر آپ فرمایا کرتے۔ کہ مجھے دو ایام دینی بند کر دو۔ میری طبیعت نہیں

چاہتی۔ اور یہ شعر بھی پڑھا کرتے۔

مریض عشق پر رحمت خدا کی مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی
کچھ دن یونہی گزرنے کے بعد ایک دن آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے پیشتر بھی تمہیں
کہا ہے۔ کہ مجھے دوائی دینی بند کر دو۔ اب پھر کہتا ہوں۔ کہ دوائی پلانی چھوڑ دو۔ میری
طبیعت دوائی کھانے سے نفرت کرتی ہے۔ آپ کے اس طرح فرمانے کے بعد حاجی محمد علی
وحاجی محمد زمان صاحبان نے گزارش کی۔ کہ جناب دوائی ضرور استعمال کرنی چاہئے۔ معلوم
ہوتا ہے۔ کہ شاید حضور دوائی کے استعمال کرنے میں پوری پوری احتیاط اور پابندی نہیں
فرماتے۔ اسی وجہ سے آرام نہیں آتا۔ اگر حضور مقررہ اوقات پر دوائی استعمال فرمایا کریں۔
تو امید واثق ہے۔ کہ بفضل خداوند کریم بہت جلدی صحت و شفا حاصل ہو جائے دوستوں کی
اس عرض و گزارش پر جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم دوا میں شفا
سمجھ بیٹھے ہو۔ میں اللہ تعالیٰ کو شافی جانتا اور یقین رکھتا ہوں۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ
مسنون طریقہ ہے۔ اور کتنا عرصہ کہ متواتر دوائیاں باقاعدہ بڑی پابندی سے استعمال کرتا رہا
ہوں۔ اب بھی دوائی استعمال کرنے کے مخالف نہیں ہوں۔ مگر اس قدر طویل عرصہ دوائیاں
استعمال کرنے سے طبیعت متنفر ہوگئی ہے۔ اصل بات بھی تم کو سمجھا دیتا ہوں۔ کہ جتنی
چیزیں اپنے اسباب و علل پر مرتب ہوتی ہیں۔ چشم بصیرت کے نور سے محروم لوگ ان اشیاء
کا سرزد ہونا اسی سبب و علت کے باعث جانتے ہیں۔ اور اسی کو فاعل حقیقی اور موجد سمجھ لیتے
ہیں۔ مگر جن کو خالق نے بصیرت کا نور عطا فرمایا ہوا ہو۔ ان کی نگاہ حق ہیں ان تمام اسباب
و علل کے پیدا کرنے والے پر ہوتی ہے۔ اور وہ سب کچھ اسی فاعل حقیقی سے جانتے ہیں۔
جیسا کہ مَا رَمَيْتْ اِذْ رَمَيْتْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی سے ظاہر ہے۔ کسی بندہ خدا نے کیا عمدہ
کہا ہے۔

گر گزندت رسد ز خلق مرنج	کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج
از خدا دان خلاف دشمن و دوست	کہ دل ہر دو در تصرف اوست
گرچہ تیراز کمان ہے گزرد	از کماند ان بیند اہل خرد

فرمایا کہ میرا معاملہ کچھ اور ہے۔ میری نگاہ اس شافی مطلق اور خالق کون و مکان پر ہے۔ جو اپنے بندوں کو کھلاتا پلاتا۔ اور جب وہ بیمار ہوتے ہیں۔ انہیں شفا عطا فرماتا ہے۔
هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِيْنِي ۝ وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِي ۝۔ آپ کی مرضی کے خلاف کرنا کسی کو جرات نہ تھی۔ سوائے سر تسلیم خم کرنے کے اور کیا چارہ تھا۔ دوائیاں کھلانی پلانی چھوڑ دیں۔ ڈاکٹر کے مشورہ کے مطابق ضعف قلب کے لئے انجکشن کرائے جاتے۔ جن سے ضعف قلب کا عارضی طور پر کچھ افاقہ رہتا۔ آخر کار وہ بھی آپ نے بند فرما دیئے۔ چارو ناچار آپ کا حکم ماننا پڑا۔

انشاء علالت میں آپ کے تمام خلفائے عظام اور مخلص دوست وقتاً فوقتاً حاضر خدمت ہوتے رہے۔ ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ حضرات حاجی مولوی ثناء اللہ صاحب، حاجی مولوی محمد شریف صاحب، حاجی حکیم خادم علی صاحب۔ اور خلیفہ سلطان احمد صاحب و بابو غلام نبی صاحب پنشنر تشریف لائے۔ اور جس وقت جناب حضرت حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں پہنچے۔ اور زیارت سے مشرف ہوئے۔ تو فوراً محبت سے زار و قطار رونے لگے۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اس محبت و شفقت کے بارے جو کہ آپ کو اپنے فی اللہ دوستوں سے تھی۔ رونے لگے۔ اور فرمایا کہ مجھے ان دوستوں کی محبت فی اللہ نے رُلا یا۔ ورنہ اور کچھ دکھ درد نہیں اور نہ ہی کوئی تکلیف ہے۔ اب آخری ملاقات ہے۔ پھر انشاء اللہ روحانی ملاقاتیں ہوں گی۔ اور عاقبت میں میل و ملاقات ہوگا۔ یہ سن کر دوست اور زیادہ رونے لگے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت صاحب خود ہی تسلی و تشفی فرمانے لگے۔

چند دنوں بعد راقم الحروف مسکین بھی باوجود خود بیمار ہونے کے آپ کی زیارت و ملاقات عیادت کے لئے حاضر خدمت ہوا۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ دوستوں میں سے کسی نے خاکسار سے دریافت کیا۔ کہ آپ کو کیا تکلیف تھی۔ بندہ نے کہا کہ مجھے بھی یہی بول کا عارضہ تھا۔ اب بھی پوری صحت نہیں ہوئی۔ مگر قدرے افاقہ و آرام ہے۔ جناب حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ یہ کمال رابطہ اتحادی کا اثر ہے۔ کہ جو عارضہ مجھے ہے۔ کمال محبت کے باعث وہی عارضہ آپ کو بھی لاحق ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ آپ کو شفاءِ کلی بخشے۔ آپ نے ابھی بہت کام کرنے ہیں میں نے جو کام کرنا تھا۔ کر چکا ہوں۔ جمعہ کا دن ہے۔ میرا خیال ہے کہ جمعہ اب عید گاہ والی مسجد میں پڑھا کریں۔ اور کئی ایک دوستوں نے بھی یہی خواہش ظاہر کی ہے۔ آج آپ بھی آئے ہوئے ہو۔ عید گاہ والی مسجد میں جمعۃ المبارک کا افتتاح ہی کرا جاؤ۔ خاکسار کو آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ عید گاہ والی مسجد میں چل کر وعظ کرو۔ اور آج سے تمام دوستوں کو بھی کہہ دو۔ کہ آئندہ ہمیشہ جمعہ کی نماز عید گاہ والی مسجد میں پڑھا کریں گے۔ بس آپ کے ارشاد کے مطابق اسی دن سے اب ہمیشہ جمعۃ المبارک کی نماز وہیں پڑھی جاتی ہے۔ اور بفضل خداوند کریم بڑی رونق ہوتی ہے۔

مخلصم میاں محمد عبداللطیف صاحب حج جب آپ کی ملاقات و زیارت کے لئے تشریف لائے ان سے ایک روز قبل کا واقعہ ہے۔ کہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر بوجہ ضعف قلب کے حالت غشی کی سی طاری ہو گئی تھی۔ جس کی وجہ سے تمام اہل خانہ بھی گھبرا گئے تھے۔ لیکن تھوڑی دیر بعد پھر آپ کی طبیعت سنبھل گئی۔ جس سے سب کو تشفی ہو گئی۔ دوسرے دن جب مخلصم حج صاحب تشریف لائے۔ اور زیارت کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو بعد ملاقات آپ نے فرمایا میاں صاحب۔ کل تو میں نے یہ خیال کیا تھا۔ کہ میرا آخری وقت آ گیا ہے۔ کچھ نازک سی حالت ہو گئی تھی۔ لیکن جب میں نے غور کیا۔ کہ نہ تو ابھی تک وہ ملائکہ دکھائی دیئے ہیں۔ جو مجھے لے جانے والے ہیں۔ اور نہ ہی وہ ارواح طیبہ دیکھی ہیں۔ جو میرے ساتھ جانے والی ہیں۔ اور نہ ہی مجھے ابھی تک وہ مقام دکھایا گیا ہے۔ جہاں میں نے جانا ہے۔ جب تک یہ تینوں امور متحقق نہ ہوں۔ میں دنیا سے نہیں جاسکتا۔ چنانچہ آخری ایام میں یہ سب امور یکے بعد دیگرے ظہور میں آ کر متحقق ہوئے۔ اور آپ کی زبان حقیقت بیان سے حاضرین سنتے رہے۔

علاوہ ان حضرات کے اور بے شمار احباب تشریف لاتے رہے۔ اور زیارت سے مشرف اور دعاؤں سے مستفیض ہوتے رہے۔ ۱۹ مارچ ۱۹۳۶ء کو حاجی محمد زمان صاحب اور حاجی محمد علی صاحب کو خدمت عالیہ میں طلب فرما کر ارشاد ہوا کہ تم دونوں دن کے وقت اپنی

اپنی نوکری پر چلے جاتے ہو۔ اس لئے صبح نوکری پر جانے سے قبل اور بوقت عصر واپس آتے ہی دونوں وقت ضرور مل جایا کرو۔ تاکید مزید فرمائی۔ نیز فرمایا کہ بیٹا اب فقیر کا آخری وقت ہے۔ عنقریب اس دنیا سے جانے والا ہوں۔ میرے بعد جناب مولوی صاحب (حضرت قبلہ عالم حاجی الحرمین الشریفین مولانا صاحبزادہ عبدالرحمن سلمہ المنان الی یوم الہمز ان) میرے حقیقی جانشین موجود ہیں۔ ان کو دلجوئی کرنا۔ بفضل خداوند کریم ان کا فیض ظاہری و باطنی بہت پھیلے گا۔ جو میرے نام کو بھی تازہ و روشن رکھے گا میرا وجود ہی ان کے فیض کی رکاوٹ کا موجب تھا۔ میرے دنیاوی رشتہ دار اور رسم و رواج والی برادری بھی موجود ہے۔ جن کے ساتھ میں نے اپنی زندگی میں صلہ رحمی کرنے میں فرق نہیں رکھا مگر جو تعلقات اور محبت فی اللہ دوستوں اور اللہ والی برادری سے رکھے ہیں۔ وہ بہت اعلیٰ رہے۔ اور یہ بڑی نعمت ہے۔ اس کو معمولی بات نہ سمجھنا۔ جس دن کوئی برادری کسی کے کام نہ آوے گی۔ اور نہ ہی اس دن اور کوئی برادری ہوگی۔ اس دن یہ اللہ والی برادری قائم رہے گی۔ اور اسی برادری والے وہاں بھی ایک دوسرے پر دل و جان سے قربان و نثار ہونے کے لئے تیار ہوں گے۔ میرے فی اللہ دوست مجھے بہت پیارے ہیں۔ بلکہ جان سے بھی عزیز تر ہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں ان سے حتیٰ الامکان اچھا نباہ کیا ہے۔ تم بھی میرے بعد دوستوں کے ساتھ وہی برتاؤ و سلوک رکھنا جو فقیر نے رکھا ہے۔ بلکہ اگر ہو سکے تو فی اللہ دوستوں کے تعلقات مجھ سے بھی بڑھا کر رکھنا۔ آپ کے اس ارشاد فرمانے کے جواب میں عرض کیا گیا۔ کہ حضور انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی کیا جائے گا۔ پھر جناب حضرت مولانا و بالفضل اولینا قبلہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ بیٹا۔ جناب سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع مبارک کو لازم پکڑنا میرے مسلک پر قائم رہنا۔ اس کو نہ چھوڑنا۔ اور نہایت ہمت و استقلال سے رہنا۔ میرے چلے جانے کے بعد ہرگز گھبرانا نہیں۔ ہر کام میں مقصود رضا الہی رکھنا۔ اللہ تعالیٰ کی معیت و امداد نصرت الہی ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوگی۔

حسب ارشاد جناب حضرت صاحب مندرجہ بالا ہر دو خادمان روزانہ دونوں وقت

حاضر خدمت عالیہ ہوتے رہے۔ اور اس عرصہ میں بہت کچھ نصائح اور وصایا آپ نے فرمائے۔ جو طوالت کتاب کے خوف سے نہ درج کرنے مناسب سمجھ کر چھوڑے جاتے ہیں۔ اور جن کا تعلق بھی چنداں عام دوستوں سے نہیں۔ ایک دن حسب ارشاد حاضر ہوئے تو جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر حالت جذبہ طاری تھی۔ اسی حالت میں فرمانے لگے۔ کہ میں کہاں ہوں۔ عرض کیا گیا کہ حضور اپنے گھر میں ہیں۔ فرمایا بھلا گھر میں دریا ہوتے ہیں۔ ہم تو بغداد شریف میں ہیں۔ دیکھو یہ دریائے دجلہ بہہ رہا ہے۔ اور عین بربل دریا جناب غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ مصلے بچھا کر بیٹھے ہیں۔ اور ہمیں بھی بلارہے ہیں۔ اور بڑی شفقت اور پیار فرما رہے ہیں۔

اسی طرح ایک وقت فرمایا۔ کہ میں آج مدینہ منورہ جناب سید المرسلین و خاتم النبیین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر رہا۔ بہت سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مبارک مجلس تھی۔ میں جب پہنچا۔ تو مرحبا مرحبا کی آوازیں آئیں۔ جس پر میں بڑا نادام و شرمندہ ہوا۔ کہ میں تو ایک ادنیٰ غلاموں کا غلام ہوں۔ اس شرمندگی کی وجہ سے میں نے اپنا سر جھکایا ہوا تھا۔ کہ اتنے میں ایک طرف سے جناب غوث صمدانی قطب ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ اور مجھے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے جا کر پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ شفقت و عنایت اور مہربانی فرمائی کہ جس کا میں اپنے آپ کو اہل نہیں سمجھتا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میری طبیعت اب اس جگہ یعنی دنیا میں رہنے کو پسند نہیں کرتی۔ بلکہ یہاں رہنے سے گھبراتی ہے۔ دل چاہتا ہے۔ کہ آپ مجھے یہاں سے حق تعالیٰ آزاد کر دے۔ مجھے مدینہ منورہ کی مجلس کا اشتیاق بہت زیادہ ہو گیا ہے۔ اور یہی دل کرتا ہے۔ کہ ہر وقت ایسی مجلس میں حاضر رہوں۔

ایک دن عصر کے وقت فرمانے لگے۔ کہ مجھے عید گاہ لے چلو۔ گھر سے سب اہل خانہ نے باری باری گزارش کی کہ آپ کی حالت بہت کمزور ہے۔ ایسی حالت میں عید گاہ لے جانا مناسب نہیں ہے۔ آپ بار بار اصرار فرماتے۔ آخر کار آپ کی چار پائی اندر سے اٹھا کر

باہر ڈیوڑھی میں لائی گئی۔ اندر سے مائی صاحبہ کا پیغام آیا۔ کہ آپ عید گاہ لے چلنے کو فرماتے ہیں۔ بہت دفعہ گزارش کی گئی ہے۔ کہ آپ کی طبیعت بڑی کمزور ہے۔ مگر آپ نے نہیں مانا۔ دوست بھی آپ کی خدمت میں عرض کریں کہ ایسی حالت میں عید گاہ جانا بہتر نہیں معلوم ہوتا۔ دوستوں نے بھی عرض کی۔ جس کی وجہ سے آپ کو ذرا ناگوار معلوم ہوا۔ ایک دوست کو عید گاہ بھیج دیا کہ وہاں سے دیگر دوستوں کو بھی بلا لاوے۔ تاکہ آپ کی چارپائی اٹھا کر عید گاہ لے چلیں۔ شام کا وقت قریب ہو گیا۔ دوستوں نے شام کی نماز پڑھی۔ آپ نے بھی بیٹھ کر نماز ادا فرمائی۔ اتنے میں عید گاہ والے دوست بھی آ گئے۔ اور مکررمائی صاحبہ سلمہا اللہ کا ارشاد پہونچا کہ آپ کی خدمت میں عرض کرو۔ کہ عید گاہ نہ جائیں۔ مگر یہ عرضیں تو پہلے ہو چکی تھیں۔ آپ کی خدمت میں یوں عرض کی گئی۔ کہ اندرون خانہ سے بھی سب آپ کے ساتھ عید گاہ چلنے کو تیار ہو رہے ہیں۔ کیونکہ ایسی حالت میں وہ آپ کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتے۔ یہ سن کر جناب حضرت صاحب خاموش ہو گئے۔ اور فرمایا کہ اچھا عید گاہ والے دوستوں کو واپس بھیج دو۔ عید گاہ والے دوست واپس چلے گئے۔ اور آپ کی چارپائی باہر سے اٹھا کر پھر اندر لے جا کر رکھی گئی۔ دوسرے روز بوقت صبح جب آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو بعد سلام و نیاز اور دست بوسی آپ نے فرمایا۔ کہ اچھا بھائی تم سب نے مل جل کر عید گاہ تو نہ جانے دیا۔ مگر مجھے اللہ تعالیٰ نے خوب سیر کرائی۔ بہت سا وقت جناب پیران پیر غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں گزرا۔ اور آپ نے عاجز فقیر کے حال پر بڑی نوازشات فرمائیں۔ اور آئندہ بھی بڑی مہربانیوں اور کرم فرمائیوں کے لئے وعدہ فرمایا ہے۔ اس کے بعد اور بہت سے اولیائے کرام کی زیارتیں و ملاقاتیں ہوئیں۔ جن میں سے بعض کو تو پیشتر بھی دیکھا ہوا تھا۔ اور کچھ ایسے بزرگ ملے۔ جن کو آج ہی دیکھا۔ اور پہلی مرتبہ ان کی زیارت و ملاقات ہوئی۔ مگر سب حضرات نہایت اشتیاق اور محبت سے ملے ہیں۔

آخری ایام علالت میں جبکہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے۔ سب دوستوں نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق خدمت کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ

رکھا۔ ہاں اس قدر ضعف و کمزوری کے حیا اس قدر دامن گیر تھا۔ کہ جب رفع حاجت کے لئے آپ کو بٹھلایا جاتا۔ پھر کسی کو بھی پاس ٹھہرنے نہ دیتے اور فرماتے کہ ہٹ جاؤ۔ اور پردہ کرلو۔

آخری ایام میں جسمانی کمزوری اور ضعف بدنی اس قدر ہو گیا تھا۔ کہ پلنگ پر بھی بغیر دوسرے آدمی کے اٹھا کر بٹھانے اور سہارا دینے کے بیٹھا نہیں جاتا تھا۔ ایسی نازک حالت میں بھی حیا و پردہ و فرائض کا اتنا خیال تھا کہ ایک دن عصر کے وقت حاجی محمد علی صاحب کو بلا کر فرمایا کہ میری طبیعت اور تنگ ہے۔ مجھے باہر ڈیوڑھی میں لے چلو۔ انہوں نے فی الفور جمال الدین محمد صادق اور عبدالغنی کو بلایا اور آپ کی چار پائی اندر سے اٹھا کر باہر ڈیوڑھی میں لے آئے۔ باقی تینوں دوستوں کو آپ نے رخصت کر دیا۔ حاجی محمد علی صاحب کو آپ نے فرمایا۔ مجھے رفع حاجت کے لئے اٹھاؤ انہوں نے کموڈ وغیرہ درست کر کے پاس رکھا۔ اور سہارا دیکر آپ کو چار پائی پر بٹھایا۔ جب اٹھا چکے تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ یا تو باہر چلے جاؤ۔ یا پردہ کرلو۔ حاجی محمد علی نے عرض کی۔ کہ جناب ایسی کمزوری کی حالت میں خطرہ ہے۔ کہ کہیں آپ گر نہ پڑیں۔ اور پھر تکلیف زیادہ ہو جائے آپ نے تسلی دی کہ نہیں۔ میں چار پائی کو پکڑ کر سہارا لے لوں گا۔ تم فکر نہ کرو۔ بعد فراغت قضائے حاجت پانی طلب فرمایا۔ اور استنجا کیا۔ اس کے بعد حاجی محمد علی صاحب نے آپ کو وضو کرایا۔ اور آپ نے بیٹھ کر فریضہ عصر ادا کیا۔ الغرض آخری وقت تک اتنی احتیاط حیا و شرم اور ادائیگی فرائض کی رکھی کہ وہ آپ کا ہی حصہ تھا۔

انشاء علالت میں شہر کے تمام دوست اکثر حاضر ہوتے رہے۔ خاص کر جمعۃ المبارک کے روز بعد نماز جمعہ اکثر دوست شہر اور مضافات کے حاضر ہو کر زیارت سے مشرف اور ملاقات سے باریاب اور فیوض و برکات سے فیضیاب ہوتے تھے۔ آپ کو بھی فی اللہ دوستوں کا بڑی خیال رہتا اور ان کی خاطر کو بڑا ملحوظ رکھتے تھے۔ انتہائی درجہ کی کمزوری و نقاہت میں بھی جبکہ مریض بات کرنی بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ بار بار دوستوں کے متعلق دریافت فرماتے۔ اور ان کی خاطر مدارات و کھانا کھلانے وغیرہ کے لئے تاکید مزید

فرماتے۔ عام لوگوں کے ساتھ بھی کشادہ دلی اور خندہ پیشانی سے ملاقات کرتے۔ کسی قسم کے رنج و افسوس اور گھبراہٹ وغیرہ کے آثار آپ میں بالکل نہیں پائے جاتے تھے۔ جب حاجی محمد زمان اور حاجی محمد علی صاحبان حاضر خدمت ہوتے اور جناب قبلہ صاحبزادہ صاحب بھی موجود ہوتے۔ تو اکثر دوستوں کا تذکرہ شروع کر دیتے اور دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کی بار بار بڑی شدت کے ساتھ تاکید فرماتے۔ ایک دن جناب صاحبزادہ صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا بیٹا۔ زمانہ کی حالت ہمیشہ ایک جیسی نہیں رہتی۔ میرا زمانہ گزر گیا۔ اور میرے متعلق جو کام تھا۔ میں نے پورا کر دیا۔ اس رب العالمین ایزد منان نے بیشمار احسان فرمائے۔ جن کا شمار نہیں یہ سب اس کا فضل و کرم ہے۔ مجھے خاص طور پر جود و انعام عطا ہوئے ان میں مجھے کمال اشتیاق بھی دیا گیا۔ ایک تو اپنے شیخ و مقتدا رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرے طالبان خدا یعنی جو فی اللہ مخلص دوست ہیں۔ ان کی محبت و اشتیاق۔ میرا مدعا خاص طور پر ہمیشہ رضائے الہی اور خوشنودی رب العالمین رہا۔ بیٹا میرے طریق سلوک پر جان و دل سے قائم رہنا۔ توکل اور تسلیم کو اپنا شیوہ بنانا صبر و قناعت پر استوار رہنا۔ علمائے ربانی و صلحائے عظام کی محبت رکھنا۔ یہ باتیں سن کر جناب صاحبزادہ صاحب ضبط نہ فرما سکے۔ اور آپ کے آنسو جاری ہو گئے۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھ کر فرمایا۔ اتنی سے بات پر کیوں غمگین ہوتے ہو۔ عالم فاضل ہو۔ سب کچھ جانتے ہو۔ کسی نفس کو موت بغیر چارہ نہیں۔ اور پھر یہ دنیا تو ایک مسافر خانہ ہے۔

جہاں اے پسر ملک جاوید نیست ز دنیا وفاداری امید نیست

نہ برباد رفتے سحر گاہ و شام سریر سلیمان علیہ السلام

باخر نہ دیدی کہ برباد رفت خنک آنکہ بادانش و داد رفت

اس کے بعد فرمایا احکام شریعت کی پابندی کو لازم رکھنا اور فرائض بجالانے میں کسل

و تساہل کو نزدیک نہ آنے دینا۔ انشاء اللہ تعالیٰ بفضل خداوند کریم ہمیشہ خوش و خرم اور شاد و بابر

مرادر ہو گے۔ میری تجہیز و تکفین بالکل شریعت حقہ کے مطابق کرنا کالی کالی جو انشاء سفر بیت

اللہ شریف اور مدینہ منورہ میں میرے ہمراہ تھی۔ میری قبر میں میرے نیچے بچھا دینا۔ اور

میری قبر کو اندر سے پختہ نہ کرنا۔ اس کے بعد چار پائی باہر ڈیوڑھی میں لائی گئی۔ بہت سے دوست زیارت و ملاقات سے مشرف ہوئے۔ بعد ملاقات دوستوں کو رخصت کی اجازت فرماتے۔ اور وہ روانہ ہوتے جاتے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اب دل اس دنیا کے قید خانہ سے آزادی چاہتا ہے۔ یہاں رہنے کو جی نہیں کرتا۔ فقیر کے متعلق جو کام تھا وہ پورا ہو چکا ہے۔ وصال سے چند یوم قبل کئی مرتبہ یہی فرمایا کہ اب آزادی چاہتا ہوں۔ میرا جو کام تھا۔ وہ پورا کر چکا ہوں۔ عرض کی گئی۔ کہ جناب بفضل خدا ہر طرح سے آزادی حاصل ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کونسی آزادی ہے۔ فرمایا یہ آزادی نہیں دنیاوی علائق و عوائل سے کلی طور پر انقطاع کر کے مقصود و مطلوب حقیقی کو پالینے کا نام آزادی ہے۔ حافظ دین محمد صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا۔ فقیر عنقریب جانے والا ہے۔ فقیر کی رحلت کے بعد آپ عید گاہ میں مقیم رہنا۔ مسجد میں نمازیں پڑھانا۔ عید گاہ کے دوستوں کو درس وغیرہ بھی دیتے رہنا تاکید مزید ہے۔ آپ کی یہ کلام سن کر تمام دوست جو آپ کی خدمت میں حاضر و موجود تھے۔ زار و قطار رونے لگے۔ تھوڑی دیر سکوت فرما کر آپ نے دریافت فرمایا کہ کیوں روتے ہو۔ حاجی محمد زمان صاحب نے عرض کی۔ جناب آپ کے وجود پاک اور ذات والا صفات سے ہماری بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد ہمارا کیا حال ہوگا۔ ہم کدھر جائیں گے۔ کوئی ٹھکانا نظر نہیں آتا۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ بخیر و با ایمان فرمائے۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ تسلی رکھو۔ بفضل خداوند کریم تم سب کا خاتمہ بخیر ہوگا۔ اور سب کے ساتھ بہت اچھا سلوک و معاملہ ہوگا۔ میرے جانے کے بعد غمگین نہ ہونا۔ میرے بعد مولوی صاحب (یعنی جناب قبلہ صاحبزادہ مولوی عبدالرحمن صاحب) موجود ہیں۔ ان کی صحبت و معیت کو میری ہی صحبت و معیت جاننا۔ ان کا وجود میرا ہی وجود ہے۔ انشاء اللہ وہ بھی میری طرح تم سے بہترین سلوک و برتاؤ رکھیں گے۔

آخری ایام میں جب حاجی محمد زمان و حاجی محمد علی صاحب صبح و شام حاضر خدمت ہو کر آپ کی زیارت سے مشرف ہوتے۔ یا ان مقررہ اوقات کے علاوہ کسی وقت بھی حاضر

خدمت ہونے کا موقع ملتا۔ ہر وقت یا قدوس یا قدوس کا ذکر آپ کی ورد زبان ہوتا۔ اور گاہ بگاہ یہ دعا بھی پڑھتے رہتے۔ اللہم اجعل فی قلبی نوراً و فی سمعی نوراً و فی بصری نوراً و من تحتی نوراً و من فوقی نوراً و من خلفی نوراً و امامی نوراً و فی لسانی نوراً و فی لحمی نوراً و فی دمی نوراً۔ اور یہ دعا بھی بکثرت ورد زبان رہتی اللہم اغفر لامہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہم تجاوز عن امۃ محمد۔ اللہم ارحم لامہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

اسم یا قدوس کے متعلق تھوڑی سی وضاحت

اسم پاک قدوس کا لفظ بھی اوزان مبالغہ سے ہے۔ یعنی وہ پاک اور منزہ ہے اپنی ذات میں علامات نقصان سے۔ پس جب عارف باللہ حقیقی طور پر حق تعالیٰ کو مالک اعتقاد کرتا اور جانتا ہے۔ کہ وہ ذات سب سے مستغنی ہے۔ اور کل مخلوق اپنے وجود اور بقا میں اسی کی محتاج ہے۔ اور اسی کے حکم و قضا کی مسخر ہے۔ تو عارف تمام ماسوائے اللہ سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ اور صرف اپنی ملک خاص میں جو قلب اور قالب ہے۔ تصرف کرتا ہے۔ اور اپنے لشکر و رعایا پر کہ جو قویٰ اور اعضا ہیں تسلط کرتا ہے۔ اور ان کو ان امور میں مصروف و شاغل رکھتا ہے۔ جن میں دونوں جہان کی فلاح و بہبود ہو۔ اسی لئے کہا گیا ہے۔ کہ جو شخص اپنے نفس کا مالک ہو۔ وہ حر اور آزاد ہے۔ اور جو نفس کی ہوا و ہوس میں مبتلا ہے۔ وہی غلام اور مقید ہے حق تعالیٰ کو وہی عارف قدوس جان سکتا ہے۔ جس کی بلند ہمت اور عالی حوصلہ انتہائی درجہ کو پہنچا ہو۔ یہاں تک کہ اس کو اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں اور آفتوں سے بچاتا اور پاک کر دیتا ہے۔ اور گناہوں سے اس کو ہر حال میں محفوظ رکھتا ہے۔ اسم یا قدوس کے فیوض و برکات سے عارف تمام کدورات سے اپنے اوقات کو صاف کر لیتا ہے۔ اور ہر وقت اللہ تعالیٰ سے رجوع کر کے اسی سے مدد چاہتا ہے۔ اس اسم پاک کی برکت سے عارف کی زبان و دل کو اللہ تعالیٰ غیبت سے پاک کر دیتا ہے۔ اسی طرح اللہم اغفر لامہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر خاص و عام کی دعا نہیں بلکہ خاص الخاص برگزیدہ رب العالمین ہستیوں کا حصہ ہے۔

۱۶ مئی ۱۹۳۶ء کو پہلے صاحبزادہ منظور الہی سلمہ اللہ تعالیٰ کو اپنے پاس بلایا۔ محبت بھری نگاہوں سے دیکھا۔ اور ان کے حال پر بڑی توجہ مبذول فرمائی۔ ان کے حق میں دعا فرمائی۔ کہ حق تعالیٰ صراطِ مستقیم پر استقامت بخشے۔ اور اس پر فتنِ زمانہ کی گونا گون نی رنگیوں سے بچا دے۔ اس کے بعد محبوب الرحمن و حبیب الرحمن سلمہم اللہ تعالیٰ اور دونوں چھوٹی لڑکیوں کو بھی طلب فرمایا۔ اور سب کے ساتھ پیار و محبت فرماتے رہے۔ ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے اور ان کے حق میں نیک و بہترین دعائیں بھی فرماتے رہے۔ مرض میں بہت کچھ افاقہ تھا۔ البتہ نقاہت و کمزوری ضرور تھی۔ حالت تشویشناک نہ تھی۔ بلکہ بہت کچھ امید افزا آثار نظر آتے تھے۔ مگر یہ حالت اور نقشہ چھوٹے بچوں کو بلا کر ان سے پیار و محبت کرنا اور ان کے حق میں بہترین دعائیں فرمانا ظاہر کر رہا تھا۔ کہ آپ سفرِ آخرت کے لئے عنقریب تیار ہیں۔ اور اپنے تمام معتقلین کو فرداً فرداً مل کر الوداعی سلام و پیام دے رہے ہیں۔

۱۷ مئی ۱۹۳۶ء بروز اتوار تمام دوست حسب معمول مجلس اور حلقہ ذکر کی شمولیت کے لئے حاضر و جمع ہو گئے۔ بعد فراغت مجلس تمام احباب آپ کی خدمت میں زیارت و ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ حالت بہت اچھی تھی۔ دوست زیارت سے مشرف ہو کر اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

۱۸-۱۹ مئی ۱۹۳۶ء کو آپ کی حالت بہ نسبت پہلے کے بہت اچھی رہی۔ کمزوری ضرور تھی۔ مگر بیماری کے کوئی آثار باقی نہ رہے آخر وقت تک قوتِ باصرہ ہامعہ بدستور صحیح و سالم رہیں۔ بلکہ ان دنوں میں خود بنفس نفیس قضاء حاجت وغیرہ کے لئے اٹھتے رہے۔

۱۹ مئی ۱۹۳۶ء کو شام کے بعد آپ پر ایک عجیب خوشی و فرحت کی کیفیت طاری تھی۔ اسی حال میں اپنی دایاں ہاتھ مبارک سر کے برابر پھراتے اور فرماتے۔

اڑ بھمیری ساون آیا

ان الفاظ کو مکرر سہ کر فرمایا۔ یہ الفاظ سن کر اور کیفیت دیکھ کر صاحبزادہ صاحب نے عرض کیا۔ قبلہ طبیعت مبارک کا کیا حال ہے۔ آپ نے ذرا سکوت فرما کر نہایت متانت و

سنجیدگی سے فرمایا کہ مولوی صاحب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے طبیعت بالکل درست ہے۔ کوئی فکر نہ کرو۔ طبیعت اب آزادی چاہتی ہے۔ میرا جو کام تھا۔ وہ تو پورا ہو چکا ہے۔ اب اور کوئی کام نہیں۔ جو میرے متعلق باقی رہتا ہو۔ یہ سن کر جناب صاحبزادہ صاحب نے بادلِ حزیں جنابہ مائی صاحبہ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ آج قبلہ عالم حضرت صاحب کچھ عجیب ہی گفتگو فرما رہے ہیں۔ اس کے بعد پھر جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا۔ آج کیا دن ہے۔ عرض کیا گیا۔ ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ ہے۔ آج ۲۷ صفر گزر گیا۔ صبح کو صفر کی ۲۸ تاریخ ہوگی۔ آپ نے فرمایا بڑا مبارک دن ہے۔ اسی دن جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طویل علالت کے بعد غسلِ صحت فرمایا تھا۔ ہمارے قافلہ سالار جناب غوثِ صمدانی قطبِ ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال با حق بھی اسی تاریخ کو ہوا تھا۔ اور انبالہ والے سائیں تو کل شاہ صاحب کا وصال بھی چہار شنبہ ہی کو ہوا تھا۔ یہ باتیں کرنے کے بعد آپ کی طبیعت بڑی خوش اور ہشاش بشاش تھی۔ اس معشوق و مطلوبِ حقیقی کے دیدار کے انتظار میں بے اختیار ولولہ آمیز اور پُر اشتیاق گفتگو فرمانے لگے۔ جس کے مطلب و ماحصل کو مندرجہ ذیل اشعار واضح کر رہے ہیں۔

اے صبا نگہتے از خاک در یار بیار	بیر اندوہ دل و مژدہ دلدار بیار
نکتہ روح افزاء از دہن یار بگوی	نامہ خوشخبر از عالم اسرار بیار
تا معطر کنم از لطف نسیم تو مشام	شمہ از نھات نفس یار بیار

ہر چند پیرو خستہ دل و ناتواں شدم	ہر گہ کہ یاد روی تو کہ دم جواں شدم
شکر خدا کہ ہر چہ طلب کردم از خدا	بر منجہائے مطلب خود کامراں شدم
در شاہراہ دولت سرمد بہ تحت بخت	باجام مے بکام دل دوستان شدم

وصال

اس کے بعد تمام اہل خانہ کو بڑی تسلی دی اور فرمایا۔ کہ رات زیادہ گزر گئی ہے۔ پھر سب کو سویرے اٹھنا ہے۔ آرام کرو۔ اور سو جاؤ۔ مگر آپ کی راز و نیاز اور پراسرار گفتگو اور

سُرور بھری کلام جو آج سے پیشتر کبھی سننے میں نہیں آئی تھی۔ صاف بتلا رہی تھی۔ کہ یہ عاشق اور دریائے وحدت کی شناور ہستی جو بار بار آزادی کے گیت گارہی ہے۔ اور اپنے مطلوب حقیقی کے وصل کا اشتیاق جتا رہی ہے۔ ملائکہ رحمت اور ارواح طیبہ سے ملاقات و ہمکلامی فرما رہی ہے۔ عنقریب اس جسم عنصری کی قید سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہو کر ہم سب کو دائمی داغ مفارقت دینے والی ہے۔ مکرر فرمانے لگے۔ میری طبیعت بالکل درست ہے۔ اور دل بھی خوش ہے۔ کوئی فکر نہ کرو۔ ویسے ظاہر آثار بھی اچھے معلوم ہوتے تھے۔ رات کے گیارہ بجے کا وقت ہو گیا۔ جناب مائی صاحبہ نے صاحبزادہ صاحب و دیگر اہل خانہ کو کہا کہ واقعی رات بہت گزر گئی ہے۔ تھوڑی دیر آرام کر لو۔ مائی صاحبہ اور دونوں ہمشیرگان و بڑی بھانج صاحبہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر و موجود رہیں۔ رات نہایت آرام سے گزری۔ کسی قسم کی تکلیف یا بے چینی واضطراب نہ ہوا۔ جب تین بجے سحر کا وقت ہوا۔ تو جناب حضرت صاحب فرمانے لگے کہ مجھے ایسا گمان ہوتا ہے۔ کہ شاید بے خبری کی حالت میں پیشاب نکل گیا ہے۔ جس سے تہبند ناپاک ہو گیا ہے۔ لہذا میرے کپڑے بدل دو۔ مائی صاحبہ نے آپ کا بستر اور تہبند بڑے غور سے دیکھا۔ اور عرض کیا کہ جناب بالکل کوئی نام و نشان نہیں ہے۔ مگر حضرت صاحب نے فرمایا کہ خیر نہ سہی۔ دل میں شک سا پڑ گیا ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ مجھے نئے کپڑے نکال دو۔ مائی صاحبہ نے نئے کپڑے پیش کر دیئے۔ آپ نے وضو فرمایا۔ پھر نئے کپڑے زیب بدن فرمائے۔ جناب صاحبزادہ صاحب بھی موجود حاضر تھے۔ حضرت صاحب نے وقت کے متعلق دریافت فرمایا۔ صاحبزادہ صاحب نے عرض کیا۔ کہ جناب عنقریب چار بجنے والے ہیں۔ آپ پلنگ پر قبلہ رو ہو کر بیٹھے تھے۔ اور سامنے تکیہ لگا کر سجدہ کے لئے جگہ بنائی ہوئی تھی۔ جیسا کہ نماز ادا کرنے کے لئے معذوری کے ایام میں کرتے تھے۔ پہلے تو کچھ دیر خفیہ طور پر پڑھتے رہے۔ بعد ازاں ہاتھ مبارک جیسا کہ دعا کے لئے اٹھایا کرتے تھے اٹھائے۔ اور تین مرتبہ بآواز بلند یا قدوس یا قدوس یا قدوس اور اسی طرح تین مرتبہ اللھم الرفیق الاعلیٰ پڑھا۔ تیسری مرتبہ آپ کے ہاتھ مبارک خود بخود ہی نیچے ہوتے چلے گئے۔ اور سر مبارک سامنے سجدہ گاہ پر جا رہا۔

اتنے میں مائی صاحبہ یا ہمیشہ صاحبہ میں سے کسی نے کہا کہ جناب حضرت صاحب گئے۔
بڑی بھاؤج صاحبہ اور جناب صاحبزادہ فرمانے لگے۔ کہ صبر کرو۔ اور دیکھو۔ حضرت
صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سر مبارک کو سجدہ گاہ سے اٹھا کر لٹا دیا مگر آپ کی روح پر فتوح اس
نفس غصری سے نجات و آزادی حاصل کر کے اپنے معشوق و مطلوب اور محبوب حقیقی سے
واصل ہو چکی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

پس جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر سننے ہی تمام دوست فی
الغور جمع ہو گئے۔ اور اندر جانے کی اجازت طلب کی گئی۔ جناب صاحبزادہ صاحب نے
مائی صاحبہ اور ہمیشہ گان کو پس پردہ کر دیا۔ اور تمام دوست اندر گئے۔ جا کر زیارت کی چہرہ
مبارک چمک رہا تھا۔ اور جسم آپ کا گرم تھا۔ لب مبارک تبسم کناں تھے۔ احتمال گزرا کہ
شائد غشی کی حالت ہو بلکہ حاجی محمد علی صاحب نے کہا بھی کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو غشی آ
گئی ہے۔ جناب صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ غشی نہیں۔ آپ کا تو وصال با حق ہو چکا
ہے۔ اس وقت عجیب و غریب کیفیت دیکھی گئی۔ مکان گویا بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ اور قدرتی
ریحان کی خوشبو سے تمام صحن معطر تھا۔ جس کا احساس کچھ دیر تک وہاں موجودہ تمام دوستوں
کو ہوا۔ بزرگوں سے سنا ہوا تھا۔ کہ اولیاء اللہ اور مقربین الہی اس دنیا سے جدا نہیں ہوتے۔
تا وقتیکہ ان کے پاس ریحان جنت نہیں لایا جاتا۔ جس کی خوشبو سے معطر ہو کر ایک گھر سے
دوسرے گھر کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک: فَاَمَّا اَنْ كَانِ مِنَ
الْمُقَرَّبِينَ فَرُوْحٌ وَ رِيْحَانٌ وَ جَنَّتْ نَعِيْمٌ بِحِی اس پر نص صریح شاہد و دال ہے۔ اور
اس روز آپ کے وصال کے وقت یہ امر ظاہر باہر متحقق ہوا اور دیکھا گیا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰہِ
یُوْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

اس میں شک نہیں کہ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔
کے مطابق جناب قدوة السالکین زبدة الصالحین سلطان العارفین حضرت صاحب رحمۃ اللہ
علیہ تو نہایت شاداں و فرحاں تشریف لے گئے۔ ہم پسماندگان اور وابستگان دامن عالیہ کی
یہ حالت تھی کہ۔

اے جانِ جہاں جہاں نا خوش بے تو ماجملہ پریشان و مشوش بے تو
رفتی تو من بے تو بماندم فریاد تو در وصل حق و من در آتش بے تو
دوستوں پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔ کوئی تو عالم حیرانی و پریشانی میں کھڑا تھا۔
کوئی جوشِ محبت میں محو ہو کر نقشِ دیوار سا بنا ہوا تھا۔ اکثر دوستوں سے بے اختیارانہ و
مضطربانہ حرکات سرزد ہونے لگیں۔ چنانچہ بعض دوستوں کی حالت فرطِ محبت سے دگرگوں
ہو گئی تھی۔ جناب قبلہ صاحب مدظلہ کے اشکِ رواں تھے۔ مگر صبر و استقلال اور
ضبطِ آہ و فغاں کا یہ حال تھا۔ کہ تمام احباب کو بتا کید شدید صبر کی تلقین فرماتے تھے۔ اور یہ
ارشاد باری تعالیٰ سناتے تھے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط اِنَّ
اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ ۝ اور وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمُ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْۤا اِنَّا
لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلٰوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَّاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْمُهْتَدُوْنَ ۝ . دوستو۔ یاد رکھو کہ صبر تمام فتوحات کی کنجی ہے۔ اور اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ
سے قرب اس مبداءِ فیاض کا نصیب ہونا صابرین کے لئے ثابت ہے۔ اور اس قرب کے
اثرِ صحبت سے تمام کام دین و دنیا کے بحسن و خوبی سرانجام ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دولتِ صبر
کے نتائج اور فوائد سے بہرہ ور فرمائے۔ اور اس دولتِ صبر کے نیک ثمرات سے متمتع ہونے
کی توفیق بخشے۔ آپ تمام دوستوں نے جناب قبلہ عالمِ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حینِ
حیات اچھی طرح دیکھا۔ کہ اکثر اوقات گونا گون مصابِ پیش آئے۔ نقصانِ مالی و جانی
یعنی مرگِ اولاد وغیرہ سے آزمائے گئے۔ مگر آپ بفضلِ باری تعالیٰ ہر امتحان میں کامیاب
نکلے۔ اور حسبِ ارشادِ خداوندی صبر و استقلال پر ثابت قدم رہے۔ سو میرے اور آپ تمام
فی اللہ دوستوں کے لئے ضروری و لازمی امر ہے۔ کہ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کے لائحہ عمل کو بکمال ہمت اختیار کریں کہ اس میں حیاتِ جاودانی۔ اور دنیا میں بھی ہر طرح
کی ظفرو کا مرانی ہے۔ جناب صاحب کا یہ فرمانا تھا۔ کہ جس نے دوستوں کے
دلوں پر اس قدر گہرا اثر کیا کہ جزع فزع اور واویلا جس کا عوام الناس میں عموماً رواج ہے۔
بالکل نہیں ہونے پایا۔ اور تمام اوقات کیا مردوں میں اور کیا مستورات میں ذکرِ اذکار

تلاوت وغیرہ میں گزرے اور جناب صاحبزادہ صاحب کی اس تلقین صبر سے بڑی تسلی ہوئی۔ اور ایک ڈھارس بندھ گئی۔

الغرض وہ دن رحلت فرما جانے والے مقبول رب العالمین و پسندیدہ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب حضرت صاحب کی عالیشان ہستی کے لئے کئی ایک وجوہات کی بنا پر بہت بڑا مبارک تھا۔ ان وجوہات کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ بعد میں کسی جگہ مجمل طور پر کر دیا جائے گا۔ مگر محبین و متعلقین کے لئے بڑا ہی بلا خیز اور غم آمیز و پُر آشوب دن تھا۔ جناب قبلہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ العالی کی تلقین صبر اور ممانعتِ آہ و بکا اور فغاں پر سب دوست بڑی ہمت و استقلال سے کار بند رہے۔ مگر دل ٹالاں اور چشم گریاں تھے۔ اس وقت کی حالت کا نقشہ الفاظ و تحریر میں کما حقہ کھینچنا میرے جیسے مسکین کی استعداد سے بالاتر ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

وقت زخم تیغِ فرقت کا کوئی مرہم نہیں
اشک پیہم دیدہ انساں سے ہوتے ہیں رواں
خون دل بہتا ہے آنکھوں کی سرشک آباد سے
اس کی فطرت میں یہ اک احساس نامعلوم ہے
آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے فنا ہوتا نہیں
قدسیوں سے بھی مقاصد میں ہے جو پاکیزہ تر
خاک میں دب کر بھی اپنا سوز کھوسکتا نہیں
موت سے گویا قبائے زندگی پاتا ہے یہ
خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے
موت اس گلشن میں جز سنجیدن پر کچھ نہیں
صبح کی نماز کا وقت قریب تھا۔ حسب معمول صبح کا ختم شریف پڑھا گیا۔ اور نماز فجر باجماعت ادا کی گئی۔ حضرت صاحب کے وصال کی خبر آنا فانا تمام شہر میں پھیل گئی صبح ہی سے لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے تعزیت و زیارت کے لئے مستورات کا تانتا بندھ گیا۔ تمام دوست جناب صاحبزادہ صاحب مدظلہ العالی کی معیت میں نماز فجر سے فارغ ہو کر بیٹھے

ہوئے تھے۔ اس حادثہ جانکاہ کے صدمہ عظیمہ کی وجہ سے کچھ سوچتا نہ تھا۔ مکرّمہ و معظّمہ جناب مائی صاحبہ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ باہر کے تمام دوستوں کو بذریعہ تار اطلاع کرو۔ فوراً تعمیل کی گئی۔ جہلم، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، کوٹلی لوہاراں، بھیرہ، شیخوپورہ، شاہدرہ، لاہور، امرتسر، ملتان، سہارنپور، لکھنؤ، ہوڑہ، کلکتہ، رنگو، اوپلیہ، کوہاٹ اور پشاور وغیرہ وغیرہ مقامات میں تاریں دی گئیں۔ بلکہ بعض بعض شہروں میں دو دو تاریں دی گئیں۔ اور بہت سے مقامات میں مثلاً حسن ابدال، کیمبل پور، نوشہرہ، گوجر خان، لالہ موسیٰ، وزیر آباد وغیرہ بذریعہ ٹیلی فون اطلاع کی گئی۔ راولپنڈی اور مضافات میں تو قدرتی طور پر جیسے کہ غیب کی منادی نے سب کو مطلع کر دیا ہے۔ سب کو آپ کے وصال کی خبر ہو گئی تھی۔ اور لوگ آپ کے جنازہ کی شمولیت کے لئے آنے شروع ہو گئے نماز جنازہ کے لئے چھ بجے نماز عصر کے بعد کا وقت مقرر کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آثار رحمت و کرامات

سخت گرمی کا موسم تھا۔ اور اس قدر ہجوم میں گرمی کے باعث سخت تکلیف کا احتمال اور خوف تھا۔ مگر خالق کون و مکان نے اپنے افضال و اکرام بیکراں سے ٹھنڈک کا سماں پیدا کر دیا۔ آسمان ابر آلود ہو گیا۔ ٹھنڈی ہوا چلنی شروع ہو گئی۔ موسم نہایت ہی خوشگوار اور راحت افزا ہو گیا۔ اور کسی فرد بشر کو گرمی کا احساس تک بھی نہ ہوا۔ یہ تھا اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم۔ جس کو اپنے خاص بندوں پر اپنی مہربانی سے مبذول فرماتا ہے۔

ایک اور بڑا عجیب واقعہ ظہور میں آیا۔ بوقت سحر چار بجے سے کچھ تھوڑی دیر پہلے جبکہ آپ کی روح پر فتوح اس جسدِ عنصری سے آزاد ہو کر اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر رہی تھی۔ مسماۃ حجن کریمہ بانو جو محلہ کہہاراں متصل باغ سرداراں میں رہتی ہے۔ عالم رویا میں کیا دیکھتی ہے کہ آسمان سے روشنی جیسے کہ مشعل جل رہی ہے نازل ہو رہی ہے۔ اور وہ روشنی جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان میں اتر رہی ہے۔ اسی اثناء میں اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس کے پاس ہی اس کی ہمشیرہ تھی۔ اس نے اپنی خواب کا تمام ماجرا اپنی ہمشیرہ سے بیان کیا۔ اور یہ بھی کہا کہ مجھے یہ خواب جو آئی ہے۔ اس پر کچھ ایسا یقین ہے۔

کہ گویا میں عالم بیداری میں دیکھ رہی ہوں۔ چار بج چکے تھے۔ وہ اپنے گھر سے اٹھ کر فی الفور جناب حضرت صاحب کے مکان شریف کی طرف چل پڑی کہ دریافت کروں کہ کیا معاملہ ہے۔ جب آپ کے در اقدس پر پہنچی تو اسے معلوم ہوا کہ جناب حضرت صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس واقعہ سے اس کے دل پر اتنا گہرا اثر ہوا۔ اور جناب حضرت صاحب کی ولایت کے کمال کا اتنا محکم یقین ہوا۔ کہ وہ بیچاری دست تاسف و حسرت ملتی اور کہتی ہے۔ کہ افسوس آپ کی زندگی میں آپ کی قدر نہ معلوم ہوئی۔ آپ کو ایک معزز فرد ہی خیال کرتی اور جانتی رہی۔ اور کبھی حاضر خدمت ہو کر فیض حاصل نہ کیا۔ کاش کہ یہ حقیقت پہلے مجھ پر منکف ہوتی تو آپ کی زندگی میں آپ کی خدمت اور مجلس سے فیضان حاصل کرتی۔ اب آپ کے وصال کے بعد اکثر آپ کے مزار مقدس پر حاضر ہوتی۔ اور اپنی دعاؤں میں آپ کو وسیلہ گردانتی ہے۔ اللہ کریم اس کی جملہ مرادیں آپ کے توسل سے پوری کر دیوے۔

غسل

چونکہ نماز جنازہ کے لئے چھ بجے بعد عصر وقت مقرر ہو چکا تھا۔ اس لئے غسل کا انتظام چار بجے شروع کیا گیا۔ ہر ایک دوست کی یہی خواہش تھی۔ کہ میں بھی غسل دینے میں شریک ہو سکوں۔ بابوالہ بخش صاحب کو اندر بھیجا گیا تا کہ مستورات کو کہدیں کہ پردہ کر لیں اور دوست آکر غسل دے سکیں۔ چنانچہ بابوالہ بخش صاحب نے مناسب انتظام کر کے اطلاع دی۔ جناب صاحبزادہ صاحب نے پہلے ہی چند دوست غسل دینے کے لئے منتخب فرمادیئے تھے۔ جو کہ پہلے ہی منتظر بیٹھے تھے۔ جب وہ منتخب شدہ دوست اندر گئے تو عام دوستوں نے ہجوم کر لیا۔ اور وہ بھی غسل دینے میں شرکت و شمولیت کی خاطر اندر آنے شروع ہو گئے۔ دوستوں کو بہتیرا سمجھایا گیا۔ مگر اس قدر ہجوم میں کون سنتا تھا۔ آخر کار مجبوراً دروازہ بند کرنا پڑا۔ بابوالہ بخش مولوی فضل احمد راجہ ولی محمد خاں، شیخ فضل الہی بزاز، حاجی محمد علی، حاجی لعب دین، حاجی محمد زمان، غلام محمد، عطاء محمد، احمد دین، مولوی شیر زمان، بابو فضل الہی، حاجی محمد حسین، حاجی اللہ دین موجود تھے۔ حافظ محمد اعظم صاحب جو اپنے محلہ کی مسجد کے

پیش امام ہیں۔ اور بڑے نیک و متقی اور پرہیزگار ہیں۔ اور جناب حضرت صاحب سے کمال محبت اور عقیدت تامہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے غسل دینا شروع کیا۔ بڑی محبت و ادب سے بطریق مسنون غسل دیا گیا۔ موجودہ دوستوں میں بعض نے تو پردہ کا کام سنبھالا ہوا تھا۔ بعض پانی وغیرہ ڈالنے اور دینے میں مصروف تھے۔ غرضیکہ سب دوست بڑی محبت سے اپنے اپنے کام میں مصروف رہے۔ اور مل جل کر بہت اچھی طرح غسل دینے کے کام کو سر انجام دیا۔ اور اس کام میں مساوی طور پر شرکت و شمولیت کر لی۔ حاجی محمد علی صاحب نے کفنی پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور کلمہ طیبہ لکھا۔ بعد فراغت غسل سنت طریق پر آپ کو کفن پہنایا گیا۔ اور بیت اللہ شریف کے غلاف مبارک کا دو گز لمبا ٹکڑا بطور تبرک بعد تکفین اوپر ڈالا گیا۔ اور خوشبو و مشک و عنبر سے معطر کیا گیا۔ جب تکفین کا کام مکمل ہو چکا۔ تو سب دوست سوائے بابوالہ بخش صاحب کے باہر آ گئے۔ اور مستورات کو کہا گیا کہ زیارت کر کے رخصت ہوتی جائیں۔ مستورات زیارت کر کے رخصت ہوتی جاتی تھیں۔ بہت بڑا ہجوم تھا۔ اندر محن اور مکان اور دوسری منزل بلکہ آخری چھت پر اور بابو محمد علی صاحب والے مکانات کی طرف بھی بے شمار مستورات تھیں۔ بہت سا وقت گزر گیا۔ تو بعض اشخاص کہنے لگے۔ کہ مستورات کا سلسلہ ختم ہونے میں نہیں آتا۔ اور دیر ہوتی جا رہی ہے۔ اب چار پائی نماز جنازہ کے لئے اٹھانی چاہئے۔ بابوالہ بخش صاحب کو پھر اندر بھیجا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ مائی صاحبہ اور ہمشیرگان نے ابھی آخری زیارت کرنی ہے۔ مستورات بہت سی زیارت کر کے جا چکی تھیں۔ تاہم ابھی ہجوم و انبوہ ویسے کا ویسا ہی تھا۔ اور پائی صاحبہ و ہمشیرگان کو راستہ نہ ملتا تھا۔ کہ آخری زیارت کر لیں۔ مستورات کو سمجھایا گیا۔ اور مائی صاحبہ و ہمشیرگان کو بابوالہ بخش صاحب نے بلایا۔ کہ آخری زیارت کر لیں تا کہ چار پائی اٹھانی جائے۔ سب اہل خانہ آئے۔ اور آپ کی زیارت کی۔ مائی صاحبہ کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔ فی امان اللہ۔ اللہ و اع۔ بحوالہ خدا۔ ساڑھے پانچ بج چکے تھے۔ چار پائی جنازہ کے لئے اندر سے اٹھانی گئی۔ اور باہر ڈیوڑھی میں لا کر رکھی گئی۔ بیشتر سے ہی انتظام کیا ہوا تھا۔ کیونکہ ایسے موقع پر ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے۔ کہ میں بھی جنازہ اٹھانے میں حصہ لوں۔ ہر شخص کی اس

خواہش کو پورا کرنے کے لئے چار پائی کے دونوں طرف لمبے بانس باندھ دئے جائیں تا کہ اٹھانے والے احباب کو بھی سہولت رہے۔ اور تمام لوگ بھی جنازہ اٹھانے میں شرکت کر سکیں۔ مگر اس قدر جم غفیر اور ہجوم کثیر میں کون سنتا تھا۔ معتقدین مخلصین اور محبین نے جب چار پائی ڈیوڑھی پر پہنچی ہوئی دیکھی۔ تو ایک دم ٹوٹ پڑے۔ اور چار پائی ہاتھوں ہاتھ اٹھالی۔ بہتیرا کہا گیا کہ صبر کرو۔ ابھی چار پائی کے ساتھ بانس وغیرہ باندھنے ہیں۔ مگر اس قدر اجتماع عظیم میں کون سنتا اور کس کو سنائی دیتا تھا۔ لوگ چار پائی اٹھانے کی خاطر ایسے ٹوٹ کر پڑتے تھے۔ جیسے شمع کے اوپر پروانہ گرتا ہے۔ بانس جو باندھنے کے لئے لائے گئے تھے۔ اور رسیاں وغیرہ بھی وہیں کے وہیں دھرے رہ گئے۔

میونسپل کمیٹی کی طرف سے راستہ کی صفائی اور پانی کے چھڑکاؤ وغیرہ کا انتظام خاص طور پر ہو چکا تھا۔ مخلوق خدا جو نماز جنازہ کی شمولیت کی خاطر صبح سے ہی جمع ہو رہی تھی۔ اس قدر بیشمار اور کثیر تعداد میں تھی کہ جس کا صحیح اندازہ اور شمار اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ہر شخص کی یہی آرزو تھی۔ کہ میں بھی آپ کا جنازہ اٹھانے کا شرف حاصل کروں۔ مگر اس قدر ہجوم میں باوجود بڑی کوشش اور سعی مزید کے بھی کچھ پیش نہ جاتی تھی۔ گھر سے لے کر عید گاہ تک مسلسل مخلوقات کے ہجوم سے سڑک پُر تھی۔ اور کہیں تل رکھنے کی جگہ خالی نہ تھی۔ پورے چھ بجے عید گاہ میں جنازہ پہنچایا گیا۔ اس سے پیشتر آج تک کبھی کسی موقع پر بھی اتنی مخلوقات کا اجتماع عید گاہ میں نہیں دیکھا گیا۔ حالانکہ اسی سال آپ ہی کی سعی جمیلہ سے عید گاہ پہلے سے دوگنی وسیع بھی ہو چکی تھی۔ عید گاہ کا تمام وسیع میدان مخلوقات سے پُر تھا۔ نماز جنازہ پڑھنے کے لئے صفیں بنانے کا اعلان کیا گیا۔ صفیں درست ہو گئیں۔ اور آپ کے حقیقی جانشین حضرت صاحب زادہ مولانا مولوی حاجی عبدالرحمن صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ لاہور تک کے دوست نماز جنازہ میں شامل ہو گئے تھے۔ علاوہ ازیں ایسے لوگ جو کبھی بھی حاضر خدمت نہ ہوئے تھے تمام آپ کے جنازہ کی نماز میں شریک تھے۔ عربی لوگ اور بعض ایسے اشخاص بھی دیکھنے میں آئے۔ جن کو پہلے کبھی دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ یہی لوگ رجال بالغیب کہلاتے ہیں۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ایک مرتبہ ایسا

واقعہ گزر چکا ہے۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے۔ جبکہ آپ کے عاشق صادق مخلص باللہ حاجی نظام الدین مرحوم و مغفور ساکن موضع کٹاریاں متصل نور پور شاہاں نے اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت کی تھی۔ اور آپ بمعہ چند دوستوں کے حاجی صاحب مرحوم کا جنازہ پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ وہاں اتنا ہجوم نہ تھا۔ بلکہ معمولی جماعت تھی۔ دو عربی شخص بھی نماز جنازہ میں شامل ہوئے۔ نماز جنازہ سے فارغ ہو کر اور لوگ تو حاجی صاحب مذکور کی تدفین میں مصروف ہوئے۔ اور وہ دونوں عربی شخص مسجد میں جا کر داخل ہوئے۔ جن کو مسجد میں داخل ہوتے تمام لوگوں نے جو وہاں موجود تھے دیکھا۔ چند آدمیوں کا خیال ہوا کہ بعد فراغت تدفین ان سے ملاقات کریں گے۔ جب فارغ ہو کر ملاقات کے لئے آدمی مسجد میں پہنچے تو دیکھا کہ مسجد میں تو آدمیوں کا نام و نشان بھی نہیں۔ جناب حضرت صاحب سے ذکر کیا گیا۔ کہ وہ دونوں عربی شخص جو نماز جنازہ میں شامل ہوئے تھے۔ اور اس کے بعد مسجد میں آگئے تھے۔ جن کو مسجد میں داخل ہوتے ہم سب نے دیکھا۔ مگر اب وہ نظر نہیں آتے۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ یہ دونوں شخص رجال الغیب میں سے تھے۔ اور حاجی نظام الدین صاحب مرحوم کے دوست تھے۔ جس زمانہ میں حاجی صاحب بیت اللہ شریف میں مقیم تھے۔ یہ عربی اکثر اوقات حاجی صاحب سے ملتے رہتے تھے۔ انہیں کورجال الغیب اور طی الارض بھی کہتے ہیں۔ یہ لوگ تھوڑے سے وقفہ میں باذن اللہ بڑی بڑی دور تک پہنچ جاتے ہیں۔ بلکہ آن کی آن میں کہیں سے کہیں جا پہنچتے ہیں۔ واقعہ مذکورہ بالا کی طرح جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ میں بھی ایسے لوگوں کی شرکت و شمولیت دیکھی گئی۔ اور یہی ان کی شمولیت حاجی نظام الدین صاحب کے تذکرہ کا موجب ہوئی۔ علاوہ ازیں غیر مسلم اقوام کے لوگ بکثرت ساتھ شامل و موجود تھے۔

جناب صاحبزادہ صاحب مدظلہ العالی نے ایک کثیر رقم نقد اور بہت سے قرآن مجید غرباء و مساکین اور دینی طلباء میں فی سبیل اللہ تقسیم کرنے کے لئے حاجی محمد زمان صاحب کے حوالہ کئے۔ جو بھائی غلام قادر صاحب ساکن موضع کوری اور بابو فضل الہی صاحب دیوانہ شیشن ماسٹر نے ملکر مستحقین میں سب کچھ تقسیم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اپنی جناب میں قبول و

منظور فرما کر اپنی رضا و خوشنودی کا موجب بنا دے۔ آمین۔

نماز جنازہ کے بعد مخلوقات نے آخری زیارت فیض بشارت اور دیدار پر انوار سے مشرف ہونے کی خواہش و کوشش کی۔ چارپائی عید گاہ کے شمال مشرقی تھڑے پر رکھی گئی۔ جہاں آپ اکثر مراقبہ و ذکر میں مشغول رہا کرتے تھے۔ لوگ آتے اور زیارت سے مشرف ہو ہو کر نکلتے جاتے تھے۔ ایک بات جس کو اپنے محل پر بیان کرنا بھول گیا ہوں۔ اس کا یہاں پر بالا اختصار تذکرہ کئے دیتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ بوجہ طویل علالت اور اس پیرانہ سالی کے چہرہ مبارک سے قدرے احساس ہوتا تھا۔ کہ آپ بیماری کی وجہ سے کمزور اور ضعیف ہو گئے ہیں۔ نیز بعد وصال تھوڑی دیر تک سکرات الموت کے نشان جو کہ انبیاء علیہم السلام جیسی ہستیوں پر بھی وارد ہوتے رہے میں ظاہر رہے۔ مگر تھوڑی دیر بعد عجیب حالت اور کیفیت تھی۔ سبحان اللہ و بحمدہ رُخ انور پر انوار رہائی کا اس قدر درود و نزول تھا۔ کہ چہرہ مبارک فیوض و برکات سبحانی سے بدرمیر کی مانند چمک دمک رہا تھا۔ لب مبارک تبسم کناں تھے۔ ایسا معلوم ہوتا۔ کہ گویا ابھی حقائق و معارف کا بیان فرمانے لگے ہیں۔ چہرہ مبارک اور رخسار ایسے کہ جس طرح عین عالم شباب میں بھرے ہوئے تھے۔ دیکھ کر ضمیر یہ باور نہیں کرتا تھا کہ آپ ایک دن بھی بیمار رہے ہوں۔ اور چہرہ مبارک سے ایسی خوشی و سرور ترشح ہو رہے تھے۔ کہ جیسے کسی بہت بڑی نعمت کے حصول اور بڑی بھاری کامیابی کے وقت پر خوشی ہوتی ہے۔ مجھ جیسے ہچمدان کو ایسے الفاظ نہیں ملتے کہ اس وقت کی کیفیت کو کما حقہ احاطہ تحریر میں لا کر بیان کر سکوں۔ لہذا اتنے پر ہی اکتفا کر کے پھر اصلی بات کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ ساڑھے سات بجے کا وقت ہو گیا۔ مگر زائرین کا ہجوم ویسے کا ویسا ہی تھا۔ ڈیڑھ گھنٹہ آپ کی چارپائی عید گاہ کے تھڑے پر رکھی رہی۔ جو لوگ زیارت کر کے نکلتے گئے۔ وہ تو نکل گئے جو باقی رہے ان سے کہا گیا۔ کہ اب وقت شام کا قریب آ رہا ہے۔ لہذا اب چارپائی اٹھانے دو۔ تاکہ تدفین کا کام بھی وقت پر ہو جائے۔ مگر زیارت کرنے والے کہاں مانتے اور رہ سکتے تھے۔ فرط محبت سے لوگوں نے خود ہی چارپائی اٹھالی۔ اور خوب زیارت و دیدار فرحت آثار سے سیر ہوئے۔ ایک جماعت آتی اور آپ کی چارپائی کو تبر کا

اٹھاتی اور پھر زلیلت کر کے نکل جاتی۔ اسی طرح کئی لوگ آئے اور اپنی آرزو میں پوری کیں۔ آخر کار مکرر سہ کر زائرین کو کہا گیا۔ تب کہیں جا کر لوگوں نے طوعاً کرہاً آپ کی چارپائی اٹھانے دی اور آٹھ بجے شام کی وقت آپ کا جسد مبارک آپ کی وصیت کے مطابق خاص اس مقام میں جو کہ ۱۹۱۱ء کے حج بیت اللہ شریف کے بعد قیام مدینہ منورہ کے اثناء میں جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے آپ کو بتلایا اور بتلایا گیا تھا۔ اور جس جگہ آپ نے ۱۹۱۵ء میں رقم الحروف کے ہاتھوں نشان لگوا کر ایک چبوترہ بنوا دیا تھا۔ جس پر مدتوں نمازیں بھی پڑھتے رہے۔ اور حضرت مولانا جناب مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم و مغفور نے بھی قبل از وفات اسی جگہ اپنی قبر بنوانے کے لئے حضرت صاحب کی خدمت میں استدعا و التجا کی تھی۔ جو کہ آپ نے بڑی خوشی سے قبول و منظور فرما کر ان کی قبر بھی وہیں بنانے کی اجازت فرمادی تھی۔ اور حضرت مولانا مرحوم و مغفور کے وصال کے بعد ان کی تربت مبارک پر ایک عالی شان روضہ بھی تعمیر کر دیا گیا ہے۔ آپ کی قبر تیار کر کے اور وہ کالی کالی جو اثناء سفر حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ اطہر جناب سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے پاس تھی۔ اور جس کے متعلق خاص طور پر وصیت تھی۔ بموجب وصیت قبر میں بچھا کر سپرد خاک کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

بہت سے دوست جو دور دراز سے آنے والے تھے۔ کوئی تو رات کے دس بجے والی گاڑی میں پہنچے۔ کوئی دوسرے دن صبح چار بجے والی گاڑی اور کوئی دن کے نو بجے والی ٹرین میں پہنچے بعض احباب جو بعد میں پہنچے انہوں نے گلہ شکوہ بھی کیا۔ کہ جنازہ کی نماز میں تعجیل کی گئی اور اگر نماز جنازہ کے لئے انتظار نہیں کیا گیا تھا۔ تو آپ کی تربت مبارک ہی دوسرے دن تک کھلی رکھی جاتی۔ تاکہ ہم سب جو بعد میں پہنچے ہیں۔ زیارت کا شرف حاصل کر لیتے۔ مگر تقدیر کے آگے تدبیر کچھ کارگر نہیں ہوتی۔ کل امر مرہون باوقا تھا۔ خواہش تو ہماری اپنی بھی یہی تھی۔ مگر کیا کیا جاتا۔

گفتم کہ خطا کر دی و تدبیر نہ ایں بود گفتا چہ تو ان کرد کہ تقدیر چنین بود

گفتہ کہ نہ وقت سہرت بود چہیں زود گفتا کہ مگر مصلحت وقت ہمیں بود
الغرض کہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بحساب قمری اکانوے سال
اور بحساب شمسی اٹھاسی سال کی عمر میں مورخہ ۲۸ صفر المظفر ۱۳۵۵ ہجری المقدس مطابق ۲۰
مئی ۱۹۳۶ء کو بروز آخری چہار شنبہ اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرما گئے۔ اس
مبارک یوم کی عظمت و بزرگی کے لئے اتنا اظہار کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسی صفر
کے آخری چہار شنبہ کو جناب سید المرسلین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طویل
علاقت کے بعد غسل صحت فرمایا تھا۔ جس کی یاد میں آج تک اکثر مسلمان اس آخرت چہار
شنبہ کو نفلی روزہ رکھتے ہیں۔ صفر کے مہینے کی اسی تاریخ کو حضرت امام حسن علیہ السلام نے
رحلت فرمائی تھی۔ اور یہی مہینہ تھا۔ اور یہی تاریخ تھی۔ جبکہ غوثِ صمدانی، قطبِ ربانی
حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تھا۔ اسی روز حضرت سائیں توکل شاہ
صاحب انبالوی کی رحلت ہوئی تھی۔ اور یہی مبارک دن آپ کو بھی نصیب ہوا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

قبلہ عالم جناب حافظ عبدالکریم حامل حکم شریعت صاحبِ خلقِ عظیم
آشنائے سِرِّ حق دانائے رمز لا الہ واقفِ راہِ حقیقت فقر کی جائے پناہ
رحمت حق نے بلا کر لے لیا آغوش میں
جا رہے فردوسیوں کے عالم خاموش میں

اولیاء اللہ کو حیاتِ جاودانی

اخیر میں اتنا اور اظہار کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس قسم کے بزرگ مقبول
اولیاء اللہ کے متعلق فیصلہ شدہ امر ہے۔ کہ عوام الناس کی طرح مردہ نہیں کہلائے جاسکتے۔
بلکہ ارشادِ خداوندی کے مطابق زندہ ہیں۔ اور ایک گھر سے دوسرے گھر کی جانب انتقال فرما
جایا کرتے ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشادِ محکم بنیاد ہے۔ کہ جو لوگ میری راہ
میری محبت، میری الفت، میری عبادت، میری یاد میں جان دیں۔ انہیں مرا ہوا نہ کہو۔ جیسا کہ
وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ کی

انص صریح شہاد و دال ہے۔ ایک دوسری آیت میں آیا ہے یسوزقون فرحین بما آتیہم اللہ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام اور عطیات پر شادمان اور مرزوق ہونا بھی ان حضرات کی حیات کو ثابت کر رہا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس موت کی گھنٹی سے تمام انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کو گزرنے کے بغیر چارہ نہیں ہوا۔ اور نہ ہی کسی کو ہو سکتا ہے۔ لیکن آیات مذکورہ ثابت کر رہی ہے۔ کہ حضرات اولیاء اللہ اس دار فانی سے رحلت کر جانے کے بعد بھی بیجا مرزوق و شادمان ہونے کے اور دیگر وجوہات کثیرہ کی بنا پر حکم حیات کا رکھتے ہیں۔ اور حیات جاوید کے لئے مختص کئے جاتے ہیں۔ مگر ان کی اس حیات جاودانی کو یہ آنکھیں اور یہ حواس نہیں محسوس کر سکتے۔ جو اجسام کثیفہ کے احساس کے لئے مخصوص ہیں۔ وہ بندگان خدا جو اولیاء اللہ کہلانے کے مستحق ہیں۔ اور جن کی تمام عمریں مجاہدات وافرہ و ریاضت ہائے معکاشہ میں بسر ہوئیں۔ اور تزکیہ نفس و تصفیہ قلب کی دولت حاصل کرنے میں مجاہدانہ زندگیاں بسر کر گئے۔ وہ اس حدیث شریف کے مطابق جس کا مفہوم یہ ہے کہ فرمایا جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ ہم رجوع کرتے ہیں جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف۔ تو بموجب ارشاد جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقتاً مجاہدین اکبر یہی لوگ ہیں۔ اولیاء اللہ اور مجاہدین فی سبیل اللہ کو یقیناً حیات جاوید حاصل ہوتی ہے۔ اور ان کے اعمال کا ثواب بھی الی یوم القیامہ جاری و ساری رہتا ہے۔ اسی کے متعلق کسی بزرگ نے فرمایا ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

اسی کی تائید میں یہ شعر بھی کسی صاحب دل نے خوب فرمایا ہے۔

کشتگان خنجر تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر است

انہی برگزیدہ حضرات اولیاء اللہ کے متعلق ارشاد ہے۔ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا یَمُوتُوْنَ یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ کے ولی مرا نہیں کرتے۔ بلکہ ان کو حیات جاوید عطا فرمائی جاتی ہے۔ نیز عوام الناس کی طرح ان حضرات اولیاء اللہ اور مجاہدین فی سبیل اللہ کے فیوض و برکات اور اعمال حسنہ کا سلسلہ بھی منقطع نہیں ہوتا۔ بلکہ ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ جس کی تائید احادیث

مندرجہ ذیل کر رہی ہیں۔ حدیث صحیح میں آیا ہے۔ کل ابن ادم یختم عملہ اذا مات الا المجاہد فی سبیل اللہ فانہ یمنیٰ لہ عملہ الی یوم القیمہ دوسری حدیث صحاح ستہ میں یوں ارشاد ہے۔ اذا مات الانسان انقطع عملہ الا عن ثلث صدقہ جاریہ او علم ینتج عملہ او ولد صالح یدعولہ۔ پہلی حدیث شریف کا بھی یہی مطلب ہے کہ جس وقت بنی آدم دنیائے فانی سے رحلت کر جاتا ہے۔ تو اس کے اعمال کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ مگر مجاہد فی سبیل اللہ تحقیق اس کے اعمال باقیات الصالحات کے ثواب کو قیامت تک بڑھایا جاتا ہے۔ سو جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک حیات پر نگاہ ڈالنے سے یہ حقیقت ظاہر و آشکارا ہو جاتی ہے۔ کہ آپ حقیقی طور پر ہر پہلو سے ایک اعلیٰ درجہ کے اولوالعزم مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ دوسری حدیث شریف جس میں آیا ہے کہ انسان جب اس دار فانی سے عالم جادوائی کو رحلت کر جاتا ہے۔ تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ مگر تین چیزیں ایسی باقیات الصالحات ہیں۔ کہ جن کا ثواب ہمیشہ جاری و ساری رہتا ہے۔ اول صدقہ جاریہ دوم علم نافع کہ جس سے دیگر مخلوقات بھی منتفع ہو۔ سوم اولاد نیک و صالح بہترین دعائیں کرنے والی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کی حمد و ثناء ہے۔ کہ یہ تینوں امور بھی جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عالیشان ہستی کے لئے روز روشن کی طرح متحقق ہیں۔ صدقہ جاریہ کے متعلق مجملًا اتنا اظہار کافی ہے۔ کہ دو کنوئیں تو عید گاہ میں آپ کے باقیات الصالحات سے موجود ہیں۔ اور دو ہی مسجدیں۔ ایک تو عید گاہ کے سامنے بربل سڑک واقع ہے۔ اور دوسری مسجد راو پنڈی کے غربی جانب ریلوے لائن جو پشاور کو جاتی ہے۔ اس کے متصل تعمیر کرائی۔ علاوہ ازیں عید گاہ کو خاطر خواہ وسعت دیکر از سر نو تعمیر کرایا۔ دوم علم نافع۔ آپ کی ذات سے مخلوقات خدا نے وہ علم حاصل کیا۔ جو بفضل خداوند کریم جب تک یہ دنیا قائم رہے گی۔ سلسلہ بسلسلہ اس علم سے مخلوقات خدا منتفع ہوتی رہے گی۔ کوئی شہر اور کوئی قریہ خالی نہیں جہاں آپ کے علم کا فیض اور نفع نہ پہنچا ہو۔ اور صرف یہی نہیں کہ وہاں نفع و فیض پہنچا۔ بلکہ ہر جگہ آپ کے اس علمی فیض کا سلسلہ جاری ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی جاری و ساری رہیگا۔ جس سے آئندہ نسلیں بھی منتفع و مستفیض

ہوتی رہیں گی باقی رہی نیک و صالح اولاد۔ تو اس کے متعلق کچھ لکھنا میرے جیسے کم فہم کی استعداد سے بہت بلند و بالاتر معاملہ ہے۔ صرف اسی مشہور و معروف مثل پر اکتفا کرتا ہوں۔ کہ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔

اولیاء اللہ کے لئے دائمی زندگی اور حیات جاوید اور دیگر اس قسم کے مراتب و درجات اور تصرفات متفقہ طور پر مسلمہ امور سے ہیں۔ جو کہ انہی حضرات کے لئے مختص ہوتے ہیں۔ اور ان حضرات رضوان اللہ تعالیٰ علیم اجمعین کے فیوض و برکات اور تصرفات روحانیہ ہمیشہ جاری رہتے ہیں بلکہ اس دار فنا سے انتقال کر کے جب اپنے محبوب سے جا واصل ہوتے ہیں۔ تو ان کے تصرفات بہ نسبت دنیاوی زندگی کے بہت زیادہ اور ارفع و اعلیٰ ہو جاتے ہیں۔ چونکہ اولیاء اللہ کو حق تعالیٰ نے حصول مقاصد دینی و دنیاوی کے لئے واسطہ گردانا ہے۔ بلکہ قیام و انتظام عالم انہی حضرات کے وجود ہائے باجود سے وابستہ ہے۔ پس کوئی مطلب و مقصد دینی یا دنیاوی ہو۔ بغیر ان کے وسیلہ کے نہیں مل سکتا۔

بے عنایت حق وہم خاصان حق گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق
اور وسیلہ کے طلب کرنے کا حکم وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ سے عیاں و ظاہر ہے۔ اصل غرض اس وسیلہ کی طلب سے وصول الی اللہ ہے۔ کہ اعلیٰ مقاصد دینی کا ہے۔ اور طلب انکی عام ہے اس سے کہ وہ اس عالم ظاہر میں زندہ و موجود ہوں۔ یا اس عالم سے رحلت و انتقال فرما گئے ہوں۔ اس لئے کہ وصول فیضان الہی میں ان کا واسطہ ہونا صرف حیات دنیوی پر ہی موقوف نہیں ہوتا۔ کیونکہ حیات اخروی اس حیات دنیوی سے بوجوہات ارفع و افضل ہے۔ بلکہ کاملین کی وجہ عالم تجرد میں زیادہ اور قوی ہوتی ہے۔ اور یہ امر بھی متحقق ہو چکا ہے۔ کہ مراد وسیلہ سے اولیاء اللہ ہیں اور ان کی طلب مامور بہ ہے۔ خاص کند بندہ مصلحت عام را۔

بلکہ صاحب تفسیر بیضاوی نے لکھا ہے۔ وصفات النفوس الفاضلة حال
المفارقة فانها تنزع عن الا بدن غرقاً ای نزاعاً شديدا فتشط الى عالم
الملکوت وتسبح فيه فتسبق الى خطائر القدس فتصير بشر فهاد قوتها من

المدبرات اس سے واضح ہوا کہ اصفیاء و اولیاء اللہ کی ارواح مقدسہ اور نفوس زکیہ کو حق تعالیٰ نے یہ شرف و اعزاز بخشا ہے۔ کہ عالم کی تدبیر میں ان کو دخل دیا ہے۔ کہ وہ جس طرح اس دنیا کی زندگی میں اپنے مریدین و مخلصین اور غیر مریدین اور غیر مخلصین کی تربیت اور انتظام ظاہراً و باطناً، غائباً و حاضراً فرماتے ہیں۔ بلکہ عالم کی ہر شئی ان سے فیضیاب ہوتی ہے۔ اسی طرح بعد انتقال و وصال کے بھی ہمیشہ ان حضرات کے فیوض و برکات اپنے متوسلین کے لئے خصوصاً اور تمام عالم کے لئے عموماً جاری و ساری رہتے ہیں۔ اور ان کے مزارات پر حاضری اور ان کے توسل سے دعا ابتغائے فضل الہی ہے۔ حضرت مولانا جناب قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی جن کو حضرت قبلہ میرزا مظہر جان جاناں قدس سرہ بوجہ کمال تبحر علمی بیہقی ثانی فرمایا کرتے تھے۔ کتاب ”تذکرہ الموتی والقبور“ میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔ حق تعالیٰ در حق شہدا میفرماید بل احياء عند ربهم اقول مراد آں باشد کہ حق تعالیٰ ارواح شانرا قوت اجساد می دہد ہر جا کہ خواہند سیر کنند و ایں حکم مخصوص بشہدا نیست انبیاء و صدیقان از شہداء افضل اند و اصفیاء و اولیاء ہم در حکم شہداء اند۔ کہ جہاد بالنفس کردہ اند کہ جہاد اکبرست (جعنا من جہاد الا صغر الی جہاد الا کبر) ازاں کنایت است و لہذا اکثر اولیاء اللہ گفتہ اند ارواحنا اجسادنا و اجسادنا ارواحنا یعنی ارواح ما کارا اجساد می کنند و گاہے اجساد از غایت لطافت برنگار دلح مے بر آئند و رسول خدا را یہ نبود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارواح ایشان در زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند میردند و دوستان و معتقدان را در دنیا و آخرت مدد گاری می فرمایند۔ و دشمنان را ہلاک می نمایند و ارواح شاں بطریق اویسیہ فیض باطنی میرسد و بسبب ہمیں حیات اجساد آنہارا در قبر ہا خاک نے خورد۔ بلکہ کفن ہم مے ماند۔ ابن ابی الدنیا از مالک روایت کردہ۔ ارواح مومنین ہر جا کہ خواہند سیر کنند مراد از مومنین کاملین اند و حق تعالیٰ و سبحانہ اجساد ایشانرا قوت ارواح میدہد کہ در قبور نماز میخوانند و ذکر میکنند۔ قرآن میخوانند۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرمودہ کہ حق تعالیٰ بعضے اولیاء را جسم موہوب میدہد و ایں حکم در حق شہداء از حدیث ثابت است، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود۔ تفسیر فتح العزیز میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب

دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر بہت عمدہ اور نہایت واضح لکھا ہے۔ جو بوجہ طوالت چھوڑ دیا گیا ہے۔ ان کا صرف ایک کلمہ جو کافی اور وافی معلوم ہوتا ہے۔ لکھ دیا جاتا ہے۔ مزارات اولیاء اللہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ مظہر عون الہی ہیں۔ پس جب کاملین کے واسطے حیات حقیقی بطریق اولیٰ بدالات النص ثابت ہوئی تو جس طرح زندہ اولیاء سے فیض حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح ان کے انتقال و وصال کے بعد بھی۔ نیز جیسا کہ مرشد کامل کے آستانہ عالیہ پر حاضری اور اس کا حضور موجب حصول سعادت و فیض و انوار و برکات اور دفع فحشاء و مصیبات ہے۔ ویسے ہی مزار مقدس پر حاضری مقاصد دارین اور مطالب کونین کے حصول کا سبب و ذریعہ ہے۔ اللہ کریم تمام محبین و مخلصین کو اس حاضری اور توسل کے باعث بیش از بیش انعام و اکرام سے سرفراز و بہرہ مند فرمائے۔ آمین۔

درد دل

جذبات غم بروفات حسرت آیات شمس العارفین بدر السالکین و اصل الی اللہ متخلق باخلاق اللہ۔ معدن تواضع و مروت، مخزن علم و مودت، قدوہ محترم پیشوا معظم مرشدی و مولائی۔ الحافظ الحاج حضرت محمد عبدالکریم صاحب قدس سرہ۔

(از خادم آستانہ شیخ حسن الدین صاحب سپرنٹنڈنٹ تالیف و طبع انجمن حمایت اسلام۔ لاہور)

نہ بھائی تجھ کو مری محفل نشاط و سرور	فلک نہ بھائی، نہ بھائی تجھے، یہ بزم حضور
وہ بزم، بزم محبت، وہ بزم جام و سبو	نہ بھائی پیر فلک تجھکو محفل خوش بو
نہ بھائی، آہ نہ بھائی وہ مجلس مسعود	جو طالبان حقیقت کا تھی در مقصود
کہاں ہے اب مرا ساقی بادہ عرفاں	کہاں ہے غلہ محبت کا مالک و رضواں
وہ شیخ، شیخ طریقت، مربی انساں	وہ جن کے فیض کے چشمے جہاں تہاں تھے رواں
وہ جس کے سایہ شفقت میں تھے خوش و خرم	الم کشیدہ، ستم دیدہ، زخم خوردہ غم
اکیلا چھوڑ کر ہم کو چلے گئے ہیں حضور	نہ کیوں ہو؟ ماہی بے آب یہ دل رنجور
پہنچ گئے ہو تم اپنے مقام اعلیٰ پر	مگر بتاؤ کہ ہم اب کھٹکھٹائیں کس کا در
جدائی، آہ جدائی، جدائی محبوب	کہاں سے دھونڈ کے لائے تجھے دل معتب

پھڑک رہی ہیں نگاہیں تڑپ رہا ہے دل
وہ میٹھی میٹھی تیری باتیں یاد آتی ہیں
کہاں میں جاؤں؟ جو جاؤں کہ ڈھونڈ کر لاؤں
تھی زندگی سے تری زندگی مری خرم
نصیب ہوتا تھا جس وقت بھی تیرا دیدار
کے خبر تھی کہ ہوگی وہ زیر خاک نہاں
جسے سمجھتے ہو تم شیخ معرفت کا مزار
یہ قبر، آہ! یہ ہے میری حسرتوں کی قبر
یہ میرے پیر، مرے دستگیر کا ہے مزار
سکون دل ہے یہاں راحتیں ہیں دفن یہاں
میں نذر اس پر چڑھایا کروں گا اشک خون
یہ سال حزن و الم سال تیرہ سو پچپن
مئی کی سبیں تھی ماہ صفر کی اٹھائیس
وہ وقت، وقت مبارک سحر کے چار بجے
جوارِ رحمت حق میں پہنچ گئے ہیں حضور
ہمیشہ خاص توجہ تھی جس طرح سے یہاں
نہیں ہیں ہم میں بظاہر اگرچہ خود موجود
وہیں سے آپ جو تھوڑا سا مسکرا دیں گے
قطعات تاریخ و سن وصال قبلہ عالم جناب حضرت صاحب نور اللہ مرقدہ

بعض محبت و مخلص احباب نے جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر
قطعات تاریخ و سن وصال لکھے تھے۔ جن سے چند ایک درج کر دیئے جاتے ہیں۔

قطعات از علامہ دہر، وحید العصر، محدث و مفسر، فقیہ اعظم حضرت ابو یوسف حاجی مولوی

محمد شریف صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۳۶ ۱۹ء

مظہر حیا۔ نگو صورت

۵۵ ۱۳ھ

بے مثال مبارک طلعت

۵۵ ۱۳ھ

تاریخ وصال زاہد

۵۵ ۱۳ھ

جناب خواجہ عبدالکریم برگزیدہ جہاں

۳۶ ۱۹ء

حسین زمان سجادہ نشین خاندان نقشبندیہ

۵۵ ۱۳ھ

اعجاز بیان نور اللہ مضجیہ

قطعہ تاریخ ۵۵ ۱۳ھ

ورث علم و دین مصطفویٰ۔ قطب اقطاب دہر و غوث ذمیل
یعنی شیخ اشیرخ عبدالکریم۔ واقف علم و حافظ قرآن
ہاقم بہر سال رحلت۔ گفت پیر عظیم زیب جتاں
۵۵ ۱۳ھ

قبلہ دین و کعبہ ایماں ناصر دین و مہذب نعمان
چشمہ رفیع و عارف کامل۔ مطلع نور و معدن عرفاں
بر شب بستمیں بمہ مئی۔ گشت از چشمہای ما پناہاں

ایضاً عیسوی

زبدہ اہل کرم اہل تقی۔ واقف اسرار حق شیریں زباں
عارف کامل محبت اللہ بود۔ در طریقت بود فخر صوفیاں
نزد او ہر وقت بودے مجتمع۔ حلقہ اہل ارادت بیگماں
از کلام شاہ جیلانی مدام۔ شاہ فرمودے ہمہ پیر و جواں
فتح ربانی کام غوث پاک۔ زیر نظر دے بدے در ہر زماں

وا در یغا رفت از دنیای دواں۔ خواجہ دیگر بیکساں
یعنی حضرت مرجع اہل ہدا۔ خواجہ عبدالکریم خوش بیاں
در کلامش بود تاثیر چنین۔ نرم گشتندی از و سنگیں دلاں
میندے مثنوی معنوی۔ راز ہا سر بستہ شودے عیاں
نہ کلام آں غزالی پیر حق۔ کردے اسرار تصوف رایاں

روز و شب میماند او در یاد حق۔ مستفیض از دے شدے خردو کلاں صدمہ جانگاہ آمد رختش۔ در فراتش مردوزن بنا رکنان
از شریف دل سال وصال ۱۳۵۵ھ شد خدازی شان ۱۹۳۶ء گشت از ما نہاں۔

قطعه عربی ایضاً

قلبی بفرقتہ شیخنا کرور بعاشق فی جناۃ سرور ضلۃ عنہ براس اپراخذ۔ فاجابنی ہوزاحنہ مغفور ۱۳۵۵ھ
ایک عدد در اس الم سے یعنی الم کا سراف ہے۔ اس کا عدد ایک ہے۔

ایضاً

چوں زبده ولیاں آں پیرو مرشد ما رخت اقامت خود ز اہل جہاں بہ بستند
سال وفات حضرت پرسیدم از سردشے آمد ندا کہ۔ آہ آہ والا صفات رفتند
۵۵ ۱۳ھ

قطعه سنہ عیسوی

چو آن خواجہ رہنمائے غریباں نہاں شد ز مارفت درباغ جنت
پئے سال اوچوں شدم سرنگوں سن ندا شد کہ برسیہ درباغ جنت
۳۶ ۱۹ء

قطعه سن وصال از مسکین مولف

حافظ عبدالکریم با کمال و بے مثال کر در حلت سوئے جنت چوں بہ حکم
ذوالجلال
بندہ مسکین عاجز گفت از رنج و ملال قطب اعظم کعبہ کونین۔ تاریخ وصال
۵۵ ۱۳ھ

قطعه تاریخ از کوثر صاحب

میرے ہادی میرے مرشد حافظ عبدالکریم جنت الفردوس میں اب ہو گئے جا کر مقیم
بست و ہشتم تھی صفر کی اور تھا وقت سحر حق سے واصل ہو گئے سجدہ میں تھا حکم ربیم
سایہ مرشد اٹھا ہم سب کے سر سے یک بیک مرگ حضرت کی خبر سکر ہوا صدمہ عظیم

فکر پر تاریخ کی کوثر صدا ہاتف نے دی جوہر دین محمد با خدا عبدالکریم
۵۵ ۱۳ھ

از حاجی میرزا سید محمد صاحب میرمنشی راولپنڈی صدر بازار

۱۳۵۵ھ

۱۳۵۵ھ

سفر کرد اندر صفر مونسے

ہدیہ ترشحات حاجی

۱۳۵۵ھ

احقر نواز کرد بمہماہ صفر سفر

سن وصال از حاجی صوفی محمد زمان صاحب عفا اللہ عنہ

ان المتقین فی جنت عدن

بشنو تاریخ وصالش ز حقیر از سن

۵۵ ۱۳ھ

حلیہ شریف

جن صاحب نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ان کے لئے
حلیہ بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ مگر وہ احباب جن کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ
علیہ کی زیارت کا موقع نہیں ملا ان کے لئے یا آئندہ نسلوں کے لئے نہایت اختصار کے
ساتھ درج کیا جاتا ہے۔ آپ میانہ قد نہایت موزون۔ جسم بھاری اور خوب بھرا ہوا فرہ
اندام۔ رنگ گندمی سفیدی مائل۔ سر مبارک بڑا۔ سینہ کشادہ۔ دست و پا مضبوط۔ قوی
ہیکل۔ صاحب رعب و داب چہرہ مبارک سے شجاعت ترشح۔ موئے سر مبارک سیدھے
نصف سیاہ نصف سفید ملے جلے۔ نرم گوش تک دراز رہتے۔ ریش مبارک گنجان اور بھاری
موئے ریش مبارک سفید و چمکیلے ابرو خمدار بصورت ہلال۔ پیشانی فراخ اور نور عرفان سے
روشن۔ رخسار مبارک پر گوشت اور نرم بینی بڑی سچی ہوئی بطور سیف۔ آنکھیں بڑی سیاہ
دھیری ہر وقت جام وحدت سے مخمور۔ مونچھیں کتری ہوئیں بموجب سنت نبوی صلی اللہ علیہ
وسلم۔ بازو قوی ہتھیلیاں کشادہ۔ انگلیاں نہ بہت لمبی نہ چھوٹی متوسط اور خوشنما۔ پنڈلیاں
گول اور صاف۔ پاؤں درمیانہ انداز کے تھے۔ الغرض کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نہایت خوبصورت شکیل و جمیل تھے۔ دیکھنے والے کا دل یہی چاہتا تھا کہ ہر وقت دیکھتا ہی رہوں۔ ایسی پیاری اور خوبصورت ہستی کہ دیکھتے دیکھتے طبیعت سیر نہیں ہوتی تھی۔ لباس ہمیشہ سفید رنگ اور صاف و ستھرا پہنتے لمبا کرتہ کندھوں پر چاک اور موسم گرما میں عموماً تہبند ہوتا اور موسم سرما میں پاجامہ پہنا کرتے سر پر عربی طرز کا عمامہ ہوتا اور عربی چغہ پہنتے۔ گرمیوں کے موسم میں سر پر عموماً لٹھا کی ٹوپی یا پٹھے کی ٹوپی زیب سر مبارک ہوتی۔ موجودہ فیشن کا کوٹ وغیرہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر نہیں پہنا جب تک حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحت بحال رہی ہمیشہ پیدل ہی عید گاہ تشریف لے جاتے اور بعد نماز عشاء پیدل ہی وہاں سے واپس تشریف لاتے۔ چلتے وقت ہمیشہ نظر بر قدم رکھتے ہرگز ادھر ادھر التفات نہ فرماتے۔ لب مبارک ہر آن ایسے معلوم ہوتے کہ گویا انبساط و خوشی سے تبسم فرما رہے ہیں۔ باوجود خوش خلق ہونیکے کچھ ایسا رعب اور ہیبت تھی کہ کسی شخص کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روبرو خود بخود بات کرنے کی ہمت و جرات نہ پڑتی تا وقتیکہ خود حضور دریافت فرما کر سلسلہ گفتگو نہ شروع فرماتے۔ اگر ہزاروں کے مجمع میں رونق افروز ہوتے تو بغیر کسی کے بتلائے یا جتلائے دیکھنے والا آپ کو پہچان لیتا۔ پیشانی مبارک سے نور عرفان کی شعاعیں خود بخود ہی اس امر کی شہادت دیتی تھیں۔ کہ یہ ہستی مقبول بارگاہ رب العلمین و پسندیدہ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ دن کو سوائے قیلولہ مسنونہ کے اور کسی وقت کبھی نہ لیٹتے تھے۔ الغرض کہ اس ہستی کے متعلق کیا بیان کروں۔ چھوٹا منہ اور بڑی بات یا بالفاظ دیگر ”چہ نسبت خاک را با عالم پاک“ خداوند کریم و رحیم اس اسم با مسمیٰ عبد کریم اعلیٰ و ارفع ہستی کے ظاہری و باطنی اخلاق سے مجھے جیسے روسیہ اور دیگر احباب کو بھی بہرہ ور فرمائے۔ آمین۔

جناب قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف

آپ کو اوائل سے ہی دینی کتب کے مطالعہ کا انتہائی اشتیاق تھا۔ متعدد تفاسیر اور خاص خاص تصوف کی چیدہ اور مسلمہ کتب کا مطالعہ اس کثرت سے فرمایا ہوا تھا۔ کہ گویا وہ تمام آپ کو حفظ تھیں۔ اس وسیع مطالعہ کتب دینی اور خدا داد ذہانت و حکمت نے علوم ظاہری و باطنی میں ایسی وسعت پیدا کر دی تھی کہ جس کا بیان ہی نہیں ہو سکتا۔ جب کسی موضوع پر

بیان فرمایا تو آیات مجید اور احادیث شریف اور اقوال بزرگان دین و سلف صالحین سے دلائل و اثبات کے دریا بہا دیئے۔ اپنے فرض منصبی یعنی مخلوق خدا کی رشد و ہدایت اور خدمت خلق اللہ کے اہم ترین اور عظیم الشان کام کی مصروفیت کے باعث اتنی فرصت و مہلت نہ تھی۔ کہ تصنیفات کی طرف زیادہ توجہ فرماتے۔ مگر تاہم ”ہدایت الانسان الی السبیل العرفان“ جو کہ قرآن مجید و احادیث اور کتب تصوف سے اخذ فرما کر مرتب فرمائی۔ ایسی بے بہا تصنیف ہے جس کے متعلق بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ واقعی شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کی ہادی اور تیرہ دلوں اور گمراہوں کے لئے رہبر اور حقیقی رہنما ہے۔ کتاب ایسی مؤثر اور دلپذیر ہے کہ جس نے ایک مرتبہ پڑھی اس کا کام بن گیا۔ اور اس کے دل میں گھر کر گئی۔ اور اپنے پڑھنے والے کو صراطِ مستقیم دکھا کر اس پر ایسا ثابت قدم کیا کہ تادم واپس سیدھے راستہ سے پائے استقلال و ثبات نے لغزش نہ کھائی۔ چونکہ کتاب روحانی ذوق و شوق اور جذبہ و حال کی حالت میں تصنیف کی گئی اور اس کی تصنیف سے کوئی دنیاوی شہرت بھی مقصود نہ تھی بلکہ محض اصلاح قلوب کے جس سے تعلق مع اللہ قوی اور اخلاص و صدق اور محبت و رضا بر قضا کے اوصاف حمیدہ پیدا ہوں یہ کام محض لوجہ اللہ تھا۔ اور اس میں اسی خالق کون و مکان کی رضا و خوشنودی مقصود تھی اس وجہ سے یہ کتاب نہایت ہی مفید اور سودمند ثابت ہوئی۔ اور اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ بارہا طبع ہوئی اور شائقین و محبین نے ہاتھوں ہاتھ خرید کر حرر زجاں بنائی۔ راقم الحروف کا یقین ہے کہ اس کتاب کو انسان پڑھ کر اور اس پر عامل ہو کر ولی اللہ بن سکتا ہے۔

مکتوبات شریف کا اردو ترجمہ

جناب حضرت غوثِ صمدانی، قطبِ ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریف سے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بہت شغف تھا۔ چونکہ مکتوبات شریف نہایت دقیق فارسی زبان میں تھے جن کا سمجھنا تو درکنار۔ عوام الناس کے لئے صرف فارسی عبارت ہی پڑھنی صحیح طور پر محال تھی۔ خاص خاص علمائے ربانی کے سوا ایسی دقیق کتاب کا سمجھنا بہت مشکل تھا۔ چونکہ مکتوبات شریف میں اکثر مسائل شرعیہ کی تشریح و

توضیح اور نکات بیان کئے گئے ہیں۔ اس مشکل کو رفع کرنے کے لئے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کمر ہمت باندھی اور ایک سرحدی مولوی صاحب صاحب سے ترجمہ کرایا۔ اور قاضی محمد حسن صاحب مرحوم ساکن موضع کالس ضلع جہلم سے جو کہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے تھے اور ایک عالم اجل ہونیکے علاوہ بڑے خوشنویس اور کاتب تھے۔ تینوں دفتر تین ضخیم جلدوں میں بمعہ اصل فارسی اور بین السطور اردو ترجمہ لکھوایا جو مدت مدید دربار عالیہ میں رہے۔ اور موجودہ مکتوبات شریف کے طبع ہونے کے بعد حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمہ کی اولاد میں سے ایک بزرگوار جو علاقہ یاغستان میں رہتے ہیں۔ ان کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہدیۂ عنایت فرمادیئے۔ ان کی طباعت میں جو دیر تھی اور اس دیر میں جو حکمت مضمون تھی۔ آخر کار اس کے ظہور کا وقت آگیا۔

چونکہ قدرت کاملہ یہ سعادت جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام درج کر چکی تھی۔ بھلا پھر جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بغیر کون مستحق ہو سکتا تھا۔ اس خدمت دینی پر فخر خاندان نقشبند یہ مجددیہ کا مبارک لقب پایا۔ مترجم اگرچہ راقم الحروف مسکین کو ٹھہرایا گیا۔ مگر من آنم کہ من دامنم۔ یہ تمام جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کیما اثر کا نتیجہ ہے بعض مقامات ایسے تھے کہ جن کا سمجھنا سوائے صاحب حال کے محال تھا۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زیر نگرانی اس مسکین سے یہ کام کرایا۔ اور جیسا چاہا لکھوایا۔ الامرفوق الادب کے مطابق جو ارشاد ہوا۔ بندہ مسکین بجالایا۔ الغرض کہ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عامۃ المسلمین پر اور بالخصوص حضرات صوفیائے کرام پر بہت بڑا احسان فرمایا۔ کہ آپ نے بعد میں آنے والے طالبان خدا کی تشنگی کو مد نظر رکھ کر اور انکی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اس محبوب سبحانی، غوث صمدانی، قطب ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دل و دماغ اور دہن فلاح معدن سے نکلے ہوئے حکمت و دانش اور سرچشمہ ولایت کے آب شیریں کے بادلوں کو آسمان اردو پر ایسا منضبط فرمایا کہ یہ قیامت طالبان حق اپنی استعداد کے موافق سیراب و فیضیاب ہوتے رہیں گے۔ حضرت مولانا عین القضاۃ صاحب مرحوم و مغفور لکھنوی جو بہت بڑے علامہ اور خاندان

نقشبندیہ مجددیہ میں ایک کامل مرد اور لی اللہ ہو گزرے ہیں۔ جب انہوں نے مکتوبات شریف کا اردو ترجمہ مطالعہ فرمایا۔ تو غایت سرور و خوشی میں صد آفرین و مرحبا پکار اٹھے۔ سائیں نور الحسن صاحب جو قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے اور لکھنؤ میں قیام رکھتے تھے۔ جب مولینا عین القضاۃ صاحب سے ملاقات کرنے جاتے تو وہ حضرت بڑی عزت و تکریم اور انتہائی تعظیم سے پیش آتے اور فرماتے کہ مجھے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دوستوں میں سے حضرت سیدنا و مولینا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خوشبو آتی اور ان کے انوار نظر آتے ہیں۔ اور کہتے کہ میں جب مکتوبات شریف کا مطالعہ کرتا ہوں۔ تو دل بے اختیار ہو جاتا ہے۔ اور چاہتا ہوں کہ جناب حضرت صاحب کی زیارت کروں جنہوں نے اس عظیم الشان کام کو اس حسن و خوبی سے سرانجام کیا اور ان کو سر سے لے کر پاؤں تک چومتا چلا جاؤں۔ مکتوبات شریف کا ترجمہ کوئی معمولی کام نہ تھا۔ اس کے مسائل اور رموز و نکات کو سمجھنا اور پھر ان کو کما حقہ بیان کرنا سوائے صاحب حال کے بڑا محال تھا۔ الحمد للہ کہ یہ کام سیدنا و ہادینا قبلہ عالم جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے بکمال سرانجام ہوا۔

دعائے حزب البحر!

کتاب کشف الظنون میں مسطور ہے۔ کہ حضرت سیدنا ابو الحسن الشاذلی قدس اللہ سرہ سمندر میں جہاز پر سوار ہو کر بارادہ حج بیت اللہ شریف تشریف لے جا رہے تھے اور باد مخالف ایسی چلی کہ لوگوں پر مایوسی کا عالم طاری ہو گیا۔ اس وقت بحالت مراقبہ شیخ ابو الحسن الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ کو جناب سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ عہدی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ دعا سکھائی۔ شیخ صاحب موصوف نے خود پڑھی اور لوگوں کو سکھائی دے چکی۔ اس کی برکت سے ہوا موافق چلی اور تمام مسافر منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ جہاز کا نصرانی کپتان اور دیگر غیر مذاہب کے لوگ یہ کرامت دیکھ کر مشرف باسلام ہوئے۔ اس حزب شریف کی تمام دعائیں باستثنائے تین دعاؤں کے قریب قریب ماثورہ ہیں جن کا ثبوت کتب احادیث سے ملتا ہے۔ شیخ ابو الحسن

شاذلی فرماتے تھے واللہ لقد اخذته من فی رسول اللہ حرفا بحرف یعنی یہ الفاظ میں نے خود نہیں تراشے ہیں۔ بلکہ ایک ایک حرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے لیا ہے۔ امتداد زمانہ کے باعث لوگوں نے اصلی دعائے حزب البحر میں بہت کچھ افراط و تفریط کر دی تھی۔ چونکہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ محض رضائے الہی کی خاطر اس مبارک اور مقدس دعا کو بڑی محبت و اشتیاق سے پڑھا کرتے تھے۔ آپ کو حضرت مولینا محمد عبداللہ صاحب مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ سے سند اجازت حاصل تھی۔ اکثر بزرگ آپ کی خدمت میں اس مبارک دعا کی اجازت کے لئے حاضر ہوتے۔ جب آپ ان سے دعائے حزب البحر سماع فرماتے تو بہت کچھ اختلاف پاتے۔ صحیح طور پر ان کو بتایا جاتا تو وہ کہتے کہ جناب ہم نے تو کتاب دعائے حزب البحر لے کر حفظ کی ہے۔ جب یہ اختلاف اور اکثر مقامات میں کمی بیشی دیکھی گئی تو پھر آپ نے تہیہ کر لیا۔ کہ جیسے بھی ہو۔ صحیح نسخہ دعائے حزب البحر کہ جس میں کوئی شک نہ ہو مہیا کیا جائے۔ چنانچہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بکمال ہمت دور دراز مقامات سے دعائے حزب البحر کے نسخہ جات منگائے اور ہندوستان میں سے بھی اکثر جگہوں سے دعائے مذکور منگوا کر بڑی جانفشانی سے اصلی اور صحیح نسخہ مہیا کر لیا۔ جو آج ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ یہاں دعائے حزب البحر تذکرہ کرنے سے اصلی غرض یہ تھی کہ کسی کتاب کے مرتب کرنے میں اتنی وقت کا سامنا نہیں ہوتا۔ جتنا اس کتاب کی تصحیح میں کہ جس میں ہر ایک شخص نے اپنی مرضی کے مطابق کہیں تو کچھ بڑھا دیا اور کہیں سے چھوڑ دیا ہو۔ یہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا استقلال اور ہمت تھی۔ کہ مصر و بیروت اور علاوہ اس کے عرب و عجم سے نسخہ جات منگا کر اور اتنی طویل مدت کے بعد بعینہ حرف بحرف اصلی دعائے حزب البحر کو شائع فرمایا۔ الحمد للہ کہ یہ بے مثل اور بے نظیر دعا جو متقدمین و متاخرین اولیائے عظام کے متبرک اعمال کا گنجینہ اور اسرار ربانی و انوار سبحانی کا خزینہ ہے۔ اور تمام دینی و دنیاوی امور کے لئے تیر بہدف اور پرتاثیر و بمنزلہ اکسیر و خفیفہ ہے۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مدت مدید کی سعی بلیغ سے بلا شک و شبہ اصل و صحیح ہو گیا۔ فالحمد للہ علی ذلک۔^۱

^۱ حزب البحر کی طباعت حاجی محمد علی صاحب کی کوشش سے ہوئی۔ چنانچہ یہ نادر نسخہ اب بھی انہی سے مل سکتا ہے۔

عید گاہ

شہر راولپنڈی سے جو سڑک عید گاہ کو جاتی ہے۔ پہلے کچی تھی۔ جا بجا گڑھے پڑے تھے۔ جناب کا معمول تھا کہ اکثر عشاء کی نماز عید گاہ میں ادا فرما کر گھر تشریف لیجاتے آجکل بھی یہی معمول ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ رات اندھیری تھی۔ بارش کے دن تھے۔ مینہ بکثرت برس چکا تھا۔ کیچڑ بہت تھا۔ گڑھوں میں پانی بھرا ہوا تھا۔ عشاء کی نماز کے وقت آپ کو وضو کی حاجت ہو گئی۔ ان دنوں لئی ندی کے پانی کے سوانہ اور کوئی وضو کرنے کی جگہ تھی۔ نہ کوئی کنواں تھا۔ جناب نے وضو کرنے کے لئے لئی کی طرف جانے کا ارادہ کیا اور وضو کر کے نماز عشاء ادا فرمائی بعد فراغت گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ سڑک کچی اور جا بجا گڑھے اس پر مزید کیچڑ اندھیرے میں پاؤں پھسل گیا اور جناب گر پڑے کپڑے کیچڑ سے شرابور ہو گئے الغرض بمشکل گھر پہنچے۔ اور اس تکلیف کو محسوس کر کے جناب کے دل میں خیال آیا۔ کہ اگر کمیٹی والے اس سڑک کو پختہ بنادیں۔ تو بہت ہی آرام ہو۔ اس خیال کو مد نظر رکھتے ہوئے بارگاہ الہی میں آپ نے سر بسجود ہو کر دعا کی۔ دعا کے ساتھ ہی اجابت اور قبولیت کے آثار ظاہر ہوئے۔ دوسرے دن صبح کے بعد قاضی گوہر علی صاحب مرحوم تحصیلدار (اللہ تعالیٰ ان کو بخشے) جو نہایت ہی نیک اور نیک لوگوں کے معتقد۔ خدایا اور متدین آدمی تھی۔ عید گاہ حاضر ہوئے۔ جناب نے رات کا گذرا ہوا واقعہ بیان کیا۔ اور ساتھ ہی فرمایا۔ کہ اگر کمیٹی والے اس سڑک کو پختہ بنادیں تو اس قسم کی تکلیف رفع ہو جائے۔ قاضی صاحب نے عرض کیا۔ کہ ممبران کمیٹی ایسے کاموں میں بالکل کوشش نہیں کرتے۔ آپ یہ سنکر خاموش ہو گئے۔ دل نے کہا کہ انتظار کرنا چاہئے۔ کہ دیکھئے پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ دوسرے دن سیکرٹری میونسپل کمیٹی کا گذر اسی طرف ہوا۔ وہ سائیکل پر سوار تھا۔ گڑھوں کی وجہ سے سائیکل سے اس طرح گرا کہ اس کا تمام بدن اور کپڑے کیچڑ میں لتھڑ گئے۔ اور بہت سی چوٹیں بھی آئیں۔ دفتر جا کر کمیٹی میں معاملہ رکھا۔ کہ اس سڑک کو پختہ بنوانا چاہئے۔ کمیٹی نے منظوری دیدی۔ اور دو چار روز کے بعد پتھر ڈالنے شروع کر دیئے۔ نبی بخش سوداگر چرم نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ اور کمیٹی کا ممبر ہونے کے علاوہ

آنریری مجسٹریٹ بھی تھا۔ اس نے حکم دیدیا۔ کہ پتھر اٹھا کر اس سڑک پر ڈالو۔ جو اس کے گودام کی طرف جاتی تھی۔ جناب نے بھی یہ حال دیکھا۔ دوستوں کو جو اس طرز عمل سے ناخوش تھے۔ فرمایا۔ کہ تسلی رکھو۔ کہ ہماری سڑک ہی پختہ بنے گی۔ اس کے ایک دو روز بعد افسران کمیٹی موقعہ دیکھنے کے لئے آئے تب پتھروں کو مقررہ سڑک کے عوض دوسری سڑک پر پڑے دیکھا۔ تو ٹھیکیدار سے دریافت کیا۔ کہ ہم نے اس سڑک کی مرمت کے لئے حکم نہیں دیا تھا۔ ٹھیکیدار نے عرض کیا۔ کہ شیخ صاحب نے حکم دیا تھا۔ کہ پہلے انکی سڑک پختہ بنے گی۔ افسر اعلیٰ نے شیخ صاحب سے دریافت کیا۔ تو وہ تسلی بخش جواب نہ دے سکے۔ پھر وہں سے پھر اٹھوا کر عید گاہ والی سڑک پر ڈلوا یا گیا۔ چنانچہ تھوڑے عرصہ میں یہ سڑک تیار ہو گئی اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے راہ کی تکلیف کو دور فرمایا۔ اب یہ سڑک خوب پختہ ہے۔ لوگوں کو بہت آرام ہے۔

عید گاہ شہر راولپنڈی کے شمال میں ایک نہایت پُر فضا مقام میں واقع ہے۔ پہلے لوگوں کی آمد و رفت اس طرف کم تھی۔ اب مکانات کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ وہاں قدرت نے ایسے سامان بہم پہنچا دیئے ہیں۔ کہ ذاکر کے دل کو فریفتہ اور شیدا کر دیتے ہیں۔ تمام اطراف میں سبزہ زار۔ بڑے بڑے درختوں کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں۔ سرد ہوا۔ قریب ہی ندی لئی کا صاف و شفاف بہتا ہوا پانی۔ اس کے کناروں پر مختلف اقسام کے درختوں کے جھنڈ کے جھنڈ۔ شمال کی جانب پہاڑوں کا قطار در قطار سلسلہ وار نظر آتا۔ عجائبات قدرت کا ایک ایسا نظارہ ہے۔ کہ ذاکر وہاں پہنچتے ہی بیخود اور محو ہو جاتا ہے کہ دل اٹھنے کو نہیں چاہتا۔ جناب حضرت صاحب کو یہ مقام بہت پسند آیا وہاں ایک زمین دوز پختہ اور چونہ گچ خلوت خانہ بنوایا۔ جس میں یاروں کی ارشاد اور تکمیل سے فرصت پا کر ذکر فکر میں مشغول رہتے۔ جناب کے وہاں قیام فرمانے سے عید گاہ کی رونق زیادہ ہو گئی۔ اور اس کا گھاس و سبزہ اور درخت عام لوگوں کے مویشیوں اور کاٹ لے جانے والوں سے محفوظ رہنے لگا۔ اور دور و نزدیک سے گروہا گروہ لوگ بیعت ہو کر کمالات اور مرادات حاصل کرنے لگے۔ اس موقع پر بعض جہلا اپنی کج فہمی اور نا عاقبت اندیشی کے باعث مخالفت پر آمادہ

ہوئے۔ اور حسد کے مارے آگ بگولہ ہو گئے۔ مگر

چراغے راکہ ایزد بر فروزد کسے گرفت زند ریش بسوزد
انہوں نے اپنے سر کی کھائی۔ اور ہر صورت میں ندامت و خجالت اٹھائی۔ ایک شخص
جس کا نام لینا مناسب نہیں۔ ایسا مخالف ہوا۔ کہ جہاں بیٹھتا اور جس کسی سے ملتا۔ جناب
کے خلاف بیہودہ باتیں کرتا۔ اور ہر وقت جناب کو ایذا اور تکلیف دینے کے درپے رہتا۔
اور نئے مریدوں کو بھی جناب کے برخلاف اکساتا اور طریقت سے برگشتہ کرتا۔ مگر جناب
حوصلہ اور صبر سے کام لیتے۔ جب اس کی عداوت حد سے زیادہ بڑھ گئی۔ تو جناب نے اللہ
تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے بارے میں دعا کی۔ اسی رات خواب میں کسی بزرگ نے فرمایا۔
کہ حافظ صاحب اس کا خیال چھوڑ دو۔ جناب نے اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا
تھوڑے دنوں کے بعد وہی شخص جناب کا نہایت ہی معتقد ہو گیا۔ اور اس سے چند ایک قوی
کام مفید اناام ظہور میں آئے۔ وفات سے صرف آٹھ دن قبل حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کے دست حق پرست پر توبہ کی۔ اور خدا سے جا ملا۔

عید گاہ میں پہلے کوئی کنواں نہ تھا۔ عرس شریف کے موقعہ پر دوستوں کو بہت تکلیف
ہوا کرتی تھی۔ عید گاہ کے اندر جہاں اب کنواں ہے۔ وہاں پہلے جناب نے ایک پتھر کی سل
قبلہ رخ رکھی ہوئی تھی۔ جس پر جناب نماز ادا فرمایا کرتے۔ اور مراقبہ میں مشغول رہتے۔
ایک رات ایسا اتفاق ہوا کہ بارش ہو چکی تھی۔ سب طرف کیچڑ ہی کیچڑ تھا۔ جناب حسب
معمول اس سل پر عشاء کی نماز ادا فرما رہے تھے۔ ابھی کچھ رکعتیں باقی تھیں۔ کہ وضو کی
ضرورت پڑ گئی۔ جناب اٹھ کر لئی ندی کی طرف تشریف لے گئے۔ کہ وضو کر کے باقی نماز
پوری کریں۔ راستہ میں کیچڑ اور اس پر رات کا اندھیرا۔ بے اختیار پاؤں پھسلا۔ کپڑوں پر
چھینٹیں پڑ گئیں۔ خیر اس رات جوں توں کر کے نماز ادا فرمائی۔ اسی سل پر بیٹھے بیٹھے دل
میں خیال آیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی جائے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ دعا قبول فرما
کر عید گاہ میں پانی دے دے گا۔ جناب نے دعا فرمائی۔ مگر قبولیت کے آثار ظاہر نہ
ہوئے۔ دوبارہ دعا کی۔ پھر بھی ایسا ہی ہوا بے چین اور بیقرار ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور

اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے کہ اے نفس معلوم ہوا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ابھی تیری کوئی قدر و منزلت نہیں۔ تیری شامت اعمال سے دعا قبول نہیں ہوئی۔ دل نے پھر کہا۔ کہ اب پھر دعا کرنی چاہئے۔ پھر جناب اس سل پر بیٹھ گئے۔ اور دعا فرمائی۔ اب کی دفعہ اجابت اور قبولیت کے نشان دل میں ظاہر ہوئے کہ دعا قبول ہو گئی ہے۔ رات کو خواب میں ایسا دکھائی دیا کہ گویا جناب اپنے سکونتی مکان کے بالا خانہ پر چار پائی پر سوئے ہوئے ہیں۔ اور چار پائی کے نیچے سے ایک چشمہ صاف اور ستھرے پانی کا بہہ رہا ہے۔ اور لوگ اس سے پانی پی رہے ہیں۔ چھت کے اوپر سے پانی کا چشمہ بہتا ہوا دیکھ کر تعجب ہوا۔ مگر صبح اس کی تعبیر سے یہی معلوم ہوا۔ کہ یہ دعا کا اثر ہے۔ جناب نے کنوئیں کی جگہ پر نشان لگا دیا۔ اور یاروں کو فرمایا۔ کہ اس جگہ کنواں کھودیں۔ دوستوں نے عرض کیا۔ کہ جناب آپ کا فرمان بسر و چشم۔ مگر جناب کو معلوم ہے۔ کہ راو پنڈی کی زمین میں پانی بہت گہرائی میں ہے۔ اور وہ بھی بہت کم۔ جو گرمیوں کے موسم میں بالکل خشک ہو جاتا ہے۔ یہاں سوائے محنت اور تکلیف کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ جناب نے فرمایا۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری محنت اور کوشش کو ضائع نہیں کرے گا۔ اور بہت جلدی پانی دیدیگا۔ یاروں نے کنواں کھودنا شروع کیا۔ ابھی تھوڑا ہی کھودا تھا کہ بہت کثرت سے پانی نکل آیا۔ یار بہت خوش ہوئے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ ورنہ اتنی (کم) گہرائی میں پانی کہاں۔ غرض چند دنوں میں کنواں تیار ہو گیا۔ اور اس کے پاس غسل و طہارت کے لئے جگہ تعمیر کرائی اور ایک چھوٹا سا تھڑا پنجگانہ نماز کے ادا کرنے کے لئے بنوایا۔ اور کسی خاص مصلحت کے باعث زمین دوز عبادت خانہ کے دروازہ پر اینٹیں لگا کر اس کو بند کر دیا۔ اور اس کے دروازہ والی طرف بھی دیسا ہی تھڑا تیار کروایا۔ اور اس کا نشان بالکل معدوم کر دیا۔ اب تو عید گاہ کی رونق اور بھی زیادہ ہو گئی۔ اور عید کے دنوں میں جو نمازیوں کو وضو کی تکلیف ہوا کرتی تھی وہ دور ہو گئی۔

اس کنوئیں کا پانی نہایت ہی میٹھا ٹھنڈا اور ہاضم ہے گرمیوں میں شہر کے لوگ اکثر اس کنوئیں کا پانی پیتے ہیں۔ نیز اس کا پانی بعض بیماریوں کے لئے شفا ہے۔

اگرچہ جناب نے یہ کام محض اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور رفاہ عامہ کی خاطر کئے مگر حاسدوں کی آگ کا شعلہ اور بھی زیادہ بھڑک اٹھا۔ یہ انتظام اور سامان دیکھ کر جل گئے اور کہنے لگے کہ حافظ صاحب عید گاہ کو اپنے قبضہ میں لانا چاہتے ہیں۔ جناب نے بہتیرا کہا کہ میں نے جو کچھ کیا ہے۔ خدا کے لئے کیا ہے۔ یہ جگہ سب مسلمانوں کے لئے وقف ہے البتہ میں اس کا خادم ہوں۔ مگر وہ کب مانتے تھے۔ بہتیری نا جائز تدبیریں عمل میں لائے۔ اور فتویٰ پر فتویٰ منگائے۔ اور ان پر کئی طرح کے حاشیے چڑھائے۔ مگر حق کے مقابلہ میں باطل کہاں ٹھہر سکتا ہے۔ تھوڑے ہی دنوں میں حاسدوں کی جمعیت کا شیرازہ بکھر گیا۔ اور ان کی تدابیر اور لطائف الحیل تار عنکبوت سے بھی زیادہ سست ہو گئیں۔ اور انہیں خسارت اور خجالت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ بلکہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے عید گاہ کے گردا گرد کی زمین جناب کے قبضہ میں دیدی جس میں عید گاہ کے دروازہ کے متصل باہر کی طرف کنواں لگوایا۔ اور کچھ زمین میں ایک باغیچہ اور ایک کوٹھی دوستوں کے آرام و قیام کے لئے بنوائی۔ باقی زمین میں سبزی ترکاری اور فصل کی کاشت ہوتی ہے۔ جس کا انتظام چند ایک مخلص دوستوں کے سپرد ہے جو اپنے دینی فرائض منصبی یعنی نماز و ذکر و مراقبہ کے بجا لانے کے علاوہ اس کام کو نہایت خوشی اور خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے ہیں۔ یہ دوست سب نیک سیرت اور خوش اخلاق ہیں۔ باہر سے آنے جانیوالے دوستوں کی خدمت و تواضع نہایت خلوص اور محبت سے کرتے ہیں۔ عام دوستوں کے لئے رہائش اور کھانے کا انتظام بھی انہی دوستوں کے سپرد ہے۔ جو نہایت شوق سے نباتے ہیں۔

ایک دفعہ مولوی محمد عظیم صاحب مرحوم ساکن گھکھڑ ضلع گوجرانوالہ جو قبلہ عالم حضرت سید حافظ جماعت علی شاہ صاحب علی پوری دامت برکاتہم کے اجل و اکمل خلفا میں سے تھے۔ اور مولوی نظام دین صاحب لائل پوری دونوں صاحبان کو قبلہ عالم جناب حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ اور ایک رات عید گاہ میں قیام و آرام کیا۔ وہاں سے رخصت ہو جانے کے چند دن بعد دونوں صاحبان سے جب کسی موقع پر خاکسار سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ تو فرمانے لگے۔ کہ قاضی صاحب مدت

سے ہمارا ارادہ راولپنڈی شریف حاضر ہونے کا تھا۔ تاکہ جناب حافظ جی صاحب کی زیارت سے مستفیض ہوں۔ سو الحمد للہ کہ ہماری مراد پوری ہو گئی۔ خاکسار نے شوق و اشتیاق کے باعث کچھ مزید حالات دریافت کئے۔ فرمانے لگے۔ کہ ہم نے بہت سے پیر خانے دیکھے ہیں۔ مگر جو کچھ ہم نے راولپنڈی شریف میں جناب حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دوستوں کا اخلاص۔ محبت، تہجد خوانی، عبادت۔ اتحاد۔ یک جہتی۔ خدمت و تواضع اور حسن سلوک دیکھا ہے۔ وہ کہیں نہیں دیکھا۔ یہ سب کچھ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اعلیٰ کمالات کی برکت کا باعث ہے۔ کیونکہ پیر کے کمالات کے لئے مریدوں کا وجود آئینہ کی طرح ہوتا ہے۔ جس سے وہ کمالات ظہور میں آتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کیا اچھا فرمایا ہے۔ شعر

عن المرء لا تسئل وسل عن قرینہ لان القرین بالمقارن یقتدی
یعنی اگر تو کسی کا حال دریافت کرنا چاہتا ہے۔ کہ وہ کیسا ہے۔ تو اس کی نسبت مت پوچھ کہ وہ کیسا ہے۔ برا ہے۔ یا بھلا۔ بلکہ اس کے دوستوں اور ساتھیوں کو دیکھ۔ کہ وہ کیسے ہیں۔ نیک ہیں یا بد۔ کیونکہ ساتھی اپنے ساتھی کی پیروی کرتا ہے۔ اور اسی کے رنگ میں رنگا ہوتا ہے۔

جناب قبہ ۷۸ حضرت صاحب قدس سرہ کے فرزند ان بابر کمال کا مختصر حال

جناب قبہ ۷۸ حضرت صاحب قدس سرہ کے پانچ صاحبزادے تھے۔ جن کے نام
کرائی یہ ہیں: جناب مولانا مولوی عبد عزیز صاحب مرحوم۔ دوسرے مولوی عبدالحی
صاحب مرحوم۔ تیسرے مولوی محمد شریف صاحب مرحوم۔ چہارم مولانا مولوی عبد الرحمن
صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ پانچویں مولوی عبد الرحیم صاحب مرحوم۔ ان میں سے جناب مولانا
مولوی عبد الرحمن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے سوا باقی چاروں صاحبزادے جناب قبہ حضرت
صاحب کی زندگی میں اپنے وقت مقررہ پر داغ جدائی دے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو
جنت میں جگہ دے۔ صاحبزادہ مولوی محمد شریف تو چار سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ اور
مولوی عبدالحی صاحب دس سال کی عمر میں راسی ملک بقاء ہوئے۔ ان کی نسبت منقول ہے
کہ یہ نہایت ہی ہونہار تھے اور رشد و ہدایت کے آثار ان کی پیشانی سے ظاہر تھے۔ جب
کبھی دوست ان کی خدمت میں عرض کرتے کہ حضرت جی ہمارے لئے دعا فرماؤ تو کہتے
کہ جس روز بارش ہوگی اس دن تمہارے لئے دعا کروں گا۔ جب بیمار ہوئے تو جناب
حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سر بسجود ان کی صحت کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا
کی تو اسی وقت الہام ہوا۔ کہ آپ ہمارے کام میں دخل نہ دیں۔ اتنے میں اندر سے آواز
آئی کہ لڑکا فوت ہو چکا ہے۔

مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جناب مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر تھے۔ نہایت خوش خلق، خوبرو، نورانی چہرہ، بارعب و جلال، دل دماغ خدا کے نور سے منور۔ دوستوں کے خیر خواہ۔ خلق خدا پر مہربان۔ غریبوں اور مسکینوں کے شفیق۔ غمزدوں کے مونس تھے۔ ان کے حسن خلق نے اپنوں اور بیگانوں کے دلوں میں گھر کر لیا ہوا تھا۔ ہر شخص یہی سمجھتا تھا۔ کہ ان کی محبت میرے ساتھ ہی زیادہ ہے۔ آپ نے قرآن مجید اور ابتدائی دینی کتابیں اپنے والد ماجد قدس سرہ سے پڑھیں۔ بعد ازاں مدرسہ میں داخل ہو کر انٹرنس تک تعلیم مروجہ حاصل کی۔ باوجود اس کے کہ ملازمت کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ بعض دوستوں اور محبوں کے اصرار سے راولپنڈی کے محکمہ چوگنی کے ممتاز اور اعلیٰ عہدہ پر ملازم ہو گئے۔ جس کو انہوں نے نہایت خوش اسلوبی اور دیانت داری سے سرانجام دیا۔ محکمہ کے اعلیٰ افسر آپ کا نہایت احترام کرتے تھے۔ اہل شہر جن کو وقتاً فوقتاً ان سے کام پڑتا تھا۔ ان کے حسن سلوک سے ان کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔ ہر ادنیٰ و اعلیٰ ان کا مدح خواں تھا۔ ملازمت کے کاروبار میں مصروفیت کے باوجود فرائض شریعت و طریقت یعنی نماز، منجگانہ۔ تہجد و اشراق کے نوافل۔ تلاوت قرآن مجید، ذکر و مراقبہ وغیرہ میں نہایت منہمک اور مستغرق رہا کرتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ۔ کہ تہجد سے اشراق تک تنہا ہو کر مراقبہ میں مشغول رہا کرتے تھے۔ آپ اپنے والد ماجد قدس سرہ سے اجازت و خلافت سے بھی سرفراز اور ممتاز تھے۔ ایام طفولیت میں جناب قبلہ عالم و عالمیاں خواجہ فقیر محمد صاحب قدس سرہ کے نظر کیسیا اثر اور ان کی دعا و توجہ سے بھی مشرف ہوئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی توجہ میں برقی تاثیر تھی۔ پہلی ہی توجہ میں دوستوں کا حال متغیر ہو جاتا تھا۔ آپ تخلقوا باخلاق اللہ کا صحیح نمونہ تھے۔ ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آیا کرتے تھے۔ کیا امیر کیا غریب سب کی نظروں میں معزز اور محبوب تھے۔ عرس شریف کے موقعہ پر بڑے حوصلہ اور بردباری سے کام لیتے تھے۔ ہر ادنیٰ و اعلیٰ و خاص و عام دوستوں کی نہایت حسن

سلوک سے خدمت و تواضع کرتے تھے۔ چہرہ مبارک ہر وقت ہشاش بشاش رہتا تھا۔ خفگی کے آثار پیشانی سے کبھی ظاہر نہ ہوتے تھے۔ غریب محتاج اور تنگدست دوستوں کی خدمت مال اور کپڑوں سے پوشیدہ طور پر کیا کرتے تھے۔ اصلاح بین الناس میں آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ عام لوگ اپنے لڑائی جھگڑوں میں آپ کے فیصلہ کو بدل و جان تسلیم کرتے تھے۔ دینی و دنیوی امور میں نہایت ہی امین و متدین، پاکباز، متقی، راست گو، عادل، غرض کہ تمام ظاہری باطنی اخلاق حسنہ اور تمام صفات حمیدہ سے موصوف اور آراستہ و پیراستہ تھے۔

آپ نے اپنی مرض موت میں وصال سے چند دن پہلے ہی اپنی اہلیہ محترمہ کو پوشیدہ طور پر کہہ دیا تھا۔ کہ مجھے اسی مرض میں دار فانی سے عالم بقا کو اٹھالیں گے۔ کیونکہ عالم بالا سے میرے کانوں میں آواز آرہی ہے کہ مرحبا، خوش آمدی۔ جلدی آؤ، اور یہ بھی فرمایا۔ کہ گھر میں کسی کو اس امر کی اطلاع نہ دینا اور یہ بھی فرمایا کہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جو میرا مالی حصہ ہے۔ اس سے مسجد بنائی جائے۔ تاکہ مجھے ثواب پہنچتا رہے۔ چنانچہ اس وصیت کے مطابق حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عید گاہ کے متصل ہی برب سڑک ایک عالی شان مسجد تعمیر کرا دی ہے۔ جو اپنے وصیت کرنے والے کی یاد کو تازہ کرتی ہے۔ جس میں عید گاہ کے دوست اور اطراف سے آنے والے احباب نماز پڑھتے ہیں۔ ہر روز شام کے بعد ختم خواجگان قدس سرہم بھی پڑھا جاتا ہے۔ جمعہ کی نماز بھی ادا کی جاتی ہے۔ جو حضرت صاحب قدس سرہ نے اپنی حیات ہی میں مقرر کر دیا تھا۔ جمعہ میں دوستوں اور عام خاص لوگوں کا اچھا ہجوم ہو جاتا ہے۔ جمعہ کی نماز کے بعد دوستوں کا حلقہ ذکر بھی ہوتا ہے۔ ان سب امور کو جناب حاجی حرمین الشریفین حضرت مولانا مولوی عبدالرحمن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ حقیقی جانشین جناب قبلہ عالم حضرت صاحب سرانجام دیتے ہیں۔

وفات

جب آپ کے وصال کا وقت نزدیک آیا۔ اور سكرات موت اور نزع کی حالت طاری ہوئی تو آپ نے فرمایا۔ کہ راستہ چھوڑ دو۔ اور جگہ خالی کر دو۔ کہ جناب سرور کائنات صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشریف لائے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اور بھی بہت سے عربی لوگ ہیں۔ اسی اثنا میں وہ جگہ خوشبو سے معطر ہو گئی۔ اور عین عالم شباب میں جبکہ آپ کی عمر پینتالیس ۲۵ سال کی تھی۔ کلمہ طیبہ پڑھتے پڑھتے۔ بروز چار شنبہ ۳۰ شوال ۱۳۲۲ھ مطابق ۴ جون ۱۹۲۲ء موافق ۲۳ جیٹھ ۱۹۸۱ء بوقت عصر چھ بجکر پندرہ منٹ پر راہی ملک بقا ہو گئے۔ اور اپنے والدین اور خویش و اقارب اور دوستوں کو ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

وصال سے دوسرے دن آپ کا جنازہ دس بجے صبح عید گاہ لایا گیا۔ جنازہ کی نماز کے وقت اہل شہر اور دیہات سے آئے ہوئے دوستوں کا بیشمار ہجوم ہو گیا تمام عید گاہ بھر گئی۔ تو صفوں میں بمشکل آدمی آ سکے۔ گیارہ بجے کے قریب جناب حضرت صاحب قدس سرہ نے خود امام ہو کر اپنے لخت جگر نور بصر، فرزند ارجمند کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ اور دوپہر کے بعد بہزار حسرت و غم آپ کا جسم اطہر مرقد مبارک میں سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کا مزار مبارک کوٹھی کے پاس جو آپ نے اپنی زندگی میں دوستوں کے آرام کے لئے بنوائی تھی۔ اس کے مغرب میں اور عید گاہ کے متصل جانب شمال اس چبوترے پر واقع ہے۔ جس کا نشان حضرت رسالتآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب حضرت صاحب قدس سرہ کو بتایا تھا۔ جبکہ حج کے موقع پر حضرت صاحب قدس سرہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر زیارت سے سرفراز ہوئے تھے۔ اس پر جناب حضرت صاحب قدس سرہ نے اپنی حیات ہی میں عالیشان گنبد اور برآمدہ بنوایا تھا۔ تاکہ زائرین اور فاتحہ خوان دوستوں کو گرمی سردی کی تکلیف نہ ہو

افسوس کہ آپ کی کوئی اولاد یادگار نہیں۔ صرف ایک کنواں۔ کوٹھی (مہمانسرایے) اور مسجد آپ کی یادگار ہیں۔ جب تک قائم ہیں۔ حسرت اور افسوس کے ساتھ دیکھنے اور رہنے والوں میں اپنے بنانے والے کی یاد تازہ کرتی رہیگی۔

نبرد آنکہ ماند پس از دے بجا
پل و مسجد و چاہ و مہماں سرا

مولوی عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مولوی عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ جناب حضرت صاحب قدس سرہ کے فرزند اصغر تھے۔ خوش رو، نیک خو، خدایا، جفاکش، متواضع، بردبار تھے، دوستوں کے ساتھ نہایت محبت سے پیش آتے اور بہت ہی مودب رہا کرتے تھے۔ سادہ طبیعت اور خاموشی پسند تھے۔ معمولی اردو، فارسی، نوشت خواند کے علاوہ ضروریات دین سے اچھی طرح واقفیت رکھتے تھے، نماز، قرآن کی تلاوت، ذکر و مراقبہ میں بہت مشغول رہا کرتے تھے۔

آپ نے عین عالم شباب میں بائیس سال کی عمر میں ۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ کو اس دار فانی سے عالم بقا کی طرف انتقال فرمایا۔ آپ کا انتقال جناب مولانا مولوی عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال سے پہلے ہوا۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے نوجوان فرزندوں کے بے موقعہ انتقال پر ملال سے نہایت رنج ہوا مگر حضور نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے صبر جمیل سے کام لیا۔ اور بتلادیا کہ اللہ والے لوگ ایسے نازک موقعوں پر اس طرح صبر کیا کرتے ہیں۔ آپ کا مزار مبارک گنبد کے باہر جنوب مشرق کی طرف واقع ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بخشے اور جنت میں جگہ دے۔ ان کا ایک صاحبزادہ مولوی منظور الہی صاحب یادگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے۔ اور موروٹی علم و فضل سے بہرہ ور فرمائے۔

قطعہ تاریخ وفات

آہ عبدالرحیم فرد زماں	رفت از ما و زیر خاک بخت
سال تاریخ اوچو جست شریف	زاہد <u>نمگسار</u> ہاتف گفت
	۳۸ ۱۳ھ

دیگر

چوں بخت رفت آں عبدالرحیم	در معنی گوہر علم و یقیں!
خامہ من سال تاریخش نوشت	زیب عرفاں شد بفر دوس بریں
	۳۸ ۱۳ھ

حاجی حرمین الشریفین جناب مولانا مولوی عبدالرحمن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

جناب مولانا مولوی عبدالرحمن صاحب جناب قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے منجھلے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ بروز دوشنبہ ۸ جون ۱۸۹۶ء مطابق ۲۵ ذوالحجہ ۱۳۱۳ھ موافق ۲۸ جیٹھ ۱۹۵۳ بکرمی بوقت صبح صادق پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے رشد و ہدایت کے آثار آپ کی پیشانی سے ظاہر و روشن تھے۔ آپ عالم باعمل، متقی، زاہد، مکارم اخلاق کا سرچشمہ ہیں۔ آپ پہلے اسلامیہ سکول راولپنڈی میں تعلیم پاتے رہے۔ اس کے بعد صرف و نحو اور دینیات کی کتابیں راولپنڈی ہی میں بعض استادوں سے پڑھیں۔ پھر لاہور مدرسہ نعمانیہ میں تعلیم حاصل کی اس کے بعد مدرسہ دیوبند میں مولانا مولوی محمود الحسن صاحب اور سید انور شاہ صاحب کی خدمت میں رہ کر فقہ و حدیث کی سند سے ممتاز اور دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔ اور بعض دوسرے استادوں سے بھی دوسرے علوم اور ادبیات کا استفادہ فرمایا۔

آپ جناب حضرت صاحب قدس سرہ کی طرف سے اجازت اور خلافت سے بھی ممتاز اور سرفراز ہیں۔ دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد جب آپ در دولت پر تشریف لائے تو حضرت صاحب قدس سرہ نے قرآن مجید کا درس دینے کے لئے مامور فرمایا تا کہ دوستوں کو قرآن مجید کے معانی، تفسیر اور فیوض و برکات سے واقفیت ہو جائے۔ اور ان کے دل قرآن مجید کے انوار سے منور اور روشن ہو جائیں۔

آپ نے قرآن مجید جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی سے پڑھا اور قرأت بھی انہی سے سیکھی۔ آپ قرآن مجید نہایت خوش آواز سے پڑھتے ہیں۔ یہی دل چاہتا ہے۔ کہ سنتے رہیں۔ جوں جوں سننے والے سنتے ہیں۔ ان کا شوق و ذوق بڑھتا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی آیات کی تفسیر میں احکام شریعت و طریقت و حقیقت اور علوم و معارف اس خوبی سے بیان فرماتے ہیں۔ کہ سننے والے نہایت ہی محظوظ اور خوش ہوتے ہیں۔ مقرر ضمیمین کے اعتراض و اشکال کو صاف اور سادہ الفاظ میں اس طرح ذہن نشین کر دیتے ہیں۔ کہ چون و چرا کی گنجائش نہیں رہتی۔ فن مناظرہ میں خاص خدا داد ملکہ رکھتے ہیں۔ اکثر مقامات میں جب کبھی گفتگو اور مناظرہ کا موقعہ آیا۔ تو آپ کا پلہ غالب رہا۔ کہ حق ہمیشہ غالب رہا۔

کرتا ہے۔

آپ کی عادت مبارک قدرتی طور پر پہلے ہی سے تنہائی پسند اور نہایت نازک واقع ہوئی ہے۔ دونوں جوان بھائیوں کے بے موقعہ انتقال پر ملال کے حادثہ جاں کاہ اور ناقابل برداشت صدمہ کے باعث گھر اور باہر کے ضروری امور کے انتظام کا بارگراں آپ کی واحد جان پر آ پڑا۔ اور مگر الحمد للہ کہ باوجود کثرت ہجوم اور ہجوم غموم کے فرائض منصبی کو بڑی خوش اسلوبی اور تندہی سے ادا فرماتے رہے ہیں۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب قدس سرہ کا سایہ مبارک آپ کے سر پر تھا۔ ہر طرح کی بے فکری تھی۔ اب حضرت صاحب قدس سرہ کا سایہ مبارک سر سے اٹھ جانے کے بعد تمام جزوی اور کلی کاروبار کا بوجھ سر پر آ پڑا۔ جو نہایت حوصلہ اور بردباری اور استقلال کے ساتھ نباہ رہے ہیں۔ بدستور سابق دوستوں کی خاطر و مدارات اور ان کی دلجوئی میں بہت کوشش سے کام لیتے ہیں۔ باوجود کثرت مشاغل کے اوقات شب و روزی میں سے اکثر حصہ ذکر و مراقبہ میں بسر کرتے ہیں۔ حلقہ ذکر میں دوستوں کو بڑی ہمت سے توجہ دیتے ہیں۔ آپ کی توجہ میں ایک خاص اثر ہے۔ آپ کا وعظ نہایت پُر تاثیر ہوتا ہے۔ سننے والوں کے دلوں پر رقت اور جذبہ کے آثار طاری ہو جاتے ہیں۔ آپ نہایت متبع شریعت ہیں۔ بدعات سے سخت نفرت ہے۔ ولایت کے آثار آپ کے ظاہر و باطن سے نمایاں ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی آپ پر خاص نظر عنایت ہے۔

آپ پاشارہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم حج اکبر اور زیارت حرمین شریفین مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ زادہما اللہ تعالیٰ شرفا و کرامۃ سے بھی مشرف ہو آئے ہیں۔ نیز اس سفر حج کے دوران میں اکثر انبیائے عظام اور اصحاب کرام اور اولیاء اللہ کے مزارات مقدسہ کی زیارت اور ان کی باطنی اور روحانی فیوض و برکات سے فائز المرام اور مالا مال ہوئے ہیں۔ جو ملک مصر، شام، عراق، عرب، بغداد، بصرہ، دمشق، بیت المقدس میں واقع ہیں۔ آپ کا یہ سفر ایک نمایاں حقیقت رکھتا ہے۔ جس شہر میں نزول فرماتے وہاں کے علماء و مصلحان و مورخین کی طرح آپ کے مواعظ حسنہ سے مستفید ہونے کے لئے جمع ہو

جاتے۔ آپ بزبان عربی ایسی فصاحت و بلاغت سے تقریر فرماتے۔ کہ تمام دنگ رہ جاتے۔ اور بیساختہ ان کی زبان سے نکل جاتا۔ ہذا فاضل ہندی۔ حاجی محمد علی صاحب نے جو اس سفر مبارک میں آپ کے ہمراہ تھے۔ اس سفر کا حال مفصل طور پر کتابی صورت میں شائع کر دیا ہوا ہے۔ جس کا نام ”گلدسہ ریاض الاسلام اعنی سیر العراق والشام“ رکھا ہے۔ جس کے مطالعہ سے بیشمار فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ اور ایسے سفر کرنے والوں کو رہنما کا کام دیتی ہے۔

سفر حج سے پہلے اکثر اوقات حج کا ارادہ اور مدینہ منورہ کی زیارت کا شوق دل میں جوش مارتا۔ مگر ادب اجازت نہ دیتا تھا۔ کہ اس ارادہ کو جناب حضرت صاحب قدس سرہ کی خدمت میں ظاہر کریں۔ نیز والدین کی زیارت اور ان کی خدمت آپ کے واسطے حج سے کم نہ تھی۔ اور اگر اس امر کا اظہار بھی کرتے تو ممکن ہے کہ حضرت صاحب قدس سرہ اجازت نہ فرماتے۔ کیونکہ گھر میں والدین کے نور بصر اور سرور سینہ یہی ایک وجود تھا۔ ان کی جدائی کا صدمہ ناقابل برداشت تھا۔ مگر عنایت ربانی اور فضل رحمانی کو کوئی روک نہیں سکتا۔ حج پر تشریف لے جانے سے اول ایک رات جناب حضرت صاحب قدس سرہ نے خواب میں دیکھا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رونق افروز ہیں۔ اور اسی مجلس میں جناب حضرت صاحب قدس سرہ کے ہمراہ مولوی صاحب موصوف بھی حاضر ہیں۔ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی شفقت اور مہربانی فرما کر مولانا صاحب کو فرمایا۔ کہ خوش آمدید۔ جلدی آؤ۔ اور حضرت صاحب قدس سرہ کو فرمایا۔ کہ ان کو ضرور بھیج دو۔ اس واقعہ کے بعد جناب حضرت صاحب قدس سرہ نے نہایت خوشی سے رواۃ فرمایا۔ جو مولوی صاحب کے لئے نہایت ترقیات ظاہری باطنی اور بیشمار کمالات کے حصول کا باعث ہوا۔ اللہ تعالیٰ زیادہ زیادہ کمالات عطا فرمادے۔

الحمد للہ کہ جس طرح قبلہ و کعبہ حضرت صاحب قدس سرہ کے وقت میں بیعت دانا بت اور حلقہ ذکر اور حلقہ جمعہ و جماعت۔ دوستوں کی خاطر و مدارات اور فیوض و برکات کا سلسلہ جاری تھا۔ اب بھی بدستور سابق جاری و ساری ہے۔ اور جملہ امور شریعت و طریقت

اسی طرح رونق پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ذات بابرکات کو جمیع آفات ارضی و سماوی اور امراض جسمانی و روحانی سے محفوظ رکھے۔ اور صراط مستقیم پر استقامت فرما کرتا دیر قائم رکھے۔ اور ان کے فیوض و برکات سے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو مالا مال فرمائے۔ آمین۔ آپ کے دو صاحبزادے خرد سال ہیں۔ ایک محبوب الرحمن صاحب دوسرے حبیب الرحمن صاحب اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز عطا فرماوے۔ اور علم و فضل کے ہنر سے آراستہ و پیراستہ کرے۔ آمین۔

دعا

سزا وار ستائش آں کریم است	کہ رحمان و عزیز است و رحیم است
جناب پاک محبوب الہی	حبیب خاص و منظور خدائی
بروہم آل و اصحاب محمد	بود صلوات و تسلیمات بجد
سپس ایں کترین جملہ خدام	سیہ کار و سیاہ رو و بد انجام
دعائے میکند بعد از سلامے	خدا دار و شمارا شاد کامے
ز عمر خویش برخوردار باشید	بکار و بار خود ہشیار باشید
ز نور علم بس پر نور باشید	ز اسرار عمل مسرور باشید
طریقت را رواجے بیشتر باد	گلستان حقیقت باد آباد
پیایے چشمہ عرفان بجوشد	ازد ہر کہتر و مہتر بنوشد
مئے توحید رو بہجو باران	بود بر در ہجوم بادہ خواران
ز آفات زمان محفوظ باشید	بآلٹاف خدا محفوظ باشید

ازیں مسکین ہچمدان خدایا
بفضل خویش پذیر ایں دعا را

باب ششم

جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے

خلفائے عظام

جناب الحاج حضرت صوفی عبدالرحمن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

جناب صوفی صاحب کا اصلی مولد قصبہ لوہاری ضلع مظفرنگر ہے جو تھانہ بھون ریلوے سٹیشن سے تین کوس مشرق کی جانب واقع ہے۔ کچھ عرصہ سے محض فی اللہ دوستوں کی سہولت کے لئے سہارن پور میں اقامت اختیار کر لی ہے۔ اوائل عمر میں بتلاش معاش راولپنڈی شریف پہنچے اور ریلوے ورکشاپ میں ملازم ہو گئے۔ قسمت نے یادری کی اور کسی دوست کی زبانی جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف و کمالات سنے اور دل میں شوق پیدا ہوا۔ ایک دن حاضر خدمت ہو کر آپ کے حلقہ غلامی میں داخل ہو گئے۔ بارہ سال تک راولپنڈی شریف میں قیام رہا۔ ہر روز کام سے فارغ ہو کر پہلے حضور عالی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے اور فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔ جب اللہ تعالیٰ کو بہتری منظوری ہوتی ہے تو وہ کوئی نہ کوئی سبب پیدا کر دیتا ہے۔ اگرچہ ابتدا میں بوجہ بشریت انسان اس سبب کو اچھا اور بہتر نہ جانے۔ چونکہ خالق کو منظور تھا۔ کہ جناب قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات سے مخلوقات عامہ مستفیض و مستفید ہو۔ سبب یہ بنایا کہ راولپنڈی شریف ریلوے ورکشاپ سے حضرت صوفی صاحب کا ذریعہ معاش منقطع ہو گیا یعنی ملازمت چھوٹ گئی جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ صوفی صاحب ملک برما کی طرف چلے جاؤ حضور کی جدائی کہاں منظور تھی اور یہ صدمہ ہجرو فراق کب گوارا ہو سکتا تھا۔ عرض کرنے لگے کہ جناب جیسے بھی گزرے گی۔ یہ چند روزہ زندگی یہیں آپ کے قدموں میں گزاروں گا میرا دل نہیں چاہتا کہ میں حضور کا دروازہ چھوڑ

کر دور چلا جاؤں۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اس میں جو فلاح و بہبودی مضمون ہے۔ اور جو اسرار نہاں ہیں ان کے شیریں ثمرہ کا آپ کو بعد میں پتہ لگے گا۔ فقیر کا دل چاہتا ہے کہ آپ ضرور برما کی طرف جائیں۔ حضور عالی کے متعدد بار فرمانے سے جناب صوفی صاحب مذکور کو بمصداق ”الابر فوق الادب“ حکم ماننا پڑا۔ اور جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک مجلس چھوڑنی پڑی۔ جس وقت جناب حضرت صاحب نے صوفی عبدالرحمن صاحب کو روانہ فرمایا۔ اس وقت عجیب کیفیت تھی۔ ادھر صوفی صاحب موصوف زارزار روتے تھے کہ شاید زندگی میں پھر زیارت نصیب ہو یا نہ ہو۔ ادھر جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اہل مجلس بھی اس جدائی سے بہت متاثر تھے۔ اسی حالت میں آپ نے صوفی صاحب کو روانہ فرمایا۔ اور چند دوست چک لالہ سٹیشن تک صوفی صاحب کو وداع کرنے کے لئے گئے جب صوفی صاحب ملک برما میں پہنچے۔ تو رنگون سے نو میل کے فاصلہ پر بمقام انس ریلوے ورکشاپ میں ملازمت کے لئے کوشش کی۔ اس کارخانہ میں افسروں کا دستور تھا کہ جس مستری کو کام پر لگاتے پہلے تو اس کا امتحان لیتے اور پھر ڈیڑھ دو سو روپیہ تک رشوت بھی لیتے تب ملازمت پر لگاتے۔ مگر جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعا و توجہ کا اثر تھا۔ کہ صوفی صاحب کا نہ تو کسی نے امتحان لیا اور نہ ہی رشوت طلب کی۔ کارخانہ میں حاضر ہوتے ہی افسرانچارج نے نوکری دیدی۔ پورا ایک سال نوکری کرنے کے بعد جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت خوشی سے خلعت خلافت اور بیعت کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ اور بذریعہ مکتوب جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔ کہ آپ کے وہاں برما جانے میں یہی حکمت و مصلحت مضمون تھی۔ جس کے ظہور کا اب وقت آ گیا ہے۔ کہ اس طرف کے لوگ بھی تمہارے فیض ظاہری و باطنی سے مستفیض ہوں۔ چنانچہ حضور عالی کی دعا و توجہ کی برکت سے اول اول جو دوست بیعت اور داخل طریقہ ہوئے حاجی رحمت اللہ صاحب ہیں۔ اس کے بعد بفضل ایزد منان سلسلہ دن بدن بڑھتا گیا۔ حتیٰ کہ جس غرض کے لئے حضور نے بذات خود تین چار مرتبہ برما کا سیر فرمایا۔ اور مخلوق خدا کو اپنے قدوم میمنت لزوم

اور فیوض و برکات سے مالا مال فرمایا۔ ایک دفعہ اثناء سفر میں بمقام انس بوقت تہجد جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے صوفی صاحب کو فرمایا۔ کہ آپ کے یہاں برما میں آنے سے کس قدر مخلوق خدا کو فیض ہوا۔ حالانکہ جب آپ روالپنڈی سے بھیجے گئے تھے۔ تو آپ کو وہاں سے جدا ہونا کس قدر ناگوار و دشوار گذرا تھا۔ صوفی صاحب نے عرض کیا کہ یہ سب کچھ حضور ہی کی دعا و توجہ کا اثر ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔

صوفی صاحب کے وجود باجود سے ریاستہائے شان اور برما و سیام ہی کے لوگ نہیں بلکہ بے شمار مخلوقات ہندوستان میں بھی مستفیض ہوئی اور ہو رہی ہے۔ حق تعالیٰ ایسے با برکت و جود کو تادیر سلامت رکھے۔ رابطہ اتحادی یہاں تک حاصل ہے۔ کہ بمصداق

من تو شدم تو من شدم من تن شدم تو جاں شدم

تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

آپ کی شبیہ مبارک بھی جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نورانی چہرہ مبارک کے مشابہ ہو گئی ہے۔ بلکہ جس شخص نے ایک آدھ مرتبہ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی ہو۔ اگر وہ صوفی صاحب کو دیکھے تو یہی سمجھتا ہے کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہی ہیں۔ اب ضعیف العمر ہیں اور سہارن پور میں مقیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے وجود سے مخلوق کو فیض عظیم بخشے۔ آمین۔

حضرت مولینا الحاج صوفی صافی مولوی ثناء اللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ کامل ہیں۔ بزرگ عالی نسبت علم و فضل اور تقویٰ و حضور و صفا میں موجودہ زمانہ کے مشاہیر اولیاء میں سے اعلیٰ مرتبہ رکھتے ہیں۔ آپ کا مولد و مسکن مقام کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ ہے۔ صاحب جذبات و کرامات ہیں۔ باوجود اس کمال کے ہمیشہ اپنے آپ کو پوشیدہ اور مستور رکھتے ہیں۔ ہمیشہ سیر و سیاحت اور سفر میں جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہم رکاب رہتے طبیعت میں انکسار اس قدر ہے کہ اس دربار عالیہ کے ادنیٰ سے ادنیٰ غلام کو بھی مخدوم جانتے اور اپنے آپ کو خادم گردانتے ہیں۔ جناب قبلہ عالم سیدی و مولائی حضرت صاحبزادہ

صاحب مدظلہ العالی کے ساتھ فریضہ حج ادا کیا۔ اور زیارت فیض بشارت روضہ اطہر جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ حضرت حاجی صوفی محمد نیازالدین صاحب اور صوفی محمد حسین صاحب ہر دو کو اگرچہ خلافت و اجازت بیعت جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عطا ہوئی۔ مگر یہ دونوں حضرات جناب حاجی صوفی مولوی ثناء اللہ صاحب مذکور ہی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ اور انہی سے نسبت ارادت و انابت رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں اور بہت سے لوگ مولوی صاحب موصوف کی ذات سے مستفیض ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ خاص کر دربار عالیہ راولپنڈی شریف کے جملہ خدام کے حال پر خاص طور سے توجہات و الطاف مبذول فرماتے رہتے ہیں امید ہے کہ آئندہ بھی اسی طرح یہاں کے خدام کو اپنی توجہات عالیہ سے مشرف اور یاد و شاد فرماتے رہینگے۔ اللہ کریم آپ کو اپنے برگزیدہ بندوں کے زمرہ میں بلند مراتب عطا فرماوے اور آپ کی اولاد کو بھی انہی کی پیروی کرنے والے بناوے۔ آمین۔

الحاج صوفی محمد نیازالدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

صوفی حاجی محمد نیازالدین صاحب کا مولد و مسکن بھی مقام کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ ہے۔ عرصہ سے بسلسلہ معاش بمقام ہوڑہ متصل کلکتہ مقیم ہیں۔ توبہ و انابت تو مولوی ثناء اللہ صاحب کے ہاتھ پر کی مگر مشرف باجازات و خلافت قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہیں۔ بڑے پرہیزگار و متقی ہیں مرتبہ تکمیل و ارشاد کے بعد حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین الشریفین سے بھی شرف اندوزی کا فخر حاصل ہے۔ کلکتہ اور اس کے مضافات بلکہ تمام بنگال اور دارجلنگ وغیرہ کی طرف آپ کا نہایت ارشاد اور فیض جاری ہے۔ اس ملک کے صغیر و کبیر بڑے اخلاص و عقیدت سے آپ کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ ہوڑہ میں ایک قدیم زمانہ کی مسجد جو مسمار و شہید ہو چکی ہوئی تھی۔ از سر نو وسیع پیمانہ پر نہایت عالیشان تعمیر کروائی ہے۔ اور نام مسجد صوفیہ کریمہ رکھا ہے بکمال ہمت و استقامت شریعت و طریقت تسلیم طالبان حق جل و علا فرما رہے ہیں۔ اللہم زد فزد کی دعا ہے۔ حضرت مولینا و بالفضل اولینا راس المفسرین، استاذ المحدثین، فقیہ اعظم الحاج

ابو یوسف مولوی محمد شریف صاحب سلمہ ربہ

صاحب مذکور جناب قبلہ عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر خلیفہ اور زمانہ حاضریہ کے علماء میں ایک ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ حق تعالیٰ کی عنایت ازیں نے تحصیل علوم ظاہری کے بعد مولوی صاحب مذکور کو اپنی طلب کا درد عطا فرمایا اور خدائے تعالیٰ کی طلب ان کے رفیق حال ہو گئی۔ آپ نے راہ خدا کے لئے رہنما اور واقف راہ کی تلاش میں کمر ہمت باندھی۔ اور اکثر بلاد ہند میں اولیائے عظام اور فقراء عالی مقام کی صحبت و خدمت میں حاضر ہوئے مگر آپ کا مقصود و مطلوب کسی جگہ سے حاصل نہ ہوا۔ آخر کار جذب الہی کی زبردست طاقت و قوت اور کشش نے جناب علامہ دہر فہامہ عصر طالب صادق کو آستانہ عالیہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر پہنچایا۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر قلبی کی تعلیم سے ان کو مشرف فرمایا۔ اور ایسی تربیت فرمائی کہ جیسے یہ حضرت علوم ظاہری میں کمال رکھتے ہیں ویسے ہی باطنی تکمیل میں سبقت لے گئے آپ کمال ذوق و شوق سے اور بڑی انکساری و عاجزی اور اطاعت گزاری کے ساتھ اکثر دربار عالیہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور از روئے سعادت جو آپ کی جبلت و خصلت میں داخل ہے عوام الناس کے علاوہ خواص کے گروہ کو بھی مستفیض فرماتے رہتے ہیں۔ آپ بہت بڑے پایہ کے محدث و مفسر اور فقیہ اعظم ہیں۔ علم مناظرہ میں خاص و سترس رکھتے ہیں۔ فرقہ ہائے باطلہ و ہابیہ نجدیہ شیعہ اور فرقہ ضالہ مرزائیہ کی تردید میں بہت سے عمدہ رسائل تصنیف فرمائے ہیں علاوہ ازیں اکثر مسائل ضروریہ اور دینی امور میں متعدد کتب آپ کی تصانیف ہیں۔ قصہ کوتاہ کہ موجودہ زمانہ میں احناف کے لئے مولوی صاحب مذکور کا وجود باوجود ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ جیسے صاحب قال ہیں۔ اس سے بڑھ کر صاحب حال ہیں۔ خفتہ دلوں کو بیدار کرنے والے بہت سے قصائد عربی فارسی اور اردو میں لکھے ہیں جن سے اکثر گلزار نقشبندیہ میں درج ہیں۔ بالخصوص عربی قصیدہ نہایت بلیغ قابل داد اور بہت بلند پایہ ہے۔ حق تعالیٰ ان کے علوم ظاہری و باطنی سے اپنی مخلوق کو فیضیاب فرما دے آمین۔ صاحب موصوف و ممدوح اور مذکور کا مولد و مسکن کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ ہے۔

حضرت الحاج مولینا مولوی حکیم خادم علی صاحب سلمہ، ربہ،

حکیم خادم علی صاحب جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے اکابر سے ہیں فضائل و کمالات ظاہری سے آراستہ اور مقامات طریقت و حقیقت سے پیراستہ ہیں آغاز جوانی میں عنایت ازلی نے فقرا اور اہل اللہ کی محبت و عقیدت دل میں پیدا کی۔ مرشد کامل کے متلاشی تھے۔ کہ اس مسبب الاسباب نے ایسا سبب بنایا۔ کہ انہی ایام میں جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیر و سیاحت فرماتے ہوئے بمقام کوٹلی لوہاراں رونق افروز ہوئے۔ جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ جمعہ ادا کرنے کی خاطر مسجد میں حاضر ہوئے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس وقت منبر پر رونق افروز تھے اور اپنے مواعظ حسنہ سے سامعین کو محظوظ و مستفیض فرما رہے تھے۔ جب حکیم صاحب نے بھی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کلام معجز بیان سنا۔ جو کہ سامعین کے قلوب کو مسحور کر رہا تھا۔ تو یہ حضرت بھی فریفتہ و شیفٹہ ہو گئے۔ جب وعظ ختم ہوا۔ اور جمعہ کی نماز سے فارغ ہو چکے تو حکیم صاحب موصوف صدق عقیدت اور کمال و حقیقی اخلاص کے ساتھ حاضر خدمت ہو کر داخل طریقہ ہو گئے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ پاک کی برکت سے قلیل ہی عرصہ میں ان کا کام تکمیل کو پہنچ گیا۔ اور قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت بھی عطا فرمائی۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے منظور نظر ہیں شعرو شاعری سے بھی رغبت رکھتے ہیں۔ وعظ فرماتے وقت تقریر ایسی بر جستہ فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ موقعہ بموقعہ شعر نہایت موزوں گویا کہ شعراء کے حافظ ہیں۔ اسی وجہ سے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ انہیں ابوالکلام کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ جناب حکیم صاحب مذکور کے اشعار دلفریب، عشق و محبت حقیقی سے خمیر یافتہ اور درد و سوز سے لبریز ہوتے ہیں۔ آپ کے اکثر قصائد اور اشعار گلزار نقشبندیہ میں موجود ہیں۔ کوٹلی لوہاراں مشرقی ضلع سیالکوٹ، آپ کا مسکن ہے۔ حکمت میں دستگاہ تامہ رکھتے ہیں۔ اور اعلیٰ درجہ کے حکیم حاذق ہیں۔ مخلوق خدا کی خدمت میں شب و روز بسعی جمیل مصروف رہتے ہیں۔ اور اس شعر کے پورے پورے مصداق ہیں۔

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست
ظاہری امراض کے علاج میں جیسے ماہر ہیں۔ اس سے بڑے کر باطنی امراض کے بھی
معالج ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے فیاض اور صادق دوستوں کو تادیر سلامت با کرامت رکھے۔ اور
ان کے ذریعے سے فیض کریمی کو دن بدن ترقی و عروج بخشے۔ آمین
حضرت مولوی فضل احمد سلمہ ربہ

جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے عظام میں سے ہیں۔ ابتدا
میں چند کتب دینی مولوی محمد غوث صاحب سکنہ بانٹھ سے پڑھیں۔ اس کے بعد گوجر خان
چلے گئے۔ وہاں قاضی عبدالعزیز صاحب سے قرآن مجید اور دیگر چند کتب پڑھیں۔ دل
میں تلاش پیر کامل کا شوق پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت بے غایت آپ کے شامل حال
ہوئی۔ اس وقت انہیں جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سوا افضل و اکمل
اولیا اور کوئی نظر نہ آیا۔ آپ کے آستان عالی شان پر حاضر ہو کر نہایت ذوق و شوق سے
حلقہ غلامی میں داخل ہو گئے۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ہونہار نو جوان کو
ذکر کی تعلیم بڑی محبت و شفقت سے سکھا کر ایسی توجہ فرمائی۔ کہ آپ کا دل دنیا سے سرد
ہو گیا۔ اور اعضا میں لرزہ اور وجد کی حالت طاری ہو گئی۔ بیعت ہونے کے کچھ عرصہ بعد
توپخانہ نمبر ۲۶ میں فوجی ملازمت اختیار کر لی۔ اس توپ خانہ میں حافظ احمد دین صاحب
بڑے متقی اور پرہیزگار امام تھے۔ ان سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا۔ محبت ذکر الہی نے
یہاں تک غلبہ کیا کہ دیوانہ وار ذکر جہر بڑے جوش و خروش سے کرتے۔ اسی حالت میں کئی
مرتبہ حضور عالی کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر زیارت سے مشرف ہوتے اور استفادہ
حاصل کرتے رہے۔ آخر کار ذکر اللہ کی لذت اور غلبہ نے فوجی ملازمت ترک کرادی استعفیٰ
دے کر ملازمت سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اس وقت اس قدر جوش تھا۔ کہ نہایت شدت کی
سردیوں میں تہجد کے وقت صرف ایک لمبل کا کرتہ پہنے مکان کی چھت پر کھڑے ہو کر سورہ
یوسف کی تلاوت فرمایا کرتے اور ان کو ذرہ برابر سردی محسوس نہ ہوتی۔ ذکر جہر میں گھنٹوں
مصروف رہتے۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خاص نظر شفقت تھی ورنہ اس قدر

جوش و خروش میں مجذوب ہو جانے کا احتمال تھا۔ کچھ عرصہ ریاضت شاقہ اور مجاہدات میں بسر کیا۔ بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ دربار عالیہ میں حاضر ہوتے اور فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔ آخر کار جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کیمیا اثر آپ کے حال پر مبذول ہوئی۔ اور مرتبہ کمال و تکمیل کو پہنچے خلعت خلافت عطا ہو گئی۔ علما اور صلیح عوام الناس میں آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہے۔ اور آپ کی صحبت نہایت ہی موثر اور غایت درجہ مقبول ہے۔ ارشاد و تبلیغ میں اکثر مشغول رہتے ہیں۔ ان میں بڑے مشہور و معروف ہیں۔ جب کلمہ نفی اثبات کا ذکر جہر فرماتے، غفلت شعاروں کو بیدار اور مردہ دلوں کو زندہ کر دیتے ہیں۔ گویا کہ وحدت کا دریا جوٹا آ جاتا ہے۔ ہزار ہا نہیں بلکہ بے شمار مخلوق ان کے فیوض سے فیضیاب ہو رہی ہے۔ م۔ میانوالی۔ سرگودھا۔ لائل پور۔ اور جھنگ کے اطراف میں بہت سی مخلوق نے آپ کے وسیلہ سے ہدایت پائی اور پار ہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات و کمالات کو دن بدن زیادہ کرے۔ آمین۔

میاں محمد عبداللطیف صاحب سلمہ ربہ سب حج

میاں صاحب لاہور کے رہنے والے ہیں۔ اور محکمہ سول کے ایک ممتاز عہدہ سب حج درجہ اول پر متمکن ہیں۔ جب پہلی مرتبہ حاضر ہوئے۔ تو اس وقت کا ذکر ہے۔ کہ ملتان میں متعین تھے۔ عنایت ازلی نے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت ان کے دل میں پیدا کی۔ چند دنوں کی رخصت لے کر طلب حقیقی اور صدق عقیدت و سچی ارادت کے ساتھ آستان عرش نشان پر حاضر ہوئے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس وقت عید گاہ اپنے باغ میں رونق افروز تھے۔ حضرت حج صاحب بھی وہاں جا پہنچے۔ سادہ لباس، معمولی سا ایک فقیرانہ بستر اپنی بغل میں دبایا ہوا ایک ہاتھ میں وضو کرنے والا آئینہ لے گئے تھے السلام علیکم، وعلیکم السلام کے بعد جیسا کہ دستور ہے نو وارد شخص سے درپیش کیا گیا۔ کہ کہاں سے تشریف لائے اور کس مطلب اور کس غرض سے آئے، کہنے لگے۔ ملتان سب حج لگا ہوا ہوں اور اس دربارِ دُربار میں یہ غرض لے کر آیا ہوں کہ میرا دل بیمار ہے۔ آپ کے متعلق معلوم ہوا تھا کہ طبیب امراض روحانی میں لہذا اپنے بیمار قلب کو

لے کر پیش کر دینا اپنا کام تھا جو کر دیا۔ اب آپ جانیں اور آپ کا کام۔ حقیقی طلب اور صدق عقیدت سے آئے ہوئے جو انمرد کی گفتگو کام کر گئی۔ راقم الحروف بھی اس وقت موجود تھا۔ جب حج صاحب کا عہدہ سنا اور حالت فقیرانہ و درویشانہ دیکھی تو دل باور نہیں کرتا تھا۔ کہ اس زمانہ کا بی۔ اے تعلیم یافتہ اور عہدہ ججی پر متعین پھر طبیعت میں یہ انکساری و عاجزی۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کو اس طالب اللہ جو انمرد کی گفتگو اور غرض و غایت سے بڑی خوشی ہوئی۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہ رشوت تو نہیں لیا کرتے یہ سکر نج صاحب کا وجود لرز گیا۔ اور عرض کرنے لگے کہ جناب میں خود تو بفضل خدا اس رشوت سے بچا ہوا ہوں۔ عملہ کی نگہداشت مشکل ہے۔ اس کے بعد جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دل بیمار کا علاج تو انشاء اللہ ہو جائے گا۔ شرط یہ ہے کہ جس طرح کہا جاویگا اس پر عمل کرنا پڑیگا۔ طالب حقیقی ارادت سے آیا ہوا کب دریغ کر سکتا تھا۔ کہنے پر عمل تو درکنار وہ تو بمصدق اس شعر کے۔

اگر خاکے ازیں کو برسد آید
مرا بہتر رچندیں افسر آید

جان و دل دے چکا تھا۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حج صاحب کو داخل طریقہ فرمایا۔ جیسے مرید صحیح عقیدت اور طلب راسخ لے کر آیا تھا ویسے ہی مرشد کامل نے بھی توجہ پاک کی برکت سے بہت جلد کام بنا دیا۔ اور خلافت عطا فرمائی۔ ملتان سے تبدیل ہو کر کرناٹل گئے۔ وہاں کے لوگوں کو اپنے فیوض و برکات سے متمتع فرمایا۔ اور پھر وہاں سے تبدیل ہو کر تحصیل اونہ ضلع ہوشیار پور تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو خانہ خدا یعنی مسجد سے انس محبت ہوا کرتی ہے۔ جیسے کہ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ فرمایا جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ مومن شخص مسجد میں ایسا ہوتا ہے جیسے مچھلی پانی میں۔ یعنی مچھلی کی زندگی پانی پر منحصر ہے۔ لہذا وہ پانی میں خوش ہوتی ہے۔ مومن کی روحانی زندگی بھی ذکر الہی سے وابستہ ہے۔ اور مسجد ذکر الہی کے لئے مخصوص ہوتی ہے۔ حج صاحب مذکور بھی جب اونہ پہنچے تو فرائض منصبی سے فراغت پا کر مسجد کی تلاش میں نکلے۔ جب دریافت کرتے ہوئے مسجد میں پہنچے تو اس کی خستہ و شکستہ حالت دیکھی۔

ماتیں گزرتیں کہ کبھی کوئی آدمی نماز کے لئے بھی داخل نہیں ہوا تھا۔ پڑوسیوں سے جھاڑو مانگا اور مسجد صاف کی۔ وضو کیا اذان دی۔ وہاں کے لوگوں کو اپنے پند و نصائح اور مواعظ حسنہ سے بیدار کیا۔ جمعہ پڑھنا جاری کر دیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اونہ کے بہت سے لوگ ان کے فیضانِ صحبت سے نیک و صالح اور خدا یا دہن گئے۔ اور خوابِ غفلت سے بیدار و ہوشیار ہو گئے۔ کچھ عرصہ وہاں ٹھہرے پھر کانگڑہ میں تبدیل ہو گئے۔ الغرض بہت سی مخلوق جو دریائے غفلت میں مستغرق تھی۔ آپ کے ذریعہ سے ساحلِ دوامِ حضور پر پہنچی۔ اور صحرائے ضلالت کے سرگردان آپ کے توسط سے شاہراہِ ہدایت و صراطِ مستقیم پر آ گئے۔ طبیعت میں انکسار و تواضع حد بیان سے باہر ہے باوجود ایک اعلیٰ درجہ کے حاکم ہونیکے ادب اس درجہ غالب ہے کہ جو بمصداق ”شنیدہ کے بود مانند دیدہ“ واقعی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ صاحبِ مذکور کو دیکھ کر حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ کی یہ دعا یاد آ جاتی ہے۔

از خدا خواہیم توفیقِ ادب بے ادب محروم گشت از لطفِ رب

اسی ادب اور تواضع کے طفیل اللہ کریم نے وہ رفعت عطا فرمائی جو اپنے خاص بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ من تواضع لله رفعا الله۔ خدمت گزار ایسے ہیں۔ گویا انہی کا حصہ ہے۔ اسی خدمت نے مخدوم بنا دیا ہے۔ ہر کہ خدمت کر د او مخدوم شد۔ حق تعالیٰ اس جو انمردِ مخلص کو اپنے برگزیدہ بندوں کے زمرہ میں خاص الخاص مراتب و درجات عطا فرمائے۔ آمین۔

مخلص باللہ حاجی رحمت اللہ صاحب سلمہ ربہ

آپ کا وطن مقام اوپلٹھہ ملک کاٹھیا واڑ ہے کاروباری سلسلہ میں اوائلِ عمر سے ہی رنگون ملک برما میں مقیم ہیں۔ وہیں کاروبار بھی کرتے ہیں اور اپنے رہائشی مکانات وغیرہ بھی وہیں بنائے ہیں۔ جس زمانہ میں حضرت حاجی صوفی عبدالرحمن صاحب کو راولپنڈی شریف سے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ملک برما کو روانہ فرمایا تھا۔ اس زمانہ میں جناب صوفی صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ جس وقت جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیر و سیاحت فرماتے ہوئے رنگون تشریف لے گئے تو جناب

حاجی رحمت اللہ صاحب نے تمھوڑے سے عرصہ میں جناب حضرت صاحب کی صحبت سے فوائد کثیرہ اور احوال و مقامات عظیمہ اور درجات عالیہ اپنی بلند ہمتی اور مبارک فطرت و خصلت سے حاصل کر لئے اور جناب حضرت صاحب نے اپنی قوت تصرف اور توجہات وافرہ سے ان کا کام بنا دیا۔ اور خلافت و اجازت سے بھی مشرف فرمایا۔ الحمد للہ کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہات کی برکت سے حاجی رحمت اللہ صاحب شریعت و طریقت میں کمال استقامت رکھتے ہیں۔ اور ارشاد خداوندی رجال لا تلہیم تجارہ ولا بیع عن ذکر اللہ کے حقیقی مصداق ہیں حاجی صاحب مذکور کی ذات سے بہت سی مخلوق کو فیض پہنچا اور پہنچ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو زیادہ زیادہ اپنے فیض کا ذریعہ بناوے۔ آمین۔

حافظ دین محمد صاحب سلمہ ربہ

جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے عظام اور مقبولین سے ہیں موضع گاڑ جو کہ راولپنڈی شریف سے چند میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں کے رہنے والے ہیں۔ علوم دینی میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں۔ سادگی یہاں تک کہ کسی کو گمان تک نہیں گزرتا کہ یہ عالم و فاضل ہیں۔ قرآن مجید کی تفسیر میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ قرآن مجید بہت ہی اور دلپذیر لہجہ میں ترتیل سے پڑھتے ہیں۔ آغاز جوانی میں مرض عشق مجازی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ کہ ان کے کسی خیر خواہ نے جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں آکر عرض کی۔ کہ ایک نوجوان حافظ قرآن کا یہ حال ہے۔ اس کے حال پر توجہ فرمائی جائے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دعا بھی فرمائی اور ایسی توجہ کی کہ حافظ دین محمد صاحب حاضر خدمت ہو کر سلسلہ عالیہ میں داخل ہو گئے۔ پرانے اور سابقہ خیالات اور احباب و ہم نشینوں کو خیر باد کہا اور ان کی صحبت کو چھوڑا۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ کی برکت سے درجہ کمال کو پہنچے۔ اور خلعت خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کی ان کے حال پر بہت کچھ توجہ و التفات تھی۔ بمبئی کی طرف کئی بار سیر و سیاحت بھی کی اور اس طرف اکثر لوگوں کو خدا کا راستہ دکھایا۔ علوم دینیہ کا بہت شغف رکھتے ہیں۔ طبیعت میں سادگی اور بے تکلفی ہے۔

وعظ بہت عمدہ اور نہایت پُر تاثیر فرماتے ہیں جو کہ سامعین کو نہایت ہی مرغوب ہوتا ہے۔
اور موثر بھی ہوتا ہے۔ اللہ کریم ان کے ذریعہ فیض کریمی کو ترقی و فروغ بخشے۔ آمین۔

حاجی صوفی میراں بخش صاحب سلمہ ربہ

صوفی صاحب مذکور اکثر طالبان اللہ اور مریدوں کی ہدایت و تربیت میں مشغول رہتے ہیں۔ عالم جوانی سے طلب حق میں ساعی تھے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اکتساب علم باطن کا شرف حاصل کیا اور مدت مدید بکمال صبر و استقامت اور ہمت سے جناب حضرت صاحب کے آستانہ عالیہ میں حاضر رہ کر خوب خدمت کی۔ دوسری مرتبہ جب جناب قبلہ عالم حضرت صاحب حج بیت اللہ شریف کے لئے تشریف لے گئے تو اس مبارک سفر میں قبلہ عالم کی معیت اور خدمت کا فخر آپ کو حاصل ہے اور اسی خدمت کے طفیل حج و زیارت بیت اللہ اور زیارت روضہ پاک جناب صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی فائز اور مشرف ہوئے۔ اُمّی ہیں مگر پیر و مرشد کامل کی توجہ کے طفیل خاص اثر رکھتے ہیں۔ شریعت کے بڑے پابند ہیں۔ اجازت اور خلافت کا شرف حاصل ہے کراچی اور اس کے اطراف کی بہت سی مخلوق کو انہی کے ذریعہ سے فیض پہنچا ہے عرس شریف پر تمام دوستوں کی خاص طور پر خدمت کرتے ہیں اب ضعیف ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں دیر تک سلامت باکرامت رکھے۔ اکثر سیر و سیاحت ہی میں رہتے ہیں۔

الحاج مولوی محمد یوسف صاحب میرپوری سلمہ ربہ

مولوی صاحب محمد یوسف صاحب جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص مریدوں اور مقبول و منظور احباب سے ہیں۔ اور اجازت یافتہ خلیفہ ہیں۔ آپ کا مولد و مسکن شہر میرپور واقع ریاست جموں ہے۔ ولولہ شوق اور غلبہ عشق میں جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے۔ مدتوں جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کی اطاعت میں کمر بستہ رہ کر کمالات و مقامات کا اکتساب کیا اور دولت خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ بہت فقرا کی خدمت میں حاضر ہوتا اور پھرتا رہا۔ مگر اپنے درد کی دوا جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ

اللہ علیہ کی نظر شفا بخش کے سوا کہیں نہ دیکھی۔ طبیعت مسکینی اور فقر کی دولت سے معمور رکھتے ہیں۔ توجہ میں خاصہ اثر ہے۔ میرپور و اطراف کے لوگوں کو ان کی ذات والا صفات سے بہت فیض ہوا ہے۔

الحاج مولوی دیوان علی صاحب سلمہ ربہ

حاجی مولوی دیوان علی صاحب قصبہ موہری تحصیل کھاریاں ضلع گجرات پنجاب کے رہنے والے ہیں۔ ابتدا میں فوجی ملازم تھے۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بہترین اور مخلصین مریدوں سے ہیں سعادت ازلی نے رہنمائی کی اور جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ تک رسائی ہو گئی۔ نہایت مخلص و محبت اور عقیدت سے داخل طریقت ہو کر قبولیت سے مشرف ہوئے۔ نہایت متشرع اور صاحب استقامت ہیں۔ حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بدعائے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ فائز ہو آئے ہیں۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے تعلیم طریقت سکھانے کیلئے موزون ہیں۔ اکثر خواب غفلت میں سرشار لوگوں کو دعوت الی الحق دیکر بیدار و ہوشیار کرتے رہتے ہیں۔

حافظ مولوی محمد اکبر صاحب سلمہ ربہ

ضلع گجرات پنجاب کے رہنے والے ہیں۔ مدت سے لاہور چوک متی نیویں مسجد (نزد لوہاری دروازہ) میں خطیب ہیں۔ قرآن مجید کے حافظ ہیں۔ قرآن مجید نہایت ترتیل و تجوید سے پڑھتے ہیں۔ کتابت کا کام کرتے ہیں۔ بندہ مسکین جب کبھی لاہور جاتا اور نیویں مسجد میں نماز ادا کرنے کا اتفاق ہوتا تو حافظ صاحب مذکور سے فقرا اور اہل اللہ کے متعلق گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا۔ ایک مرتبہ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قیام بھی چوک متی میں ہوا۔ بندہ حسب معمول حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ بندہ کے پیرو مرشد جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں۔ غرض کچھ وقت باہم گفتگو ہوتی رہی۔ اور بندہ کے ہمراہ جناب حافظ صاحب جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے۔ الحمد للہ کہ بندہ

کی کوشش کارگر ہو گئی۔ اور حافظ صاحب کو جناب حضرت صاحب نے طاہری و باطنی حافظ بنا دیا۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کے کمالات و تصرفات سے جب آگاہ ہوئے تو ذوق و شوق نے دل پر خاص غلبہ کر لیا۔ وہ للہیت اور خلوص اور عقیدت راسخ کہ جن سے حافظ صاحب متصف ہیں ان کی بدولت اور جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کی توجہات خصوصی کے طفیل تھوڑی سی مدت میں اس قدر ترقی کر گئے۔ کہ مراتب و درجات کمال کو پہنچے۔ پس جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ اور نیز ارشاد فرمایا۔ کہ وہاں لاہور میں ختم شریف بھی پڑھا کرو۔ اور حلقہ ذکر کی مجلس بھی کیا کرو۔ تاکہ وہاں کے دوست ذکر الہی اور فی اللہ محبت میں ہوشیار و بیدار رہیں۔ انتہائی محبت اور عشق کامل کی وجہ سے بہت جلدی جلدی جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر فیوضات اور افادات سے بہرہ مند ہوتے رہے اور اکثر بذریعہ خطوط اپنے احوال کی اطلاع دیتے اور جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے جوابات پا کر استفادہ حاصل کرتے رہے بلکہ اب تک بدستور اسی طریق پر عمل پیرا ہیں۔ اور اعتقاد ایسا کامل و پختہ ہے۔ کہ سبحان اللہ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وہ کمالات جو انہوں نے پچھتم خود دیکھے ہیں انہوں نے عجیب حالت بنا دی ہوئی ہے۔

بر زمیں کہ نشان کف پائے تو بود سالہا سجدہ گاہ صاحب نظراں خواہد شا
حافظ صاحب مذکور کی صحبت میں عجیب اثر ہے اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے بہت سی مخلوق کو صراط مستقیم کی ہدایت بخشے۔ آمین۔

سید حاکم شاہ صاحب سلمہ ربہ

سید حاکم شاہ صاحب کا مولد و مسکن قصبہ وڑاچا نوالہ ضلع گجرات ہے۔ سادات سے ہیں۔ آپ کی پہلی بیعت جناب پیر حیدر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جلاپوری سے ہے جو اپنے زمانہ کے ولی کامل تھے۔ جناب پیر حیدر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے الطاف سید حاکم شاہ صاحب پر بہت تھے۔ مگر ان کی تکمیل مراتب سے قبل ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ تکمیل مراتب اور مقامات سلوک کے منازل طے کرنے کے لئے رہبر کامل و اکمل کی توجہات اشد

ضروری ہیں۔ چندے متلاشی رہے مگر کہیں تسلی و تشفی نہ ہوئی۔ آخر کار دعا و استخارہ کیا اور ندائے غیبی آئی کہ آپ کا مقصود راوی پندہی شریف جناب قبلہ عالم حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے سے حاصل ہو گا۔ ادھر جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی کشف سے تمام معاملہ معلوم ہو گیا۔ سید حاکم شاہ صاحب یقین راسخ اور صدق عقیدت سے اور بڑی انکساری اور نہایت تواضع کے ساتھ حاضر خدمت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوئی اور مرشد کامل کی پہلی ہی توجہ مبارک نے کام بنا دیا۔ چونکہ سید حاکم شاہ صاحب استعداد بلند رکھتے تھے بہت جلد اپنے مقصد میں فائز المرام اور شاد کام ہوئے۔ ہدایت و ارشاد اور تعلیم طریقہ نقشبندیہ کی اجازت عطا ہو گئی۔ سید حاکم شاہ صاحب بے نظیر ہستی ہیں ہمیشہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے الطاف و اکرام کے امیدوار رہے ہیں۔ امور شرعیہ میں راسخ القدم ہیں۔ توکل میں کامل اور عالی ہمت ہیں حضور جمعیت کی نعمت کا شرف رکھتے ہیں۔ اور آداب سلف کا نمونہ ہیں۔ ان کو دیکھنے سے خدا یاد آ جاتا ہے۔ اللہم زد فزد۔

سید فضل شاہ صاحب سلمہ ربہ

سید فضل شاہ صاحب ساکن ڈھریالہ جالپ تحصیل پنڈ دادنخاں ضلع جہلم کے رہنے والے ہیں۔ علم دینی میں بہرہ کامل رکھتے ہیں۔ محبت و اخلاص سے پُر ہیں۔ قسمت نے یلوری کی نہایت ذوق و شوق سے جناب حضرت صاحب کی خدمت عالیہ میں بڑے ادب و تعظیم سے حاضر ہو کر اخذ طریقہ و مقامات مجددیہ حاصل کئے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے حال پر نہایت عنایات فرمایا کرتے اور فرماتے کہ شاہ صاحب آپ کے نور نسبت اور فیض محبت سے عالم منور ہو گا۔ الحمد للہ کہ ایسا ہی ہو رہا ہے۔ شاہ صاحب مذکور بفضل خداوند کریم نہایت ہی کثیر الذکر و العبادت ہیں۔ اور نہایت صبر و توکل سے ہمہ اوقات یاد خدا میں بسر کرتے ہیں۔ اور طالبین اللہ کی رشد و ہدایت میں مصروف رہتے ہیں۔ عطاء اجازت و خلافت سے مشرف ہیں۔ عطاء خلعت خلافت کے وقت جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ مخلوق خدا کو اللہ کی رضا کے لئے نالائق

کی طرف بلانا۔ اس راستہ میں اگر تکالیف بھی پیش آئیں۔ تو نہایت ہمت سے صبر و شکر کے ساتھ کام لینا۔ اگر ایک دوست بھی خدایا د ہو جائے۔ تو نہایت سعادت ہے۔ نیز یہ کہ اللہ کا ذکر بڑی دولت اور نعمت عظمیٰ ہے اس کی قدر کرنا لازمی امر ہے۔ ظاہر و باطن کا ایک کبھی بھی ختم نہ ہونے والا خزانہ ہے۔ اس کی حفاظت کرنا اور حقیقی مصرف میں دریغ نہ رکھنا۔ الحمد للہ کہ حضور عالی کے فرمان واجب الاذعان کے مطابق شاہ صاحب موصوف عمل پیرا ہیں۔ اللہ تعالیٰ زیادہ زیادہ توفیق بخشے۔ آمین

سید راجن شاہ صاحب سلمہ ربہ

سید راجن شاہ صاحب موضع کمانوالہ متصل سیالکوٹ کے رہنے والے ہیں۔ محکمہ فوجی ہسپتال میں ملازم تھے۔ حسن قسمت سے دل میں طلب حق کا ولولہ پیدا ہو گیا۔ مخلص فی اللہ مولوی نیاز اللہ صاحب سے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کے اوصاف حمیدہ اور کمالات عالیہ سنے اور بڑے شوق و ذوق سے حاضر خدمت ہوئے۔ اپنی طلب راہ خدا کے باب کا اظہار لیا جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ اگر طلب حق سبحانہ حقیقی رکھتے ہو۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے درد کی دوا ہو جائے گی۔ مگر ثابت قدم اور محکم رہنا۔ گرمی سردی سہی پڑے گی۔ چونکہ طالب صادق تھے۔ شرف قبولیت سے مشرف ہو گئے۔ اور مورد الطاف و عنایات خاص بن گئے۔ اسی محکمہ میں ایک ڈاکٹر جو مرزا قادیانی کا معتقد تھا۔ ملازم اور ان کا انچارج تھا۔ اس نے شاہ صاحب مذکور کو صراط مستقیم سے پھرا کر مرزائیت کی ترغیب و تحریص دینے میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا تھا۔ اکثر یہی تذکرہ رہتا تھا۔ ایک دن اس ڈاکٹر نے شاہ صاحب سے پوچھا کہ کیا آپ کو ابھی تک مرزا صاحب کے متعلق کچھ شک و شبہ باقی ہے۔ شاہ صاحب نے جواب دیا۔ کہ ہاں جناب کچھ شک ہی سا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ شاہ صاحب تو پھر استخارہ کیجئے۔ تاکہ حقیقت و اصلیت آپ پر منکشف ہو جائے۔ شاہ صاحب نے استخارہ کیا۔ اور دعا مانگی۔ تو یہ امر ظاہر ہوا کہ بہت سے گدھے ہیں جن میں سے ایک سب سے بڑا ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہیں۔ شاہ صاحب نے دریافت کیا تو جواب ملا کہ یہی مرزا قادیانی ہے۔ یہ دیکھ کر طبیعت پہلے سے

زیادہ متنفر ہو گئی۔ اور تمام قصہ اس ڈاکٹر سے بیان کیا۔ جس کو سکر وہ بہت شرمندہ ہوا۔ اور آئندہ کے لئے مرزائیت کی ترغیب دینے سے بند ہو گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ پاک کی برکت تھی۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔ سید راجن شاہ صاحب کے حال پر جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر الطاف کریمانہ مبذول فرماتے رہتے تھے۔ خلعت خلافت و اجازت سے بھی مشرف فرمایا۔ سید راجن شاہ صاحب بھی نہایت اخلاص و ادب و تعظیم سے خدمات بجالا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مقاماتِ سنجیدہ اور احوالِ پسندیدہ سے سرفراز و ممتاز فرمائے۔ آمین

صوفی حاکم الدین صاحب سلمہ، ربہ،

صوفی حاکم الدین صاحب موضع ننگلیاں متصل سرور ضلع سیالکوٹ کے باشندے ہیں کچھ مدت تک سیالکوٹ چھاؤنی میں درزی کا کام کرتے رہے۔ اب کچھ عرصہ سے شہر لاہور بھائی دروازہ میں سکونت اختیار کر لی ہوئی ہے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پرانے اور قدیمی دوستوں سے ہیں۔ اجازت و خلافت سے موزون ہیں۔ اس طرف کے اکثر لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار و ہوشیار کرنے کا ذریعہ و وسیلہ ہوئے ہیں۔ نرم کلام اور انکسارانہ طبیعت رکھتے ہیں۔ خلوص و عقیدت سے معمور ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس نعمت میں دن بدن ترقی اور اس پر دائمی استقامت بخشے آمین۔

مولوی نور حسین صاحب سلمہ، ربہ،

مولوی نور حسین صاحب کا مولد و مسکن موضع موسیٰ متصل حضر و ضلع کامل پور ہے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کی زیارت اور صحبت سے مشرف ہوئے۔ آنجناب کی خدمت شریف میں حاضر ہونے پر دل نے آرام پایا اور اطمینان قلبی و تسکین کی دولت میسر ہوئی۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہنا اختیار کیا اور تلقین ذکر کی سعادت حاصل کی۔ حالات و نسبت نقشبندیہ سے مشرف ہوئے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب قدس سرہ کے مخلص مریدوں اور مقبول و منظور خادموں میں سے ہیں اور اجازت

یافتہ خلیفہ ہیں۔ بھلوال ضلع سرگودھا وغیرہ کی طرف ان کے ذریعہ سے بہت لوگوں کو فیض پہنچا ہے۔ مولوی صاحب مذکور و موصوف مجسم محبت و اخلاص ہیں۔ اللھم زد فزد۔ باوجودیکہ علومِ دینیہ میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں۔ مگر طبیعت میں بہت سادگی ہے اور ہمیشہ درویشانہ صورت میں رہتے ہیں۔ جب کبھی عید گاہ میں تشریف لاتے ہیں تو عید گاہ کے درویشوں کے ساتھ ملکر شب و روز نہایت دلی خلوص سے خدمات انجام دینے میں مصروف رہتے ہیں۔

صوفی نواب الدین صاحب سلمہ ربہ

صوفی نواب الدین صاحب موضع موہری تحصیل کھاریاں گجرات کے رہنے والے ہیں۔ فوجی ملازم تھے۔ قسمت نے یاوری کی اور دل میں حق تعالیٰ کی طلب پیدا ہوئی۔ حق کی طلب ان کے رفیق حال ہو گئی۔ جس نے درد و عشق اور سوز و گداز عطا فرمایا۔ پیر خدا آگاہ اور واقف راہ کی تلاش میں کمر ہمت باندھ کر مدتوں پھرے۔ اور اکثر فقرا کی زیارت و ملاقات سے مشرف ہوئے۔ مگر کہیں دلجمعی اور اطمینان میسر نہ ہوا۔ آخر کار جذب الہی کی زبردست کشش نے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب قدس سرہ کے آستانہ عالیہ پر لا حاضر کیا۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت فیض بشارت سے ہی ان کی حالت دگرگوں ہو گئی کہنے لگے کہ بس مطلوب و مقصد یہیں سے ملیگا۔ قبلہ عالم جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو داخل طریقہ فرما کر ذکر قلبی کی تعلیم سے مشرف فرمایا۔ اور اپنی توجہ پاک کی برکت سے ان کا کام بہت جلد بنا دیا۔ صوفی صاحب مذکور بھی کمال ذوق و شوق اور عاجزی و اطاعت گزاری کے ساتھ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بجالاتے رہے۔ اور خدا داد سعادت سے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خواصان کے گروہ میں داخل ہو گئے۔ اجازت خلافت عطا ہوئی۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی برقی توجہ کی تاثیر سے ان پر ایسا اثر ہوا۔ کہ فوجی ملازمت کے زمانہ میں ان سے بعض خوارق عادات کا ظہور ہوا جن کی بنا پر فرنگی افسران کو مشتبہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ جناب حضرت صاحب نے ان کو ملازمت ترک کر دینے کا

ارشاد فرمایا جو کہ وہ فوراً بجالائے۔ اور ملازمت فوجی سے علیحدہ ہو گئے۔ پنجاب میں اور بالخصوص علاقہ یاغستان میں ان کے ذریعہ سے بہت سے لوگوں کو فیض پہنچا ہے۔ تیراہ شریف اور سوات بنیر کے علاقہ میں بکثرت لوگ ان کے ذریعہ سے داخل طریقہ ہو کر فیض یاب ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

الحاج مولینا مولوی محمد سعید صاحب کا شغری سلمہ ربہ،

آپ مشرقی ترکستان کے شہر یارقند کے رہنے والے ترک بزرگ ہیں۔ جبکہ دوسری مرتبہ ۱۹۱۱ء میں جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ حج بیت اللہ شریف اور زیارت و حاضری مدینہ منورہ کے لئے تشریف لے گئے یہ بزرگ بھی اس سفر میں ہمراہ تھے۔ اثناء سفر میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اور فریفتہ و شیدا ہو گئے۔ تمام سفر آپ کی خدمت میں حاضر رہے اور آپ کی علیحدگی گوارا نہ کی۔ بڑے جید دینی عالم ہیں۔ عربی اور فارسی میں گفتگو کر لیتے ہیں۔ جناب قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اثناء سفر میں جب تلاوت قرآن مجید فرماتے تو یہ صاحب پیچھے بیٹھ کر آپ کی قرأت سنتے اور نہایت محظوظ ہوتے۔ اکثر عشق و محبت کے سوز و گداز سے نالہ و فریاد میں مصروف رہتے۔ آخر کار جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مود بانہ و عاجزانہ ملتجی ہوئے کہ اپنی غلامی میں منظور و قبول فرمائیے۔ چونکہ طالب اللہ نہایت متشرع اور متقی شخص تھے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کی استدعا کو قبولیت کا شرف بخشا اور داخل طریقہ فرما کر تعلیم شغل باطنی کی دی۔ اسی سفر میں تھوڑے سے عرصہ کے اندر ایسی توجہ فرمائی گئی کہ صاحب موصوف منازل سلوک طے کر کے درجہ تکمیل کو پہنچ گئے۔ جب سفر حج سے واپس تشریف لائے۔ تو ان کو اجازت بیعت اور خلافت عطا فرما کر آپ نے وطن کی طرف رخصت کیا۔ اس کے بعد دو مرتبہ یہ بزرگ کا شغری سے راولپنڈی شریف صرف جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت و ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ ایک مرتبہ ان کا قافلہ پندرہ آدمیوں کا تھا جن میں چار پانچ مستورات بھی تھیں۔ سبحان اللہ و بحمدہ فی اللہ محبت و عقیدت میں کس قدر کشش ہے۔ کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے۔ ان کا

یہ دور و دراز سفر محض جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت و ملاقات کے لئے تھا۔ صاحب مذکور بڑے اخلاص و محبت اور عقیدت والے تھے۔ بہت عرصہ سے ان کی خبر نہیں ملی اور نہ ہی پھر وہ خود آئے ہیں۔ پہلے کچھ عرصہ سلسلہ خط و کتابت بھی جاری تھا۔ ان کے ذریعہ سے مشرقی ترکستان میں بہت فیض پھیلا اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو فروغ ہوا۔

بندہ مسکین عالم الدین

اس قابل نہیں کہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ادنیٰ سے ادنیٰ غلاموں میں بھی شمار ہو سکے۔ چہ جائیکہ خلفاء و عظام کی صف میں داخل ہو سکے۔ مگر بدیں خیال کہ۔

سگ اصحاب کہف روزے چند پئے نیکاں گرفت و مردم شد
ان بزرگواروں کے غلاموں میں شمار ہو کر نجات پا سکے۔ بندہ موضع بھڈیار۔ تحصیل
پسرور ضلع سیالکوٹ کا رہنے والا ہے۔ حصول تعلیم کے لئے لاہور گیا۔ وہاں جس جگہ بندہ
پڑھتا تھا۔ وہیں مولوی محمد حسین صاحب پسروری بھی پڑھتے تھے۔ مولوی صاحب موصوف
حافظ فتح دین صاحب رنگ پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ جو حضرت خواجہ فقیر محمد
صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ ان سے ملاقات ہونے پر اس سلسلہ میں داخل ہونے
کا شوق دامن گیر ہو گیا۔ نیز اولیاءِ کرام کے حالات کتابوں میں ملاحظہ کرتے وقت جب
حضرات ابوالحسن خرقانی و بہاؤ الدین نقشبند و عبید اللہ احرار و مجدد صاحب وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم
اجمعین کے حالات پڑھتا تو طبیعت میں ایک کشش اور محبت پیدا ہو جاتی۔ جب مولوی
صاحب کے پاس شجرہ خواجگان رحمۃ اللہ علیہ دیکھا تو پھر خوشی کی انتہا نہ رہی۔ کہ ہر سہ
بزرگوار اسی سلسلہ کے بزرگواروں میں سے ہیں۔ غرض تعلیم سے فارغ ہو کر مولوی صاحب
پسرور نوکر ہو گئے اور بندہ کا آب و دانہ بصدقہ ملازمت گوجرانوالہ لے آیا۔ مولوی صاحب
کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ کہ جب حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پسرور
تشریف لائیں تو بندہ کو اطلاع دیں۔ تاکہ بندہ شرف زیارت و بیعت سے مشرف ہو سکے۔
تھوڑے عرصہ کے بعد مولوی صاحب کا خط آیا کہ جناب قبلہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سیالکوٹ رونق افروز ہیں۔ ایک دو دن تک انشاء اللہ پسرور آجائیں گے۔ تم رخصت لے کر آ جاؤ۔ خط پڑھ کر دل نہایت خوش ہوا۔ دوسرے دن رخصت کے واسطے بندوبست کر ہی رہا تھا۔ کہ مولوی صاحب کا خط آ گیا۔ کہ جناب قبلہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیالکوٹ ہی سے واپس تشریف لے گئے ہیں۔ اس لئے اب نہ آویں۔ بندہ کی وہ سب خوشی غم ورنج سے بدل گئی۔ اور اس سے بڑھ کر زیادہ صدمہ لاحق ہوا۔ جبکہ آٹھ دس روز کے بعد مولوی صاحب کا خط آ گیا۔ کہ جناب حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب کا وصال ہو چکا ہے۔ اس صدمہ جانکاہ سے اپنی بد قسمتی پر روتا تھا۔ اور اپنی ناکامی پر ماتم کرتا تھا۔ اسی سراسیمگی اور پریشانی کی حالت میں ایک دن پھرتا ہوا بازار میں آنکلا۔ وہاں ایک کتب فروش کی دوکان پر بابو کرم الدین صاحب مرحوم و مغفور بیٹھے ہوئے تھے۔ بندہ کے واقف نہیں تھے۔ اور نہ ہی بندہ ان کو جانتا تھا۔ بندہ بھی ان کے پاس بیٹھ گیا۔ سلسلہ گفتگو چلتے چلتے حضرت بابو صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ سخن حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچا۔ تو بابو صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس قدر زار زار رونے لگے کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ چونکہ بندہ کو بھی حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا حال معلوم ہو چکا تھا۔ ان سے دریافت کیا کہ یہ بزرگ آپ کے کیا لگتے ہی۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ یہ میرے پیر و مرشد ہیں۔ پھر بندہ نے اپنا سارا قصہ سنایا اور عرض کیا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔ ان کے کسی خلیفہ صاحب یا فرزند ارجمند کا پتہ دیں جن کے غلاموں میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہو جائے۔ بابو صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بتلایا۔ کہ راولپنڈی شریف میں جناب حافظ جی صاحب ان کے کامل و مکمل خلیفہ موجود ہیں۔ ان سے رابطہ پیدا کرو۔ چنانچہ بندہ نے بھی اور حضرت بابو صاحب نے بھی بندہ کی طرف سے پے در پے نیاز نامے لکھے۔ جن کا جواب یہی آتا رہا۔ کہ جب کبھی بارادہ سفر گوجرانوالہ آنے کا اتفاق ہوا۔ تو دیکھا جائے گا۔ غرض جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ گوجرانوالہ تشریف لائے تو بابو صاحب نے بندہ کو اطلاع کر دی۔ بابو صاحب خود لالہ موسے سے گوجرانوالہ آ گئے۔ ان دنوں صرف بابو صاحب کے گھر کے چند آدمی بیعت تھے۔ انہی کے مکان پر قیام تھا۔ بندہ عصر کے وقت

حاضر خدمت ہو گیا۔ شام کی نماز کے لئے جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ قبرستان کی مسجد میں تشریف لے گئے۔ نماز کے بعد بابو صاحب نے عرض کیا کہ جناب قاضی صاحب حاضر ہیں۔ اور بیعت ہونا چاہتے ہیں۔ قبلہ عالم نے فرمایا کہ پڑھے لکھے مولوی آزمائش اور امتحان کے لئے آتے ہیں۔ خالص نیت سے نہیں آتے بندہ نے عرض کیا۔ کہ حضور عالی بندہ محض خالصاً لوجہ اللہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا ہے۔ کسی دنیاوی غرض کے لئے نہیں آیا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس بات سے بہت خوش ہوئے اور پھر بندہ کو بیعت فرمایا۔ اور بہت شفقت و عنایت فرمائی۔ اور فرماتے رہے۔ مگر افسوس کہ اس روسیاء نے حضور عالی کی زندگی میں کچھ کام نہ کیا۔ سوائے حسرت کے کچھ ہاتھ نہیں ہے۔ مگر اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

یاد رفتگان رحمہم اللہ تعالیٰ

جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے وہ حضرات جو اس دارِ فانی سے عالم جاودانی کو رخصت فرما چکے ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے بزرگ بھی تھے جنہوں نے جناب حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ بھی دیکھا ہوا تھا۔ وہ حضرات سب سے زیادہ سابقین میں سے تھے۔ ان کا ذکر خیر پہلے چاہئے تھے۔ مگر یہاں ترتیب کو مد نظر نہیں رکھا گیا۔ چونکہ فی زمان الحاضر حضرات خلفاء کے فیوض و برکات جاری و ساری ہیں لہذا ان کا ذکر اختصار کے ساتھ پہلے کر دینا مناسب سمجھا گیا اور ان کے بعد حضرات رفتگان کے حالات درج کئے گئے ہیں۔

جناب بابو کرم الدین صاحب مرحوم و مغفور

بابو کرم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پہلی مرتبہ ماہ جولائی ۱۸۹۰ء میں جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت سے بمقام حسن ابدال مشرف ہونے کا موقع ملا۔ اور وہ اس طرح کہ ایک دفعہ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیرو مرشد کے ولولہ عشق و فرط محبت کی وجہ سے چورہ شریف زیارت و ملاقات کے ارادہ سے چلے جب

راولپنڈی شریف کے ریلوے سٹیشن پر پہنچے تو کوہاٹ لائن والی گاڑی پیشتر روانہ ہو چکی تھی جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے واپس آنا مناسب نہ سمجھا۔ پشاور جانے والی گاڑی تیار تھی۔ حسن ابدال کا ٹکٹ لے کر گاڑی پر سوار ہو گئے۔ اور حسن ابدال جا اترے۔ وہاں بابو محمد قاسم صاحب ملازم ریلوے جو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فدائی اور بڑے عقیدت مند تھے۔ وہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے گھر لے گئے۔ ماحضر تناول فرمانے کے لئے پیش کیا۔ مگر آپ نے تناول نہ فرمایا۔ اور باہر تشریف لے گئے۔ ادھر سے ہی پیادہ پا چورہ شریف کا رخ کر لیا۔ بابو محمد قاسم صاحب سے بابو کرم الدین صاحب نے دریافت کیا۔ کہ یہ کون بزرگ تھے۔ انہوں نے جواب میں کہا۔ کہ راولپنڈی شریف کے رہنے والے حافظ وقاری اور خاندان نقشبندیہ کے بڑے بزرگ اور حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اعظم ہیں۔ صرف اسی قدر سننے سے بابو کرم الدین صاحب کے دل میں ایک محبت سی پیدا ہو گئی۔ مگر عرصہ تک قسمت نے یاوری نہ کی۔ آخر کار ماہ جنوری ۱۸۹۳ء میں جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا۔ بیعت کے لئے گزارش کی گئی۔ انہی ایام میں جناب خواجہ فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی راولپنڈی شریف تشریف لائے ہوئے تھے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بابو کرم الدین صاحب کو اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں لے جا کر پیش کیا آپ نے بابو صاحب مذکور کو داخل طریقہ فرمایا۔ ذکر کی ترکیب بتائی۔ اور حلقہ ذکر ہوا۔ بعدہ دعا فرمائی گئی۔ اور تمام دوست اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ بابو کرم الدین صاحب بھی سٹیشن کو روانہ ہوئے اور جا کر اپنی ڈیوٹی سنبھالی بے اختیار آنسو جاری تھے۔ ماتحت ملازم پوچھتے کہ کیا ماجرا ہے خیر تو ہے۔ بابو صاحب ان کو جواب دیتے۔ کہ بالکل خیریت ہے مجھے خود بھی اس کا علم نہیں کہ میں کیوں رو رہا ہوں۔ چونکہ حضرت خواجہ خواجگان حضرت بابا جی فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے داخل طریقہ فرمانے کے بعد بابو کرم الدین کو جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دیا تھا۔ اس قدر محبت و عقیدت ہو گئی۔ کہ جب ڈیوٹی سے فارغ ہوتے

تو فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ ایک دن کی جدائی بھی گوارا نہ ہوتی۔ ایک مرتبہ بابو کرم الدین صاحب کی تبدیلی ترکی سٹیشن پر ہو گئی۔ ملازمت کا کام تھا جانا ضروری امر تھا۔ ساتھ ایک آدمی مسٹی جیون کو سامان وغیرہ رکھنے کے لیے لے گئے۔ جب مسٹی جیون کو واپس کرنے لگے تو کہا کہ میں جناب حضرت صاحب کی خدمت میں خط لکھ دوں دو مرتبہ لکھنے بیٹھے اور قلم ہاتھ میں لی۔ مگر سوائے گریہ و زاری کے ایک حرف نہ لکھا گیا۔ آخر کار بابا جیون کو زبانی کہہ دیا کہ میری طرف سے جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں السلام علیکم عرض کر دینا۔ بابا جیون نے آکر آپ کی خدمت میں سلام مسنون عرض کیا۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ بابو کرم الدین صاحب وہاں پر بہت اداس تھے۔ اور رو رہے تھے۔ آپ دعا خرواویں کہ ان کی تبدیلی راولپنڈی ہو جائے آپ نے دعا فرمائی تیسرے دن بابو کرم الدین صاحب پھر ترکی سٹیشن سے راولپنڈی شریف آ گئے۔ مسٹی جیون مذکور بابو کرم الدین صاحب کو بازار میں ملا۔ اس نے بابو صاحب سے پوچھا کہ کیسے آئے بابو کرم الدین صاحب نے کہا کہ تبدیلی ہو گئی ہے۔ اور پھر راولپنڈی آ گیا ہوں۔ یہ سنکر مسٹی جیون بازار ہی میں کودنے اور اچھلنے لگا کہ سبحان اللہ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تو ہاتھوں پر سرسوں اگادی۔ تبدیلی کے متعلق عجیب واقعہ پیش آیا۔ بابو کرم الدین صاحب جب وہاں پہنچے تو پہلے سٹیشن ماسٹر نے راولپنڈی تار دے دی کہ ٹھیکیدار نے بوجہ رمضان شریف پتھر بجائے چار ٹرین دینے کے صرف دو ٹرین کر دیئے ہیں۔ لہذا میں اکیلا کام کر لوں گا۔ بابو کرم الدین صاحب کو راولپنڈی واپس بلا لیا جائے۔ راولپنڈی سے حکم گیا کہ بابو کرم الدین صاحب کو واپس بھیج دو حکم پہنچتے ہی بابو کرم الدین صاحب واپس آ گئے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ بابو صاحب مذکور سٹیشن پر متعین تھے۔ محبت نے جوش مارا۔ اپنا کام نائب سٹیشن ماسٹر کے سپرد کر کے راولپنڈی شریف جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو چلے آئے۔ جب راولپنڈی شریف پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ موضع سنبل راجہ دادن خاں کے ہاں تشریف لے گئے ہیں۔ راولپنڈی شریف سے پیدل ہی بابو صاحب بھی وہاں جا پہنچے۔ وہاں جا کر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ

جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سید پور تشریف لے گئے ہیں۔ راستہ معلوم نہ تھا۔ وہاں سے پیادہ پاؤں چھتے اور دریافت کرتے سید پور کی طرف کا رخ کیا۔ بعد نماز ظہر سید پور جا پہنچے تو جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت اور ملاقات ہوئی۔ تو ان کو تسکین و اطمینان ہوا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا۔ کہ کیسے آنا ہوا۔ بابو کرم الدین صاحب نے عرض کی کہ جناب صبح سویرے سے دل یہی چاہتا تھا کہ چل کر آپ کی زیارت کر آؤں۔ چنانچہ اسی وقت وہاں سے روانہ ہو آیا ہوں۔ کہ راولپنڈی شریف سے زیارت کر کے کسی گاڑی پر واپس آ جاؤں گا۔ مگر وہاں آپ نہ ملے اور بغیر زیارت واپس نہ جاسکا۔ رخصت وغیرہ بھی نہیں لی اور نہ ہی کسی کو بتایا کہ کہاں جا رہا ہوں۔ جناب حضرت صاحب نے روٹی پکوا کر کھلائی۔ اور ایک گھوڑی منگوا کر ساتھ ایک دوست بھی کر دیا۔ کہ بابو صاحب کو راولپنڈی چھوڑ آؤ۔ رات کو تین بجے اپنے سٹیشن گولڑہ پر واپس پہنچے۔ سبحان اللہ و بحمدہ کیا محبت تھی۔ کہ ملازمت کی پابندی کی بھی کوئی پروا نہ تھی۔ تمام عمر انتہائی خلوص اور حقیقی خدمت میں بسر کر دی۔ بیعت تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جناب خواجہ فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کرائے تھے۔ مگر مخلوقات کی فیض رسانی کے لئے حضرت صاحب نے خود ان کو موزوں فرمایا تھا اور اس مرد خدا کی وساطت سے بے شمار لوگ فیضیاب ہوئے آپ ہی کے ارشاد پر لالہ موسےٰ میں رہائشی مکان بنا کر وہیں بود و باش اختیار کر لی تھی۔ مکان کے ساتھ ہی ایک عمدہ اور عالیشان مسجد تعمیر کروائی۔ دوستوں کی خدمت دل و جان سے کیا کرتے تھے۔ بابو صاحب موصوف جب بھی راولپنڈی شریف جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات و زیارت کرتے رہتے اور حاجی بابو محمد علی صاحب و حاجی زمان صاحب خدام دربار عالیہ سے دربار کریمی کے حالات نہایت شوق سے سنا کرتے اگر کوئی شخص ان کو کہتا کہ بابو صاحب آؤ کچھ ورد و وظیفہ کر لیں تو فرماتے کہ یہ ذکر خیر وظیفہ سے کم نہیں بلکہ اولیٰ تر ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہوا ہے۔ ”کہ سایہ رہبر بہ از ذکر حق“۔ علاوہ اس کے کسی صاحبِ دل بزرگ نے کیا خوب کہا ہے۔ ”ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے“۔ غرضیکہ جناب بابو کرم الدین

صاحب مرحوم و مغفور کو جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کمال محبت تھی۔ مال اولاد اور سب کچھ قربان کیا ہوا تھا۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہاں تک قربت تھی کہ قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ صاحب کے ساتھ بابو کرم الدین صاحب کی دختر نیک و بلند اختر کا نکاح ہوا۔ جو بفضل خداوند کریم بہمہ وجوہ باعث خیر و برکت ہوا۔ چنانچہ صاحبزادہ منظور الہی صاحب و محبوب الرحمن صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ بابو کرم الدین صاحب کے نواسے ہیں۔ بابو کرم الدین صاحب نے ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ کو اس دارِ فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی۔ اور ان کی وصیت کے مطابق شہر گوجرانوالہ میں ان کے والد صاحب کی قبر کے پاس مدفون کئے گئے۔ ذیل کا قطعہ سنہ وصال کا آپ کی تربت کے سرہانے پتھر پر کندہ ہے۔

بے دعا و فاتحہ مکدر ازیں مرد خدا	شد دعا بر مردگاں سنت زخیر الشافعیں
ہست ایں مرقد پئے صوفی کرم دیں مرد حق	با خداؤ با صفاؤ اہل دل از صالحین
نسبتش با خاندان نقشبندی کردہ اند	حق دہد پسماندگاں را صبر و اجر الصابریں
گو مظفر توز خیر الشافعیں سال وفات	یا بقلب زار گو واللہ خیر الحافظین

۱۹۳۳ عیسوی

۱۳۵۱ ہجری

زندگی کا اکثر حصہ لالہ موسیٰ میں ہی بسر کیا جہاں آپ مشغول ذکر حق رہے آپ نے حج کا مصمم ارادہ کیا ہوا تھا۔ کہ یک لخت بیمار ہو گئے۔ اور بہت ہی نحیف و ضعیف اور لاغر ہو گئے۔ وہ روپیہ جو سفر حج کا زادِ راہ تھا۔ مسجد میں تعمیر پر لگا دیا۔ اور یہ بابرکت مسجد بلا شرکت غیرے اپنے خرچ سے محلہ کریم پورہ لالہ موسیٰ میں بنوادی۔ اس محلہ کی بنیاد اور محلہ کا نام بھی کریم پورہ بابو کرم الدین صاحب مرحوم و مغفور نے رکھا تھا۔ اب اس محلہ میں بفضل خداوند کریم دو سو سے زیادہ گھر آباد ہیں اور دن بدن تعداد بڑھ رہی ہے۔ خاص طور پر مسجد مذکور صاحب ممدوح و مرحوم کی یاد کو تازہ کر رہی ہے اور جب تک یہ مسجد قائم رہے گی بابو کرم الدین صاحب کا نام بھی قائم اور روشن رہیگا۔ مسجد میں بھی قطعہ سن تعمیر کا کندہ ہے۔

بانی ایں خانہ حق را الہی شاد دار تربتش از ابر رحمت سردو سبز آباد دار

خانہ ات آباد کردو خانہ اش در خلد کن
گفت ہاتف با مظفر از پئے تاریخ سال
ایں چنین فیاض رادر ظل رحمت شاد دار
بانیش صوفی کرم دیں دین پرور یاد دار
۱۳۳۵ ہجری

سائیں کریم بخش صاحب مرحوم و مغفور

یہ بزرگ سب سے پہلے شخص ہیں جن کو جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے داخل طریقہ فرمایا۔ پہلے وہابیہ نجدیہ عقائد و خیالات رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کا نام جو والدین نے رکھا تھا میراں بخش تھا۔ اس نام کو شرک جان کر انہوں نے اپنا نام کریم بخش بدل دیا۔ حضرت قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اوائل زمانہ کا ذکر ہے کہ ایک دن حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نالہ لئی کے کنارے پر مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ سائیں کریم بخش کا اس طرف سے گزر ہوا۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ مراقبہ سے فارغ ہو کر دعا مانگ رہے تھے۔ بعد فراغت دعا ان کو بلایا۔ اور فرمایا کہ آؤ تمہیں اللہ کا ذکر بتاؤں۔ سائیں مذکور جو اس وقت وہابیت و نجدیت کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے کہنے لگے کہ اس طرح ذکر کرنے کو تو ہم شرک جانتے ہیں۔ بحث مباحثہ کے بعد طوعاً کرہاً جناب حضرت صاحب نے ان کو طریقہ میں داخل کر کے ذکر سکھایا۔ اور فرمایا۔ بندہ خدا تھوڑی دیر جیسے بتایا ہے ذکر کر کے دیکھ لے۔ اگر کچھ فائدہ محسوس ہو تو ذکر کرنا۔ ورنہ میں تجھ سے کچھ اجرت کا خواہاں تو نہیں۔ بس جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ کام کر گئی۔ تمام عقائد فاسدہ و باطلہ محو ہو کر عقائد صحیحہ سے بدل گئے محبت الہی کا اس قدر غلبہ ہوا کہ سائیں مجذوب کے نام سے موسوم ہو گئے۔ اور بے شمار مخلوق کی فیض رسانی کا باعث ہوئے۔ مدینہ منورہ میں وصال ہوا۔ اور مزار مبارک ان کا جنت البقیع میں ہے۔

مولوی فیروز الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدیمی اور بڑے خاص الخاص دوستوں میں سے تھے بابو کرم الدین صاحب مرحوم نے نوٹ بک میں ان کا چشم دید واقعہ

یوں بیان فرمایا۔ کہ میں اور مولوی فیروز الدین صاحب ایک دن مسجد ملیاراں واقعہ راولپنڈی شریف میں جہاں کہ حضرت خواجہ خواجگان بابا جی صاحب جناب خواجہ فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ رونق افروز تھے زیارت کے لئے گئے۔ جب مسجد شریف پر نظر پڑی دور سے ہی گلی کے موڑ پر مولوی فیروز الدین صاحب کو جذبہ ہو گیا۔ باوازِ بلند ذکر کرنے لگ گئے۔ اپنا عصا اور پاپوش پھینک دیئے جو کہ میں نے اٹھالئے۔ جناب حضرت بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسجد کے صحن میں بیٹھے تھے۔ آپ کے رو برو دیر تک بحالت جذبہ ذکر میں مشغول و مصروف رہے۔ تمام یار اور مسجد کے درو دیوار بھی متاثر تھے۔ ایک مرتبہ مولوی صاحب مذکور فرش پر گر گئے۔ اور پھر اٹھکر اسی طرح ذکر میں مشغول ہو گئے بڑی دیر کے بعد جناب بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان کو پکڑ کر بٹھا دو۔ اور خود حضور نے بڑی شفقت و مہربانی سے اپنا دست مبارک ان کی پشت پر پھیرا اور فرمایا۔ بیٹا صبر۔ صبر۔ حضور عالی کا یہ فرمانا تھا۔ کہ مولوی صاحب کو صبر آ گیا۔ مگر زار زار روتے رہے۔ مولوی فیروز الدین صاحب کا آخری وقت قریب آ گیا تو سب یاران طریقت جو ان کے گاؤں میں موجود تھے اور دیگر نیک و صالح آدمیوں کو بھی بلا کر کہنے لگے کہ مجھے ذرا سہارا دیکر بٹھا دو۔ اور سب مل کر ذکر جہر کرو۔ سب دوستوں نے مل کر خوب ذکر کرنا شروع کیا۔ ذکر اللہ کے عاشق تھے اسی ذکر کی حالت میں راہی ملک بقا ہو گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب پہلی مرتبہ حج بیت اللہ شریف کے لئے تشریف لے گئے تو آپ کی معیت میں مولوی فیروز الدین صاحب مرحوم نے بھی حج بیت اللہ شریف کا شرف حاصل کیا اور اثناء سفر میں جیسا کہ حق تھا خوب دل و جان سے خدمت بجالاتے رہے علاوہ ازیں بہت مدت آپ کی خدمت عالیہ میں رہے اور منازل سلوک طے کر کے درجہ تکمیل کو پہنچے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو خلافت بھی عطا فرمائی ہوئی تھی۔ ان کو اپنے علاقہ پوٹھوار میں بڑی قبولیت اور خاص و عام میں شہرت حاصل تھی۔ موہڑہ پیکاں متصل مقام مندرہ ضلع راولپنڈی ان کا مولد و مسکن تھا۔ اور وہیں تربت مبارک بھی ہے۔

حاجی نظام الدین صاحب مرحوم و مغفور

حاجی نظام الدین کا مولد و مسکن کناریاں متصل نور پور شاہاں ضلع راو پنڈی ہے اور مزار مبارک بھی ان کا اسی جگہ ہے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدیم اور مخلص مریدوں میں سے ممتاز خلیفہ تھے۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اختیار کی اور مدت مدید نہایت حسن عقیدت سے اس خدمت کو بجالانے پر دل و جان سے پابند رہے۔ پیر کامل کے برکات نظرات سے بہرہ مند ہوتے اور کمالات و مقامات عالیہ کا اکتساب کرتے رہے اور دولت خلافت سے سرفراز و ممتاز ہوئے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی عاشق و شیدا تھے۔ اپنے پیرومرشد کے ہر لطف و عطا پر اپنی جان فدا کرتے تھے۔ نماز و اوراد اور مراقبہ میں کمال استغراق تھا۔ اور سوز و گداز میں عجیب کیفیت رکھتے تھے۔ برادران طریقت کی خدمت میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے۔ قصہ مختصر یہ کہ ایک لمحہ کبھی غفلت سے نہ گزرتا تھا۔ حین حیات اکثر سفر و حضر میں جناب حضرت قبلہ عالم کی خدمت اقدس میں حاضر رہے۔ اور حق خدمت کو خوب اخلاص سے بجالاتے رہے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد سے سفر حجاز کیا۔ طواف بیت اللہ شریف اور حج و زیارت روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے اور مدت مدید وہیں مقیم رہے جس زمانہ میں جناب حضرت صاحب حج بیت اللہ شریف کے لئے تشریف لے گئے۔ حاجی نظام الدین صاحب وہاں بیت اللہ شریف میں مقیم تھے۔ ایک دن طواف کر رہے تھے کہ حضرت صاحب بھی اس وقت طواف میں مصروف تھے۔ حاجی نظام الدین صاحب کو پہلے جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری کا علم نہ تھا۔ جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رخ نور پر ان کی نگاہ پڑی تو یہ سمجھے کہ شاید حضرت صاحب کا تصور ہے۔ دوسری مرتبہ پھر جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو وفور محبت سے مدہوش ہو کر ایک نعرہ مارا اور گر پڑے طواف کرنے والے عربی لوگ موت موت پکارتے ان کے گرد جمع ہو گئے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب دیکھا تو پہچان لیا کہ حاجی نظام الدین صاحب ہیں۔ لوگوں کو تسلی دی اور حاجی صاحب کو

آپ نے گلے سے لگایا۔ جب کچھ دیر کے بعد ہوش آیا تو حاجی صاحب نے اپنی کیفیت بیان کی اور بہت خوش ہوئے۔ بڑے فدائی و شیدائی اور صاحب اثر دوست تھے۔ ان کی ذات سے بہت سی مخلوق کو فیض پہنچا۔ آخری وقت بھی ان کا بہت ہی اچھا گزرا اور خود جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ جس میں اولیائے اللہ اور رجال الغیب بھی شامل تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو علیین میں اعلیٰ مراتب عطا فرمائے اور ان کی قبر کو بھی تاقیامت روشن رکھے۔ آمین

سید غلام شبیر صاحب بی۔ اے مرحوم و مغفور

سید غلام شبیر صاحب سادات سے تھے۔ قصبہ تلوں ضلع جالندھر ان کا مسکن و مولد ہے۔ زمانہ طلب علمی میں ہی حق تعالیٰ کی عنایت ازلی نے ان کو اپنی طلب میں درد اور عشق کے سوز و گداز کی نعمت عطا فرمائی۔ لاہور جس کالج میں صوفی محبوب الہی صاحب ایم۔ اے تعلیم پاتے تھے اسی کالج میں شاہ صاحب مرحوم بھی پڑھتے تھے۔ صوفی محبوب الہی صاحب ایم۔ اے اس زمانہ میں سنت سنگھ کے نام سے پکارے جاتے تھے جو کہ صدق دل سے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہو چکے تھے مگر ظاہری صورت وہی اختیار کئے ہوئے تھے جس میں چند ایک حکمتیں اور مصلحتیں مضمّن تھیں۔ شاہ صاحب مذکور اکثر صوفی محبوب الہی صاحب کے اطوار کو مد نظر رکھتے اور انہیں کچھ شبہ گزرا کہ یہ شخص باوجود سکھ ہونے کے اسلامی شعار کی پابندی کا بڑی شائق ہے ایک دن موقعہ پا کر صوفی محبوب الہی صاحب سے دریافت کرنے لگے کہ ظاہر میں تو آپ سکھ ہیں مگر میں نے بڑی تاثر رکھی اور دیکھا کہ آپ نماز بھی پڑھتے ہو اور قرآن مجید کا بھی مطالعہ کرتے رہتے ہو۔ اور جیسے مسلمان بزرگ مراقبہ کرتے ہیں آپ بھی اکثر اسی طریق میں مشغول رہتے ہو۔ یہ معاملہ کیا ہے پہلے تو صوفی صاحب نے سید غلام شبیر صاحب کو ٹالنے کی کوشش کی مگر وہ کب ٹلتے تھے۔ ایک کالج اور ایک کلاس میں پڑھنے والے طالب علموں کو جو محبت و الفت آپس میں ہوتی ہے۔ وہ سگے بھائیوں سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ آخر کار صوفی محبوب الہی صاحب نے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محبت کا تذکرہ کر دیا جس کو سکر سید غلام شبیر

صاحب کے دل میں ولولہ عشق و محبت الہی موجزن ہو گیا۔ اور ذوق و شوق الہی نے سید غلام شبیر صاحب کو جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لا حاضر کیا۔ نہایت عقیدت اور بڑی نیاز مندی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف زیارت سے مشرف ہو کر سلسلہ بیعت میں داخل ہو گئے۔ چونکہ صدق اور اخلاص سے آئے تھے مور و لطف و عنایات خاص بن گئے۔ بعد فراغت تحصیل علوم بسلسلہ تلاش معاش کو نہ پہنچے۔ ملازمت مل گئی اپنی خداداد استعداد و قابلیت کے طفیل ترقی کرتے گئے۔ یہاں تک کہ ای۔ اے۔ بھی مقرر ہو گئے۔ باوجود ان دنیاوی علائق کے دن بدن جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت و محبت اور عقیدت میں بھی ترقی کرتے گئے۔ اور مقامات عالیہ و احوال پسندیدہ سے سرفراز ہوتے رہے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے الطاف شاہ صاحب کے حال پر نہایت درجہ مبذول تھے۔ اور ان کو داخل زمرہ خاصاں سمجھتے تھے وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَاءُ۔ افسوس کہ شاہ صاحب سید غلام شبیر عین عالم شباب میں جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حین حیات ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء حادثہ فاجعہ زلزلہ کوئٹہ میں جام شہادت نوش کر کے راہی ملک بقا ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

سائیں نور الحسن صاحب مرحوم و مغفور

آپ کا مولد و مسکن موضع چنڈ جھائلہ ضلع و تحصیل راولپنڈی ہے محکمہ پولیس میں ملازم تھے۔ درویشی اور خدا طلبی کا شوق آپ کے سینہ بے کینہ میں موجزن ہوا۔ اور دل صحبت فقرا کی طرف مائل ہو گیا۔ مرشد کامل کی تلاش میں مصروف تھے کہ قسمت نے یادری کی اور جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر پہنچایا۔ آپ کی زیارت فیض بشارت سے تسکین اور اطمینان قلبی پایا۔ جناب حضرت صاحب کے دست حق پرست پر توبہ و انابت سے مشرف ہو کر زمرہ غلامان میں داخل ہو گئے۔ محبت و جذبہ دن بدن ترقی کرتا گیا۔ اس زمانہ میں جناب حضرت صاحب قدس سرہ کی خدمت میں بکثرت حاضر ہوتے اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ عالیہ سے یہ ولولہ سائیں صاحب مذکور کے دل میں روز بروز زیادہ ہوتا گیا۔ خلوت و گوشہ نشینی اور خاموشی کی طرف طبیعت زیادہ

راغب ہو گیا یہاں تک کہ ایک مرتبہ ایک قیدی کو کسی دوسری جگہ پہنچانے پر متعین ہوئے راستہ میں نماز کا وقت آ گیا قیدی کو کہنے لگے کہ تم بیٹھو اور میں نماز پڑھ لوں۔ نماز پڑھنے کے بعد مراقبہ میں دیر تک ایسے محو اور مستغرق رہے کہ قیدی کا خیال نہ رہا۔ بڑی دیر کے بعد جب مراقبہ سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ قیدی موجود نہیں۔ ادھر ادھر دیکھا بھالا مگر قیدی تو بھاگ گیا تھا۔ واپس جا کر اپنے افسر بالا کو اطلاع دی کہ قیدی بھاگ گیا ہے۔ قانونی سلوک ہوا انہیں صاف صاف بیان دیئے کہ نماز پڑھنے لگ گیا اور قیدی کو بٹھا دیا تھا۔ مجھے نماز اور وظیفہ میں ذرا دیر لگ گئی۔ جب فارغ ہو کر دیکھا تو پھر قیدی نظر نہیں آیا۔ افسر نے بغیر کسی سزا و جرمانہ کے بالکل صاف بری کر دیا۔ اس کے بعد چند دن ملازمت کی اور عشق الہی کا ایسا غلبہ ہوا کہ ملازمت وغیرہ ترک کر دی۔ اور شب و روز یاد الہی اور ذکر و مراقبہ میں گزارتے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کمال مہربانی سے خلعت خلافت عطا فرما کر ہندوستان کی طرف سیرو سیاحت کے لئے ارشاد فرمایا۔ جس کو سائیں صاحب نے بسر و چشم قبول کر کے بہت اچھی طرح نباہا۔ سائیں صاحب مذکور خلق عظیم و حسن سلوک سے متصف تھے حضرت مولینا عین القضاۃ صاحب لکھنوی اکثر آپ کو بلا لیا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے کہ گاہ بگاہ ضرور ملاقات کر جایا کریں۔ کہ آپ کے وجود سے نسبت مجددیہ کی خوشبو آتی ہے ہندوستان میں عموماً اور لکھنؤ اور اس کے مضافات میں خصوصاً بہت سی مخلوق سائیں صاحب سے مستفیض و مستفید ہوئی۔ آخر کار بمقام گھکر متصل قصبہ امیٹھی ضلع لکھنؤ میں اقامت اختیار کر لی تھی اسی مقام پر آپ کا انتقال ہوا۔ اور اسی جگہ دریائے گومتی کے کنارہ پر سائیں صاحب مذکور کا مزار مبارک واقع ہے۔

الغرض جناب خواجہ خواجگان قبلہ عالم و عالمیاں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چند خلفاء رحمۃ اللہ علیہم کے حالات تبرکاً بالاختصار درج کرنے کے بعد عرض ہے کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ کی ذات عالی برکات اور والا صفات سے جو فیض پھیلا ہے اس کو دنیا جانتی ہے۔ اور روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔ آپ کی ذات بابرکات مخلوق خدا کے لئے رحمت الہی تھی۔ ان حضرات کے علاوہ آپ کے بے شمار خلفاء مختلف اطراف و ممالک اور

ہندوستان کے طول و عرض میں موجود ہیں جن میں سے چند کے اسمائے گرامی جو یاد ہیں درج کر دیئے جاتے ہیں۔ ورنہ حضور قبلہ عالم جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کی تعداد بیشمار ہے۔ مولوی عبدالحکیم صاحب مرحوم ساکن گلپورہ ضلع میرپور۔ ضلع شرف الدین صاحب مرحوم ساکن کوٹھ متصل جہلم۔ مولوی محمد اکبر صاحب مرحوم ساکن بھاگپور متصل گوجر خان۔ مولوی احمد دین صاحب مرحوم ساکن قصبہ ڈھاباں ضلع شیخوپورہ۔ مولوی دادن خاں صاحب مرحوم ساکن موضع نزولہ ضلع راولپنڈی۔ مولوی مردان علی صاحب مرحوم ساکن مرادی جھیل ضلع راولپنڈی۔ یہ تمام حضرات جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء تھے جو اس عالم فنا سے عالم بقا کو پہنچ چکے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

زندہ موجود حضرات سے جن کے اسمائے گرامی یاد ہیں درج ذیل ہیں:

مولینا مولوی عبدالغنی صاحب ساکن سلہڑ متصل ایبٹ آباد بڑے علامہ فہامہ اور فاضل اجل اور اعلیٰ درجہ کے واعظ ہیں۔ مولوی محمد یسین صاحب ساکن موضع کالو خان ضلع پشاور کے ہیں انکے ذریعہ سے علاقہ سوات بنیر اور یاغستان بہت مستفیض ہوا اور ہو رہا ہے۔ حضرت مولینا مولوی شیخ احمد صاحب اور انکے فرزند ارجمند الحاج الحافظ القاری حافظ عبداللہ صاحب سکنائے مقام تترال تحصیل پنڈدادن خاں ضلع جہلم۔ مولوی عبدالکریم صاحب امام مسجد خلاصی لائن راولپنڈی۔ حافظ محمد زمان صاحب جو مسجد ایم ٹی چک لالہ میں امام ہیں۔ حاجی صوفی الہ دین صاحب ڈرائیور۔ مولوی نیاز اللہ صاحب امام مسجد ملٹری ہسپتال راولپنڈی۔ صوفی محمد حسن صاحب ساکن کنوہا ضلع راولپنڈی۔ مولوی علی احمد صاحب ساکن چنگا بنکیال متصل گوجر خان یہ حضرت وعظ میں مثنوی مولینا نے روم بہت استعمال فرمایا کرتے ہیں اسی بنا پر جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کو مولوی مثنوی کے نام سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ ڈاکٹر قطب الدین صاحب ساکن موضع سنگھوری ضلع راولپنڈی۔ صوفی شاہولی ساکن قصبہ موہری ضلع گجرات۔ حکیم محمد شفیع صاحب ساکن کالاشاہ کا کو ضلع شیخوپورہ۔ حافظ عبدالجید صاحب امام مسجد پیری والی گوجرانوالہ۔ سائیں نور محمد صاحب ساکن موضع کونکیاں۔ پیر جلال الدین صاحب ساکن واہنڈو ضلع گوجرانوالہ صوفی

محبوب الہی صاحب ایم۔ اے مولوی محمد علی صاحب ساکن موضع سیکہم ضلع سیالکوٹ۔ صوفی احمد دین صاحب ساکن کنجاہ ضلع گجرات۔ مرزا چراغ بیگ ساکن شاہدرہ^(لاہور)۔ مولوی زین العابدین صاحب لاہوری۔ مولوی سندھی صاحب ساکن ملتان۔ مستری محمد حسین صاحب بیڈآر مرجنڈولہ وزیرستان۔ بابو فضل الہی صاحب دیوانہ ساکن تیروچک۔ مولوی شیر زمان صاحب ساکن سید پور۔ ماجد حسین صاحب ضلع لکھنؤ والے۔ مولوی عبدالرؤف صاحب لکھنؤ۔ شیخ غلام مبین صاحب ساکن قصبہ رسولی ضلع بارہ بنکی۔ عبدالرحمن صاحب ساکن اکرہ موہڑہ ضلع جہلم۔ صوفی نور الدین مونہ ڈپو والے۔ محمد حیات بلوچ۔ صوفی میراں بخش کاٹھ گڑھ والے۔ یہ تمام حضرات جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے طریقہ ذکر تعلیم کرنے کی اجازت سے موزون ہیں۔ انکے علاوہ اور بہت سے ایسے دوست ہیں جن کو اکثر و اخوانکم فی الدین کے ارشاد مطابق جناب حضرت صاحب نے دیگر مخلوق خدا کو بھی ذکر کی تعلیم و طریقہ سکھانے کی اجازت فرمائی ہوئی تھی۔ جیسا کہ اکثر مشائخ طریقت بعض دوستوں کو کامل ہونے سے پیشتر ہی محض بہتری مخلوق اللہ کی خاطر اجازت فرماتے رہے ہیں۔ یہاں پر ایک نہایت ضروری امر کا اظہار کر دینا بہت مناسب معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس قسم کے مخلصین کو طریقہ ذکر سکھانے کی اجازت سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس وجہ سے عوام الناس کو گمراہی و ضلالت سے حق تعالیٰ کے صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کی جائے نہ یہ کہ اس اجازت کو کمال و تکمیل کی سند اور تمغہ جان کر اصلی مقصود سے دور جا پڑیں۔ نفس و شیطان دو بڑے زبردست دشمن ہر وقت گھات میں ہیں۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ انسان کے دل میں اس اجازت سے کمال و تکمیل کا وہم ڈال کر اسے مقصود سے محروم رکھ کر ہلاکت کے گڑھے میں ڈالیں۔ لہذا اس قسم کے احباب کے لئے اشد ضروری ہے کہ وہ اخلاص و محبت کے ساتھ ترقیات و کمالات حاصل کرنے میں مصروف رہیں اور بقیہ خصائل ذمہ کو دور کر کے حصول تکمیل کے لئے سعی بلیغ فرمائیں۔ نہ یہ کہ طریقہ تعلیم کرنے کی اجازت کو اپنے کام کا اصل مقصد خیال کر لیں۔ اور اپنے معاملہ کو اس کے تابع بنادیں۔ کہ اس میں سراسر ضرر اور خسارہ ہے۔

ملخص از ملفوظات

حضرت غوث صمدانی قطب ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

ممکن ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ بعض ایسے دوست بھی ہوں گے جن کے اسمائے گرامی سہواً رہ گئے ہوں گے ایسے احباب معاف فرمائیں کہ انسان ضعیف البدیان مجموعہ خطاؤں نسیان ہی سے اس قسم کی لغزشیں واقع ہوتی ہیں۔ جناب قبلہ عالم سیدی و مولائی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیض عمیم سے جس قدر مخلوقات مستفیض ہوئی اور محبان اللہ و اہل اللہ کا جو اجتماع آپ کی مجلس مبارک میں دیکھا گیا اور اس طرح محض اللہ فی اللہ کی جمعیت اور مخلوق خدا کو فیض رسائی آپ کے وجود پاک کی برکت سے ہوئی فی زمانہ اور کہیں نظر نہیں آئی۔ راقم الحروف ہی نہیں بلکہ دیگر صاحبان طریقت بھی جنہوں نے گاہ بگاہ آپ کی مجلس مبارک سے استفادہ حاصل کیا۔ بکثرت اس امر کے معترف ہیں کہ واقعی جو الطاف و افضال کریمانہ یہاں نظر آتے ہیں وہ اور کہیں دکھائی نہیں دیتے۔

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

باب ہفتم

متفرقات

آثار الکریم کی کتابت ختم ہو چکی تھی کہ بعض اصحاب نے چند واقعات بھیج کر استدعا کی جس کا متعلقہ ابواب میں اندراج نہ ہو سکتا تھا مگر ان کا شائع کرنا چونکہ ضروری ہے۔ اس لئے ان کو اس باب میں درج کر دیا جاتا ہے۔

میاں عبداللطیف صاحب سب حج بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حسب معمول صبح کی مجلس شروع ہوئی۔ رخصت کا دن تھا۔ اطراف سے کافی دوست جمع ہو گئے۔ اس وقت ایک دوست شجرہ معرفت پڑھ رہا تھا اور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح فرماتے جاتے تھے۔ اللہ۔ اللہ وہ وقت بھی کیا عجیب تھا۔ جب یہ محبتیں یاد آتی ہیں۔ اور حضور عالی رحمۃ اللہ علیہ کے الطاف کریمانہ پر نظر جاتی ہے۔ تو بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے ہیں اللہ کریم کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے بعد جناب صاحبزادہ صاحب مدظلہ العالی کی صورت میں ہمیں ایسا رہبر عطا فرمایا جو ہمہ صفت موصوف ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز فرمائے۔ اور اس فیض کریمی کو تا ابد جاری رکھے۔

مندرجہ بالا مجلس میں شجرہ معرفت کا مضمون یہ تھا۔ کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے وعظ میں ایسی تاثیر تھی۔ کہ کئی سامعین شہید ہو جاتے تھے ایک شخص وہابی اس وقت مجلس میں موجود تھا۔ وہ معترض ہوا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ وعظ سنتے سنتے شہید ہو جائے۔ جو نہی یہ الفاظ اس کی زبان سے نکلے۔ میری نگاہ قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک

پر پڑی۔ آپ کے چہرہ مبارک پر ایسا رعب و جلال پیدا ہو گیا۔ کہ دیکھنے کی تاب نہ تھی۔ آپ نے فرمایا۔ خبردار اس کلام میں شک مت کر۔ حضرت داؤد علیہ السلام جب وعظ فرمایا کرتے تھے۔ تو پرند آپ کے سر پر سایہ کیا کرتے تھے۔ وحشی جانور اپنے اپنے حال میں مدہوش۔ خاموشی سے وعظ سنا کرتے تھے۔ جب وحشی اپنے حال سے بیخبر ہو جاتے تھے۔ شیر بکری یکجا جمع ہو جاتے تھے۔ تو ذی فہم انسان پر یہ حالت وارد ہو جائے۔ تو شہادت کوئی بڑی بات نہیں۔ حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے وعظ میں بھی ایسی ہی تاثیر تھی۔ کہ لوگ شہید ہو جاتے تھے۔ تمہیں کیا معلوم میں اس وقت حضرت داؤد علیہ السلام کی روح مبارک کو مشاہدہ کر رہا ہوں۔ وہ اس مجلس میں حاضر ہے۔ اور مجھے بتا رہی ہے۔ کہ یہ جو واقعہ ہے۔ اور جو میں بیان کر رہا ہوں۔ بالکل صحیح ہے۔ اور اس میں ذرا بھر شک نہیں۔ یہ الفاظ تھے جو اتنے موثر تھے کہ تمام دوستوں کی زبان گنگ اور حواس مغل تھے۔ مگر ان میں سے ایک شخص غلام علی نے لب کشائی کی جرأت کی۔ اور عرض کیا کہ جو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ حق ہے۔ حق ہے۔ حق ہے۔ اور کہتے ہی بیہوش ہو گیا۔ حضور عالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا لو دیکھ لو حضرت داؤد علیہ السلام کی روح مبارک کام کر گئی ہے۔ یہ شخص اب نہیں بچے گا۔ اسے فوراً گھر پہنچاؤ۔ موضع بمک راولپنڈی سے بالکل قریب ہی ہے۔ بہت جلد اس دوست کو ان کے گھر پہنچا دیا گیا۔ گھر پہنچنے کی دیر تھی کہ اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ خبر سنی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ دوست شہید کے درجہ کو پہنچ گیا ہے۔ دوستوں کو خیال رکھنا چاہئے۔ کہ ادب کو نگاہ رکھیں۔ اور کوئی بات خلاف ادب اپنے منہ سے نہ نکالیں۔ یہ بات یاد رکھو۔ کہ اللہ تعالیٰ کے دوست مرا نہیں کرتے۔ بعد وصال ان کی روح بہت زیادہ کام کرتی ہے۔ جیسا کہ تم نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا ہے۔

قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرف خیال کرو۔ وہ ہر وقت خدا سے ڈرتے تھے۔ اس کی عبادت کرتے تھے۔ خدا ان سے خوش تھا۔ جو دعائیں مانگتے قبول ہوتی۔ جانور ان کے حکم کی

اتباع کرتے پھر آپ نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کا جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔ قصہ بیان فرمایا۔ کہ کس طرح وہ ایک دفعہ جنگل میں راستہ بھول جانے کی وجہ سے شیر سے دو چار ہو گئے۔ شیر کو دیکھ کر وہ بالکل نہ گھبرائے۔ بلکہ یوں ارشاد فرمایا کہ اے ابوالحارث تو جانتا ہے۔ کہ میں کون ہوں۔ میں اپنے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔ اپنے لشکر سے جدا ہو گیا ہوں۔ راستہ بھول گیا ہوں۔ تو اس جنگل سے واقف ہے۔ میری رہبری کر۔ شیر یہ الفاظ سن کر حضرت سفینہ کے قریب آ گیا۔ اپنا جسم آپ کے ساتھ ملا۔ اور آگے آگے روانہ ہو گیا۔ جنگل کے ختم ہونے پر سامنے اسلامی لشکر نظر آیا۔ شیر واپس چلا گیا۔ اور آپ لشکر میں جا ملے۔ یہ آپ کے غلاموں کا حال ہے۔ ایک ہم ہیں۔ کہ ہمارا کہنا ہمارا نفس نہیں مانتا۔ ہم مسلمان کہلاتے ہیں۔ محض اس وجہ سے کہ مسلمانوں کی اولاد ہیں۔ ورنہ ہماری ہر عادت مسلمانوں سے جدا ہے۔ خدا کی عبادت سے کوسوں دور بھاگتے ہیں۔ اور اگر کرتے بھی ہیں تو عادت کے طور پر، اخلاص بالکل نہیں رہا۔ خدائے برتر فقیر کے دوستوں کو اخلاص سے عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

میر عبدالعزیز صاحب بی۔ اے جو ڈاک خانہ کے محکمہ میں ایک ممتاز عہدہ پر سرفراز ہیں۔ اور ہمارے مخلص دوستوں میں سے ہیں۔ بیان فرماتے ہیں کہ زمانہ تعلیم سے لے کر اس وقت تک میرا یہ اصول رہا ہے۔ کہ کوئی کام بھی بلا اجازت جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہیں کرتا تھا۔ اب بھی آپ کے وصال کے بعد اسی طرح جناب حضرت صاحبزادہ صاحب سلمہ، ربہ، سے اجازت لے لیا کرتا ہوں۔ کیونکہ خالق نے جو چشم بصیرت ان بزرگوں کو عطا فرمائی ہوئی ہے۔ وہ ہم آنکھوں کے اندھوں کو نصیب نہیں۔ میں تعلیم سے فارغ ہو کر محکمہ ڈاک خانہ میں ملازم ہوا جگہ اچھی مل گئی۔ لیکن اکثر اوقات حاسدوں کے حسد اور تعصب کا شکار ہوتا رہتا تھا۔ اور ایسی خراب فضا میں ایک دن بھی گزارنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ واقعات کی اطلاع جب جناب قبلہ عالم حضرت صاحب قدس سرہ کی خدمت میں دی جاتی۔ تو وہاں سے صبر کی تلقین آتی۔ انہی دنوں میں محکمہ تعلیم میں جگہ خالی ہو گئی۔ تنخواہ بھی زیادہ تھی۔ فوراً حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گزارش کی گئی۔

اور اس انداز میں اپنی طرف سے خط لکھا۔ کہ حضور خوش ہو جائیں۔ اور بہت جلد منظوری دے دیں لیکن میری حیرانی کی حد نہ رہی۔ جبکہ مجھے موجودہ ملازمت کو ترک کرنے کی سختی سے ممانعت فرمائی۔ آپ کے ارشاد مبارک کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ اور حاسدین کے حسد کی پروا نہ کرتے ہوئے اپنے کام کو بخوبی انجام دیتا رہا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد میری تبدیلی پشاور ہو گئی۔ اور ساتھ ہی ترقی بھی ہو گئی۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ اگر میں دوسرے محکمہ میں چلا جاتا تو وہ جگہ بوجہ عارضی ہونے کے اس وقت بیکار ہوتا۔ لیکن خدا نے اپنے بندے کی بات کو سچ کر دکھایا۔ اور مجھے یہاں تک ترقی ملی کہ اب ایک ممتاز درجہ پر ہوں۔ اور امید ہے کہ خالق کے فضل و کرم سے اور حضور جناب صاحبزادہ صاحب مدظلہ العالی کی توجہ سے اور آپ صاحبان کی دعا سے مزید ترقی کروں گا۔ خالق ہم کو سیدھے راستے پر چلائے اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے بزرگان دین کے نقش قدم پر چلیں۔ آمین

مستری عبدالرحمن صاحب ڈرائیور جو شہر راولپنڈی محلہ کریم پورہ میں رہتے ہیں بیان کرتے ہیں کہ میرے والد صاحب و دیگر خاندان وہابی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ ایسے ماحول میں پرورش پا کر یہ کبھی خیال میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ ایسا شخص کبھی کسی بزرگ کی خدمت میں بھی حاضر ہوگا۔ لیکن خدا کو منظور ہی ایسا تھا۔ سبب ایسے پیدا کر دیئے کہ میں راولپنڈی پہنچا۔ پہلی ہی بار جب جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر نظر پڑی تو ایک کشش پیدا ہو گئی۔ خدمت میں حاضر ہوا۔ بیعت کے لئے درخواست کی جسے آپ نے شرف قبولیت بخشا اور حلقہ غلامی میں داخل کر لیا۔

میرے عزیز محلہ بوہڑ میں رہتے ہیں۔ وہاں اپنے ایک رشتہ دار کے ہاں اپنا رشتہ کرنا چاہا۔ جس کو سوائے لڑکی کے والد کے سب نے بخوشی منظور کر لیا۔ ادھر ادھر سے سب رشتہ داروں نے زور دیا۔ لیکن وہ نہ مانا اور اپنے گھر والوں کی مرضی کے خلاف لڑکی کا رشتہ اور جگہ تجویز کر دیا۔ جب مجھے علم ہوا تو میں نے اس واقعہ کی اطلاع جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دی آپ نے تسلی دی اور فرمایا کہ یہ رشتہ کہیں باہر نہیں جاسکتا۔

مجھے بھی اطمینان ہو گیا۔ لڑکی کا والد چاہتا تھا کہ لڑکا خوشامد کرے لیکن مجھے ان دنیاوی باتوں کا علم نہ تھا نہ میں وہاں گیا اور نہ ہی وہ اپنی ضد سے باز آیا۔ حتیٰ کہ مجھے یہ خبر سنائی گئی کہ وہ رشتہ کسی اور جگہ کر دیا گیا ہے۔ بلکہ شادی کی تاریخ بھی مقرر ہو چکی ہے۔ دوبارہ حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کی گئی۔ آپ نے پھر فرمایا صبر کرو۔ شادی کی تیاریاں دونوں طرف شروع ہو گئیں اور میں قدرت کے کام دیکھتا رہا لیکن میرے قبلہ کی تسلی سے میرے دل میں تسکین ضرور تھی اور ذکر و مراقبہ میں مشغول رہا۔

مقررہ تاریخ سے ایک دن پیشتر جبکہ لڑکی کا والد بازار سے گزر رہا تھا۔ میرے ایک دوست سے جو میرا بہت ہی خیر خواہ تھا ملا۔ دوست نے پوچھا۔ میاں صاحب کدھر آئے۔ میاں صاحب نے جواب دیا کہ کل لڑکی کی شادی ہے۔ بازار سے ضروری سامان خریدنے جا رہا ہوں۔ میرے دوست نے کہا میاں صاحب اشیاء پھر خریدنا۔ پہلے اپنے داماد کی تو خبر لو۔ وہ رات سے حوالات میں ہے اس نے ایسا ایسا فعل کیا ہے۔ پہلے ضمانت دے کر رہا کرا لاؤ۔ پھر اور کام کرنا۔ میاں صاحب حیران و پریشان واپس گھر آ گئے۔ گھر والے پہلے ہی اسے رشتہ دینے پر رضامند نہ تھے۔ انہوں نے کہا اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ پہلی جگہ رشتہ کر دو۔ میاں صاحب کا خدا بھلا کرے۔ کہ وہ بھی خوش ہو گئے اور دوسرے دن شادی میرے ساتھ ہو گئی۔ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام ماجرا بیان کیا آپ نے خالق کا شکریہ ادا کیا اور ساتھ ہی مجھے مبارک باد بھی دی۔ تمام لوگ اس حقیقت اور واقعہ سے بہت حیران ہوئے مگر مجھے یقین ہے کہ یہ تمام میرے قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کا اثر اور آپ کا باطنی تصرف تھا۔

حافظ اکبر صاحب خطیب مسجد نیویں لاہور بیان فرماتے ہیں کہ بیعت سے قبل میرے دل میں بارہا یہ خیال آتا کہ لوگ نماز تہجد کے لئے کس طرح اٹھتے ہیں اپنی طرف سے بہت کوشش کرتا کہ اس نعمت سے بہرہ یاب ہو جاؤں۔ لیکن غفلت ہی رہی جب میں حضور کے حلقہ غلامی میں داخل ہوا تو ایک رات تہجد کے وقت مجھے ایسا معلوم ہوا کہ قبلہ عالم جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ میری چار پائی کے قریب تشریف فرما ہیں اور فرماتے

ہیں۔ بیٹا! اٹھو تہجد کی نماز پڑھو۔ اس دن سے آج تک کبھی یہ نماز قضا نہیں ہوئی۔

حافظ صاحب مذکور بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں سویا ہوا تھا ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے پہلے میرا دایاں ہاتھ دبایا لیکن میں نے خیال نہ کیا پھر باایاں ہاتھ کسی نے ہلایا۔ میں نے پھر بھی کوئی خیال نہ کیا اور سو گیا۔ دفعۃً میرے قبلہ و کعبہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور میرے ہاتھ کو ایسا پکڑا کہ مجھے سخت گرمی محسوس ہوئی اور بیتاب ہو کر اٹھ بیٹھا دیکھا تو فرش کی چٹائی کو آگ لگی ہوئی تھی۔ اور اگر تھوڑی دیر اور غفلت کرتا۔ اور میرے قبلہ باطنی تصرف سے امداد نہ فرماتے تو آگ اپنا کام تمام کر دیتی۔ الحمد للہ کہ حضور کے باطنی تصرف و امداد سے ہم سب بال بال بچ گئے۔

بابو محمد اسماعیل صاحب محکمہ ملٹری گراس فارم تقریباً چار سال راولپنڈی رہے۔ دوران قیام جو کلمات طیبات جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبان معارف بیان سے سنے۔ یا جن واقعات کا مشاہدہ کیا۔ من وعن اپنی بیاض موسومہ "انمول موتی" میں درج کرتے رہے۔ چنانچہ ان کا بیشتر حصہ باب دوم میں درج ہو چکا ہے۔ کچھ واقعات رہ گئے تھے۔ یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

عید گاہ کے دوستوں میں سے ایک دوست شاہ محمد نے بیعت ہونے کا واقعہ مجھ سے اس طرح بیان کیا۔ کہ میں کوہاٹ میں رہتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لے گئے میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ پروانہ وار حضور کے گرد پھرتے ہیں۔ اور حلقہ غلامی میں داخل ہوتے جاتے ہیں میں بھی دیکھا دیکھی بیعت ہو گیا۔ میرا ایک ہمراز تھا اس نے جب سنا کہ میں بیعت ہو گیا ہوں۔ تو اس نے مجھے کہا کہ تم نے سخت غلطی کی۔ تمام عیوب تم میں پائے جاتے ہیں۔ اور ایک بزرگ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر توبہ بھی کر لی ہے کہ آئندہ کوئی گناہ نہیں کروں گا۔ اب اگر تم کسی فعل بد کے مرتکب ہوئے تو یاد رکھنا تباہ ہو جاؤ گے۔ بہتر ہے بیعت واپس کر دو۔ مجھے اس بات سے بہت فکر ہوا۔ رات جوں توں کر کے گذاری۔ صبح کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ میں بہت گنہگار ہوں میں توبہ پر قائم نہیں رہ سکوں گا۔ ایسا نہ ہو۔ اس لغزش کے باعث تباہ ہو

جاؤں۔ لہذا بیعت واپس کرنے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جو ذکر تم کو بتایا ہے۔ اسے کرتے رہو۔ انشاء اللہ راہ راست پر آ جاؤ گے۔ انسان جب سچے دل سے توبہ کرتا ہے۔ اس کے اگلے پچھلے گناہ سب معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ فکر نہ کرو۔ میں نے جب یہ بات سنی تو میں مطمئن ہو گیا۔ گذشتہ عمر پر افسوس کیا اور رات کو خوب رویا۔ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ اور آپ کی دعا و توجہ سے پھر کسی برے فعل کا ارتکاب تو درکنار خیال تک نہیں گذرا۔

بابو محمد مظفر صاحب صدیقی بھی محکمہ گراس فارم میں ملازم ہیں۔ وہ مرزائیوں کے پھندے میں پھنسے ہوئے تھے۔ ایک دن کسی طرح میں انہیں اتوار کی مجلس میں لے آیا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ دوستوں کو ایسے پر تاثیر لہجہ میں وعظ فرما رہے تھے کہ دوست زار زار رو رہے تھے۔ بابو محمد مظفر کے دل پر گہرا اثر ہوا۔ فرمانے لگے کہ عرصہ سے مرزائیوں کی مجالس میں جاتا رہتا ہوں۔ لیکن جو مزہ و لطف آج اس مجلس میں آیا ہے کبھی نصیب نہیں ہوا۔ دوسرے اتوار خود شوق سے تشریف لائے۔ اس دن کی کیفیت دیکھ کر خود بخود بیعت ہو گئے اور مرزائیت سے توبہ کر کے از سر نو مسلمان ہو گئے۔ اور ان کا شوق اور بڑھ گیا۔۔۔ جب کبھی فراغت پاتے۔ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیادہ التفات نہ فرماتے۔ بابو محمد مظفر صاحب کا خیال تھا کہ جس طرح مرزائی چندہ کی خاطر میرے پیچھے دوڑتے رہتے تھے۔ اور خوشامد کیا کرتے تھے۔ اسی طرح یہاں بھی آؤ بھگت ہوگی۔ لیکن یہاں معاملہ ہی الٹا نکلا۔ اس بات نے مجھے مرزائیوں کی طرف سے بالکل بدظن کر دیا۔ کہ وہ محض چندہ کی خاطر مجھ سے ظاہر طور پر اچھا سلوک کیا کرتے تھے۔ اور اس کے بعد یہ حالت ہو گئی ہے۔ کہ وہ ہر وقت خدا کی یاد میں لگے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اپنی محبت میں زیادہ زیادہ ترقی بخشے۔

حافظ عبدالواحد جو حافظ جھنڈے والے کے نام سے مشہور تھے مرزائیوں کے ساتھ خوب مناظرہ کیا کرتے تھے۔ مرزائیوں کے رد میں انہوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ ایک روز وہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے تھوڑی دیر کے بعد رخصت کر دیا۔ رات کو خواب میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور

فرمایا کہ حافظ جھنڈے والے کو تیس روپے دے دو۔ صبح اٹھ کر حافظ صاحب کی تلاش کی گئی۔ لیکن وہ نہ ملے۔ حضرت صاحب نے روپے گن کر علیحدہ بطور امانت رکھ دیئے کہ جب کبھی بھی حافظ صاحب آئیں گے۔ انشاء اللہ دے دیئے جائیں گے۔ کچھ عرصہ کے بعد حافظ صاحب جھنڈے والے آئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تمہاری امانت میرے پاس پڑی ہے۔ مہربانی فرما کر اسے قبول فرمائیے حافظ صاحب نے عرض کیا کہ حضور مجھے بھی اشارہ ہوا تھا۔ لیکن میں خود کسی سے سوال نہیں کرنا چاہتا تھا۔ دراصل بات یہ تھی۔ کہ مجھے مرزائیوں کے رد میں ایک کتاب چھپوانی تھی۔ مگر میرے پاس رقم نہیں تھی یہ سب اسی لئے ہوا۔ حافظ صاحب نے رقم بخوشی قبول کر لی۔

حافظ جھنڈے والے نے کوہ مری میں وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرماوے۔ بہت ہی مقبول بارگاہ رب الرحیم تھے۔ مرزائیت کی تردید میں ید طولی رکھتے تھے۔

ایک دفعہ ایک شخص حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میرے پیشوا کا وصال ہو چکا ہے کیا مجھے آپ بیعت کر سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اپنے پیشوا کے ساتھ کیا تمہاری محبت نہیں تھی۔ اگر محبت ہے تو پہلی بیعت کافی ہے۔ مراقبہ میں مشغول رہا کرو کیونکہ ایک کا مقبول تمام جہاں کا مقبول ایک کا مردود سارے جہان کا مردود ہے۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہاری بیعت کس جگہ ہے۔ اس نے عرض کی کہ میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپور شریف سے آپ نے فرمایا۔ ایسے باکمال بزرگ کے وصال کے بعد بھی تمہیں برابر فائدہ پہنچتا رہے گا۔ اپنے مرشد کی وصایا پر دل و جان سے پابند رہو۔ میاں صاحب مرحوم فقیر کے پاس اکثر آیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے حافظ صاحب عید گاہ کا قطعہ خالق نے آپ کو بہت ہی عجیب عطا فرمایا ہے۔ یہاں طبیعت بہت خوش ہوتی ہے۔ یہی دل چاہتا ہے کہ ہر وقت خدا کی یاد میں لگے رہیں۔

بابو متولی خاں سکنہ پنڈ بھائلہ ضلع راولپنڈی نے بیان کیا کہ مجھے بچپن سے ہی فقرا و علماء کی صحبت میں بیٹھنے اور انکی خدمت کرنے کا شوق تھا۔ اور ایسے بزرگوں کی خدمت میں

بیٹھنے کا اکثر اتفاق ہوتا رہا۔ بحالت ملازمت فوج جبکہ ایک پلٹن میں سکول ماسٹر تھا اور پریڈ قواعد وغیرہ تمام کاموں سے مستثنیٰ تھا۔ اس لئے درود و وظائف و تلاوت قرآن و کتب نبی کا وقت کافی مل جاتا تھا۔ ہماری فوج کے امام مسجد صاحب ایک خضر صورت مولوی، سید، نیک عالم شاہ صاحب تھے۔ مولوی صاحب موصوف علم و عمل دونوں میں کامل تھے۔ مجھے وظائف سے فراغت پا کر صاحب موصوف کے ساتھ مسجد شریف میں بوقت صبح بیٹھنے اور تبادلہ خیالات کرنے کا اکثر موقع ملا کرتا تھا۔ پلٹن بھر کے آدمی بلا لحاظ مذہب و ملت مولوی صاحب کے متعلق نیک عقیدہ رکھتے تھے۔ اور بوقت مشکل و مصیبت آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے بھی عرض کیا اپنے دریائے فیض سے ایک قطرہ مجھے بھی عطا فرماتے تو کیا ہوتا۔ جواب میں فرمایا کہ بابو جی مجھ میں اور آپ کے پیر کامل میں بہت فرق ہے۔ وہ تکمیل کا آخری سلسلہ ہیں اور میں ابتدائی۔ آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ کو ایسے مرد کامل کی بیعت کا فخر حاصل ہوا۔ مولوی صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بھی حافظ صاحب کے دیدار کا شوق دامنگیر ہے۔ خدا کرے قدم بوسی کا موقعہ ہاتھ آئے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ دو ماہ کی رخصت پر گھر گئے۔ کسی وجہ سے نوشہرہ تشریف لے گئے۔ واپسی پر راولپنڈی شریف سے گذرتے وقت حضرت صاحب سے ملنے کا خیال آگیا اور گاڑی سے اتر پڑے اور حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ملاقات اور زیارت سے مشرف ہو کر جہلم واپس تشریف لے آئے چھٹیوں کے خاتمہ پر ملازمت پر حاضر ہوئے تو بندہ بھی قدم بوس ہوا۔ مولوی صاحب حسب معمول بعد فراغت نماز مسجد میں وظیفہ کے لئے بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا۔ کہ بابو جی مجھے آپ کے مرشد صاحب سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ واقعی جو اوصاف بزرگان دین زمانہ سلف میں پائے جاتے تھے۔ وہ ان میں بھی موجود ہیں۔ نیز فرمایا کہ میں جناب کے خلق کی تعریف کرنے سے قاصر ہوں گویا خلق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم مجسم آپ کے وجود میں نظر آیا۔ بقول مولوی رومی

میں نبی الوقت باشد آں مرید کہ ازد نور نبی آید پدید

نیز یہ بھی فرمایا کہ میں بطور مسافر و ناواقف حاضر خدمت ہوا تھا۔ مگر جناب نے کمال

تعظیم اور تپاک سے میرے ساتھ مصافحہ فرمایا۔ اور ہاتھ پکڑ کر اپنے نزدیک بٹھالیا۔ دیر تک مزاج پر سی فرماتے رہے مجھ سے پہلے کئی آدمی وہاں موجود تھے۔ جو میری ہی طرح زیارت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ان کی تواضع شربت سے کی جا رہی تھی۔ ایک درویش نے ان سب کو شربت پلایا۔ بعد ازاں حضرت صاحب نے اپنے دست مبارک سے مصری لے کر ایک برتن میں ڈالی۔ اور پانی باہر سے منگا کر اس میں ڈالا اور خود شربت تیار فرمایا پھر فرمایا کہ مستعملہ گلاس کو دھو کر لایا جائے۔ خادم نے فوراً گلاس دھو کر پیش کیا۔ صاحب موصوف نے اپنے دست مبارک سے شربت کا گلاس بھر کر مجھے دیا۔ میں نے عرض کیا کہ جو درویش باقی مہمانوں کی تواضع کر رہا تھا وہی میری تواضع کے لئے بھی کافی تھا اور گلاس میں سب آدمی پی رہے تھے۔ اس کے صاف کرانے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ آپ نے فرمایا کہ آپ خاندان سادات کے مایہ ناز ہیں اسلئے آپ کی تعظیم میری ذات پر فرض ہے مجھے اس پر بہت تعجب ہوا کیونکہ میرے سید ہونے کی انہیں کوئی اطلاع نہ تھی۔ حضرت صاحب نے میرا خاندان معلوم کر لیا اور وہ خلق ظاہر فرمایا کہ میں اس اعتراف پر مجبور ہوں کہ آپ مجسم اخلاق ہیں۔ آتے وقت میں نے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا بھی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ آپ کے مرشد بھی کامل بزرگ ہیں۔ مولوی صاحب حضرت پیر حیدر شاہ صاحب جلال پور شریف سے بیعت تھے۔ انہیں اپنے مرشد سے خرقہ خلافت بھی حاصل تھا مولوی صاحب خود بھی مجسم اخلاق تھے۔ میں انیس ۱۹ سال تک پلٹن میں رہا۔ مگر اس مدت میں مولوی صاحب کے چہرہ پر کبھی غصہ کی علامات نہیں دیکھیں۔

ڈھوک رتہ امرال متصل راولپنڈی کا ایک شخص اپنی بیوی سے بہتر سلوک نہ کرتا تھا۔ حالانکہ جب اس نے یہ نکاح کیا تو اس کی ایک پہلی بیوی بھی موجود تھی۔ اور اس نکاح کا باعث ہی محبت تھی۔ شروع میں تو بہتر سلوک رہا۔ مگر سال ۱۹۳۵ء میں انکے درمیان کچھ نزاع کے آثار پیدا ہو گئے اور نوبت بائخوار سید کہ بیوی کی طرف شوہر نظر سے دیکھنا بھی گوارا نہ کرتا تھا۔ یہ میاں بیوی ہمارے پڑوس میں ہی رہتے تھے۔ اور میری بیوی اور اس کی بیوی میں رسم و راہ بھی تھی اور اسے یہ بھی علم تھا کہ میں حضرت صاحب کا مرید ہوں۔ اس

لئے میری بیوی کی وساطت سے مجھ سے طلب امداد کی درخواست کی۔ حضرت صاحب نے ایک تعویذ دیا اور اس کا یہ اثر ہوا کہ دونوں میاں بیوی پہلے کی طرح ایک جان ہو گئے۔ تھوڑے دنوں بعد اس کا خاوند میرے گھر پر آیا اور اشتیاق ظاہر کیا۔ کہ میں بھی جناب حضرت صاحب کا دیدار کرنے کا آرزو مند ہوں۔ اور اس تجلئے فیض کا غلام بننے کی خواہش دل مضطر میں قدرتی طور پر محسوس کرتا ہوں۔ ایک دن مجھے بھی ساتھ لے چلو۔ چنانچہ ایک دن اس کو بھی ساتھ لے گیا وہ بھی دل سے معتقد ہو گیا اور آپ کے غلاموں کے زمرہ میں شامل ہو گیا۔ مندرجہ ذیل ہر دو مناجات جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بہت مرغوب خاطر تھیں۔ اکثر بوقت سحر پڑھا کرتے تھے یا دوستوں سے سنا کرتے تھے۔ لہذا احباب کی خاطر درج کر دی جاتی ہیں۔

تضمین از ظفر بادشاہ بر مناجات حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

چے دنیا یوں ہی بک بک کے عبث جان کھپائی نہ دیا منزل عقبی کا مجھے رستہ دکھائی
مگر اب جی میں ہے سب چھوڑ کے ہرزہ سرائی ملکا ذکر تو گویم کہ تو پاکی و خدائی
نہ روم من بجز آں رہ کہ تو آں رہ بنمائی

نہ پھروں عہد سے جتک کہ میرے دم میں رہے دم رہوں پیمان محبت پہ ترے میں یوں ہی محکم
طلب وصل تری دل سے مرے ہونہ کبھی کم ہمہ درگاہ تو جریم ہمہ درکار تو پویم
ہمہ توحید تو گویم کہ بتوحید سزائی

نہ چپ و راست سے گر ہوئے تیری نصرت و یادی نہ تیرا عرش سے تا فرش اگر فیض ہو جاری
نہ کہے کیونکر خدایا یہ خدائی تجھے ساری تو خداوند یکتائی تو خداوند یاری
تو خداوند زمینی تو خداوند سمائی

نظر آتی ہے جہاں میں جو سپیدی و سیاہی قلم صنع پہ دے ہے تیرے دن رات گواہی
تیری یکتائی مبرا ہے ہر اک شے سے الہی تو زن و جفت نہ جوئی تو خور و خفت نخواہی
احدا بے زن و جفتی ملکا کام روائی

نہ پرستش کا تو محتاج نہ محتاج عبادت نہ عنایت تجھے درکار کسی کی نہ حمایت
نہ شراکت ہے کسی کی نہ کسی کی ہے قرابت نہ نیازت بولادت نہ بفرزند تو حاجت
تو جلیل الجبروتی تو امیر الامرائی

جسے تو چاہے امیری دے جسے چاہے فقیری جسے تو چاہے بزرگی دے جسے چاہے حقیری
کرم و عفو سے کیونکر نہ کرے عذر پذیری تو کریبی تو رحیمی تو سمعی تو بصیری
تو معزی تو مذلی ملک العرش بجائی

گنہ و جرم پہ بھی کرتا ہے تو رزق رسانی تیرے الطاف سے محروم نہ میخوار نہ زانی
کہ تو ستار ہے اور واقف اسرار نہانی ہمہ راعیب تو پوشی ہمہ راعیب تو دانی
ہمہ رارزق رسانی کہ تو باجود و عطائی

خرد و فہم سے گرد دل نے کوئی بات تراشی کہ ہوا اول و آخر کی حقیقت کا تلاشی
مرے نزدیک سوا اس کے ہے سب سمع خراشی نہ بدے خلق تو بودی نہ بود خلق تو باشی
نہ تو خیزی نہ نشینی نہ تو کاہی نہ فزائی

رہی مصروف ثنا میں تیرے ہر چند خلائق نہ ادا پر وہ ثناء ہو جو ثنا ہے تیرے لائق
کہ وہ فوق اور ہے جس فوق سے ہے سب پہ تو فائق نہ سپہری نہ کواکب نہ بروجی نہ دقایق
نہ مقامی نہ منال نہ نشینی نہ بیپائی

رہ تو صیف تری رکھتی نہایت ہے درازی نہ لگے ہاتھ یہ کو چہ تری بے بندہ نوازی
چلے کنہ حقیقت میں تری نکتہ طرازی بری از چون و چرائی بری از عجز و نیازی
بری از صورت و رنگی بری از عیب و خطائی

تجھے دوست کی حاجت ہے نہ اندیشہ دشمن نہ تجھے کام ہے عشرت سے نہ شیوہ تراشیون
نہ تجھے چاہیے ماویٰ نہ تجھے چاہیے مسکن بری از خوردن و خفدن بری از تہمت مردن
بری از بیم و امید بری از رنج و بلائی

نہ رہا عالم طفلی و جوانی ہوئی پیری غم دنیا کی ہوس میں مجھے ہے گی یہ اسیری
نہ روارکھ میرے حق میں تو یہ خواری و حقیری تو علیمی و حکیمی تو خبری تو بصیری
تو نمائندہ فضلی تو سزا وار خدائی

ترے اوصاف بیان کرنے کی باندھے ہے جو دھن جی دم تقریر ہے گنگی دم تحریر ہے لہجی
مری گو نوک زباں گنج معانی کی ہے کنجی نہ تو اں وصف تو گفتن کہ تو در وصف نہ گنجی
تواں شرح تو کردن کہ تو در شرح نہائی

نہ نظر کو ہے یہ قدرت کہ تیری دیکھے تجلی نہ خرد کو ہے یہ طاقت کہ تجھے پائے ذرا بھی
متحیر ہوں میں اسمیں کہ صفت کیا کروں تیری احد لیس کمثلی صد لیس کفضلی
لمن الملک تو گوئی کہ سزا وار خدائی

ظفر اس وقت میں خاموش ہو گیا غنچہ کی مانند کہ یہ اشعار مناجات کے یاد آئے اسے چند
کھولے توصیف میں کس طرح تری اپنی زباں بند لب و زبان سنائی ہمہ توحید تو گویند
مگر از آتش دوزخ بودش زود رہائی

مناجات از مؤلف

فضل پر تیرے فقط ہے مجھ کو ناز
اور کچھ مجھ سے نہ ہرگز ہو سکا
کر رہا ہوں ہر گھڑی صد ہا گناہ
اور بدی اس کے عوض میں نے نہ کی
میں تیرا بندہ مگر بڑھ کر برا
اور کانٹے راہ میں بوتا رہا
تجھ سے اے آقا نہ کچھ ڈرتا رہا
ہو گیا سب سے میں بڑھ کر رویا
ڈھل گئی دوپہر اب آئی ہے شام
اب بھلا بے وقت مجھ سے ہو کیا
تیرے در تک ہو رسائی کس سبب
تیرے بندوں کا ہے مجھ کو آسرا
بارگہ میں تیری روتا آیا ہوں
رحم کر مجھ پر مرا ہے حال زار
میری تقصیر و خطا کو دے مٹا
تیرا ہی بند ہے در پر آگرا

کر مجھے تو رڈ یا مجھ کو قبول
ہے مرا ہاتھ اور دامن رسول

اے خداوند کریم و بے نیاز
تیری نافرمانیوں کے ماسوا
نعمتیں کھا کھا تیری اے بادشاہ
کوئی نعمت ہے جو تو نے نہ دی
تو میرا معطلی و منعم ہے خدا
ہائے صد افسوس میں سوتا رہا
ظلم اپنی جان پر کرتا رہا
عمر سب بے شرمیوں میں کی تباہ
آجکل کرتے ہوا لبریز جام
کام کا جو وقت تھا وہ چل دیا
سوچتا مجھ کو نہیں ہے کوئی ڈھب
اک ذریعہ ہے فقط سب سے بڑا
تیرے بندوں کا وسیلہ لایا ہوں
ان کے صدقے اے میرے پروردگار
کر مرے حق میں قبول ان کی دعا
گرچہ یہ مسکین ہے بڑھ کر برا

شجرہ مقدسہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ رضوان اللہ علیہ وسلم

مصنفہ و مولفہ خادم آستانہ عالیہ

شیخ حسن الدین سپرنٹنڈنٹ تالیف و طبع انجمن حمایت اسلام لاہور

فضل یا رب مرے حال زبوں پر رحم کر
تجھ کو اپنی کبریائی کی قسم اے بے نیاز
تجھ کو دیتا ہوں ترے جود و سخا کا واسطہ
تیری رحمت کے خزانے میں کمی کوئی نہیں
میں کہوں بے واسطہ کس منہ سے بخشش کیلئے
کر کرم مجھ پر محمد مصطفیٰ کے واسطے
اس رسول بے نظیر و بے بدل کا واسطہ
رحم فرما حضرت صدیق اکبر کے لئے
حضرت سلمان فارس بے ریا کی واسطے
کر امام جعفر صادق کے صدقے میں عطا
بایزید و بواکسن اور ابو علی فارمدی
حشر کے دن یوسف ہمدانوی کا ساتھ ہو
شاہ عبدالخالق و شہ عارف ریوا گڑھی
محترم بابا سماسی حضرت میر کلال
حضرت یعقوب چرخنی اور عبید اللہ شاہ
ان نفوس پاک کے صدقے میں اے رب الہ
بخش دے صدقے میں یارب خواجہ درویش کے
شیخ احمد خواجہ معصوم حجتہ اللہ و زبیر

ڈال مجھ آلودہ عصیاں پر رحمت کی نظر
مجھ سراپا معصیت پر کر درِ افضال باز
فضل کا، رحمت کا، بخشش کا، عطا کا واسطہ
کیوں ہوں شاکی، جانتا ہوں مستحق میں ہی نہیں
کچھ وسیلے پیش کرتا ہوں سفارش کے لئے
فخر موجودات شاہ دوسرا کے واسطے
راز دار خلوت بزم ازل کا واسطہ
عاشق و دلدادہ حسن پیمبر کے لئے
حضرت قاسم امام اولیا کے واسطے
تو نجات دائمی کا مجھ کو در بے بہا
یا الہی لاج رکھ لے ان کے صدقے میں مری
ان کا دامن مقدس اور میرا ہاتھ ہو
خواجہ محمود و عزیزاں صاحب خلق نبی
حضرت خواجہ بہاؤ الدین عطار اہل حال
حضرت خواجہ محمد زاہد اپنے دیں پناہ
دھو جبین معصیت آلود سے داغ گناہ
خواجہ ملکلی و خواجہ باقی باللہ کے لئے
خواجہ اشرف اور جمال اللہ مرد اہل خیر

حضرت عیسیٰ محمد اور فیض اللہ شاہ
بخش دے ان کے لئے جو ہیں محمد کے فقیر
قبلہ عالم جناب حافظ عبدالکریم
آشنائے سرحق دانائے رمز لا الہ
رحمت حق نے بلا کر لے لیا آغوش میں
میرے مرشد کے وہ نورالعین سجادہ نشین
جن کا سینہ دولت توحید کا گنجینہ ہے
جن کے دم سے ہے فروغ شمع بزم عارفان
خواجہ نور محمد نور بزم و شمع راہ
میرے آقا میرے ہادی اور مرے مرشد کے پیر
حائل حکم شریعت، صاحب خلق عظیم
واقف راہ حقیقت فقر کی جائے پناہ
جار ہے فردوسیوں کے عالم خاموش میں
حاجی حرمین حاجت گاہ ارباب یقین
قلب صافی جن کا حسن طور کا آئینہ ہے
فخر عرفان، عبد رحمٰن دستگیر بیکساں
ان کے صدقے میں حسن خدام سب ہوں سرخرو
برقرار ان کی رہے دنیا و دیں میں آبرو

خاتمہ الطبع

الحمد للہ۔ کہ بافضال ایزدی و اکرام سرمدی حق سبحانہ، کتاب مستطاب المسحی
”کنز القدیم فی آثار الکریم“ مشتمل بر مختصر حالات حیات طیبہ جناب شیخ المشائخ
العظام، سلطان العارفین، برہان الواصلین، غوث صمدانی، قطب ربانی، مقبول بارگاہ
رب الرحیم جناب قبلہ عالم و عالمیاں حضرت حاجی حافظ محمد عبدالکریم صاحب نقشبندی
مجددی قدس اللہ سرہ العزیز بید عبد الضعیف الخیف الراجی الی رحمۃ رب العالمین
بندہ مسکین عالم دین و بسعی محبت الفقراء حاجی محمد علی و حاجی محمد زمان خادمان دربار
عالیہ مطبع حمایت اسلام لاہور زیر اہتمام شیخ حسن الدین صاحب خادم آستانہ عالیہ
انطباع یافت و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد و آلہ واصحابہ و ذریاتہ و اہل بیتہ اجمعین الی
یوم الدین آمین یا رب العالمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

اللهم اغفر لمؤلفہ ولکاتبہ والحافظہ ولقاریہ ولمن معی فیہ

یکم جون ۱۹۳۷ء

خواجہ فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ

آپنا دل بہشت میں
وہاں بہشت ہے

حجۃ الہیہ

پیشانی پر لکھی
پیشانی پر لکھی

تعمیم

پیشانی پر لکھی

- ☆ مسیح بنجاری کا سلسلہ رواں با معاویہ اور آسان ترین تجربہ
- ☆ موقع و محل کی مناسبت سے ہر حدیث کے اندر ذکر شدہ نفس و نفسی و معاشرت
- ☆ اعتقادی مسائل میں اہلسنت کے موقف کی تائیدیں و دلائل
- ☆ مستندین و متاخرین کی تحقیقات کا مغز اور پھر مختصر لفظوں میں مودینا
- ☆ صحیح بنجاری کی سب سے زیادہ نظم و وسیع اور جامع تخریج
- ☆ فقہی مسائل میں مذاہب اربعہ کی مستند کتاب کی روشنی میں آمد کی آرا نقل و
- ☆ فقہی و اعتقادی احکام کی نوع سے شناسائی کے حصول کا ذریعہ
- ☆ عصر حاضر کے معاشرتی و مذہبی مسائل پر مختصر مگر عمیق و اوزار قبضہ
- ☆ درس نظامی کے طلباء و خطباء، علماء و امام پڑھنے لکھنے اور اکیسے بیسے میں
- ☆ ایک ایسی شرح جو وقت کی ضرورت سے ایسی شرح جو آپ کی زندگی

پیشانی پر لکھی

زبیرہ سنٹر نزد سول ماڈل ہائی سکول، م، اوہانہ، لاہور
فون: 042-7246006

زبیرہ برادرز

پیشانی پر لکھی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>